شیرازہ

مہجور نمبر

جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز

* سری نگر کشمیر *

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

Khawjee S9
16/8/93

ماہنامہ

شیرازہ

سرینگر — کشمیر

مہجور نمبر

جلد ۲۲ • اگست-نومبر ۱۹۸۴ • شمارہ ۸ - ۱۱

نگران و مدیر اعلیٰ

محمد یوسف ٹینگ

ایڈیٹر

محمد احمد اندرابی

جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز ۔ سرینگر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ناشر: سیکریٹری جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز سرینگر

مطبع: جے۔ کے آفسیٹ پرنٹرز۔ دہلی

کتابت: محمد صدیق۔ شوکت عباس
غلام نبی کول

قیمت:

شیرازہ میں شائع شدہ مضامین میں ظاہر کی گئی آراء سے
اکیڈمی یا ادارے کا کلاً یا جزواً اتفاق ضروری نہیں

سرورق :۔ غلام احمد

پشت :۔ جی۔ آر۔ سنتوش
(خطاطی: یوسف مسکین)

(اس نمبر کی اشاعت کے لئے جن حضرات نے ہمیں غیر مطبوعہ خطوط یا تصاویر ارسال کیں انہیں خانوادہ مہجور کے علاوہ شاہد بڈگامی اور رفیق یوسف ٹینگ شامل ہیں)

خط وکتابت کا پتہ

ایڈیٹر "شیرازہ" (اردو)
جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز
لال منڈی۔ سرینگر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کل ہند رائٹرس میٹ ۔ دہلی، ۱۹۵۱ء مہجور نے کشمیر کی نمایندگی۔ ایک یادگار تصویر

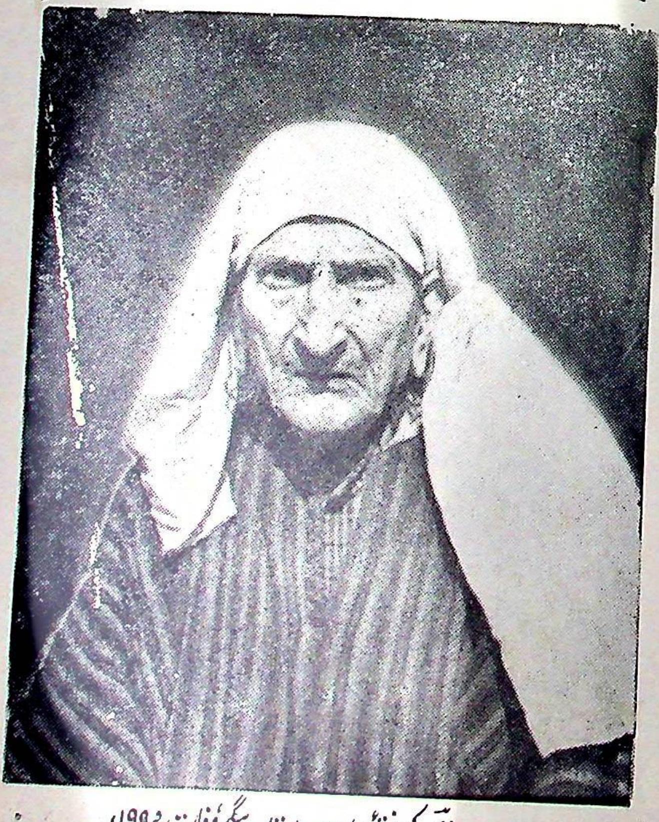

مہجور کی رفیقۂ حیات — مہتاب بیگم وفات ۱۹۸۲ء

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ترتیب

حرفِ آغاز — محمد یوسف ٹینگ ۷

۱۔ سوانح اور شخصیت

اسد اللہ کاظمی

مہجور سے ملاقات ۲۱

مرزا غلام حسن بیگ عارف

مہجور اور اُن کے ہم عصر ۲۶

موتی لال ساقی

مہجور۔ تازہ معلومات کی روشنی میں ۳۷

محمد زماں آزردہ

آثارِ مہجور ۵۰

اظہر احمد

مہجور اپنے گھر میں [illegible]

سید رسول پونپر

مہجور کے خطوط ۸۸

سروانند کول پریمی

یادوں کے چند نقوش ۹۴

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ب — فن اور فنکار

کلیم اختر

مہجور۔ اقبال کا کشمیری ترجمان ۱۰۰

پران کشور

فلم شاعرِ کشمیر مہجور ۱۰۹

برج پریمی

مہجور اور منٹو ۱۲۸

محمد یوسف ٹینگ

مہجور کی چند تلمیحات ۱۳۴

مرغوب بانہالی

کشمیریت کی ترجمانی اور مہجور ۱۴۷

مشعل سلطانپوری

کلام مہجور کی مقبولیت کا راز ۱۵۹

حامدی کاشمیری

مہجور کا ایک ورژن۔ تجزیاتی مطالعہ ۱۷۵

شفیع شوق

مہجور کی شاعری کا اساطیری ماحول ۱۸۱

بشر بشیر

مہجور کا جمالیاتی شعور ۱۹۱

ٹی این کول

مہجور اور ان کا فن ۲۰۴

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

شاہد بڈگامی

فلم مہجور ۔ چند یادیں ۲۱۸

ج ۔ خانوادہ مہجور

محمد یوسف ٹینگ

مہجور کا پشت پناہ ۔ ابن مہجور ۲۲۲

موتی لال ساقی

امین صاحب ۲۴۱

د ۔ غلام احمد مہجور (غیر مطبوعہ ۔ نثر)

مہجور کی سرکاری ملازمت ۲۵۱

۔ ایک مضحکہ خیز اور عبرت انگیز روداد

ایک پرانا ادبی معرکہ ۲۷۱

آئینہ اتحاد کشمیر ۔ (ڈراما) ۲۹۲

عزیز ۔ ایک ناتمام ناول ۲۹۸

س ۔ غیر مطبوعہ ۔ نظم

حمد ۳۲۵ نعت ۳۲۶ مخمس ناتمام ۳۲۸ منظوم اپیل ۳۳۰ غزلیں ۳۳۱

ش ۔ حصہ مکاتیب

- محمد امین (ابن مہجور) ۳۳۳

پدم ناتھ گنجو ۳۴۰

انڈین لٹریچر پریس کانفرنس کے دعوت نامے کے جواب میں ۳۴۲

- اسد اللہ کاظمی ۳۴۴

غلام محی الدین صوفی ۳۴۷

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ب ــــ فن اور فنکار

کلیم اختر

مہجور۔ اقبال کا کشمیری ترجمان ۱۰۰

پران کشور

فلم شاعر کشمیر مہجور ۱۰۹

برج پریمی

مہجور اور منٹو ۱۲۸

محمد یوسف ٹینگ

مہجور کی چند تلمیحات ۱۳۴

مرغوب بانہالی

کشمیریت کی ترجمانی اور مہجور ۱۴۷

مشعل سلطانپوری

کلام مہجور کی مقبولیت کا راز ۱۵۹

حامدی کاشمیری

مہجور کا ایک وژن۔ تجزیاتی مطالعہ ۱۷۵

شفیع شوق

مہجور کی شاعری کا اساطیری ماحول ۱۸۱

بشیر بشیر

مہجور کا جمالیاتی شعور ۱۹۱

ٹی این کول

مہجور اور ان کا فن ۲۰۴

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

شاہد بڈگامی

فلم مہجور۔ چند یادیں ۲۱۸

ج۔ خانوادۂ مہجور

محمد یوسف ٹینگ

مہجور کا پشت پناہ ۔ ابن مہجور ۲۲۲

موتی لال ساقی

امین صاحب ۲۴۱

د۔ غلام احمد مہجور (غیر مطبوعہ ۔ نثر)

مہجور کی سرکاری ملازمت ۲۵۱

۔ ایک معنی خیز اور عبرت انگیز روئداد

ایک پرانا ادبی معرکہ ۲۷۱

آئینۂ اتحاد کشمیر ۔ (ڈراما) ۲۹۲

عزیز ۔ ایک ناتمام ناول ۲۹۸

س۔ غیر مطبوعہ ۔ نظم

حمد ۳۲۵ نعت ۳۲۶ مخمس ناتمام ۳۲۸ منظوم اپیل ۳۳۰ غزلیں ۳۳۱

ش۔ حصۂ مکاتیب

- محمد امین (ابن مہجور) [illegible]

پدم ناتھ گنجو ۳۴۰

انڈین لٹریچر پریس کانفرنس کے دعوت نامے کے جواب میں ۳۴۱

- اسد اللہ کاظمی ۳۴۴

غلام محی الدین صوفی ۳۴۷

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

عرشی ملیانی ۳۴۸

پدم ناتھ گنجو ۳۴۹

مفتی صادق ۳۵۰

محمد صادق ۳۵۱

محمد حبیب الرحمان خان شیروانی ۳۵۱

۵ — متفرقات

تاریخ تعمیر زیارت حضرت سلطان العارفینؒ ۳۵۴

مومنوں کو آساں دنیا ہے اختیار ہلال ۳۵۴

قصہ دو حسینوں کا ۳۵۵

مہجور کا سنت رام کون تھا ۳۵۶

پریم ناتھ پرواز کا ایک خط ۳۵۷

مہجور — خاندانی سلسلہ (حسب و نسب) ۳[illegible]

حیات مہجور ایک نظر میں — چند اہم واقعات ۳[illegible]

۶ — منظوم ترجمہ

سلطان الحق شہیدی

انتخاب کلام مہجور ۳[illegible]

انتخاب پیام مہجور ۳۸۷

انتخاب سلام مہجور ۳۹۰

اکادمی کی سرگرمیاں (ادارہ) ۳۹۴

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

حرفِ آغاز

مہجورؔ کے بارے میں انکی وفات سے آج تک کے تئیس بتیس سال میں کشمیر کے مختلف رسالوں کے تین نمبر شایع ہو چکے ہیں اور "شیرازہ" کا یہ ضخیم شمارہ اسکی تانہ اور چوتھی کڑی ہے۔ عبدالاحد آزاد مرحوم کی معرکۃ آلارا کتاب "کشمیری زبان اور شاعری" کے تیسرے حصے کا بڑا حصہ بھی مہجورؔ کی زندگی اور اُن کے فن پر روشنی ڈالتا ہے یہ کتاب کلچرل اکادمی کی طرف سے اب دوسری بار چھاپی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کلچرل اکادمی کی طرف سے صرف دو سال پہلے اسکا ایک بھاری بھرکم کشمیری کلیات بھی چھپ گیا ہے جسمیں کلام کے علاوہ اس کے سوانحی کوائف اور حسبِ توفیق اسکی شاعری پر تنقید و تبصرہ بھی شامل ہے۔ کلیات میں مہجورؔ کی لکھی ہوئی بہت سی غیر مطبوعہ نگارشات بھی شامل ہیں۔ اس کے باوجود "شیرازہ" کا یہ مہجورؔ نمبر شایع کرنے کی نوبت کیوں آئی ہے؟ کچھ دوست اِسے مہجورؔ کی خوش طالعی سے تعبیر کرینگے۔ لیکن دراصل واقعہ یہ ہے کہ مہجورؔ کے بارے میں جتنا مواد دستیاب ہوتا ہے۔ اتنا ابھی تک کشمیری زبان کے کسی اور شاعر کے بارے میں نہیں ملتا۔ اس نمبر پر ایک سرسری نظر ڈال کر قارئین خود اندازہ کر پائیں گے کہ ابھی بھی خود مہجورؔ کی اپنی نوشتہ کتنی غیر مطبوعہ چیزیں موجود ہیں۔ ان رشحات کی اہمیت مہجوریات کے علاوہ کشمیر کی ادبی، سماجی اور سیاسی زندگی کے لئے بھی بہت ہے اور بجائے خود یہی ایک بات اس نمبر کے جواز میں کافی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی بہت

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

سے عوامل ہیں جنہوں نے ہمیں اس نمبر کی ترتیب پر اکسایا۔ مہجور کی شاعری کشمیر کی تحریکِ آزادی کے پہلو بہ پہلو پروان چڑھتی اور آگے بڑھتی ہے۔ اس لئے اس تحریک کی بہت سی پرچھائیاں کبھی دانستہ اور کبھی نادانستہ طور پر کلامِ مہجور کی آرسی میں جھلک آئی ہیں۔ اس اہم دور کے سیاسی، ادبی اور نفسیاتی محرکات اور تلازمات کے لئے مہجور کی شاعری کا زیادہ عمق سے مطالعہ کرنے کی اہمیت واضح ہوتی جا رہی ہے اور اسی انداز سے ان پر لکھنے لکھانے کا سلسلہ دراز تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی نظر میں رکھنا ہوگی کہ آج سے دو سال پہلے تک مہجور کا سارا کلام ایک جلد میں دستیاب نہ تھا۔ اس لئے اس کی عطا پر گہرائی اور گیرائی کے ساتھ لکھنے میں عیاں مشکلات حائل تھیں۔ کلیات کی اشاعت نے شاعر کی ایک زیادہ مکمل تصویر سامنے لائی ہے اور اس لئے اس کے کارنامے کے کیف و کم پر زیادہ اعتماد کے ساتھ لکھا جا سکتا ہے۔

تیسرا پہلو یہ ہے کہ مہجور ایک بڑی جامع شخصیت کا مالک تھا۔ شاعر، صحافی، مؤرخ، سخن فہم وسیع حلقہ احباب کا مالک۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ اپنے زمانے کی تقریباً سبھی اہم شخصیات سے اسکا کسی نہ کسی تعلق سے ربط رہا ہے۔ علامہ اقبالؔ سے وہ تاریخ ادبیات کشمیر کے متعلق خط و کتابت کرتا ہے تو رابندر ناتھ ٹیگور کی فرمائش پر ان کے لئے حیاتِ حبہ خاتون اور اسکے گیت بھیجتا ہے۔ مہجور پہلی بار اقبالؔ کے خیالات اور آہنگ سے کشمیری کو مانوس کرتا ہے اور ٹیگور اس کے گیتوں کا ترجمہ سن کر اُن کی داد دیتا ہے۔ مہجور پروفیسر مجیب کے لئے حبہ خاتون کی سوانح لکھ کر بھیجتا ہے۔ جسکو مجیب صرف ترجمہ کر کے اور ڈرامے کا روپ دیکر اپنے نام سے چھاپتا ہے اور مہجور کا رسمی شکریہ یا حوالہ دینے کو بھی اپنے لئے کسرِ شان سمجھتا ہے۔ مہجور نواب صدر یار جنگ — مراسلت رکھتا ہے۔ وہی صدر یار جنگ جو مولانا ابوالکلام کی غبارِ خاطر کا مخاطب ہے۔ محمد الدین فوقؔ سے بھی دوستی کرتا ہے اور شیو نرائن شمیم سے بھی خط و کتابت اور کشیر کے مولف غلام محی الدین صوفی کے ساتھ بھی۔ وہ شبلی نعمانی سے بھی ملتا ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی سے بھی۔ کشمیر میں شیخ محمد عبداللہ، بخشی غلام محمد، مولانا محمد سعید مسعودی، خواجہ غلام محمد صادق، خواجہ غلام احمد عشائی اور پنڈت پریم ناتھ بزاز سے بھی مواصلت اور قربت رکھتا ہے اور خوشی محمد ناظر، بلبل کاک در، ماسٹر زندہ کول حیرت کاچرو، سیف الدین آزاد، مرزا عارف، دینا ناتھ نادم، محمد امین کامل، پروفیسر لشپ اور دوسرے کتنے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہی مشاہیر کے ساتھ اس کے تعلقات رہے ہیں۔ بلراج ساہنی ہو یا دیوندر ستیارتھی، اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ اس نے شخصی راج کے دکھ بھی سہے اور اسکا اندھیرا بھی دیکھا۔ پھر اس نے تحریک آزادی کا ابھار اور اسکا نقطۂ عروج بھی دیکھا۔ وہ ایک رند بھی رہا اور حسین مجاز کا پرستار بھی۔ بقول آزاد۔

"آج بوڑھے نظر آتے ہیں نتیجہ بھی دیکھو۔ ان کی محفل میں عورت کی جگہ خدا لینے لگا ہے۔

بڑھاپا، بس بڑھاپا"۔

(عارض کے نام خط یکم اسوج ۲۰۰۲ ب)

اس نے زندگی کی تلخیوں اور افلاس کی محرمیوں کو بھی اور زندگی کی نعمتوں سے بھی بھر کر دل بہلا لیا۔ اس نے کشمیریوں کے جذبۂ حریت کی ترجمانی کی اور ان کی کامرانی کی بشارت بھی دی۔ لیکن مہاراجہ اور دوسرے دشمن عوام کے قصائد بھی لکھے۔ اس نے فارسی، اردو اور کشمیری تینوں زبانوں میں لکھا۔ شعر بھی۔ تذکرہ اور تنقید بھی۔ ناول بھی ڈرامہ بھی۔ پٹوار نامہ بھی سوانحی ادب بھی۔ وہ ایک تقدس مآب پیر کی امیج بھی رکھتا تھا اور دوسرے مضطرب کار سیاہی بھی۔ غرض اسکے وجود میں کئی شخصیات ایکدوسرے کے پہلو بہ پہلو زندگی کا دلچسپ کھیل کھیلنے میں مصروف تھیں۔ ع

یک کفے جام شریعت یک کفے سندان عشق

ہر ہوسناکے نہ داشد جام و سندان باختن

ظاہر ہے کہ ایسے شاعر اور ایسے شخص کی پہلودار زندگی پر اسی طرح مدت تک حرف و حکایت کا سلسلہ ختم نہ ہو سکے گا۔ جس طرح مرزا غالب جیسی بھرپور شخصیت کے متعلق یہ سلسلہ تھمنے کو نہیں آرہا ہے اسپر طرّہ یہ کہ مہجور تاریخ کا ابھرا شعور رکھتا تھا اور اس کے یہاں ہمیں اس کے ہر دور کے متعلق بہت سی یادداشتیں اور تحریرات محفوظ ملتی ہیں۔ جو ایک کمرے کے روشن ہوتی جارہی ہیں۔ اور اس کے باوجود اس سلسلۂ زلف دراز کا دم راس نظر نہیں آتا۔ شاید رسول میر نے ایسے ہی موقعے پر کہا تھا۔ ع

زالہ وانکن بال ہیلہ لاگہ شمار

پچھ لگہ گنزرنس لچھ نے ھزار

امہ شایہ نو موکلن یاسے مے لو لو

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(محبوبہ اپنے شکن زلف کا شمار شروع کرے تو آیئں لاکھوں بندر ہو اڑے صرف ہو نگے۔ کہیں اس معاملے کی بھی کوئی انتہا ہے؟)

تازہ شمارے کے مشمولات پر نظر رکھنے کے باوجود صرف میری نظر میں مہجور سے متعلق ابھی اتنی چیزیں موجود ہیں کہ ان سے کئی اور نمبر ترتیب دیئے جا سکتے ہیں۔

مہجور کی جانب متاز توجہ کا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اس سن کے یہاں کشمیر کے تشخص اور شناخت کا بڑا شدید احساس موجود ہے۔ نئی نسل کو اسکی یہ قوم پرستی بڑی بھاتی ہے۔ وہ کشمیری زبان کا مشہور و مقبول شاعر ہے اور ایک لحاظ سے اسکی کامرانی اور محنت بیداری کی علامت بھی بن گیا ہے۔ جوں جوں کشمیری اپنی زبان اور اپنے وطن کے بارے میں زیادہ عرفان و آگہی حاصل کرتے جا رہے ہیں۔ مہجور کا ذکر ان کی امنگوں کو تسکین دیتا جاتا ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ مہجور کی صد سالہ برسی اس نمبر کے قارئین تک پہنچنے تک صرف دو سال دور رہ جائیگی۔ امید یہی ہے کہ اس وقت یہ صدی تقریبات اسی احترام سے منائی جائینگی جس طرح اردو دوستوں نے غالب اور اقبال کی صدی تقریبات منائیں۔ اس صدی کو بامقصد اور معنی خیز بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس وقت سے پہلے مہجوریات سے متعلق تمام تفصیلی اور جزوی تحریری یادگاریں وغیرہ منظر عام پر لائی جائیں۔ ہمارے زیر نظر نمبر کے پس پردہ بھی یہی خیالات کار فرما رہے ہیں۔

مہجور کے بارے میں پہلا خصوصی نمبر کشمیر کے پہلے ادبی رسالے گونگل پوش نے اپریل ۱۹۵۲ء میں نکالا تھا۔ اس رسالے کے سرپرست خواجہ غلام محمد صادق اور دینا ناتھ نادم تھے اور اس کے ایڈیٹوریل بورڈ میں رحمن راہی۔ نور محمد روشن۔ سوم ناتھ زتشی اور مہندر ناتھ شامل تھے۔ اس نمبر کو اولیت کا سہرا حاصل ہے اور یہ ۳۰×۲۰ کے بتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں پی این کاچرو کا بنایا ہوا مہجور کا سیاہ روشنائی سے بنایا ہوا سکیچ شامل ہے۔ نمبر میں مہجور سے متعلق ایک صفحے کا اداریہ ہے جو اس وقت کے ذہن کی عکاسی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کرتے ہوئے ترقی پسندی معیارِ سخن کا مظاہرہ کرتا ہے اور مہجور کے بارے میں یہ بیان پیش کرتا ہے۔

"یہ ہمارے قومی شاعر حضرت مہجور کی آواز ہے۔ جو حال حال ہی میں بظاہر ہم سے جُدا ہوئے انکا تعارُف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ خال ہی ایسا کوئی کشمیری ہوگا۔ جو ان کے نام سے واقف نہ ہو یہی نہیں۔ بلکہ ہندوستان اور پاکستان میں بھی انکی عظمت اور بلندی کے چرچے ہیں۔ اگرچہ جناب مہجور ہم میں نہیں رہے لیکن انکے دل کی آواز ہر وقت ہمارے کانوں میں گونجتی ہے........ صداقت کی یہ آواز اس وقت تک گونجتی رہے گی۔ جب تک مہجور صاحب کے گُلشن میں سے باطل کی ظُلمت ختم نہ ہوا ور کوہسار تازہ پرکاش سے منور نہ ہوں"۔

اس نمبر میں مہجور کی سوانح اور شاعری کے متعلق اداریہ کے علاوہ صرف امین کامل کا ایک مضمون مہجور کے چناروں تلے شایع ہوا ہے (جسمیں کامل نے لکھا ہے کہ وہ مہجور پر کتاب لکھ رہے ہیں۔ جسکا یہ ایک باب ہے۔ لیکن یہ کتاب آج تک سامنے نہیں آئی ہے) اس کے علاوہ اسمیں مہجور پر ماسٹر زندہ کول، مرزا عارف، دینا ناتھ نادم، نور محمد روشن، رحمٰن راہی، ارجن دیو مجبور، غلام رسول مُشتاق۔ پریم ناتھ پریمی، پیتامبر ناتھ فانی اور امین کامل کے مرثیے چھپے ہیں۔ اردو میں نبی نردوش کی جو کہانی چھپی ہے۔ وہ مہجور سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ یہ نمبر چونکہ مہجور کی وفات کے فوراً بعد شایع کیا گیا تھا۔ لہٰذا اسمیں جذباتی کیفیت کا غلبہ قابلِ فہم ہے۔ لیکن اسکی یہ اہمیت کیا کم ہے کہ اسمیں شایع شدہ کامل صاحب کا مضمون ۲۹ سال بعد محکمہ اطلاعات کے ماہنامہ "تعمیر" کو ترجمہ کر کے شایع کرنا پڑا۔ اس نمبر کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے۔ کہ اسمیں امین کامل کی پہلی کشمیری منظوم کوشش شایع ہوئی اور اس طرح سے کشمیری ادب کو کامل جیسا بلند مرتبت ادیب نصیب ہوا۔

ماہنامہ "تعمیر" جو محکمہ اطلاعات جموں و کشمیر کی طرف سے ۱۹۵۶ء سے شایع ہونا شروع ہوا۔ نے اپریل ۱۹۵۷ء میں ایک اور مہجور نمبر شایع کیا۔ یہ "کونگ پوش" کی ہی تقطیع پر شایع ہوا اور اسمیں آنجہانی موہن رینہ کی بنائی ہوئی مہجور کی رنگین اور خوبصورت تصویر بھی شایع ہوئی۔ اس نمبر کے مدیر شمیم احمد شمیم مرحوم تھے۔ اور راقم الحروف کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ اس نمبر کا جوائنٹ ایڈیٹر تھا۔ اس نمبر کی ضخامت

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

متن کے ۱۹۲ اور تصویروں کے ۸ صفحے ہے اور اسمیں پہلی بار مہجور کے غیر مطبوعہ اور بہایت اہم اور دلچسپ فوٹو گراف شایع ہوئے۔ اسمیں اس وقت کے وزیر اعظم بخشی غلام محمد صاحب کا مضمون پہلے صفحے پر شایع ہوا جسمیں وہ کہتے ہیں۔

"مہجور کی شاعری ہماری عظیم ادبی میراث ہے اس لئے مہجور کی یاد تازہ کرنا ایک اہم ادبی فریضہ ہے .... ریاست کے فن کاروں کو ریاست سے باہر متعارف کرانا بہت ضروری ہے اس سلسلے میں "تعمیر" کا مہجور نمبر ایک مبارک قدم ہے۔"

ادارے میں مدیر شمیم احمد شمیم نے لکھا ہے۔

"فکر و فن کے وہ معیار جو تنقید کی بنیاد ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں ناپید ہیں۔ اس لئے مہجور کی شخصیت اور فن کے بارے میں جو مضامین اس خاص نمبر کی زینت ہیں۔ ان کا مطالعہ اس حقیقت کی روشنی میں کرنا ہوگا .... ان مضامین میں نقد کا جو معیار ہے۔ وہ یا تو تاثراتی ہے یا انگریزی اور اردو سے مستعار۔"

اسمیں پہلی بار مہجور کی بہت سی نامانوس اور غیر مطبوعہ تصاویر کے علاوہ انکے دستخط کا عکس شایع ہوا ہے۔ اپنی خوش نمائی اور ترتیب کے قرینے کے لحاظ سے یہ ریاستی جرائد کی تواریخ میں ایک نئی روایت کا آغاز کرتا ہے۔ اسمیں بخشی غلام محمد سے منسوب ایک مضمون (جو دراصل کسی (GHOST WRITER نے لکھا ہے کے علاوہ پی این پشپ۔ سری نواس لاہوتی۔ امین کامل۔ محمد یوسف ٹینگ۔ پدم ناتھ گنجو۔ مظفر عازم۔ حامدی کاشمیری۔ پروفیسر محمد یوسف اور گھنشام سیٹھی کے مضامین شامل ہیں۔ اس کے علاوہ غلام محی الدین مجبور کے نام کے تحت 'مہجور کا آخری سفر' مضمون شایع ہوا ہے۔ جو دراصل راقم الحروف محمد یوسف ٹینگ نے لکھا ہے۔ چونکہ میرے نام سے نمبر میں ایک مضمون شامل تھا۔ اس لئے مدیر شمیم احمد شمیم نے اسے دوسرے نام کے تحت شایع کرنا مناسب سمجھا لیکن اب وقت آگیا ہے کہ صورت حال کو واضح کیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ راقم الحروف اُن دنوں ۱۹۵۲ء میں ایس پی کالج میں زیر تعلیم تھا اور مجھے مرزا عارف اور دینا ناتھ نادم نے اپنی LAND ROVER جیپ میں لالچوک

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

سے اپنے ساتھ بٹھالیا تھا۔ اس مضمون میں یہ اہم اطلاع درج کرنے سے رہ گیا تھا کہ پلوامہ سے
منزی گام تک۔ اس سے پہلے گاڑیوں کی آمد و رفت کے لئے کوئی سڑک نہ تھی بخشی غلام محمد چونکہ وہاں
خود جانا چاہتے تھے اور وہاں سے مہجور کا جسد لے آنا چاہتے تھے۔ انہوں نے راتوں رات ایک کچی سڑک
بنوائی اور اسی لئے ہماری جیپ کے علاوہ بخشی صاحب کی گاڑی بھی منزی گام پہنچ گئی۔

بہرکیف یہ ایک جملۂ معترضہ تھا۔ اس نمبر میں غلام نبی خیال۔ غلام محمد مشتاق اور عبدالمجید سائیر
کے کشمیری منظوم خراج عقیدت شایع ہوئے ہیں اور مہجور کے تیئں قیصر قلندر۔ اکبر جے پوری اور کشن
سمیل پوری کی اردو نظمیں خاص نمبر میں مہجور کی کچھ کشمیری نظموں کے اردو نثر میں ترجمے شایع ہوئے ہیں
اور مہجور کی کچھ غیر مطبوعہ فارسی، اردو اور کشمیری منظومات بھی۔ جن میں ان کے لکھے ہوئے کچھ قطعات
تاریخ بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اسمیں مہجور کی نظم "سنگرمالن پیٹھ پیدا کاش" کی شان نزول
کے متعلق ان کی اس گفتگو کا TRANSCRIPT بھی کشمیری میں دیا گیا ہے۔ جو انہوں نے ریڈیو کشمیر سے
بچوں کے پروگرام میں کی تھی۔ شاید کشمیری نثر میں مہجور کا واحد نمونہ ہے۔ افسوس ہے کہ اس براڈکاسٹ
کی ریکارڈنگ ریڈیو کشمیر میں ضایع کر دی گئی ہے اور اس طرح مہجور کی آواز کی امانت آیندہ نسلوں کیلئے
محفوظ نہیں رہ سکی۔ اس نمبر میں بلراج ساہنی کی وہ چھٹی بھی شامل ہے جنمیں اس نے لکھا کہ "بہ حیثیت
ایکٹر میری سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ ایک دن مہجور کی زندگی کو فلما سکوں۔ اور فلم میں خود مہجور کا پارٹ
کرسکوں۔ کون کہہ سکتا ہے شاید یہ خواب کبھی پورا ہو ہی جائے۔" چونکہ یہ بات دل سے نکلی تھی۔ لہذا
قبول ہوگئی۔ مہجور کی زندگی پر فلم بنی اور اسمیں بلراج ساہنی کے بیٹے پریکشت نے مہجور کا رول ادا کیا۔
خود بلراج بھی اسمیں مہجور کے والد کے رول میں شریک رہے۔

مہجور پر ایک اور نمبر تعمیر کے دور جدید میں محکمہ اطلاعات کی طرف سے ہی شایع کیا گیا۔ یہ اگست
ستمبر ۸۱ء کی تاریخ لے کر چھپا اور اس کے مدیر خالد بشیر ہیں۔ چھوٹی تقطیع کے اس نمبر کی ضخامت
۵۴ صفحات ہے۔ اسمیں صرف ایک تصویر ہے جو مہجور کی بڑی عام تصویر ہے۔ اس میں گورنر بی
کے نہرو وزیراعلی شیخ محمد عبداللہ اور بیگم شیخ محمد عبداللہ کے پیغامات شامل ہیں۔ شیخ صاحب

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اپنے پیغام میں یہ کہتے ہیں۔

"مہجور ہماری قومی شاعری میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے تحریک حریت کے دوران اپنی شاعری سے یہاں کے عوام کو جابرانہ نظام کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کا حوصلہ دیا۔"

مضمون نگاروں میں موتی لال ساقی۔ رشید نازکی۔ مرزا عارف۔ مشعل سلطانپوری۔ رسول پونپر ط۔ نازکی، بشر بشیر۔ اطہر لنعیم احمد اور غلام نبی ناظر کے مضامین ہیں اور امین کامل کے ایک شایع شدہ کشمیری مضمون کا ترجمہ۔ نمبر میں عبدالاحد آزاد کے نام مہجور کے لکھے ہوئے ۲۲ ماگھ ۱۹۹۳ کے ایک خط کا عکس بھی شامل ہے۔

مہجوریات کی سب سے اہم کڑی عبدالاحد آزاد کی تصنیف سوانح مہجور ہے۔ جو کلچرل اکادمی کی طرف سے "کشمیری زبان اور شاعری" کی تیسری جلد میں شایع ہوئی۔ ۱۹۶۱ء میں شایع ہونے والی یہ کتاب ۱۹۴۹ء سے پہلے لکھی گئی تھی اور یہ اس جلد کے سو بھر صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس سوانح کی ابتدا ہی "کشمیری زبان اور شاعری" کی تکمیل کی صورت میں انتہا کو پہونچی۔ اس سوانح کا خاکہ آزاد نے مہجور اور ابن مہجور کی اعانت سے بنایا تھا اور تعجب اس رکنوں نے اس کا مسودہ بھی خود دیکھ لیا ہو مہجوریات میں اسکو اولیت اور استناد کا شرف حاصل ہے۔

اس کے بعد دو سال قبل اکادمی کے تحت راقم الحروف کی ترتیب سے مہجور کی کشمیری کلیات شایع ہوئی چونکہ کلیات بازار میں دستیاب ہے اس لئے اس پر بات کرنے کی یہاں ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ یہ کلیات متن کے ۷۰۲ صفحات کے علاوہ متعدد رنگین اور سیاہ و سفید تصویروں پر مشتمل ہے۔

یہ بات مہجور کی ہمہ جہت شخصیت کی خود نوشت تحریروں کی موجودگی اور اسکی فنی خوبیوں کا ثبوت ہے کہ برابر کے تین مہجور نمبروں ایک اچھی خاصی سوانح اور ایک کلیات کے شایع ہو جانے کے باوجود اس کنوئیں میں ابھی بیسیوں ڈول پانی موجود ہے۔ پچھلے مہجور نمبروں کی تاریخی تقدیم اور مہجور شناسی میں

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ان کی خدمت کے باوجود یہ بات کہنے میں کوئی ہرج نہیں کہ زیرِ نظر مہجور نمبر اپنے متن۔ اپنے پھیلاؤ (RANGE) اور اپنی صوری اور معنوی خوبیوں میں ان نمبروں سے ایک قدم آگے ہے۔ اس نمبر میں مہجور کی شخصیت اسکے زمانے اور اس کے فن کے متعلق خود مہجور کی ایسی تحریریں پہلی مرتبہ شائع کی جا رہی ہیں۔ جو بہت ہی معنی خیز اور اہم ہیں۔ ان میں ایک تحریر میں اسکی ملازمت کے کوائف ہیں جسمیں اُس عہد کے توہمات و تعصبات اور مہجور کی سماجی حدود کا بھرپور نقشہ کھینچا گیا ہے۔ ایک اور تحریر میں اس نے اپنی زندگی اور ادب کے بارے میں اعتراضات کا جواب خود دیا ہے۔ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ مہجور کا فارسی اردو اور کشمیری ادب کا مطالعہ کتنا وسیع تھا اور اُس پر حبہ خاتون، مقبول کرالہ واری اور رسول میر کا اثر کتنا گہرا ہے جنکا وہ بار بار ذکر کرتا ہے۔ اور جنکے اشعار کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈال کر انکا حسن نظروں کے سامنے لاتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ نند لال امبار دار کا مضمون ہمیں نہیں ملا۔ لیکن مہجور کے جواب سے اعتراضات کی نوعیت صاف ہو جاتی ہے۔ مرزا عارف نے ان اعتراضات کو خوب اچھالا ہے (نعیمہ اور زیرِ نظر شمارے میں ان کے مضمونوں میں اس کا بار بار ذکر ہوا ہے) لیکن آج تقریباً پچاس سال کے بعد ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کشمکش میں مہجور کا موقف کتنا صحیح تھا۔ عارف نے دینا ناتھ نادم کی جس تنقید کا ذکر کیا ہے۔ خوش قسمتی سے وہ موجود ہے اور اسکا متن یوں ہے۔

"ہماری شاعری کا موجودہ دور حضرت مہجور کی شاعری سے شروع ہوتا ہے۔ مہجور وہ شاعر ہے جس نے کشمیری شاعری کو روایتی تشبیہات اور محاورات سے آزاد کر کے اصل کشمیری خیال کی ہم نوا بنا دیا۔ جو ہمارا روحانیت ہماری شاعری میں فارسی شاعری کی نقل سے پیدا ہو گئی تھی اسے دور کر دیا۔ مگر سامراجی اور جاگیردارانہ نظام کے اثرات سے مہجور صاحب کی شاعری کسی حد تک "ہے ہائے" اور "فرار کرو" جیسے خیالات کو مبعود دیتی رہی۔ ہمیں مہجور صاحب کی شاعری کے ساتھ یہ بڑا گلہ ہے کہ وہ ہمیشہ عوامی ضروریات سے دور رہی۔ باغِ نشاط کے گل کی اس وقت مہجور کو تلاش تھی۔ جب غیر ذمہ دار نظام حکومت ہماری عوامی تحریک کا گلا دبا رہا تھا۔ سنگینوں کو بلند کر رہا تھا اور

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

جھلکیاں[1] دکھا رہا تھا۔ جس وقت نقارۂ انقلاب نے لوگوں کے خوابیدہ جذبات بیدار کر دیئے تھے اس وقت بھی مہجور صاحب کا تخیل جھیل ڈل کے پانیوں میں "درشن کے لئے کنول بن کر انتظار"[2] کر رہا تھا۔ مہجور صاحب اس وقت کشمیری ادب کے واحد خالق تھے (حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ مہجور چاہے سب سے اہم شاعر رہے ہوں مگر اس دور میں دوسرے شعراء مثلاً آزاد۔ فاضل وغیرہ بھی لکھ رہے تھے [illegible]) اگر وہ ذرا سا زیادہ [illegible] دکھلاتے، عوام اور عوام کے انقلاب کو ان سے مدد [illegible] حاصل ہو جاتا۔ بہر حال۔ انہوں نے ہماری شاعری میں نیا پن لایا۔ حالانکہ ان کی بیشتر نظموں کا مضمون اور ہیئت پرانے طریقے کی ہے۔ مگر روح نئی ہے۔ اس کے باوجود یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ حضرت مہجور کشمیری ادب کے بڑے معمار ہیں۔ ۱۹۳۱ء کے بعد انکی شاعری بھی بڑی حد تک عوامی طاقتوں کی ترجمانی کرتی ہے۔"

"کونگ پوش" جلد (۱) نمبر (۱) ماہ ستمبر ۱۹۴۹ء

"مگر کار وال سون بروہنہ بروہنہ لپکاں گو"

از دینا ناتھ نادم)

اس تنقید کے جواب میں مہجور نے اگر بقول عارف شدید ردِ عمل ظاہر کیا تو آج اسکی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ مہجور شاعر تھے۔ ڈھنڈورچی یا نعرہ باز "شعلہ غلہ دار" نہیں تھے۔ ان کی شاعری کا وہی حصہ ہمارے ادب کی آبرو ہے۔ جب انہوں نے راست طریقے پر بات نہ کر کے اپنے غنائیہ اسلوب کو نبھایا ہے۔ جب انہوں نے "پوش نول" کو ٹہنی پر پیکر دینے کیلئے ابھارا۔ تو وہ کشمیری شاعری کی فنی روایت سے دور جا پڑے۔ نادم کے ادبی مرتبے کا احساس و اعتراف کرنے کے باوجود آج یہ کہنے میں باک نہیں ہے کہ تنقید کا یہ نظریہ

۱ـ ایک طرز کے کوڑے مارنے کی سزا۔ جو ۱۹۳۱ء کے بعد کشمیری مجاہدین آزادی کو دی جاتی تھی اور جس سے وہ لہولہان ہو جاتے تھے۔

۲ـ مہجور کے اس شعر کی طرف اشارہ ہے

کامہ دیو کرہ میرِ ڈل بوزم شبس گرتھ تیل بل

درشنس نہندس ڈلس پمپوش لاگنتہ پرارہ ہا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ایک جمالیاتی کجروی کا نتیجہ تھا۔ خود نادم نے بھی اپنی پُر جوش ابتداء سے سفر شروع کر کے اب اپنی شاعری کا رُخ بالواسطہ اظہار کی طرف موڑ دیا ہے اور یہی مہجور کے نظریۂ شاعری کی کامرانی ہے۔ چنانچہ ۱۹۶۱ء میں نادم مہجور کے بارے میں اسطرح گویا ہوتے ہیں "ہمارا محبوب مہجور ہمارے آج کے دور کا پیامبر ہے یہ وہ عظیم الشان شاعر ہے۔ جس نے پہلے پہل ہمارے درد و غم کا مداوا تلاش کیا۔ جس نے پہلی بار باغ آزاد اور آباد دیکھنے کی تمنا کی۔ اس کے علاوہ اس نے اپنی پُر محبت آغوش میں ہمارے رازِ عشق پروان چڑھائے جو آیندہ ہماری رگوں کو سیراب کرتی رہی۔" تعمیر جنوری ۱۹۶۱ء۔

مہجور پر عارف کے علاوہ کچھ اور حلقوں نے کبھی سرگوشی اور کبھی کھلے انداز میں یہ اعتراضات کیے ہیں کہ انہوں نے حکمرانوں کی مدح میں قصیدے لکھے اور لیڈروں کی ذم کر کے اپنی موقع پرستی کا ثبوت دیا۔ یہ مہجور کی زندگی کا ایک ایسا گوشہ ہے۔ جسکے متعلق ان کی زندگی میں بھی گرما گرم گفتار جاری رہی۔ چنانچہ اس سلسلے میں پنڈت بلہ کاک در کے متعلق ان کے عقیدے پر سید مبارک شاہ فطرت نے بڑی زبردست چوٹیں کیں۔ اسی طرح مہاراجہ ہری سنگھ کے متعلق انکا قصیدہ بھی نظروں میں کھٹکتا رہا۔ ہم ان عقیدوں اور ان کے جواب کو اس نمبر میں شایع کر رہے ہیں۔ یہ تاریخ کا حصہ ہیں۔ ان پر چوری چھپے بات کرنے سے بہتر یہ ہے کہ انکو منظر عام پر لایا جائے گا۔ عارف صاحب کا یہ الزام محلِ نظر ہے کہ انہوں نے شیخ محمد عبداللہ کے عقیدے لکھے۔ شیخ صاحب اُس وقت کشمیریوں کی آزادی اور جدوجہد کی علامت تھے۔ کیا ان کی مدح موقع پرستی کی ذیل میں آتی ہے؟ اسپر مزید گفتگو کی گنجائش موجود ہے۔ لیکن یہ بات بھی مدنظر رہے کہ جب شیخ صاحب کی پہلی وزارت میں مسائل پیدا ہوئے۔ تو مہجور نے "ہی گُل لالو" اور "آزادی" جیسی طنزیہ نظمیں تحریر کیں اور اس کے باوجود شیخ محمد عبداللہ اور بخشی غلام محمد ان کی ایسی تعظیم کرتے رہے کہ جب نیڈوز ہوٹل میں ایک کل ہند اردو مشاعرہ ہوتا ہے جسمیں جوش ملیح آبادی جیسا نامور شاعر شریک ہوتا ہے۔ تو مولانا مسعودی کی تجویز اور شیخ محمد عبداللہ کی تائید سے مہجور کو مشاعرے کی شاہ نشین پر فائز کیا جاتا ہے اور جب شیخ صاحب انکی نظم "ئو کشیر" سنتے ہیں تو داد سے ہال کو سر پر اٹھا لیتے ہیں (ملاحظہ ہوں اسی شمارے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

میں مہجور کے خطوط) یہ بات بھی ملحوظ خاطر رکھنے کی ہے کہ مرزا غالب کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد اور علامہ اقبال نے بھی زندگی کے مختلف ادوار میں اہلِ حکم کے قصیدے لکھے۔ لیکن اس سے انکے ادبی مرتبے پر حرف نہ آیا۔

کیا یہ قرینِ انصاف نہیں کہ ہم مہجور کو اس کے دور کی مجبوریوں کے چوکھٹے میں دیکھ کر ان قصائد کی توجیہہ دریافت کریں۔ مہجور کا بیان ہے۔ صرف یہ خیال رہے کہ مسلمان اور غیر مسلم ذکر دراصل طبقاتی کشمکش کا ایک استعارہ ہے۔

"بس مسلمان ملازم اپنی بےبسی اور بےکسی سے مجبور ہو کر اپنے افسران کو رشوتیں دیتا ہے۔ یا اپنے مذہب اور ضمیر کے خلاف کر زنت سے اپنے...... افسروں کو خوش رکھ کر ایام زندگی بسر کرتا ہے۔ اب اگر مسلمان اپنی قوم کا ہمدرد ہوگا تو اس پر بناوٹی اور فرضی مقدمات بنا کر اسکو تھوڑے عرصے کے اندر نکال دیتے ہیں۔" (مضمون ۱۵ء)

مہجور پندرہ بیس روپے کے پٹواری تھے۔ مجاہد نہ تھے اگر اقبال جیسا شاعر یہ کہہ سکتا ہے کہ "قوال کو حال نہیں آتا" یا ع

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے — گفتار کا وہ غازی تو بنا۔ کردار کا غازی بن نہ سکا

تو مہجور جو اقبال کے مقابلے میں واقعی ایک ظلمت کدے میں سسک رہا تھا۔ اگر قصائد لکھنے پر مجبور ہوا تو کیا اس کے عوامل کو نہیں سمجھا جا سکتا؟ اگر مہجور کو "شاعر کشمیر" کہا جاتا ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اس نے کشمیریوں کے جذبات انکی قومی شناخت اور انکی ارجمندی کی شاندار ترجمانی کی کشمیری زبان کو نئی زندگی عطا کی۔ حبہ خاتون اور رسول میر جیسے شعراء کی شخصیت اور عطا کو ابھارا۔ کشمیریوں کے شاندار ماضی کو ابھار کر کشمیریوں کو نئی بلندیاں چھونے کی ترغیب دی۔ کلہن، غنی اور صرفی کا ذکر کر کے انہیں تازہ قلمی اور ادبی فتوحات پر ابھارا اور انہیں راستے میں در پیش کھائیوں سے خبردار کرتے ہوئے انکے روشن مستقبل کی بشارت دی۔ ظاہر ہے کہ یہ ایسے افق ہیں کہ ان کے توسط سے مہجور کی "کشمیریت" کا ذکر اور اعتراف برابر ہوتا رہیگا۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اس نمبر میں مہجور کے صاحبزادے ابن مہجور کے متعلق بھی ایک گوشہ فراہم کیا گیا ہے۔ ابن مہجور اپنے ممتاز والد کے فرزند ہونے کے علاوہ اس کے ادبی سفر کے ایسے ہمراز اور دمساز تھے۔ کہ انکا ذکر کرنے کے بغیر ذکر مہجور کا سوز و ساز آشکارا نہ ہو سکے گا۔ اس کے علاوہ ابن مہجور کے اپنے کمالات بھی تھے جن کے بل بوتے پر انکو اکادمی نے خلعت سے بھی نوازا تھا۔ انکا ذکر آج تک اکادمی کے کسی جریدے میں نہ ہوا تھا مناسب ہے کہ انکا تذکرہ بھی اسی نمبر کی زینت بنے۔ اس نمبر میں مہجور کی رفیقہ حیات مہتاب بیگم کی تصویر بھی پہلی بار منظر عام پر لائی جا رہی ہے۔ وہ پچھلے ہی سال اپنے نامدار شوہر کی وفات کے کوئی اکتیس سال بعد وفات پا گئیں۔ وہ آخر تک حکومت کشمیر سے ادبی وظیفہ حاصل کر رہی تھیں۔ وہ مہجور کی زندگی میں پردہ نشین تھیں لیکن ان کی وفات کے بعد ان کی بزرگی اور زہد و اتقا نے بہت سے لوگوں کو انکا عقیدت مند بنا دیا تھا۔ جہاں تک اس نمبر کے مضامین کا تعلق ہے۔ وہ آپ کے سامنے ہیں۔ شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ ان مضامین میں مہجور شناسی کے نئے زاویے بھی ملتے ہیں اور تجربات میں گہرائی بھی نظر آتی ہے۔

اس نمبر کا ایک حصہ مہجور کی بعض نگارشات کے منظوم ترجمے پر مشتمل ہے۔ جو ہمارے ایک خوش گو شاعر سلطان الحق شہیدی نے کیا ہے۔ مہجور کی بعض تخلیقات کے انگریزی متراجم شایع ہوئے ہیں۔ پاکستان میں بھی انکی بعض نظموں کا آزاد نظم کی صورت میں ترجمہ شایع ہوا ہے لیکن ہمارے یہاں یہ شاید کلام مہجور کا پہلا منظوم اردو ترجمہ ہے۔ شہیدی صاحب اس سے قبل اقبال کی "پیام مشرق" کا کشمیری ترجمہ کر چکے ہیں۔ اردو اور کشمیری زبانوں پر ان کی دسترس نے ان ترجموں کو ایک خاص کیفیت بخشی ہے۔

حسن اتفاق سے مہجوریات ان پانچ کڑیوں جنکا ذکر اوپر ہوا ہے میں تینوں یعنی "تعمیر مہجور نمبر ۱۹۸۵ء" "کشمیری زبان اور شاعری" اور "کلیات مہجور" کے ساتھ راقم الحروف کا تعلق رہا ہے۔ میں اسے خوش بختی سمجھتا ہوں کہ اس نمبر کے ساتھ بھی میرا تعلق رہا اور اسطرح مہجوریات کے ساتھ میرے تعلق کی چوتھی کڑی ہے مگر

ایں سعادت بزور بازو نیست

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کچھ ذہنوں میں یہ خیال آسکتا ہے کہ اگر اس وقت تک اردو رسایل کے دو مہجور نمبر شایع ہوئے ہیں تو پھر یہ نمبر شایع کرنے کی ضرورت کیوں پیدا ہوئی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اس نمبر کا مغز، جو مہجور کے خودنوشت مضامین آپ بیتی وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اردو میں ہی ہیں۔ تواریخی استناد کے پیش نظر ان کو اسی زبان میں پیش کرنا بہتر تھا۔ اس کے علاوہ اس نمبر کے لئے مہجور کے خودنوشت یا ان کے نام دوستوں کے خطوط اردو میں حاصل ہوئے شاید ان دنوں کشمیری میں خط و کتابت کا رواج شروع نہیں ہوا تھا۔ پھر مہجور کا فارسی اور اردو کلام جو اگر سارے کا سارا غیر مطبوعہ نہیں مگر پھر بھی کم یاب ہے۔ اردو میں ہی ہے اس لئے نمبر کو اردو میں ہی شایع کرنا مناسب خیال کیا گیا۔ اسکا ضمنی نتیجہ یہ بھی ہے کہ مہجور کو اردو حلقوں میں زیادہ بہتر طور سمجھا جاسکے گا۔ البتہ ان تمام نگارشات کو کشمیری میں ترجمہ کرکے شایع کرنے کی ضرورت اپنی جگہ موجود ہے۔

محمد یوسف ٹینگ
(مدیر اعلیٰ)

سرینگر ۱۷/ نومبر ۱۹۸۹ء

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اسد اللہ کاظمی

مہجور سے ملاقات

[اسداللہ کاظمی شیخ محمد عبداللہ کے پہلے دورِ وزارت (۱۹۴۸۔۱۹۵۳ء) میں ریاست جموں و کشمیر کے ناظم تعلیمات تھے۔ وہ بیرون ریاست سے آئے تھے۔ شعر و سخن کا اچھا ذوق رکھتے تھے اور مہجور کے بڑے قدر سنج تھے ——————— ادارہ]

مہجور صاحب سے میری پہلی ملاقات ستمبر ۵۰ء میں ہوئی۔ ان سے ملنے کی تمنا مدت سے تھی۔ کئی بار یہ طے بھی کیا کہ میں گام جاؤں اور کشمیر کے اس شاعر کی زیارت کروں جس کے نغموں نے کشمیر کی زندگی میں ایک نئی لہک پیدا کی تھی اور اس کے گل بوٹوں کو ایک نئی تابناکی بخشی تھی جس کے گیتوں نے بے زبان اور ستم رسیدہ کشمیری کے دل کی دھڑکنوں کو دنیا کے کانوں تک پہونچایا تھا اور جس کے کلام نے قوم کی کھوئی ہوئی آبرو اور مٹے ہوئے وقار کی داستانوں کو پھر سے دہرایا تھا لیکن کچھ ایسا ہی ہوا کہ میں گام نہ جا پایا اور زیارت کی یہ آرزو ۵۰ء تک پوری نہ ہو پائی۔

ستمبر ۵۰ء کی شاید ۱۵ تاریخ تھی۔ میں سیلاب زدگان کے کیمپ سے ہار تھکا اپنے دفتر میں آکر بیٹھا ہی تھا کہ چپراسی نے ایک کاغذ کا پرزہ سامنے رکھا جس پر مہجور کاشمیری لکھا تھا۔ پہلے تو میں نے سمجھا کہ شاید میری آنکھوں نے دھوکا کھایا۔ سن چکا تھا کہ مہجور صاحب عرصہ سے گوشہ نشین ہو چکے ہیں اور اب لوگوں سے ذرا کم ہی ملتے جلتے ہیں۔ کاغذ کو دوبارہ پڑھا شبہ کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ میں نے آدمی سے کہا فوراً اندر آنے دو۔ تھوڑی دیر میں ایک بزرگ اندر تشریف لائے کوئی ساٹھ پینسٹھ کی عمر، میانہ قد، کھلتا ہوا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

رنگ، متین چہرہ اور ذہین آنکھیں۔ لباس سادہ۔ وضع قطع میں دیہاتی معصومیت اور ایک خاص شاعرانہ بانکپن۔ یہ تھے حضرت مہجورؔ۔ شہر کی نفاست اور دیہات کی لطافت کا ایسا امتزاج میں نے کم دیکھا ہے۔ کوئی دو گھنٹہ بات چیت رہی۔ دس منٹ کے بعد ہی ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا برسوں سے مہجورؔ صاحب کو جانتا ہوں۔ باتوں میں تعلقات دیرینہ کی سی حلاوت تھی اور لب و لہجہ میں خلوص کی چاشنی۔ آنکھ کی وجہ نہ انہوں نے مجھے بتائی اور نہ مجھے پوچھنے کی جرأت ہوئی۔ میں تو اسے اپنے جذبۂ شوق کا ایک کھلا جزو سمجھتا ہوں۔

چلتے وقت میں نے عرض کیا کہ ابھی سیری تو نہیں ہوئی، پس ملاقات کی تجدید چاہتا ہوں۔ فرمایا پھر کبھی حاضر ہونگا۔ میں نے کہا حضرت کل دن بھر کے لئے باہر دورہ پر جا رہا ہوں، اگر آپ ساتھ چلیں تو اس حج کا ثواب تقدیر کر چلا جو ابھی تک مجھ کو نہیں پایا لیکن جس کی تمنا ضرور ہے۔ ہنس کر کہنے لگے۔ ایسے سودے مشکل سے نصیب ہوتے ہیں۔ ضرور چلونگا۔ اس دن کا دورہ کبھی نہیں بھولونگا۔ یوں تو اکثر دوروں پر جاتا رہتا تھا لیکن اس دن کا کچھ اور ہی عالم تھا۔ اصل تو یہ ہے کہ کشمیر کے اصلی رنگ و روپ کو صحیح طور پر اسی دن پہچانا۔ کشمیر کے حسن کا بیان اور اس کے شاعر اعظم کی زبان سے۔ وادی کے چپے چپے، بوٹے بوٹے کی رنگینی، اس کے بہتے چشموں کا زیر و بم، کے مرغ زاروں کا لہلہاتا جمال، اس کے پہاڑوں کا پُر وقار حسن۔ ان سب کا ذکر اس لطف و خوبی سے کرتے تھے کہ روح وجد میں آ جاتی تھی۔ ان کو اپنے ملک سے ایک والہانہ محبت تھی۔ ایسے وطن کے ایسے پجاری کم دیکھے ہیں۔ وطن کا ہر ذرہ ان کے لئے ایک دیوتا تھا۔ اسی جذبۂ وطن پرستی نے ان کی شخصیت کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں کو ایک یگانگیت اور وحدت بخشی تھی اور ان کے کلام کو قبولیت عام کا درجہ عطا کیا تھا۔

اس دن مجھے اس کا بھی پتہ لگا کہ وہ کس قدر ہر دلعزیز تھے۔ وادی کے ایک دور افتادہ مقام پر ایک چھوٹے سے پرائمری اسکول کے بچوں کا وہ عالم عمر بھر نہیں بھول سکتا جو ان پر سکتہ طاری ہوا کہ میرے ساتھ مہجورؔ صاحب آئے ہیں۔ مہجورؔ کی نظمیں اور گیت وہ جانتے تھے لیکن مہجورؔ کو کبھی دیکھا نہ تھا۔ ان کے جوش اور معصوم عقیدت کا یہ خاموش اظہار جو زبان کی بجائے آنکھوں سے ادا کیا جا رہا تھا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کتنا دلکش اور پُر کیف تھا کہہ نہیں سکتا... شام کے وقت واپسی پر ایک سوشل ایجوکیشن سنٹر دیکھنا تھا جہاں پکی عمر کے لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھایا جاتا تھا۔ اس سنٹر پر کوئی ایک سو کے قریب آدمی موجود تھے۔ سنٹر کا کام دیکھنے کے بعد میں نے کہا کسی کو مہجور صاحب کی کوئی نظم یاد ہو تو سنا دے۔ ہر شخص مستعد تھا کچھ نظمیں سُنیں میں نے پوچھا مہجور صاحب کو دیکھا ہے۔ کہا نہیں۔ جب میں نے بتایا کہ مہجور صاحب جو میرے ساتھ موجود ہیں تو ان غریب دیہاتیوں کا جوش عقیدت دیکھنے کے قابل تھا۔ یا تو اب تک تمام تعلیمات ساری توجہات سنٹر کی طرف تھیں اب وہ پس پشت تھیں اور سب کی آنکھیں مہجور صاحب کے چہرہ پر گڑی پڑتی تھیں۔ لوگوں کے اصرار اور میری درخواست پر انہوں نے مجمع سے کچھ دیر خطاب کیا اور اپنی ایک نظم بھی سنائی۔ وہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اور میں پیچھے کھڑا ہوا لوگوں کی اس الفت اور عقیدت کے مزے لے رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ جو قوم اپنے شاعر کی اتنی عزت کر سکتی ہے وہ کبھی مر نہیں سکتی۔ جب وہاں سے چلا ہوں تو دل میں شعر کے اعجاز کا احساس اور کشمیر کی سخن پروری کا اعتراف کر چلا ہوں۔

یہ تھی میری پہلی ملاقات مہجور صاحب سے۔ اس کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ برابر جاری رہا اور جلد ہی ایک پُر کیف خلوص اور روز افزوں محبت کا رشتہ قائم ہو گیا۔ نومبر میں ہم لوگوں کو جموں آنا تھا۔ مرحوم کشمیر کی ایک مربوط اور مستند تاریخ لکھنے کے لئے مواد جمع کر رہے تھے۔ چلتے وقت ان سے وعدہ لیا کہ سردیوں میں جموں آئیں اور اس مضمون پر یہاں کی کتابوں سے مستفید ہوں۔ چنانچہ دسمبر میں وہ جموں سے میرے پاس آ کر کوئی دو ماہ مقیم رہے۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں گھر کا ہر فرد ان کا گرویدہ ہو گیا۔ بچے تو انہیں ایک منٹ کے لئے بھی نہ چھوڑتے تھے۔ اب معلوم ہوتا تھا کہ مرحوم میرے خاندان کے ایک رکن ہیں۔ سردیوں کی طویل شاموں میں محفل شعر و سخن برپا ہوتی اور گھنٹوں ہم کشمیر کی تاریخ کے قصے اس کے اکابران علم و فن، ارباب حکومت، حضرات اہل علم کی داستانیں سنتے اور مرحوم کے لطف بیان سے محظوظ ہوتے۔ ان صحبتوں کا ایک اثر تو یہ ہوا کہ ہم لوگوں کے لئے کشمیر اب ایک اجنبی ملک نہ رہا اور ہماری رگوں میں جو تھوڑا بہت کشمیری خون ہے وہ جوش میں آ گیا۔ دوسرے یہ کہ کشمیر کی تاریخ و تمدن، ادب و موسیقی سے بہت گہری دلچسپی پیدا ہو گئی۔ یہ انہیں صحبتوں کے طفیل تھا کہ میں [illegible] پہلی بار کشمیر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کے چند مایہ ناز معماروں تمدن کی یادگار تازہ کرنے کا ارادہ پیدا ہوا اور چنانچہ گذشتہ ۵ اکتوبر میں یوم حبہ خاتون اسی ارادہ کی تکمیل میں منایا گیا۔

جموں کے قیام کا ایک اور بھی معنی خیز نتیجہ ہوا۔ مرحوم اس زمانہ میں جناب شیخ صاحب کے قریب تر ہو گئے۔ اور ان کو اس کا موقعہ ملا کہ جس قومی رہنما کے متعلق انہوں نے اپنی ایک نظم میں بشارت کی تھی وہ اس کو کس طرح پورا کر رہا ہے۔ چنانچہ کشمیر کی قسمت بدلنے والا اس کے سوئے ہوئے نصیب کو جگانے والا لیڈر اور اس حد کی جو اسی لیڈر کی بدولت وجود میں آیا تھا بشارت دینے والا شاعر ایک دوسرے کو اچھی طرح جان گئے۔ شیخ صاحب کی ہمت، ان کی جوانمردی اور وفاشعاری کے وہ پہلے سے قائل تھے اب اس درد اور محبت سے بھی واقف ہو گئے جو شیخ صاحب کے دل میں اپنے وطن سے نئے کشمیر کے لئے ہے۔

پچھلی گرمیوں میں جب وہ دفعتاً سخت علیل ہو گئے تو کشمیر پر ایک عجب اداسی تھی خدا شیخ صاحب کو خوش رکھے اور انہیں دین و دنیا کی نعمتیں بخشے کہ انہوں نے آڑے وقت مسیحائی کی متعدد ڈاکٹر مقیم بھجوائے۔ جن کی محنت ٹھکانے لگی اور مہجور صاحب موت کے منہ سے نکل آئے۔ نکل تو آئے لیکن قیام جہاں ہر گھڑی میں حسن انتظام کیا اور جب اطمینان ہو گیا کہ اب چل پھر سکتے ہیں انہیں اپنے یہاں سرینگر بلوا لیا۔ طبیعت ٹھیک ہو چلی تھی لیکن ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ ابھی کچھ خطرہ باقی ہے احتیاط اور پرہیز لازمی ہے ان کے آجانے سے میرا گھر کشمیر کی تاریخ اس کی شاعری، ادب و موسیقی کی پر لطف داستانوں سے گونجنے لگا کشمیری موسیقی کی ترقی اور ترویج کے لئے جو اقدامات [illegible] تعلیمات کر رہا تھا انہیں دیکھا اور خوش ہوئے یوم حبہ خاتون کے سلسلے میں [illegible] اور کافی قدر مشورے دیئے۔ جس [illegible] کامیابی کے ساتھ دن منایا گیا بڑی حد تک مرحوم کا وجود اس کا ذمہ دار تھا ان کاموں سے فارغ ہو کر کچھ دنوں کے لئے [illegible] چلے گئے میرے جموں آنے سے دو ہفتہ قبل پھر سرینگر واپس تشریف لائے اور اپنے بیٹے کے گھر میں قیام کیا۔ جس دن میں چل رہا تھا مجھے رخصت کرنے میرے گھر آئے۔ گھر کے ہر بڑے چھوٹے سے ملے اور چلتے وقت مجھ سے وعدہ کیا کہ اگر ڈاکٹروں نے اجازت دی تو ضرور جموں آؤں گا۔ کیا خبر تھی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کہ زندگی میں یہاں سے آخری ملاقات ہوگی۔ تمنا تھی کہ جس سخن پروری کی مثال قایم کر کے حکومت جموں وکشمیر نے اس شاعر اعظم کو سول پنشن عطا کی تھی۔ اس کی بدولت زندگی کے باقی ایام آرام سے گزار سکیں گے لیکن خدا کو کچھ یہی منظور تھا کہ عین کامیابی کے وقت وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے۔ مہجور صاحب کے ہجر کا زمانہ ختم ہوا۔ وہ اللہ کو پیارے ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن (ہم سب اسی کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف جانے والے ہیں۔) ——— ٥

مقالہ نگار حضرات سے گزارش

اپنی نگارشات کاغذ کے ایک طرف خوشخط لکھ کر بھیجیے۔ اپنا مکمل پتہ لکھنا اور اس میں تبدیلی کی صورت میں ہمارے دفتر کو اطلاع دینا نہ بھولیں۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مہجور اور ان کے ہم عصر

مہجور کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ہمارے دور میں جتنی توجہ کے مرکز آپ رہے اور جتنی شہرت آپکو نصیب ہوئی وہ اظہر من الشمس ہے۔ آپ نے کشمیری زبان میں جو کچھ کہا زبان زدِ عوام ہوا۔ شادی بیاہ کے مواقع پر گانے بجانے کی محفلوں میں چھکری اور ناچ و نغمہ کے لئے آپکی غزلیات کو بیحد پسند کیا جاتا رہا۔ آج بھی آپ کی غزلیں جوان ہیں۔ اپنی نغمگی، تازگی اور کشش کے لئے مسحور کن ہیں۔ آپ کشمیری زبان کے غزل گو شعراء کی صف میں ایک درخشندہ تارے کی طرح روشن ہیں۔

چھتیس برس کی عمر تک آپ فارسی اور اردو میں طبع آزمائی کرتے رہے۔ لیکن کوئی بات بن نہیں سکی۔ گم نام کے گمنام رہے۔ فارسی گو شعراء میں نام پیدا کرنا آسان کام نہیں تھا۔ نہ آپکی اردو پر اتنی دسترس تھی۔ آخر ۱۹۲۲ء سے کشمیری زبان میں طبع آزمائی شروع کی۔ ابتدا ایسی غزلوں کی طرزوں سے ہوئی جو قبول عوام حاصل کر چکی تھیں یا ایسے فلمی گانوں کی لے میں جو عام ہو چکی تھیں (آپکے چھپے ہوئے کلام کے ہر ورق پر فلمی گانوں کے بول درج ہوا کرتے تھے) نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ شہرت پاؤں چومنے لگی۔ ہر جگہ آپکے کلام کو پسند کیا جانے لگا۔ خصوصیت سے عورتوں کی محفلوں میں اور عام لوگوں کے لئے گانے والی جماعتوں میں۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

خوش قسمتی سے مہجور کو ایسے خوش لحن نوجوان گویے بھی ملے جن کی ترنم ریز آواز نے ساری وادی کو ایک نغمہ زار میں تبدیل کیا۔ ان میں غلام محمد نوجری[1] کا نام سرفہرست ہے۔ اس کی گائی ہوئی غزلیں صدا بند ہوئیں اور گھر گھر ان کے ریکارڈ بجائے جانے لگے۔

مہجور اپنے ہمعصر متصوف شعراء سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ اور اس طرح سے گویا اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کے قائل تھے۔ اگرچہ اوائل عمر میں تصوف کی طرف مائل ہوئے تھے۔ لیکن ایک مرشد کامل رحیم صاحب سے بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ چنانچہ انکی توصیف میں ایک اردو کتابچہ بھی سپرد قلم کیا تھا لیکن تصوف کی پُرخار وادی میں گامزن ہونے کے بجائے وہ ظاہری حسن کے لالہ زار کے پرستار ہوگئے۔ اس اتفاق کو کشمیری زبان کی خوش بختی کہئے ورنہ بزرگ شعراء کی صف میں ایک اور شمس فقیر کا اضافہ ہوتا اور جو کچھ مہجور نے اس زبان کو دیا اس سے وہ محروم رہتی۔ مہجور اپنے ساتھ ہر وقت ایک ایسے منتخب گویے کو رکھا کرتے تھے جو ان کی تازہ ترین غزل کو گا کر سنایا کرتا تھا۔ اس لڑکے کو پُرانی اصطلاح میں راوی کہا جاتا تھا۔

ان دو تلامیذ کے علاوہ آپ اپنے صاحبزادے محمد امین ابن مہجور سے اپنی غزل اپنے سامنے لکھوایا کرتے تھے۔ اور جہاں کہیں کانٹ چھانٹ کی ضرورت ہوتی مشورے سے کرتے۔ مہجور کی غزل کو بعد میں ابن مہجور گویوں کے سپرد کرتے تھے اور لے پسند کر کے ان لوگوں کو ہدایت دیتے کہ جب تک تازہ کلام مہجور کا شمارہ چھپ کر نہ آجائے، وہ اس غزل کو صیغۂ راز میں رکھیں۔

غزلیات کی جتنی تراش خراش مہجور نے کی ہے اور جتنی احتیاط قابل قبول اور مقبول طرزوں پر کلام کو ڈھالنے میں آپ نے روا رکھی ہے شاید ہی کسی دیگر زبان کا کوئی شاعر کر پایا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا کلام اتنا ضخیم نہیں ہے۔ نہ اتنا عمیق ہے جتنا آپ جیسے بزرگ شاعر سے توقع کی جا سکتی تھی۔

آپکے ہمعصر شاعر ماسٹر زندہ کول نے (۱۸۸۴ء تا ۱۹۶۶ء) آپ کی شاعری پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "مہجور جھیل ڈل کے سینہ پہ ایک کنول کی طرح کھلا ہوا ہے۔ مگر سطح سے نیچے کی گہرائیوں پر نگاہ نہیں جا سکی ہے" (پرمانند سے زندہ کول)۔

نگاہ ادھر جاتی بھی کیسے کیونکہ مہجور کا دھیان، قبول عام کی طرف تھا، ترنم پر مرکوز تھا، ساز و آواز

---

[1] شاید عار[illegible] کے باشندے تھے۔ (ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کی جانب تھا معانی و مطالب کی گیرائی و گہرائی کیطرف نہیں۔

شہرت کے شیش محل میں آپ شگاف آتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ذراسی تنقید سے گھبرا اٹھتے تھے۔ سری پرتاپ کالج کے میگزین میں نند لعل امبار دار "نند" نے (ب ۱۹۱۵ء م ۱۹۷۳ء) آپکی شاعری پر چند ناخوشگوار باتیں لکھیں تو آپ سٹ پٹائے۔ دینا ناتھ نادم نے (۱۹۱۶ء) رسالہ کونگ پوش میں ہلکی پھلکی سی گستاخی کی تو آپ سیخ پا ہوگئے۔

آپ کے اکثر نامور ہمعصر شاعروں نے کشمیری زبان کی طرف سے نظریں ہٹالیں۔ حیرت کاملی (ب ۱۸۹۰ء، ۱۹۶۸ء) نے کشمیری میں مثنوی رعنا و زیبا لکھکر لیبدی فارسی زبان کی آبیاری کی اور بیش بہا تخلیقات سے اس زبان کو مزین کیا۔ آپ کشمیر بزم ادب کی تحریک سے متاثر ہوئے۔ خلوت سے جلوت میں آئے اور سنہ ۱۹۴۳ء (بزم ادب کے قیام) سے دوبارہ کشمیری زبان و ادب کی خدمت میں مصروف ہوگئے۔ کشمیری رسم الخط کی نظر ثانی کے ابتدائی ایام میں حیرت کاملی، مرزا عارف، پی این پشپ، عبدالحق برق، سکھن لعل محو وغیرہ کے ساتھ متعدد میٹنگوں میں شامل رہے۔ آپ فن موسیقی کے ماہرین میں شمار ہوتے تھے اور آپ نے استادِ فن کی حیثیت میں چند عمدہ مقالے بھی تحریر کئے۔

مبارک شاہ فطرت گیلانی (پ سنہ ۱۸۹۹ء ـ) فارسی کے دوسرے عظیم شاعر ہیں اور ماہر فن موسیقی بھی۔ حیرت کاملی کی طرح کشمیری زبان سے ان کا بھی بہت کم لگاو رہا۔ سید شمس الدین غمگین رتن پوری (پ سنہ ۱۹۰۶ء) بھی فارسی گو شعراء کی صفِ اول میں شمار ہوتے ہیں، مگر آپ نے کشمیری زبان کا دامن بھی ہاتھ میں تھامے رکھا۔ آپ پہلے باکمال شاعر ہیں جنہوں نے کشمیری کو بے نقطہ نظم سے آراستہ کیا (گلریز جلد ۱ نمبر ۱۔ سنہ ۱۹۵۲ء)۔ آپ نے اپنے کشمیری کلام کو شمع روشن کے نام سے چھپوا دیا ہے اور منظوم ترجمہ سورۂ یوسف بھی۔ اِن تینوں شعرائے گرامی میں ایک قدر مشترک یہ رہی ہے کہ شہرت سے متنفر رہے ہیں اور حال مست رہکر اپنی انا کی نگہبانی کی ہے۔

خالص فارسی گو شعراء میں محمد امین داراب مہجور کے ایک عظیم ہمعصر شاعر تھے۔ آپ نے شاید کشمیری زبان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، مگر فارسی میں ان کی عظمت مسلمہ تھی۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ماسٹر زندہ لعل کول "ماسٹر جی" کے نام سے مشہور تھے۔ آپ فارسی، اردو اور کشمیری تینوں زبانوں میں ید طولےٰ رکھتے تھے۔ ماسٹر جی (آپ ۱۸۸۴ء تا ۱۹۶۶ء) باوجود کمالِ فن اور قبولیتِ عوام گوشہ نشینی پر قانع رہے۔ آپ پہلے کشمیری شاعر ہیں جنکی کتاب "سُمرن" کو ساہتیہ اکادمی کا ایوارڈ دیا گیا۔ آپ کے کلام میں تخیل کی گہرائی بھی ہے اور تصوف کی چاشنی بھی۔ آپ انگریزی زبان کی بھی خاصی مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے پرمانند (۱۷۹۱ء تا ۱۸۷۹ء) کے کشمیری کلام کو انگریزی کا روپ عطا کیا ہے۔

عبد القدوس رسا جاودانی (۱۹۰۱ء تا ۱۹۷۹ء) بھدرواہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ اردو زبان کے بھی اچھے شاعر تھے اور کشمیری زبان کے بھی مقبول عوام شاعر تھے۔ آپ کی رسیلی کشمیری غزلیں نہ صرف بھدرواہ، کشتواڑ اور ڈوڈہ میں مزے لیکر گائی جاتی تھیں بلکہ ریڈیو کشمیر نے ان کی غزلیات کو کشمیر کی وادی میں عوام تک پہنچایا۔

کشمیر صغیر (بھدرواہ) جہاں کی زبان ٹکسالی نہیں، کرخت ہے، اور غیر مانوس الفاظ کی وجہ سے وادی کے کشمیریوں کے لئے غیر فہم بھی ہے، رسا کا مسکن رہا۔ تعجب بھی ہے اور اس بات کی شہادت بھی کہ آپ کشمیری زبان میں کتنے قادر الکلام تھے کہ آپ کی تخلیقات شستہ اور بلیغ زبان میں لوگوں کے سامنے آگئیں۔ شہرت اور قبول عوام میں آپ مہجور کے پایہ کے تھے۔ آپ اپنی غزلیں ہارمونیم پر سنطور و ساز کے ساتھ بڑے ترنم سے گاتے تھے۔ آپ کی غزل کی بھی یہ حالت تھی کہ دنوں میں سارا کوہستان کشتواڑ گونج اٹھتا تھا۔ کھیتوں میں مرد و زن کورس میں گاتے تھے اور شادی بیاہ کی محفلوں میں بھی رقص و سرود کا عالم رہتا تھا۔

دونوں ہمعصروں نے رومانوی شاعری میں اپنی زندگیوں میں ہی اپنا لوہا منوایا۔ دونوں کا رسول میر شاہ آبادی (وفات ۱۸۷۰ء) کے تتبع کا دعوے تھا۔ مہجور گویا ہوئے۔

اَتھ درد و سوزس پردہ تُلِتھ گوسہ رسُل میر

مہجور لاگتھ آو بیہ دوبارہ آتی روز

یعنی درد و سوز سے رسول میر پردہ اٹھا کر گئے اور پھر مہجور بن کر (اس کی ہیئت میں) آکر غزلسرا ہوئے۔ رسا جاودانی نے اپنے آپ کو رسول میر میں اتنا گم ہوتے محسوس کیا۔ اور اس کیفیت کو یوں بیان

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کیا کہ سہ

بٕرونٹھ ڈرٲو رسول میر ناز نین چانے — موٗت رسا گوس پوٗت ژھلیے لولو

(رسول میر تو ناز نینوں کے انداز سے پہلے چلا گیا۔ رسا تو اسکی پرچھائی کا عاشق و دیوانہ ہے۔)

اس بات میں شک نہیں کہ دونوں بلند پایہ شاعر تھے۔ اور جہاں تک حسنِ ادا اور رنگ تغزل کا پہلو ہے اسمیں دونوں کا رسول میر کی کامیاب پیروی کا دعوے حق بجانب تھا لیکن جو تصوف کی جھلک معنی آفرینی گہرائی و گہرائی رسول میر میں تھی وہ دونوں حضرات کے کلام میں پیدا نہیں ہو سکی۔

یہ تینوں رومانوی شاعر نسوانی پیکر کے پجاری تھے۔ گل و بلبل کے ہمنوا تھے۔ زلف و خال کے اسیر تھے مگر جو بات رسول میر پیدا کر گئے ہیں اور جو کیفیت ان کے کلام میں پائی جاتی ہے وہ مہجور اور رسا دونوں کے یہاں مفقود ہے۔ رسول میر کا معبود ماوراے ادراک ہے اور پرواز تخیل لاہوتی ہے۔ آپ کی بیشتر غزلیات ایسے ہی نکات سے لبریز ہیں۔ مثلاً اپنے محبوب کے سراپے کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں؛

قدٕ چوٗن الف — لام زلف — میم دٕہن — چھے

پوز عقل سبق شکلِ الف — لام لگار د

اے میرے بتِ عشوہ گر تیرے قد تیری زلف اور تیرے دہن کی تعریف کیا کروں ان کی حسن و خوبی تو قرآن کے حرف اول الٓم میں خالقِ پیکر نے خود بیان کی ہے۔

مہجور اور رسا دونوں ایسے بیان سے قاصر تھے کیونکہ دونوں اس عالم لاہوتی کے شناسا نہیں تھے۔ دونوں کی پرواز ادراک کے دائرے میں محدود تھی۔

مہجور کے ایک اور نامور بلند پایہ ہمعصر شاعر پیر پنجال کے اس پار کشتواڑ کی سرزمین میں تخیل آفرینی اور ترنم ریزی میں مصروف تھے۔ شہرت سے بے نیاز غلام رسول کامگار[1] (۱۸۸۸ء — ۱۹۸۳ء) فارسی اردو اور کشمیری زبانوں کی خدمت کرتے رہے۔ آپ ان تین زبانوں کے علاوہ عربی پر بھی خاصی قدرت رکھتے تھے۔ آپ نے "رموز بیخودی" کا منظوم ترجمہ کر کے کلچرل اکیڈیمی کا انعام حاصل کیا۔ بابا داؤد خاکی کے "ریشی نامہ لامی" اور علامہ برزنجی کے عربی قصیدہ "منشور" کے بھی منظوم کشمیری ترجمے آپ کے کمالِ فن کی دلیل ہیں۔

---

[1] کامگار صاحب کو صدر جمہوریہ کی طرف فارسی زبان کے تئیں ان کی خدمات کے سلسلے میں وظیفہ محسن خدمت بھی عطا کیا گیا۔ (ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مہجور کے متصوف معاصرین میں صمد میر، احد زرگر، لسہ خان اور مجید میر قابلِ ذکر ہیں۔

صمد میر (۱۸۹۲ء سے ۱۹۵۹ء) اور احد زرگر (۱۹۰۵ - ۱۹۸۳ء) نے تو اپنی اپنی زندگی ہی میں دادِ سخن پایا۔ عوام و خواص نے آپ دونوں کے اشعار کو حرزِ جاں بنایا۔

احد زرگر بجا طور پر اس دور کے بلند ترین صوفی شاعر گردانے جاتے ہیں۔ آپ اس قبیل کے شعراء کی طرح نام و نمود سے مستغنی اور حال مست رہے۔ آپ کی قادر الکلامی اور وافر کلامی سب پر بھاری ہے۔ ندرتِ نفاستِ خیال و بیان میں یکتا ہیں۔ حسنِ بیان و زورِ کلام میں کشمیر کے مستند متصوف شعراء سے سبقت لے گئے۔ زرگر صاحب کو فطرت سے اتنی فیاضی سے کلام موزوں کی تخلیق سے نوازا گیا ہے کہ کسی کاوش کے بنا ہی آپ سے پانی کی طرح اشعار بہہ نکلتے ہیں اور ایک شعر دوسرے سے بہتر پیدا ہوتا جاتا ہے۔ ان کے عقیدتمندوں کا یہ حال تھا کہ بن بلائے ہی ان کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ موسیقاروں کے گروہ ہر وقت ان کے گرد جمع رہتے تھے۔ احد زرگر مہجور سے اس امر میں بازی لے گئے کہ ان کے کلام کے پرستار نہ صرف اہلِ بصیرت ہیں بلکہ ہر طبقے کے لوگ ان کے کلام کے شیدائی ہیں۔

لسہ خان اسلام آبادی (۱۸۹۴ء تا ۱۹۶۵ء) اپنے صوفیوں کی جماعت کے سردار طائفہ تصور ہوتے تھے۔ آپ مثنوی کے فن کے استاد اور مولانا روم کی مثنوی کے حافظ تھے اور اسکے ہر شعر کے معانی و مطالب سے پوری طرح سے آگاہ تھے۔ آپ کے عقیدت مند آپ کے آگے سجدہ ریز ہوتے تھے اور آپکی بزرگی کے قائل نہ صرف ان کے طالب ہی تھے بلکہ ہر ملنے والا انکی کسرِ نفسی اور ان کے دریائے معرفت کی غواصی کا قائل ہو جاتا تھا۔ گل بکاولی، گلزار حقیقت اور شاہ بہرام ان کی تصانیف میں سے منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔

مجید میر اسلام آبادی کے سامنے لسہ خان زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔ میر صاحب تصوف میں باکمال تھے۔ ان کا کلام اگرچہ ابھی چھپ نہیں ہو سکا ہے کم یاب ہے مگر نایاب نہیں۔

آپ کی ایک غزل کا مطلع ہے

ییمی کوٚر معرفت نوش   سُہ چھُ خاموش بالله

جس کسی نے معرفت کا پیالہ پیا وہ خدا مست خاموش ہو گیا۔ آپ کی بلند خیالی اور علوی مرتبت کی غمازی کرتا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے اور آپ کو اُس متصوفین کے گروہ سے بلند و بالا صاحبِ عرفان ظاہر کرتا ہے جو فقط سرود و سماع اور حالی کی موشگافیوں کا قائل تھا اور کاکیوں کا گروہ گردانا جاتا تھا۔ کاکیوں کے پیرو مرشد لسہ خان اور قائم صاحب صدرہ بلی مانے جاتے تھے۔ مجذوبیر محوِ ذات تھے اور اُس مقام پر فائض تھے جہاں پہنچنے کی آرزو اکثر طالبانِ حق نے کی ہے۔ یعنی مقامِ حیرت!

کشمیر میں سماع کے دلدادوں کے تین نمایاں گروہ پائے جاتے ہیں۔

ایک وہ گروہ ہے جس میں باعمل لوگ ہیں۔ اہلِ دل ہیں جو اپنے من کی جوت جگانے کی خاطر حال مست رہتے ہیں۔ یہ لوگ کم گو ہیں اور سوز و سازِ دروں کے قائل ہیں۔

دوسرا گروہ کاکیوں کا ہے جن کا دعوےٰ حضرتِ بختیار کاکیؒ کی پیروی کا ہے۔ یہ جماعت بحث و تمحیص، اشعار کی موشگافیوں اور مقاماتِ عرفان کی زبانی جانچ پڑتال کی قایل ہے۔ ان کا دماغ روشن ہے زبان و بیان میں ترجمانِ معرفت کا درجہ رکھتے ہیں لیکن یہ لوگ عمل سے خالی ہوتے ہیں۔

تیسرا گروہ عام لوگوں پر مشتمل ہے۔ یہ عام فہم غزلیات اور ناچ و نغمہ کے رسیا ہیں پہلے دو گروہ ایسی منتخب غزلیات سے اپنی روحانی تسکین پاتے ہیں جن میں حضرات رومیؒ، سنائیؒ، جامیؒ جیسے بلند مرتبہ شعراء کا کلام ہوتا ہے۔ یا اپنے یہاں کے صوفیائے کرام للہ عارفہ، شیخ العالمؒ، رحیم صاحبؒ، شمس فقیر وغیرہ کی پر از معرفت غزلیات سے مسرور ہوتے ہیں۔

اور تیسرا گروہ مجازی رنگ سے زیادہ لطف اندوز ہوتا ہے۔ لیکن پہلی مذکورہ جماعتیں اپنے کلام سے گریز کرتی ہیں یہ لوگ تلاشِ حقیقت کے متوالے ہوتے ہیں۔ رومان سے متنفر ہوتے ہیں اور ایسی غزلیات کو اعصاب پر عورت سوار ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔

ظاہر ہے عشقِ حقیقی کے متلاشی قلیل تعداد میں ہوتے ہیں۔ اور عشقِ مجازی کے دیوانے کثرت میں۔

عبدالاحد آزاد (سنہ ۱۹۰۳ء تا سنہ ۱۹۴۸ء) مہجور کے ہمعصر بھی تھے اور شعر گوئی میں انکے شاگرد بھی۔ آپ کئی برس اپنے استاد کی ہی طرز کی رومانوی غزلیات کی تخلیق میں مصروف رہے۔ لیکن انقلابی دور سے دورِ بلوغ بہار کی پُر لطف ہوا انکے شعلہ فگن دل و دماغ میں آگ بھڑکائے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ آپ سیاست میں

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ریڈیکل ڈیموکریٹ گروپ کے ہمنوا ہوئے۔ پریم ناتھ بزاز کے اخبار "ہمدرد" میں شعلہ فشاں ہوتے رہے۔ آپ کی شاعری نے مکمل طور پر انقلاب کا رخ اختیار کر لیا۔ برسوں ہر نقش کہن کو مٹا دینے کا درس دیا۔ اپنے بھی ان سے خفا ہوئے اور بیگانے بھی ناراض رہے۔ مداحوں کا دائرہ محدود رہا۔ اور حاکمانِ وقت بھی نکتہ چیں رہے۔ آزاد مسکنت پر قانع رہے۔ دوست دشمن کی پرواہ کئے بغیر اپنے ضمیر کی ترجمانی میں محو رہے۔ نہ ان کو شہرت کی تمنا رہی نہ سرکار کی خوشنودی کی آرزو!

انکا استادِ محترم مہجور بھی انکی خارا شگاف نوکِ قلم کے وار سے محفوظ نہیں رہے۔ دونوں شعرائے گرامی نے شعر کے پردے میں ایک دوسرے پر خوب حملے کئے۔

مہجور اپنی زندگی کے آخری ایام میں زیارت خانقاہ چکھر پورہ کے متولی بن گئے۔ تعمیر نو کا بیڑا اٹھایا۔ ایک منتخب سپرد قلم کی۔ آزاد کو احساس دل مجروح ہوا۔ استاد پر ضرب کاری رسید کی۔ ایک ہجو میں اپنے تاسف کا اظہار کیا۔ اپنے استاد کی اس حرکت کو اس لئے ناپسند کیا کہ ان کے خیال میں مہجور اُن شاطر سیاسی رہنماؤں کی تقلید پر اتر آئے جو سستی شہرت کیخاطر مسجدوں اور زیارت گاہوں کی تعمیر کر لیتے ہیں۔ زبانی دعوے سوشلزم اور سیکولرازم کا ہوتا ہے اور عمل سے فرقہ واریت کی بو آتی ہے اور اسطرح سے سادہ لوح عوام کا استحصال کرتے ہیں۔ آزاد نے ہجو میں یہی بات کہی کہ چالبازوں نے منصب اور دولت چن چن کر اپنا لیے لیکن مہجور کو بلا سوچے سمجھے گھبراہٹ میں چکھر پورہ ہاتھ لگا۔ ٹیگور نے عشق و محبت کی نے کو بنگالی عشووں میں بھر دیا لیکن مہجور نے چکھر پورہ کو ٹنگ گھوڑے پر چڑھا لیا۔ اقبال نے مردِ مومن کو عرش پہ پہنچا دیا۔ افسوس ہے کہ مہجور نے چکھر پورہ کو "ٹنگہ ناری" پہ سوار کیا۔

"تِمو چالبازو ژٲری ژٲری آستان قبرستان
مہجور صابَن آو اتھہِ تھپہِ تھسارِ چکھر پور
ٹیگور صابَن لولہٕ مس بنگالہِ ملرِ ہنا بۄر
مہجور صابَن بۄر اکس ٹٹہٕ وارِ چکھر پور
اقبال صابَن مردِ مومن کھور عرشَس پیٹھ
مہجور صابَن کھور ٹنگہِ نارِ چکھر پور"

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

۱؎ ایک کشمیری شاعر

آزاد سیاست میں ایک واضح نظریہ کے حامل تھے۔ سماجی نابرابری اسے مزدور، محنت کش طبقے کے استحصال سے آپ کا دل و دماغ مجروح ہوتا تھا۔

اسکے برعکس مہجور فطرتاً ایک رومانوی شاعر تھے۔ سیاست کے اہل نہیں تھے۔ ملازمانہ ذہنیت رکھتے تھے۔ کبھی اپنے حاکم وزیر وزارت کی تعریف میں رطب اللسان ہوئے اور کبھی وزیر اعظم کے گن گائے۔

یلہ کاک در وزیر وزارت کی اتنی مداح سرائی کی کہ آپ کے ہمعصر فطرت گیلانی کو ان کے قصیدے پر اظہار تاسف و ناراضگی کرنا پڑا۔

مہجور نے اس قصیدے میں ور خاندان کو ان داتا کہکر بام عروج پر پہنچایا تھا اور اس تعریف کے لئے سعدی کے کلام کو اس طرح سے استعمال کیا تھا۔

رزق ہر چیند بے گماں برسد　　　شرط عقل است جستن از درہا

اسی قصیدہ میں لیڈروں کو سارقان و لیڈرہا کہکر پکارا تھا لیکن جب تحریک حریت اپنے تاریخی انجام کو پہنچی اور یہی لوگ عوامی حکومت کے سربراہ ہو گئے تو مہجور نے پہلے وزیر اعظم کے حضور میں بھی ایک قصیدہ تخلیق کیا اور ارشاد فرمایا :-

گمُ سناہ لو وسون تقدیر　　　قائدِ اعظم شیر کشمیر

مہجور کے ہمعصر شعراء میں غلام احمد لشیر نبر ہائنس کی قصیدہ گوئی میں پیش پیش تھے۔ لبشیر (وفات ۱۹۶۰/۱/۱۷ء) بھی ملازم پیشہ تھے۔ ایک مثنوی "قمر زماں" کے مصنف بھی تھے آپ کا ایک مصرع[1] ان کو مہاراجہ کی سالگرہ پر انعام و خلوت کا مستحق بنا دیتا تھا۔

اسی دور میں دو باغی شاعر بھی تھے لیکن وہ شعر کے میدان میں کوئی نام پیدا نہیں کر سکے۔ ایک اسلام آباد کے وکیل حسن شاہ زیرک تھے جنہوں نے ۱۹۳۱ء کے پُر آشوب دور سے کئی برس پہلے ایک محدود ایجی ٹیشن کی رہنمائی کی تھی۔ یہ دراصل شالی کی گرانی کے متعلق ناراضگی کا اظہار تھا۔ حسن شاہ زیرک گرفتار کئے گئے آپ ابھی جیل ہی میں تھے کہ شالی کی قیمت گر کر حد اعتدال پر آگئی۔ آپ نے جیل میں ہی

---

[1] "تیری شاہی شہنشاہی رہے شاہا قیامت تک"

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ایک فارسی نظم لکھی جسکا ایک شعر ضرب المثل کی حیثیت اختیار کرچکا، وہ یوں تھا ہے

زیرک از زیرکی بعقید رسید　　نرخِ شالی باصلِ خویش رسید

دوسرے شاعر عزیز مہراری کہلاتے تھے۔ خواجہ یارہ بل سکدر ہنے والے تھے۔ لنگڑے تھے اور سوٹی کے سہارے چلتے پھرتے تھے۔ تحریک حریت کشمیر کے ایک جانثار سپاہی بھی تھے۔ تحریک کے اہم واقعات کو آپ نے ایک طویل نظم میں بیان کیا تھا جو وہ خود نیشنل کانفرنس کے سٹیج پر پڑھا کرتے تھے۔ اس نظم کا ایک بند میرے ذہن میں ابھی محفوظ ہے۔ یہ اس ناانصافی کے خلاف تھا جو مرزائیوں کے متعلق روا رکھی گئی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ مرزائیوں نے ابتدائی ایام میں تحریک کشمیر میں نمایاں رول ادا کیا اور ہمارے کئی سرکردہ لیڈروں پر مرزائی ہونے کا الزام عاید کیا گیا۔ اس تہمت کو مہراری نے یوں بیان کیا ہے:

کران یم سخنِ دانائی　　دپان تمنے چھہ مہرزائی

نہ زانن زاغچھہ گمتھ قادیان　　یہ گوبے بوج ونا پرسان

یعنی جو لوگ عقل کی بات کرتے ہیں انہی کو مرزائی ہونیکا الزام دیا جاتا ہے۔ وہ کبھی قادیان نہیں گئے ہیں۔ انہیں قادیانیوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا ہے یہی اپنائے عام ہوگیا ہے۔

جیسے اوپر بیان ہوا ہے۔ مہجور پیدائشی رومانوی شاعر تھے۔ رگ رگ میں سوزو ساز لیا تھا۔ آپ سالہاسال تحریک آزادی کشمیر سے بے نیاز رہے۔ چنانچہ حمید نظامی نے حیرت سے ایک طویل مقالہ ایک لوکل اخبار میں چھپوا دیا تھا کہ کشمیر ایک ایسی دھرتی ہے جو مجاہدین آزادی کے خون سے لالہ زار بنی ہوئی ہے جسکی فضا، تظلمات کی آہ و بکا سے مکدر ہے مگر جسکا مشہور ترین شاعر گل و بلبل کے راگ الاپنے پر ہی اکتفا کر رہا ہے۔

مہجور نے انقلابی نظمیں بھی رقم فرمائیں مگر اکثر ایسی تخلیقات گل و بلبل اور باغ و بہار ہی کے مزاج کی غمازی کرتی ہیں۔ اپنے ہمعصر آزاد سے آپ انقلابی دور کی امامت کی دوڑ ہار گئے اگرچہ مہجور کو ہی یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ آپ نے پہلی قومی نظم عطا کی جو نیشنل کانفرنس نے اپنائی اور عوام نے جس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جسکا مطلع ہے ہے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

وولہ با غوانو نوبہار گلشان پیدا کر
پھولن گل گتھ کرن بلبل تتھی سامان پیدا کر

یہ مشہور نظم بھی باغبان، نوبہار اور گل و بلبل کی ہی فضا میں انقلابی رنگ پیدا کئے ہوئے ہے۔ اس میں پیدا کر کی ترکیب بھی کشمیری کانوں کو کھٹکتی ہے۔ غیر مانوس ہے اور ایک بلند پایہ ماہر زبان کو زیب نہیں دیتی ہے۔

آپ کے دیگر نامور ہمعصر رسا جاودانی تو جنگِ آزادی سے بالکل ہی متاثر نہیں ہوئے۔ احد زرگر وغیرہ حضرات کی توبات ہی نہیں۔ ۱۹۴۶ء میں "کشمیر بزم ادب" کے نام سے نوجوان قلم کاروں کی ایک جماعت منظم ہوئی مہجور اس بزم میں شامل نہیں ہوئے نہ ماسٹر جی اس کے ممبر بنے اور نہ آزاد شریک بزم ہوئے لیکن یہ تینوں بزرگ اس بزم کو اپنی مہربانیوں سے نوازتے رہے اور آشیرواد دیتے رہے۔ اس بزم کے وجود میں آنیکے بعد کشمیر کلچرل فرنٹ کا انعقاد ہوا اور کاروانِ ادب ہم آہنگ ہو کر ثقافت کے میدان میں گامزن ہوا۔ مرزا عارف، دینا ناتھ نادم، پی این پشپ، پریم ناتھ پردیسی، عبدالحق برق، نور محمد روشن، سومناتھ زتشی وغیرہ منظرِ شہود پر نمودار ہوئے اور مہجور کے جونیئر ہمعصروں میں شمار ہوئے۔

مہجور نے ۱۹۵۲ء[1] میں رحلت فرمائی۔ مرحوم بخشی غلام محمد شعر کے رسیا تھے۔ شاعروں کے قدردان تھے مہجور کی میت کو اپنے آبائی قبرستان متریگام پلوامہ سے نکلوا کر ہزاروں عقیدتمندوں کے ضمن میں بڑے تزک و احتشام سے دوسری بار نمازِ جنازہ کی رسم انجام دلوائی اور اتہ واجن میں مسجد حبہ خاتون کے قریب بزعم خود حبہ خاتون کے مقبرہ کے پہلو میں سپرد خاک کیا۔

بعدِ وفات مہجور کو یہ فخر بھی حاصل ہوا کہ آپ پر ایک فلم بھی تیار ہوئی جس کا نام "شاعر کشمیر مہجور" رکھا گیا اور اس طرح سے آپ شاعرِ کشمیر مہجور کا امتیاز بھی پا گئے۔ آپ کے نام پر دودھ گنگا نہر پر ایک پل بھی تعمیر ہوا اور آس پاس کی بستی کو مہجور نگر کے نام کا شرف بھی حاصل ہوا۔

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

---

[1] مہجور عارف صاحب [illegible] ہوئے۔ (ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

موتی لال ساقی

مہجورؔ — تازہ معلومات کی روشنی میں

شیریں سخن اور رنگین مزاج غلام احمد مہجورؔ کی شاعری اور شخصیت کے بارے میں اب تک بہت کچھ لکھا گیا ہے اور آئندہ بھی لکھا جائیگا۔ ان کی پہلودار شخصیت اور شاعری پر اب بھی بہت کچھ لکھنے کی گنجایش موجود ہے۔ مہجورؔ کی شاعری انکی زندگی میں اسقدر مقبول تھی کہ تخلیق کے علاوہ انکی شاعری اسی زمانے میں دیوناگری اور رومن خط میں بھی شایع ہوئی اور ہاتھوں ہاتھ لی گئی کشمیر کے علاوہ انکی شاعری کا شہرہ بنگال تک جا پہنچا۔ پنجابی کا مشہور ادیب اور فلم ایکٹر مہجورؔ کی زندگی میں ہی انکے بارے میں ایک فلم بنانے کی سوچ رہا تھا۔ یہاں پر ایک امر کی طرف اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مہجورؔ کے بارے میں اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اُسکا بیشتر حصہ انکی شاعری سے متعلق ہے۔

مہجورؔ نے شاعری کے علاوہ اردو نثر کی صورت میں بھی بہت ساری چیزیں لکھی ہیں جنکے بارے میں اب تک لوگوں کو بہت کم معلوم ہے۔ انہوں نے اچھی خاصی تعداد میں مضامین بھی لکھے ہیں جو اخباروں اور رسالوں کی زینت بنے ہیں مگر نایاب ہونے کی وجہ سے ان کا تجزیہ تو دور کی رہی اُن کا حوالہ تک بھی دیا نہیں گیا ہے۔ آزاد پہلا شخص ہے جسنے مہجورؔ کی نثری تصانیف کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور یہ ذکر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

احیات مہجورؔ کے اس ابتدائی نسخے میں موجود ہے جو کشمیری زبان اور شاعری نام کی کتاب کی بنیاد ہے۔ یہ کتاب محمد یوسف ٹینگ نے مرتب کی ہے اور کلچرل اکادمی نے تین جلدوں میں شایع کی ہے۔ اس کتاب کی تیسری جلد میں اگرچہ مہجورؔ کا ذکر کافی تفصیل کے ساتھ درج ہے مگر انکی نثری تصانیف کا ذکر درج ہونے سے رہ گیا ہے اسکی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کتاب کا جو مسودہ کلچرل اکادمی کو حاصل ہوا وہ ابھی تکمیل کی منزلوں سے گزر ہی رہا تھا کہ موت نے آزادؔ کو اس دنیا سے اٹھا لیا۔

مہجورؔ کو کشمیر کی تاریخ کے ساتھ گہری دلچسپی تھی۔ اس حقیقت کا اشارہ انکی شاعری میں بھی ملتا ہے یہاں وہاں کتنے ہی مقامات پر انہوں نے اپنی شاعری میں تواریخی تلمیحات اور واقعات کا استعمال کیا ہے اور اس حسین انداز سے کیا ہے کہ شاعری کی روح مجروح نہیں ہونے پائی ہے۔ کشمیر کی تاریخ کے بارے میں انہوں نے ایک کتاب (یا کتابچہ) اردو نثر میں بھی لکھا تھا جسکا ذکر انہوں نے اپنی ذاتی ڈائری میں متعدد مقامات پر کیا ہے۔ کچھ تحریروں میں کتاب کا نام فقط تاریخ لکھا ہے اور بیشتر مقامات پر انہوں نے اس کتاب کو انڈکس تاریخ کشمیر کا نام دیا ہے۔ آزادؔ نے مہجورؔ کی جن نثری تصانیف کا ذکر کیا ہے ان کتابوں میں زیر بحث کتاب کا ذکر کہیں بھی نہیں آیا ہے۔

کتاب کا وجود ایک یقینی امر ہے اگرچہ اس بارے میں وثوق کے ساتھ کچھ بھی کہا نہیں جا سکتا کہ کتاب کی نوعیت، متن وغیرہ کیا ہے۔ مہجورؔ کے اپنے بیان کے مطابق کتاب کا مسودہ کشمیر کے برگزیدہ اور سربرآوردہ شخصیات کی نظروں سے گزرا ہے۔ 'انڈکس تاریخ' کا ذکر مصنف نے پہلی بار ۱۶ جنوری ۱۹۳۶ء کو کیا ہے:-

"تواریخ زیر کار رہی، اور کوئی کام نہ ہوا۔"

اسکے بعد جنوری ۱۹۴۱ء تک مصنف نے اسکا ذکر تک نہیں کیا ہے لگتا ہے کہ جس کام کی ابتدا انہوں نے ۱۹۳۶ء میں کی تھی بعد میں انہوں نے اسکو سرکاری نوکری سے فراغت پانے تک کیلئے اٹھا رکھا۔ ۱۹۳۶ء کا کام ابتدائی نوعیت کا رہا ہوگا جسے ہم محض کام کا خاکہ کہہ سکتے ہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ آزادؔ نے کتاب کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس امر کا اندازہ ہمیں انکی جنوری ۱۹۴۱ء کی تحریر سے ہوتا ہے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

"خواجہ غلام محمد صاحب نے تاریخ کشمیر لکھنے کا تحریری آرڈر دیا۔ خرچ کیلئے سردست ۱۲۰۰ روپے دینگے ۳۰۰ بعد میں۔ فہرست مضامین تاریخ کشمیر مرتب ہوا۔" ۱۸ / جنوری ۱۹۴۸ء

"خواجہ غلام محمد صاحب نے تاریخ کشمیر کیلئے دو سو روپے دیئے" ۲۰ / جنوری ۱۹۴۸ء

ان تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ مہجور نے تاریخ پر ۱۹۴۸ء میں باقاعدگی کے ساتھ کام شروع کیا اور یہ کام انہوں نے کسی حد تک ۱۹۵۰ء تک آگے بڑھایا تھا۔ اس سال انہوں نے کئی بار انڈکس تاریخ کا ذکر کیا ہے۔ "جج صاحب کو انڈکس تاریخ کشمیر پیش کیا گیا۔ (۲۸ / جون)" پنڈت بلہ کاک در کو انڈکس تاریخ کشمیر دکھایا (۲۲ / جولائی)"۔ "کاظمی صاحب کو مکمل انڈکس تاریخ کشمیر دکھانے کا وعدہ رہا" (۱۷ / اکتوبر) "کاظمی صاحب کو انڈکس تاریخ دکھایا۔ پنڈت رام چندر ریہ کو انڈکس دکھایا (۱۸ / اکتوبر ۱۹۵۰ء)

۱۹۵۱ء کے دوران انہوں نے کتاب کے بارے میں زیادہ جانکاری فراہم کی ہے۔ اس سال تاریخ کشمیر لکھے جانے کی خبر آل انڈیا ریڈیو سے بھی نشر ہوئی۔ لکھتے ہیں:۔

"اوپندر ناتھ آل انڈیا ریڈیو کا نامہ نگار آیا۔ انڈکس تاریخ دکھایا۔" ۱۰ / جنوری

"اوپندر ناتھ دوبارہ آیا، نوٹ مکمل کرائے۔ اخبار اور ریڈیو میں خبر دیگا۔" ۱۱ / جنوری

"سنا گیا کل شام دہلی ریڈیو سے تاریخ کشمیر کے متعلق براڈکاسٹ ہوا ہے۔ سنا گیا کہ خبر میں مصنف کا نام نہیں بتایا گیا۔ حکومت کا کام تصور ہوا" (۱۳ / جنوری)

"اومکار ناتھ عرائض نویس نے آکر تاریخ کشمیر کا سرورق ٹائپ کیا (۱۴ / جنوری)

"شیخ صاحب کی کوٹھی سے فون آیا۔ ۴½ بجے وہاں حاضر ہونا ہے۔ کاظمی صاحب واپس آئے۔ ان کی کار پر شیخ صاحب کے بنگلہ پر گیا۔ شیخ صاحب کی ملاقات ہوئی۔ چائے پی لی۔ شیخ صاحب کو وصیت نامہ سلطان العارفین، ضرب کشمیر کا روپیہ، کشمیری موسیقی دکھائی۔ شیخ صاحب نے تاریخ کشمیر فرشتہ قلمی اور حلف نامہ جات راجگان سرحد دیئے۔ شیخ صاحب نے تاریخ کیلئے ہر قسم کی مدد کا وعدہ کیا اور فرمایا کہ چار یوم کے بعد دہلی آؤ۔ ساتھ لیجاؤنگا اور وہاں انتظام کردینگے۔ پنڈت جیالال کول صاحب ملے موسیقی، کلام شعرائے کشمیر اور انڈکس دکھایا۔ ۴ فروری جب مہجور صاحب دہلی تشریف لے گئے۔ انڈکس ان کے ساتھ تھا۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

چنانچہ لکھتے ہیں:

"سالم یوم ملاحظہ کتاب "عمل صالح" شاہ جہاں نامہ، وقائع رحیمی کرتا رہا۔ بخشی صاحب کو انڈکس تاریخ کشمیر دکھایا۔ بیگم صاحبہ کو وصیت نامہ مخدوم دکھایا" ۱۸ فروری ۵۱ء

"شیخ صاحب کے ہمراہ پارلیمنٹ تک گیا۔ مولوی سعید اور بیگ صاحب ملے۔ ڈاکٹر تارا چند ایڈوائزر ایجوکیشن ہند سے ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا ڈاکٹر رادھا کرشن پارمو کو تمہاری رہبری کیلئے بھیج دینگے۔ مولانا آزاد سے ان کے مکان پر ملے۔ مولانا آزاد نے تاریخ کشمیر کیلئے ہر ممکن امداد کا وعدہ کیا۔ ڈاکٹر رادھا کرشن پارمو مکان پر آیا انڈکس تاریخ کشمیر دکھایا۔" ۱۹ فروری

دہلی میں قیام کے دوران حوالے کی کچھ تاریخی کتابیں دیکھنے کے علاوہ مہجور صاحب نے بہارستان شاہی کو اپنے ہاتھ سے نقل کیا۔ جموں پہنچ کر وہ پھر سے کتاب کیلئے ضروری مواد جمع کرنے میں مصروف رہے۔ جموں کے جنرل ریکارڈ میں مختلف دستاویزات کو دیکھنے کے علاوہ پنڈت رام جو در کی قلمی تاریخ کو نقل کیا۔ تفصیلات ان کی زبانی سنئے:-

"کاظمی صاحب میرے کشمیر جانے اور تاریخ کشمیر کے متعلق آج شیخ صاحب سے بات چیت کرینگے۔ کاظمی صاحب نے فون پر کہا کہ شیخ صاحب نے تمام باتیں منظور کرلیں ہیں۔ کاظمی صاحب دفتر سے آیا، انہوں نے شیخ صاحب سے میرے متعلق بات چیت کی ہے۔ تین ہزار روپے تاریخ کشمیر کیلئے بالاقساط دینگے" ۲۷ مارچ ۵۱ء

"جنرل ریکارڈ سے رام جو در کی قلمی تاریخ ملاحظہ کیلئے لی گئی" ۳۰ مارچ

"رام جو در کی تاریخ کی نقل شروع کردی۔" ۳۱ مارچ

"تاریخ رام جو در کی نقل مکمل ہوئی۔" ۲ اپریل

مہجور صاحب کشمیر کی تاریخ مرتب کرنے کے کس قدر خواہش مند تھے اسکا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ وہ اس سلسلے میں زبردست محنت کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔ مکمل مسودوں کو نقل کرنا اس حقیقت کی دلیل ہے کہ کشمیر کی تواریخ کے ساتھ ساتھ ان کو مخطوطات جمع کرنے کا بھی زبردست

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

شوق تھا۔ نوادرات سے انکی دلچسپی کا یہ حال تھا کہ انہوں نے پنڈت بلہ کاک در کے ذاتی کتب خانے کی خاک میں لت پت ہوکر بلہ کاک کی حاضری میں وہاں سے ۶ قلمی نسخے اور ۶۰ سکے حاصل کئے جسکا ذکر انہوں نے اپنے ہاتھ سے ڈایری میں کیا ہے۔

۱۹ اپریل ۱۹۵۱ء کو آپ ہوائی جہاز میں جموں سے سرینگر تشریف لائیے۔ یہاں پہنچنے کے بعد انہوں نے اپنی ڈایری میں یوں لکھا ہے:-

"آج ڈاکٹر پارمو کی کتاب (شاہمیر تو شاہجہان) لیکر ٹانگہ پر شیخ صاحب کے پاس گیا۔ ڈاکٹر پارمو کی کتاب آر۔ سی۔ رینہ کے حوالے کی گئی۔ شیخ صاحب ملے تاریخ کشمیر وغیرہ کا ذکر ہوا۔ حبہ خاتون کی قبر دکھلانے کیلئے بیگ صاحب کی کار پر خانصاحب کے ہمراہ روانہ ترال ہوا۔ اتھ واجن میں شیخ صاحب وغیرہ کو حبہ خاتون کی قبر دکھائی۔"

اس بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اتھ واجن میں حبہ خاتون کی قبر کی نشاندہی مہجور نے ہی کی تھی۔ حالانکہ لسوک (مہار) میں محمد یوسف ٹینگ کی تحقیقات نے ثابت کردیا کہ حبہ خاتون اتھ واجن میں نہیں بلکہ لسوک میں دفن ہے۔ مہجور کے فرزند اور کشمیر کی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے مرحوم محمد امین نے میرے سامنے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ جدید تحقیق درست ہے۔

اگست ۱۹۵۱ء سے مہجور کے خونی دباؤ نے شدت اختیار کی جسکے نتیجے میں روزانہ ڈایری لکھنے کی ان کی دیرینہ عادت تقریباً چھوٹ گئی۔ اگرچہ ۱۹۵۲ء کے اوایل میں کچھ عرصے کیلئے انہوں نے ڈایری لکھنے کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ مگر اگست ۱۹۵۱ء کے بعد انہوں نے اس مسودے کا ذکر کسی جگہ نہیں کیا ہے۔

انڈکس کا اصلی مسودہ کہاں ہے اور کیسا ہے؟ اس پر تفصیلی گفتگو اسی صورت میں ممکن ہے جب اصلی مسودہ سامنے ہو۔

حبہ خاتون:- مہجور کی لکھی ہوئی سوانح حبہ خاتون کا ذکر آزاد نے بھی حیات مہجور کے ابتدائی مسودے میں کیا ہے۔ حبہ خاتون کی سوانح پر تحقیقی کام مہجور نے سنہ ۱۹۴۰ء میں شروع کیا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے لکھا ہے :۔

"چندہ ہار میں حبہ خاتون کی نسبت تحقیقات کیا گیا۔ واپسی پر طاؤس کے گھر قہوہ پیا" ۲۸، اپریل ۱۹۴۸ء

آزاد کی زندگی میں حیات حبہ خاتون کا جو مسودہ لکھا گیا تھا ا مہجور نے اسے بعد میں نئے سر سے لکھا۔ مہجور کو نیا مسودہ لکھنے کی ضرورت اس لئے پڑی کیونکہ اس وقت کے ناظم تعلیمات پروفیسر محمد مجیب سے حبہ خاتون پر ایک ڈراما لکھوانا چاہتے تھے۔ کاظمی صاحب نے ڈرامے کیلئے بنیادی مواد فراہم کرنے کی ذمہ داری مہجور کو سونپ دی تھی۔ لگتا ہے کہ اس ضمن میں حکومت کو بھی خاصی دلچسپی تھی۔ اس سلسلے میں تفصیلات اسطرح ہیں :۔

"مرزا غلام حسن عارف آئے، شام کو ملاقات ہوئی۔ کاظمی صاحب نے قصہ لکھنے کی فرمائش کی"۔ ۲۴، جنوری۔

"حبہ خاتون کا مضمون زیرِ کار آیا" ۲۷، جنوری

"آج دن بھر حبہ خاتون کی سوانح زیرِ کار رہی۔ شام کو پروفیسر پشپ، غلام قادر اور نور الٰہی ملاقات کیلئے آئے"۔ ۲۸، جنوری

"حبہ خاتون کی سوانح زیرِ کار رہی۔ ۶ صفحے تک لکھے گئے"۔ ۲۹، جنوری

"دن بھر سوانح حبہ خاتون زیرِ کار رہی۔ ۵ صفحے فیر کئے گئے" ۳۰، جنوری

"قدوائی صاحب اور اسکی اہلیہ کو چند اشعار سنائے۔ سوانح حبہ خاتون کا اصرار رہے"۔ ۳۱، جنوری

"حبہ خاتون کی سوانح زیرِ کار رہی۔ چند صفحے لکھے گئے"۔ یکم فروری

"حبہ خاتون کی سوانح لکھتا رہا، ختم ہوئی۔ اب متفرق حالات باقی ہیں۔ کاظمی صاحب نے آج شیخ صاحب سے میرا اور سوانح حبہ خاتون کا تذکرہ کیا" ۲، فروری سنہ ۵۱ء

"حبہ خاتون کی سوانح زیرِ کار رہی، ایک انگریز نوجوان نے حبہ خاتون پر فلم بنانے کا وعدہ کیا"۔ ۳، فروری

"تاریخ فرشتہ زیرِ مطالعہ ہے۔ حبہ خاتون کی شاعری پر مضمون لکھتا رہا۔ مضمون حبہ خاتون

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کیلئے' کاغذ نہیں' کل دستیاب ہوگا۔" ۵ فروری ہوتے تاریخ مسلم

"کاظمی صاحب نے مجیب کا پتہ دیا۔ سوانح حبہ خاتون اسکو دینی ہے۔ ۲½ بجے گیا۔

آئے انکے ساتھ کار پر روانہ امر تسر ہوا۔" ۹ فروری سب

"مجیب صاحب جامعہ ملیہ میں ملے ۵ ار بھاگن کو مکان پر آئینگے" ۲۱ فروری

"مجیب صاحب کو جامعہ ملیہ فون کیا۔ نہیں ملے۔ حبہ خاتون کی سوانح مکمل ہوئی" ۲۸ فروری

"صبح کو سرکاری گاڑی پر معہ ہمدانی صاحب و دفترش جامعہ ملیہ تک گیا' جامعہ ملیہ دیکھا' مجیب صاحب کو سوانح حبہ خاتون دی گئی۔ کل پرسوں تک ڈرامہ لکھینگے" یکم مارچ

"صبح کو جامعہ ملیہ سے مجیب صاحب کا فون آیا۔ ۶ بجے شام آئینگے۔ مجیب صاحب شام کو آیا۔ حبہ خاتون کا سرسری ڈرامہ بن رہا ہے۔ مجیب صاحب نے چند سوالات پوچھے' یاداشت رکھ لی۔ دو تین دن تک مجیب صاحب کو جوابات کا وعدہ رہا۔" ۱۰ مارچ

"جامعہ ملیہ میں مجیب صاحب کو حبہ خاتون کی یاداشت دی۔ مجیب صاحب نے کہا ۱۵ اپریل تک ڈرامہ تیار ہوگا۔" ۲۰ مارچ

مئی ۱۹۵۱ء کے تیسرے ہفتے میں مجیب کے ڈرامے کا مسودہ کشمیر پہنچا اور وہ خود بھی ۲۴ مئی کو وارد کشمیر ہوئے۔ اقلیم ادب کے شہسواروں کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ جب یہی ڈرامہ جامعہ ملیہ کی طرف سے شایع ہوا' اسکے دیباچے میں مہجور کا شکریہ تو دور کی رہی ذکر تک موجود نہیں۔ پروفیسر مجیب جیسے عالم و فاضل کا اس طرح دوسرے کے مال پر ہاتھ مارنا کچھ بھلا نہیں لگتا۔ حبہ خاتون کی زندگی کے تانے بانے بننے کے عوض مہجور کو تین سو روپے دیئے گئے۔ یہ رقم اُسنے ۵ جون ۱۹۵۱ء کو ناظم تعلیمات مسٹر اسداللہ کاظمی کے دفتر سے حاصل کی۔

اس ڈرامے کو سٹیج کرنے کیلئے سرینگر میں کئی میٹنگیں ہوئیں' واہتورہ کے بھگتوں کی خدمات حاصل کرنے کی بھی کوشش کی گئی۔ کیا یہ ڈرامہ مہجور کی زندگی میں یہاں کبھی سٹیج ہوا' ڈایریوں سے اس بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مہجور دہلی میں :- ۱۹ فروری ۱۹۵۱ء کو مہجور صاحب شیخ صاحب کے ہمراہ کار میں امرتسر کے راستے دہلی کیلئے روانہ ہوگئے۔ دہلی میں آپنے کل ملاکر ایک مہینے اور تیرہ دن قیام کیا۔ دہلی میں قیام کے دوران آپ بیگم شیخ محمد عبداللہ کے ساتھ اجمیر شریف گئے۔ اسکے علاوہ آپنے آگرہ اور فتح پور سیکری کی بھی سیر کی۔ دہلی میں قیام کے دوران مہجور کی مصروفیات کی داستان انکے اپنے الفاظ میں سنیئے۔

۱۰ فروری ۵۱ء - حضرت مجدد الف ثانیؒ کا روضہ دیکھا۔ شیخ صاحب وغیرہ ہمراہ رہے۔ لبسران گورو گوبند سنگھ کی قتل گاہ دیکھی۔ مقبرہ زمان شاہ بادشاہ کابل دیکھا۔ ۶ بجے سرہند سے روانہ ہوکر شام کو دہلی پہنچے۔ ایمپوریم میں ٹھہرے۔ شام کو شیخ صاحب نے پروگرام بنایا بدھ کو اجمیر شریف جانا ہے۔

۱۱ فروری ۵۱ء تمام قافلہ قطب کی لاٹھ دیکھنے کو گیا۔ مولانا سعید ہمراہ ہوئے۔ مہرولی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا مزار شریف دیکھا، غیاث الدین کا مقبرہ دیکھا، وہاں چائے پی لی۔ معتمد خان، شاہ عالم اکبر شاہ ثانی کا مزار شریف دیکھا۔ تغلق قلعے پر گئے وہاں سارے کھنڈرات دیکھے۔
شیخ صادق حسین پاکستان سے آیا ہے۔ مس مردولا سارا بھائی کے ساتھ آیا کشمیری چائے پی۔ شیخ صادق حسین سے ڈاکٹر صوفی کی تاریخ کشمیر کا ذکر ہوا۔ شیخ عبداللہ شام کو اکیلے پنڈت جواہر لال نہرو کی دعوت پر گئے۔

۱۲ فروری ۵۱ء بیگم صاحبہ کے ہمراہ پارلیمنٹ گیا۔ پاس پر داخل ہوا۔ پنڈت جواہر لال نہرو کی تقریر سنی۔ ۱/۲ ۱۲ بجے واپس آیا۔ اور کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر انجینیرنگ نمائش دیکھی گئی آج دینا ناتھ مدت کو دیکھا۔

۱۸ فروری ۵۱ء شام کو بخشی صاحب کے ہمراہ مشاعرہ یوم غالب پر روانہ ہوا۔ مرزا غالب کا مزار دیکھا، فاتحہ پڑھا، پھول برسائے۔ غیر طرحی مشاعرہ کی صدارت ہوئی۔ کشمیری نظم دو تین شعر سنائے۔ رات کا کھانا پریم ناتھ در کے ہاں کھایا۔ مشاعرے پر جگن ناتھ آزاد، عرش ملسیانی، سردار جعفری، غلام ربانی تاباں، شیلا بھاٹیہ اور کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کو دیکھا۔

۱۹ فروری ۵۱ء خواجہ حسن نظامی آیا۔ نظامی بنسری لایا۔ ملاقات ہوئی۔ بیدی صاحب مع فرید آئے ملاقات ہوئی۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

۲۰ فروری ۵۱ء ڈاکٹر پارمو کتاب کا مسودہ لیکر آیا۔ شیخ صاحب کو پیش ہوا۔ پارمو نے تاریخ مسلم عہد لکھی ہے۔ انگریزی ہیں۔ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ پارمو نے کتاب چھوڑی۔ فہرست کتب نقل ہوگی۔

ڈاکٹر پارمو آیا۔ شیخ صاحب پارلیمنٹ گئے ہیں۔ ۶ بجے پارمو پھر آیگا۔ ڈاکٹر پارمو آیا۔ اسکی کتاب شیخ صاحب ساتھ لیجائینگے بغرض اشاعت۔ شیخ صاحب کا جموں جانا پرسوں پر ملتوی رہا۔ کل نہیں جائینگے۔ مرزا افضل بیگ جموں سے آیا۔

۲۱ فروری ۵۱ء شیخ صاحب معہ پارٹی بخشی کو کونسل کیلئے سٹیٹ مینٹ مرتب کرتے رہے۔

۲۲ فروری ۵۱ء اطلاع آئی ہے کہ کشمیری ایسوسی ایشن راقم کے اعزاز میں کل ٹی پارٹی دے رہی ہے۔

۲۳ فروری ۵۱ء ۶ بجے شام ایسوسی ایشن کی ٹی پارٹی ہوئی۔ بخشی صاحب، شیخ صاحب، مولانا سعید اور بیگ صاحب شامل ہوئے۔ پنڈت پریم ناتھ ایڈیٹر آواز کی تقریر ہوئی۔ پارمو بھی آیا۔ راقم نے نظم سنائی اور تھوڑی سی تقریر ہوئی۔

۲۶ فروری ۵۱ء جنگ بہادر آیا۔ ہیلپس کمیٹی کا ممبر بننا چاہتے ہیں۔ شام کو جانکی ناتھ زتشی کھانے پر ملا۔

۳ مارچ ۵۱ء کشمیری پنڈتوں کی دعوت پر لودھی باغ گیا۔ پُر تکلف کشمیری کھانا۔ دعوت پر خواجہ احسن اللہ اور مولانا سعید بھی شامل رہے۔ کھانا کھا کر چند کشمیری نظمیں پیام کی سنائی گئیں۔

۶ مارچ ۵۱ء جموں سے چیف سیکرٹری کا تار آیا۔ لٹریری کانفرنس دہلی میں بحیثیت نمایندہ کشمیر شامل ہونا ہے۔ بامزئی صاحب نے کہا کہ کل تمہارے پاس نمایندگان اخبارات آئینگے۔

۷ مارچ ۵۱ء لکھنو سے موہن لال درد کا خط آیا۔ وہاں آنیکی دعوت۔ جموں سے سرکاری حکم پہنچا۔ ۱۶، ۱۷ مارچ کو دہلی لٹریری کانفرنس میں شامل ہونا ہے۔

۱۰ مارچ ۵۱ء امرناتھ نے اطلاع دی۔ پرسوں نمایندگان پریس آئینگے۔ کلکتہ میں ایشیاٹک سوسائیٹی میں کشمیری قلمی کتابوں کا پتہ چلا۔

۱۲ مارچ ۵۱ء جموں سے مفصل حکم آیا ۱۵ مارچ کو شامل لٹریری کانفرنس ہونا ہے۔ لٹریری

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کانفرنس میں شمولیت کی تحریری اطلاع دی گئی۔ عرش ملسیانی ایڈیٹر ہندی اخبار اور ایڈیٹر انگریزی کشمیر آئے۔ فوٹو اٹھایا گیا۔ ۱۲ کاپیاں۔ مختلف مضامین لکھنے کیلئے یادداشت دی۔ صرف نظم بھیجنا باقی۔

۱۳ مارچ ۵۱ء عرش ملسیانی نے کار بھیجدی۔ کار پر انکے دفتر آجکل پہونچا۔ جوش ملیح آبادی کی ملاقات دفتر پر ہوئی۔ عرش ملسیانی نے تمام دفاتر دکھائے اور چائے پیش کی۔ دیویندر ستیارتھی کی ملاقات ہوئی۔ ہندی آجکل کا ایڈیٹر ہے۔ جوش ملسیانی نے فارسی اردو کشمیری شاعری کا مضمون مانگا۔ آجکل کیلئے۔ جوش صاحب کے ہمراہ کار پر واپس آیا۔

۱۵ مارچ ۵۱ء علی الصبح جموں سے مرزا عارف اور جیالال کول آئے۔ ملاقات ہوئی۔ مرزا عارف کے ہمراہ لٹریری کانفرنس میں شامل ہوا۔ ½۱۰ بجے زیر صدارت ابوالکلام آزاد جلسہ شروع ہوا۔ خطبہ صدارت سُنا۔ ایک بجے واپس آکر کھانا کھایا۔ جیالال کول کلچرل کانگریس سے آیا۔ ½۲ بجے پھر شامل کانفرنس ہوا۔ ۵ بجے کانفرنس ختم ہوئی۔ نوشہری بھی ہمراہ رہا۔ سرکاری بس پر مع عارف صاحب لال قلعہ کو گیا۔ جلسہ کلچرل کانفرنس راجندر پرشاد، نہرو جی، آصف علی کی تقریریں سنیں۔ بہار کے شاعر کی نظم سُنی۔

۲۲ مارچ ۵۱ء پرسوں پروفیسر کول کے ہمراہ جموں جانا مقرر ہوا

کشمیر سے باہر مہجور کو کس قدر عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا اسکا بخوبی اندازہ ان کی ڈایری کے ان چند اوراق سے اچھی طرح ہوتا ہے۔ شیخ صاحب مہجور کے قدردان تھے اور جانتے تھے کہ اس کو اپنے منصوبوں کو بروئے کار لانے کیلئے جس امداد اور حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے وہ انہیں ملے۔ شیخ صاحب کا مہجور کو اپنی بیوی بچوں کے ساتھ جموں سے دہلی کار میں لے جانا اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ شیخ صاحب کو کشمیر اور کشمیری تمدن کی بازیافت کا زبردست احساس تھا۔

شاعری کی ابتداء:۔ محققین نے لکھا ہے کہ مہجور نے اردو میں شاعری کی ابتداء ۱۹۰۵ء سے کی اور کشمیری میں انکی شاعری کی ابتداء ۱۹۱۸ء سے ہوئی۔ خوش قسمتی سے مجھے مہجور کی ڈایری میں انکے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے ایسے مادہ ہائے تاریخ ملے جن سے ان کی شاعری کی ابتداء کے بارے میں گرہیں کھل جاتی ہیں۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اردو میں شاعری کی ابتدا کے بارے میں مادہ تاریخ یوں ہے :- **سخن دانِ کشمیر** ۱۳۳۵ ہجری

کشمیری شاعری کی ابتدا کی نسبت مادہ تاریخ اسطرح ہے :- **کشمیری سخن دان** ۱۳۴۵ ہجری

حساب لگانے سے ۱۳۳۵ ہجری سنہ ۱۹۱۶ء اور ۱۳۴۵ ہجری سنہ ۱۹۲۶ء بنتا ہے۔ اسطرح انہوں نے اردو میں شاعری کی ابتداء سنہ ۱۹۱۶ء میں اور کشمیری شاعری کی ابتداء ۱۹۲۶ء میں کی ہے۔

ان دو قطعہ ہائے تاریخ کے ساتھ اُسی جگہ ایک اور مادہ تاریخ بھی درج ہے، جو یوں ہے۔

کاشتر گونہ ماتہ مہجور ۱۳۰۲ ہجری

سنہ ۱۳۰۲ ہجری جو انگریزی میں سنہ ۱۸۸۴ء بنتا ہے۔ اس مادہ تاریخ سے مہجور کی پیدائش کے سن کی نشاندہی ہوتی ہے اور یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مہجور سنہ ۱۸۸۷ء میں نہیں سنہ ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ تینوں مادہ ہائے تاریخ مہجور کے اپنے ہیں اور میری دانست میں یہ قطعات تاریخ مہجور کی ذاتی تحریر ہونے کے ناطے مستند اور معتبر ہیں اور اس سلسلے میں کئے گئے تمام سابقہ دعوؤں کو رد کرتے ہیں۔[2]

مہجور کے آخرالذکر مادہ تاریخ کشمیری میں کہا گیا دوسرا مادہ تاریخ ہے۔ اس سلسلے کا پہلا مادۂ تاریخ بابا نصیر الدین کا ہے۔ جو اُس نے علمدارِ کشمیر کے اس جہانِ فانی سے اٹھ جانے پر کہا ہے اور اسطرح ہے :-

نُند نوت گوبایہ سورگ

اقبال اور مہجور :- اقبال اور مہجور کے درمیان تعلقات کا تفصیلی ذکر سب سے پہلے عبدالاحد آزاد نے کیا ہے۔ آزاد کے بعد بھی اس موضوع پر کئی بار بات ہو چکی ہے مگر کسی نے بھی اس مادۂ تاریخ کا ذکر نہیں کیا ہے جو مہجور نے علامہ مشرق کی وفات پر کہا ہے۔ ۲۳ اپریل سنہ ۱۹۳۸ء کو مہجور نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے :-

"سنا گیا کہ علامہ سر محمد اقبال فوت ہوا ہے"۔ اس عبارت کے نیچے یہ مادہ تاریخ درج ہے[3]

آہ اقبال! آفتاب آسمان شاعری

۱۳۵۷ ہجری

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اپریل ۱۹۴۷ء میں مہجور کو "مکاتیب اقبال" پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ کتاب کو پڑھ کر آپ نے ۹ اپریل کو اپنی ڈایری میں مندرجہ ذیل تاثرات درج کئے ہیں:-

"محمد امین نور محمد کتب فروش سے دستور السالکین لایا۔ جلد بندی کیلئے دیا گیا۔ مکاتیب اقبال کتاب لایا۔ رات کو مکاتیب زیر مطالعہ رہے۔ راقم کا نام ظہور الدین مہجور غلط درج ہوا ہے۔"

مہجور کا حلقہ تلمذ:- مہجور کے حلقہ تلمذ میں کون کون سے لوگ شامل تھے جنہوں نے ان سے اکتساب فن کیا۔ اس سلسلے میں عبدالاحد آزاد کا نام زبان زد ہے۔ آزاد نہ صرف شاعری میں مہجور کے حلقہ تلمذ میں شامل تھے بلکہ "کشمیری زبان اور شاعری" لکھتے وقت بھی وہ مہجور سے ضرور صلاح لیتے اور ان کی رائے طلب کرتے تھے۔ اس بات کے کافی شواہد موجود ہیں کہ مضامین لکھنے کے بعد وہ یہ مضامین مہجور صاحب کو سناتے اور ان کی رائے جان لیتے تھے۔ آزاد کے بعد اس ضمن میں مہجور نے مرزا غلام حسن بیگ عارف کا ذکر کیا ہے۔ عارف صاحب نے اگرچہ اس حقیقت کا اب تک اعتراف نہیں کیا ہے کہ انہوں نے مہجور سے فیضان حاصل کیا ہے مگر آخر الذکر نے ۱۴ فروری ۱۹۴۵ء کو اپنی ڈایری میں لکھا ہے:-

"مرزا غلام حسن بیگ آیا۔ اسکا کلام دیکھا دوستی ہوئی"۔ آگے چل کر انہوں نے ۲۷ فروری ۱۹۴۵ء کو لکھا ہے:- عارف

"گھر پر نظم غلام حسن بیگ کا تعارف لکھا نظم نقل ہوگئی"۔

محمد الدین فوق اور مہجور میں بہت ہی گہری دوستی تھی "تاریخ اقوام کشمیر" لکھنے میں جو مدد مہجور نے انہیں بہم پہنچائی ہے۔ وہ الگ سے ایک مکمل مضمون کا موضوع بن سکتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ اس کتاب کا شریک مصنف مہجور کو بھی ہونا چاہیئے تھا۔ اسی طرح غلام محی الدین صوفی کو "کشیر" لکھنے میں مہجور کی مدد شامل حال تھی، چنانچہ دبے الفاظ میں صوفی نے اس مدد کا اعتراف بھی کیا ہے۔

مہجور کی شخصیت ایک ہمہ جہت شخصیت تھی۔ وہ ایک سرمست اور شاعر ہونے کے علاوہ ایک تاریخ شناس اور عالم بھی تھے۔ انہیں کشمیر کے بلوہ صد رنگ حسن اور اسکی ثقافت پر ناز تھا۔ مہجور کی شاعری پر تو لکھا جاتا رہا ہے اور لکھا جائیگا مگر انکی شخصیت کو سمجھنے کیلئے ایک انداز نظر کی ضرورت ہے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

حواشی

۱۔ کلچرل اکیڈیمی کے شایع کردہ "کلیات مہجورؔ" میں ان کے نثری کارناموں کا پورا ذکر آ گیا ہے اور ابتداء میں ہی لکھا گیا ہے کہ یہ ان کا صرف کشمیری کلیات ہے ورنہ ان کے اردو نثری کارناموں کو لیا جائے تو کلیات کی کئی جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ (محمد یوسف ٹینگ)

۲۔ مجھے ساقی صاحب کے اس بیان سے بنیادی اختلاف ہے اور یہ شدہ پریشان خواب مااز کثرت تعبیر ما" والا معاملہ نہیں ہے۔ میرے پاس مہجورؔ اور ابن مہجورؔ کی اپنے دستخط کی تحریریں ہیں جن میں ان کا سال پیدائش ۱۸۸۷ء لکھا گیا ہے۔ خود ابن مہجورؔ نے کافی تحقیق کے بعد ان کے تمام سوانحی کوائف کو ایک ورق پر تاریخ وار لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی نظر میں مہجورؔ کی بیان کردہ پرانی تاریخیں بھی تھیں لیکن انہوں نے انکو مسترد کر کے تاریخ ولادت یوں تحریر کی:

"۱۱۔ اگست ۱۸۸۷ء پیدائش متری گام بوقت شب بروز جمعرات ۱۲۔ ذی قعدہ ۱۳۰۴ھ۔"

جیسا کہ ساقی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ مادۂ تاریخ مہجورؔ نے اپنی پیدائش کے بہت بعد لکھے ہیں ظاہر ہے کہ مہجورؔ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی تھی جسے بعد میں ابن مہجورؔ نے ٹھیک کر دیا۔ ویسے بھی شمار یات میں ابن مہجورؔ اپنے والد سے ایک قدم آگے تھے اور یہ بات ساقی صاحب نے میرے سامنے تسلیم کی ہے۔ بعد میں مہجورؔ کا کچھ ڈائریوں کے سرورق پر سن ولادت ۱۸۸۷ء درج کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ابن مہجورؔ کے نظریئے سے متفق ہو گئے تھے۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ جہاں ساقی نے باقی جگہ ڈائری کی تاریخوں کا حوالہ دیا ہے اس جگہ انہوں نے تاریخ درج نہیں کی ہے۔ ان کی ڈائریوں میں یہ تاریخ بار بار انہیں کے خط میں نظر آتی ہے۔ ابن مہجورؔ نے تو ۱۱۔ اگست ۱۸۸۷ء کی تاریخ کو صحیح مان کر ان کے یوم پیدائش کو منانے کا سلسلہ بھی شروع کیا تھا اور اس سلسلے میں ریڈیو کشمیر اور اکیڈیمی کی توجہ بھی دلائی تھی۔

(محمد یوسف ٹینگ)

۳۔ یہ مادۂ تاریخ "تعمیر" کے مہجورؔ نمبر (۱۹۵۷ء) میں شایع ہو چکا ہے۔ (ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

میرزا محمد زمان آزردہ

آثارِ مہجور

کشمیری شاعری کا خیال آتے ہی غلام احمد مہجور کا نام ذہن میں ضرور آتا ہے۔ کشمیری زبان کے شعراء میں مہجور جیسے مقبول اور خوش فکر شاعر بہت کم ہوئے ہیں۔ کشمیر کا علاقہ دشوار گزار راستوں کی وجہ سے ہمیشہ ہی اپنے اندر سمٹا رہا ہے اور اس کا اثر یہاں کی ہر چیز، یہاں کے رہن سہن، ملنے ملانے کے طریقوں، تہذیبی آثار، طہور مدنیت، فنون لطیفہ وغیرہ میں موجود ہے۔ اس میں بیشتر چیزیں خود رو ہیں بالکل ایسے ہی جیسے جنگلی گلاب۔ اس کا رنگ اور اس کی مہک کسی باغبان کی مشقت کا نتیجہ نہیں ہوتی۔ بلکہ فطرت خود اس کی آبیاری کرتی ہے۔ ہوا اس کی صفائی کرتی ہے اور شبنم اس کی پتیوں کو تر و تازگی بخشتی ہے۔ کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت نہ تو اس کی شاخ تراشی ہوتی ہے، نہ زاید گھاس ہٹا دی جاتی ہے اور نہ چمن بندی کا کوئی اہتمام ہوتا ہے۔ دوسرے فنونِ لطیفہ کی طرح شعر و ادب میں بھی یہاں کا یہی حال رہا۔ چنانچہ ہمارے اکثر شاعروں نے خارجی حالات اور واقعات کی طرف آنکھ اٹھا کے دیکھا بھی نہیں۔ جیسے یہ وادئ کشمیر زیرِ آسمان فطرت کی گود میں کھیلنے والی ندیوں میں صرف اپنا ہی عکس دیکھتی رہی اسی طرح یہاں کی شاعری آپ اپنا معیار اور آپ اپنی کسوٹی قرار پائی۔ ظاہری خوبیوں پر ہمیشہ جہانِ معنی کو ترجیح ملتی رہی۔ خارجی حسن پر باطنی پاکیزگی کو اہمیت دی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

جاتی رہی۔ یہی سبب ہے کہ یہاں کے شعراء کے خیال اچھوتے حسن کا نمونہ ہیں۔ ان کی حیثیت ان جنگلی شہزادیوں کی سی ہے جو بہتے ہوئے پانی میں اپنا عکس دیکھ کر خود ہی اپنے اوپر فریفتہ رہتی ہیں۔ وہ اظہار چاہتی ہیں۔ چاہے کوئی دیکھنے والا ملے یا نہ ملے۔ ان کی وضع قطع میں کسی طرح کا تصنع نہیں ہوتا لیکن فطری ترو تازگی اور خداداد مستی انگ انگ پر چھائی رہتی ہے۔ ان کا لباس درزی کی قینچی اور نقلی رنگوں کا مرہونِ منت نہیں بلکہ یہ قبائے گل کی طرح قدرت کی بوقلمونی اور فطرت کی دراز دستیوں کا نتیجہ ہے۔ ان کی ادائیں سکھلائی ہوئی نہیں معلوم ہوتیں بلکہ ان میں بچے کی معصوم مسکراہٹ اور توتلی زبان کی لڑکھڑاہٹ کا لطف موجود رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح ہمارے یہاں کی شاعری میں طمطراق اور دھوم دھڑا کا نہیں۔ یہاں کے شعراء کا کلام اپنا آئینہ خود ہے تعلیم جو شعر کے لئے زیور کا کام کرتی ہے اس کی کائینات بھی محدود رہی۔ عموماً کریما، پندنامۂ عطار، بوستان سعدی اور "پنج گنج نظامی" پر ہی اس کی دنیا مشتمل ہوتی تھی اور ان کے اثر سے بھی نگاہ باہر کے مقابلے میں اندر کی دنیا کو ترجیح دیتی تھی۔ اظہار کی صورتیں، صوفیانہ موسیقی کی محفلوں تک محدود تھیں اور ان محفلوں کا حاصل بھی یہی ہوتا تھا۔ اسلئے عموماً ہمارے شعراء اندر کی دنیا آباد کرنے میں مسرّت محسوس کرتے تھے۔ پھر یہاں کے سیاسی حالات بھی ایسے رہے کہ انسان اپنے آپ سے باہر آنا اپنے لئے مشکل محسوس کرتا تھا۔ یہاں تک کہ باہر کی دنیا سے لطف لینے کی حس ہی مفقود ہو گئی تھی۔ بے شک اس میں اس زمانے کی تعلیم کا بھی بڑا دخل رہا ہو گا۔

اس خول سے باہر آنے کی کوشش سب سے پہلے رسول میر نے کی۔ انہوں نے اپنے کلام میں خارجی پہلو کو اسطرح سے شامل کر لیا کہ لگتا ہے اس سے قبل کی شاعری کسی بند کمرے میں سانس روکے ہوئے بیٹھی تھی۔ اس کیفیت کو میرے نزدیک صرف اسی طرح سے بیان کیا جا سکتا ہے کہ رسول میر کے کلام میں یہاں کی شاعری نے پہلی بار آنکھ اٹھا کے نظارۂ حسن کیا۔ اس سے قبل ایک طرح کا شرمیلا پن پایا جاتا تھا۔ آنکھ اٹھا کے دیکھنا جیسے عمل ممنوعہ ہو گیا تھا۔ کلام رسول میر نے پہلی بار ظاہری حسن کی موجودگی کا احساس دلایا۔ حسن کے تقاضوں اور انسان کی حسن شناسی کا بھید بتایا۔ رموز حسن کا یہ پہلو اس سے پہلے ہماری شاعری میں مفقود ہے۔ رسول میر کے بعد اگر کسی نے مسلکِ حسن کو اپنا جادۂ افتخار بنایا تو وہ غلام احمد مہجور ہیں۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مہجور کے ہاں آکر کے اس خارجی دنیا نے اپنے قدو قامت کا شدید احساس دلایا۔ اس کے چہرے سے کئی اور پردے ہٹ گئے اور اسطرح اس کے خطوط واضح اور صاف ہوگئے۔ کسی طرح کے ابہام نے اس کو ظاہر ہونے سے باز نہیں رکھا۔ غلام احمد مہجور نے شاعری کی طرح اپنی ذاتی زندگی میں بھی روایات سے انحراف کی کوشش کی۔ ان کا آبائی پیشہ پیر مریدی کا تھا۔ یہ چاہتے تو اپنی زندگی نذرونیاز کے سہارے آرام سے گزار سکتے تھے مگر انہوں نے محنت سے چار پیسے کمانے کو اس آرام و آسائش پر ترجیح دی۔ انہوں نے اس زمانے کے طور طریقوں کو بالائے طاق رکھ کر بڑی جرات کے ساتھ اپنے والد سے کہدیا:

"ایک توانا اور تندرست پیرزادے کو صدقہ، خیرات اور نذرونیاز لینے کا کیا حق حاصل ہے؟ پیری کی خدمت انجام دینے سے غریب مرید کو کیا نعم البدل مل سکتا ہے؟ آخر اس آمدنی کا کیا نام ہے، جو محنت و مشقت کے بغیر حاصل ہوگی؟ میں ایسی مفت خوری کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہتا ہوں۔ میں خود کما سکتا ہوں۔ خدا نے تندرستی علم اور عقل بخشی ہے۔۔۔ ہوتے ہوئے ایک غریب کے گھر موٹے گھوڑے پر خدمت گار کو ساتھ لے کر بڑے جاہ و حشم سے جا کر کباب اور مرغن کھانا پسند نہیں کرتا۔ میں کسی امیر کی نوکری کر کے چار پیسے کمانے کو ایسے طرز معاش پر ترجیح دیتا ہوں" ؎

اسی حقیقت پسندی کے پیش نظر انہوں نے سرکاری ملازمت کی۔ سرکاری ملازمت میں انہیں بڑی تکلیفیں اٹھانا پڑیں۔ بار بار کی معطلی، تنخواہ کا نہ ملنا اور اپنے سے کم تجربہ اور کم لیاقت رکھنے والوں کے مقابلے میں ترقی کے معاملے میں نظر انداز کیا جانا، یہ سب باتیں ملازمت سے دستبردار ہونے اور آبائی پیشہ کی طرف لوٹ کے آنے پر مجبور کررہی تھیں۔ مگر مہجور نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ اپنے حق کے لئے لڑتے رہے اور ان مصائب کو آبائی پیشہ پر ترجیح دی۔ ملازمت میں سب سے مشکل منزل وہ آتی ہے۔ جب بغیر کسی خطا کے ترقی روک دی جائے، قابلیت اور لیاقت کے مطابق حکام عزت نہ دیں اور کم تجربہ اور بے لیاقت لوگوں کی حوصلہ افزائی کرکے، صاحب لیاقت ملازمین کے وقار کو مجروح کیا جائے۔ مہجور کے ساتھ یہ سب ہوا۔ ان کا اپنا بیان ہے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

"۱۹۶۵ء میں چوہدری خوشی محمد ناظرؔ سیٹلمینٹ آفیسر صاحب نے مجھ کو چھ روپے کا پٹواری بنایا تھا۔ آج بارہ سال کے بعد ۱۹۷۷ء (۱۳ روپے) کا پٹواری ہوں۔ گویا میں نے بحالت مجموعی ۱۸ آنے دو پائی سالانہ ترقی پائی۔ ۱۹۶۵ء میں میرے ساتھ جو لوگ بہ حیثیت پٹواری کام کرتے تھے۔ ان میں سے بطور نمونہ چند اشخاص کے نام پیش کروں گا جو کہ ابھی تک زندہ ہیں (۱) پنڈت وشیشنہ بٹ (۲) پنڈت گوبند بٹ (۳) پنڈت آنند رام (۴) پنڈت دینا ناتھ (۵) پنڈت مکند رام (۶) پنڈت گوانشہ لال کول ــــ ان میں سے ۱ء آج کل وزارت بارہمولہ کا صدر محاسب ۳۰ روپے ماہ دار پر اور ۲ء لغایت ۴ء دیلی کشمیر میں ۲۵ روپے سے ۴۱ روپے تنخواہ پانے والے گرداور اور قانونگو ہیں ۵ء و ۶ء نائب تحصیلدار ان ہیں، اہلکاران مذکورہ کی علمی لیاقت کسی طور پر مجھ سے زیادہ نہیں ہے، بلکہ بہ لحاظ کارکردگی، تجربہ و تحریر قابلیت کے میں ان سے بدرجہا بہتر ہوں۔ میں نے بھی ترقی کے لئے ہر وقت کوشش کی تھی۔ مگر ایک گرداور اور قانونگو سے لے کے سیٹلمنٹ آفیسر تک تمام آفیسر غیر مسلم تھے اسلئے مجھے کبھی ترقی نصیب نہ ہوئی .... میرے دل میں اس بات کا سخت افسوس رہا کہ آیا میرے برخلاف کیا شکایت تھی اور کس جرم کی پاداش میں میرے ساتھ اس قدر سختی کا سلوک ہوا۔"

اس موقعے پر اس بات کا ذکر قارئین کے لیے بڑا دلچسپ ہوگا کہ اس ظلم و ستم کا حقدار سمجھے جانے والے مہجور کا جرم یہ تھا کہ وہ پڑھا لکھا ہے، اخباروں میں مضمون لکھتا ہے، اخبار گھر پر منگواتا ہے اور مشاہیر کے ساتھ خط و کتابت رکھتا ہے۔ غرض یہ حالات ایسے تھے کہ کوئی بھی ذی شعور آدمی اس گھٹن کے باعث اپنا گریبان پھاڑ کر اداروں پر کنکر پتھر پھینکنے لگے گا ــــ لیکن مہجور کی طبیعت اس ظلم و ستم کے باوجود نہ تو ملازمت کو ترک کرنے پر مائل ہو سکی نا ہی اپنے آبائی پیشے میں پناہ لینے پر آمادہ ہو سکی۔ یہ بہت بڑی آزمائش ہے مہجور جیسے شاعر کی غیور طبیعت نے اس ظلم و ستم کو کیسے گوارا کر لیا سمجھ میں نہیں آتا۔ اصل میں ان آزمائشوں میں قلم نے ان کو بڑا سہارا دیا۔ اور وہ شاعری کی دنیا میں اپنے دل کی بھڑاس نکالتے رہے۔ ایک طرف

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

وہ اپنے احساسات کو اپنے قلم کے سہارے محفوظ کرتے رہے اور دوسری طرف نفسیاتی اعتبار سے اپنی توجہ دوسری طرف ہٹاتے رہے۔ مگر ان باتوں کے باوجود اپنے حقوق کے لئے جدوجہد بھی کرتے رہے۔ چونکہ یہ باتیں میرے حیطہ، موضوع میں نہیں آتیں اسلئے ان پر تفصیل سے کسی اور موقعے پر بحث ہوگی۔ مگر اس کے باوجود یہ بات تو بار بار دہرانا پڑے گی۔ کہ کوئی کشمیری شاعر اپنی زندگی میں اسقدر مقبولیت حاصل نہ کر سکا جتنی شہرت اور مقبولیت مہجور کو ملی۔ ایک تو وہ خود سفر کرتے رہے اور دوسرے عام لوگوں کو ان کے شعر متاثر بھی کرتے تھے۔ چنانچہ عام لوگ ان کا کلام گاتے تھے اور گانے والی ٹولیاں گاؤں گاؤں جا کر ان کے شعر لوگوں کو گا کر سناتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام ۱۹۲۰ء سے اب تک برابر شایع ہوتا رہا اور ہر حصہ ہزاروں کی تعداد میں برابر چھپتا رہا۔ کسی کشمیری شاعر کا کلام اتنی بار اور اتنے ایڈیشنوں میں نہیں چھپا ہے۔ مہجور کا کلام رومن رسم الخط اور دیوناگری رسم الخط میں بھی چھپا۔ گزشتہ برس محمد یوسف ٹینگ نے یہ سارا کلام جمع کر کے مقدمہ اور حواشی کے ساتھ کلیاتِ مہجور کے نام سے مرتب کیا اور اسے جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگوئجز نے بڑی محنت اور توجہ سے شایع کرایا۔

کلامِ مہجور کے کثیر الاشاعت ہونے کے باوجود بعض قلمی آثار اب تک اوراقِ پریشاں کی صورت میں ہے۔ ان آثار میں بیشتر ابھی زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکے ہیں۔ اور اگر ان میں سے کوئی چیز کہیں کسی رسالہ میں چھپی بھی ہے وہ نایاب ہونے کی حد تک کم یاب ہے۔

راقم کو محمد احمد اندرابی اور بابلال مہجور کی وساطت سے ایسی کچھ چیزیں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان میں بعض فنی اعتبار سے کسی بڑی اہمیت کی حامل نہیں ہیں مگر یہ آثار چونکہ ایک بڑے شاعر، عالم اور محبِ وطن سے منسوب ہیں اسلئے ان کا محفوظ کرنا نہ صرف ادبی خدمت بلکہ قومی امانتداری بھی ہے۔ اسی خیال کے پیشِ نظر ان آثار کو آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اردو کلام۔ بقول آزاد مہجور نے ۱۹۱۲ء کے بعد فارسی کو ترک کر کے اردو میں شعر گوئی شروع کی۔ لیکن ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ۱۹۱۲ء سے قبل بھی اردو میں شعر کہتے تھے کیونکہ ان کی ایک غزل پر ۱۸ مارچ ۱۹۱۱ء کی تاریخ درج ہے۔ بقول آزاد مہجور کی یہ غزل ۱۹ اشعار پر مشتمل تھی لیکن اسکے صرف

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

چھ شعر مل سکے ہیں جو یہاں پیش کئے جاتے ہیں :-

تشنۂ غم کے لئے وصل کا جام اچھا ہے
عندلیبوں کے لئے گل کا پیام اچھا ہے

در دولت پہ گئے بار نہ پایا اے دل
تو ہے بیکس تجھے عزلت کا مقام اچھا ہے

راز سربستہ کی دل میں ہے حفاظت لازم
مال رکھنے کے لئے مالِ گودام اچھا ہے

اجڑے غاروں میں رہا کرتے ہیں رہزن چھپ کے
قلب مضطر ہی میں دلبر کا قیام اچھا ہے

دل سے بہتر ہے کہ آنکھوں پہ بٹھائیں انکو
اوج پر ہوئے اگر طالع تمام اچھا ہے

زلف اور خال کو مہجورؔ یہ سمجھائیں سنے
طائر دل کے پھنسانیکو یہ دل اچھا ہے

ایک اور نظم پر ۲۶ مارچ ۱۹۱۱ء کی تاریخ پڑھی ہے۔ مگر یہ نقل بہت ہی ناقص ہے۔ یہاں صرف اس کے آخری بند کے نقل کرنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے :-

رندوں میں تو خاموشوں میں   تو پاؤں میں تو دوشوں میں
جبلوں میں تو روپوشوں میں   مستوں میں تو مدہوشوں میں

تو مہجور کے گوشوں میں
تو اسلئے دُرِ مدنی

۱۹۱۱ء ہی میں ترال کے راجہ عبدالرحمان صاحب فارسٹر محکمۂ جنگلات کی خاطر سات اشعار پر مشتمل یہ غزل لکھی گئی تھی۔ جو مطبوعہ شکل میں کہیں نظر سے نہیں گزری :-

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

آہ مجھ پر پھر ستم ہونے لگا — دور جب سے وہ صنم ہونے لگا

حالِ زارِ قلبِ مضطر سینے پر — خونِ دل سے اب رقم ہونے لگا

گل رخوں کی بے وفائی دیکھ کر — بارِ غم سے سرو خم ہونے لگا

جب سے وہ دلبر جدا مجھ سے ہوا — ہم نشین رنج و الم ہونے لگا

یار بن محفل میں کچھ رونق نہیں — شربتِ غم جامِ جم ہونے لگا

وصل کی شب ہجر میں ساری کٹی — مہر ہوتے صبح دم ہونے لگا

دیر سے رخ پھیر کر مہجور آج

داخلِ بیت الحرم ہونے لگا

تضمین — ۱۹۲۲ء کا لکھا ہوا ایک مخمس بھی ملتا ہے جس میں سودا کی ایک غزل کو تضمین کیا ہے جس کا مطلع ہے

نے بلبلِ چمن نہ گلِ نودمیدہ ہوں — میں موسمِ بہار میں شاخِ بریدہ ہوں[۹]

مخطوطے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مخمس سرینگر میں نظم ہوا ہے۔ اس مخمس سے مہجور کے کثیر المطالعہ ہونے کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ اردو کے اور اساتذہ کے علاوہ سودا کے کلام میں بھی انہیں دلچسپی تھی۔ یہ تضمین مہجور کی خود اعتمادی اور شاعرانہ جرأت کی غماز ہے۔ روانی اور الفاظ کا انتخاب اس کے خاص اوصاف ہیں۔ یہ مخمس اس سے قبل "تعمیر" کے مہجور نمبر میں شائع ہوا ہے مگر شیرازہ کے جس شمارہ کے لئے یہ مضمون لکھا جا رہا ہے اس کی حیثیت آیندہ کے لئے ایک دستاویز کی ہوگی۔ اسلئے قارئین کی دلچسپی کے پیش نظر اس مخمس کو یہاں بھی پیش کیا جاتا ہے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

آتے ہیں دور دور سے رندانِ خوش خرام
وہ مستِ بادہ اور میں رہتا ہوں تشنہ کام

اپنی کمی و بغر کی بشنو یہ صبح شام
گریاں بشکلِ شیشہ ہوں خنداں بطرزِ جام

اس میکدے کے بیچ عبث آفریدہ ہوں

ناواقفِ حیات و ممات اور گرم سرد
ناآشنائے فرقِ سفید و سیاہ و زرد

مہجور سن یہ حکمتِ اقوالِ نیک مرد
میں کیا ہوں اور کون ہوں؟ سودا القول دد

جو کچھ بھی ہوں میں سو غرض آفت رسیدہ ہوں"

اس مخمس سے مہجور کی صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ سودا جیسے پختہ کلام استاد کے اشعار کو تضمین کرنا معمولی شاعر کا کام نہیں۔ زبان اور خیال دونوں میں ایک بھی کہیں اَنمل اور بے جوڑ نظر آئے تو سارا مزا جاتا رہے گا۔ مہجور نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا سوا اس کے کہ کہیں کہیں بے ضرورت عیبِ تنافر پیدا ہو گیا ہے۔

بقول آزاد ۱۹۹۱ بکرمی میں سرینگر کی نمائش گاہ میں ہونے والے مشاعرے میں مہجور نے کشمیری غزل کے علاوہ ایک اردو غزل بھی پڑھی تھی۔ کشمیری غزل "باغِ نشاط کے گلو....." تھی۔ اردو کا مشاعرہ طرحی تھا مصرعِ طرح غالب کا تھا عہد گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو — عبدالاحد آزاد نے اس غزل کے پانچ شعر اپنی کتاب[۱۷] میں شامل کئے ہیں۔ راقم کو جو مسودہ دیا گیا ہے۔ اس میں ۹ شعر ہیں۔ اس خیال سے کہ پوری غزل اب تک کہیں شایع نہیں ہوئی ہے۔ یہاں اسے اس احتیاط کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ جو اشعار آزاد کی کتاب میں شایع ہو چکے ہیں ان کے ساتھ 'م' یعنی مطبوعہ اور پہلی بار شایع ہونے والے اشعار پر 'غ م' یعنی غیر مطبوعہ کی نشانی موجود ہو۔

دل درد آشنا میرا کسی سے ہمزباں کیوں ہو 'م' عیاں انجام ہو جس کا وہ میری داستاں کیوں ہو

نہ سوچا پہلے کیا انجام ہوگا دل کے سودا کا 'م' دمِ ہنگامہ آرائیٔ غم سود و زیاں کیوں ہو

کیا بادِ صبا نے حسنِ گل کا چار سو شہرہ 'م' چمن میں آج گلچیں کو ہراس باغباں کیوں ہو

نکالا گوشۂ عزلت سے اس کو میرے نالوں نے 'م' میری آہ و فغاں سن کر وہ مجھ پر مہرباں کیوں ہو

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

نیاز و ناز کی باتیں تکلف سے ہیں بالاتر   'غ م'   تکلم میں گل و بلبل کے مالی ترجمان کیوں ہو

بہا ہے اشک کے ہمراہ میر کارواں ہو کر   'غ م'   جو سرمہ کی طرح ہو بے وفا وہ رازداں کیوں ہو

بدل دی رخ کی زردی غازۂ مغرب کی سرخی نے   'غ م'   قدیمی وضع کا پابند اب ہندوستاں کیوں ہو

رہ کوئے صنم گوشہ نشین زاہد بتائے کیا   'غ م'   جو منزل سے ہو نا واقف وہ میر کارواں کیوں ہو

پئے تسکین دل لازم ہے اے مہجورؔ خاموشی
'غ م'
خیالِ بیش و کم تا کے! گمانِ این و آں کیوں ہو

مہجورؔ نے ایک نظم 'خطاب بہ مسلم کشمیر' کے عنوان سے کہی تھی۔ بقول آزادؔ مہجورؔ نے یہ نظم علامہ اقبال کی مشہور نظم "خطاب بہ مسلم" کے زیر اثر لکھی ہے[۱۲]۔ یہ نظم 'اخبار کشمیر' لاہور مورخہ ۶ جون ۱۹۲۸ء کو شایع ہوئی ہے۔ آزادؔ نے اس کا ایک انتخاب "کشمیری زبان اور شاعری" میں شامل کر لیا ہے۔ راقم کے سامنے اخبار کشمیر کا متذکرہ پرچہ نہیں ہے۔ اسلئے نہیں کہہ سکتا کہ یہ نظم پوری کی پوری شایع ہوئی تھی یا نہیں۔ راقم کو جو مخطوط دستیاب ہوا ہے۔ اس میں اس نظم کے ۱۷ اشعار درج ہیں۔ آزادؔ نے گیارہ اشعار شایع کئے ہیں۔ اس خیال سے کہ نظم ایک جگہ محفوظ ہو جائے یہ پوری نظم یہاں پیش کی جاتی ہے۔ جن اشعار کے ساتھ 'م' یعنی مطبوعہ لکھا گیا ہے وہ عبدالاحد آزادؔ کی کتاب "کشمیری زبان اور شاعری" سے متعلق ہیں اخبار کشمیر کے محولہ بالا پرچہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ نظم یہ ہے ؎

بتا اے مسلم کشمیر کبھی سوچا بھی ہے تو نے   م   تو ہے کس گلشن رنگین کا برگ شاخ عریانی

ترے اسلاف وہ تھے جن کے علم و فضل کے آگے   م   ادب سے جھکتے تھے دانشوران ہند و ایرانی

شہنشاہ معظم شاہ زین العابدین بادشاہ   م   کیا اکبر نے جس سے کسب آئین جہانبانی

نظیر اسکی دکھا سکتا نہیں یہ چرخ دولابی   م   اگر لاکھوں برس کرتا رہے گا چرخ گردانی

ہنرمنداں عالم خوشہ چین تھے ترے خرمن کے   غ م   اسی سرچشمہ علم و ادب سے لیتے تھے پانی

بخوبی یاد ہے ابتک سخن سنجان عالم کو   م   غنیؔ کی نکتہ سنجی شیخ صرفیؒ کی سخندانی

وہ شاہنشاہ بالتقویٰ وہ فخر تاج چغتائی   م   وہ جسکی زندگی کا شغل تھا دیں کی نگہبانی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

تیرے بیپارہے وطن کو قبۂ اسلام کہتے تھے ۔ م ۔ گواہی کے لئے موجود ہیں احکام سلطانی

وہ شمع ملت بیضا مجدد الف ثانی کا ۔ م ۔ سراہلِ طریقت مالک ملک خدادانی

تیرے آبا کے شاگرد ہیں انکا نام نامی ہے ۔ م ۔ وہ فخر اکرتے ہیں اس فیضیابی کی ثنا خوانی

غرض بے مثل تھے اسلاف تیرے حسن و خوبی میں ۔ م ۔ مگر اب قابل ماتم ہے تیری خانہ ویرانی

شکستہ حالی بغداد پر ہے نوحہ خواں سعدی ۔ م ۔ پئے اسپین ہے اقبالؔ محوِ مرثیہ خوانی

مگر کشمیر میں ویراں ہوا اسلام کا گلشن ۔ م ۔ کوئی کرتا نہیں جز آب شبنم اشک افشانی

نہیں باقی رہا اسلاف کا کوئی نشان تجھ میں ۔ م ۔ وہ تھے محنت کے عادی گدا اور تو مست تن آسانی

وہ چمکے آسمانِ علم پر شمس و قمر بن کر ۔ م ۔ پڑا تو قعرِ ذلت میں بروے جہل و نادانی

مٹایا ملت بیضا نے جس باطل پرستی کو ۔ م ۔ تعجب قبۂ اسلام میں اسکی ادا فی

زبان پر نام حق دل میں بتانِ شوخ کی الفت ۔ م ۔ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

سری نگر ہی میں ۱۹۲۹ء سیر نشاط باغ کے عنوان سے مسدس کا ایک بند ملتا ہے۔ اس بند میں کوئی خاص بات سوا اس کے نہیں ہے کہ یہ آثار مہجور میں سے ہے۔ گمان غالب یہ ہے کہ مہجور نے کوئی طویل نظم کہنے کا ارادہ کرلیا ہوگا اور صرف ایک بند کہہ کے ارادہ بدل دیا یا کوئی اور بات مانع ہوئی۔ ان اشعار میں بھی سوداؔ کا اثر دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ اشعار بھی مطبوعہ شکل میں راقم کو کہیں نہیں ملے اسلئے یہاں پر درج کئے جاتے ہیں کہ محفوظ ہو جائیں۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ایک اور غزل جو مطبوعہ صورت میں راقم کی نظر سے اب تک نہیں گزری ہے، یہاں پیش کی جاتی ہے۔ غزل سات اشعار پر مشتمل ہے۔ مسودے سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ غزل کب اور کہاں کہی گئی ہے۔ گمان غالب یہ ہے کہ مہجور کا ابتدائی کلام ہے۔ غزل یہ ہے:

عاشق بیدا ہیں پر قیس بیاباں اور ہے
شیر قالین اور ہے شیر نیستاں اور ہے

قتل کا فتویٰ دیا قاضی نے اس سے کیا ہوا
نیم بسمل جس سے ہوں وہ تیغ براں اور ہے

باغ شالامار کا سودا میرے سر میں نہیں
جس چمن میں ہے میرا گل وہ گلستاں اور ہے

طعنہ اغیار جسم ناتواں پہ تیر ہیں
جس سے زخمی دل ہوا وہ تیر مژگاں اور ہے

دلبر طناز کا اس خاک پر منزل نہیں
شاہ خوباں کے لئے اک کاخ و ایواں اور ہے

مثل اسکندر نہیں ظلمات کا سودا مجھے
جس کا ہوں میں تشنہ لب وہ آب حیواں اور ہے

نالۂ مہجور سن کر جب لگا کہنے وہ صنم
شعر تو کہتے ہو اچھے پر داغ سخنداں اور ہے

اس غزل میں تغزل اور انتخاب الفاظ قابل توجہ ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اردو شاعری میں مہجور کوئی نیا پن لانے کی فکر میں نہیں تھے بلکہ روایت کے راستے پر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے آگے چلتے رہے۔

غیر مطبوعہ اردو کلام کے سلسلے کی آخری کڑی جسے راقم آپ کی خدمت میں پیش کرنے جا رہا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے ایک نظم ہے اردو میں مگر اس کا عنوان ہے "خطاب بہ زبان کشمیری"۔ چار بندوں پر مشتمل یہ نظم بھی مخمس ہی ہے اور راقم کی نظر میں اب تک غیر مطبوعہ ہے۔ ے

ذرا اے کاشمیری زندگی کی شان پیدا کر — زبان شیریں مثالِ بلبلِ نالاں پیدا کر
دمِ آتش فشاں اور سینہ بریاں پیدا کر — نگہ میں جذبہ دل میں حسرت و ارماں پیدا کر
تو ہر محفل میں چھا جانے کے ذرا سامان پیدا کر

وقوفِ قربِ درگاہِ شہہ دوراں پیدا کر — حسینانِ جہاں کی محفلوں میں شان پیدا کر
گل افشانی شکر ریزی لبِ خنداں پیدا کر — ادا بانکی نظر ترچھی نرالی آن بان پیدا کر
نشانِ شانِ محبوبی تو میری جان پیدا کر

عبث ہے خواہشِ وصلِ بتاں اوہام ہیجائی — خیالِ حشمت و جاہ و شکوہ اورنگ آرائی
رفیقِ راز ہیں تیرے ملال و رنج و رسوائی — شبِ دیجور و چشمِ تر ہجومِ یاس و تنہائی
وفورِ جوش و خونِ دل کہیں طوفان پیدا کر

ستائیں دشمنِ نااہل انکار رنج بر سر لے — نکلتا ہے بصد حشمت تجھے زنداں کلفت سے
یہی احکام ہیں جاری جہاں قانونِ قدرت کے — کیا مسند نشیں مصر کو ہے آخر گنہگاروں نے
زلیخا اور قیدِ یوسف کنعان پیدا کر

یہ نظم نامکمل معلوم ہوتی ہے۔ اس بارے میں تو کچھ کہنا مشکل ہے کہ یہ نظم کب اور کہاں کہی گئی لیکن ایک بات اس سے واضح ہے کہ اس نظم میں مہجور نے اپنے آپ کو مخاطب کیا ہے اور درپردہ خود کو تسلی بھی دی ہے۔ جن مصائب کا ان کو سامنا کرنا پڑا اور وہ اُف تک نہ کر سکے ان کے پیشِ نظر یہ نفسیاتی تسلی اور توجہ کو ایک طرف سے ہٹا کے دوسری چیزوں کی طرف منتقل کرنا ایک دانشورانہ ردِ عمل ہے۔ اپنے دشمنوں کو وہ نااہل بھی کہتے ہیں مگر ان کا رنج قبول کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار بھی نہیں۔

گذشتہ صفحات میں مہجور کا بیشتر غیر مطبوعہ کلام آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ اس میں آپ کو وہ خوبیاں نہیں ملیں گی جو اردو کے اساتذہ کے کلام میں آپ دیکھتے ہیں۔ مہجور کشمیری کے شاعر ہیں اور

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

بڑے شاعر ہیں۔ اس اعتبار سے اس کلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک بڑے کشمیری شاعر کا اردو کلام ہے۔ ہفت روزہ "رہبر" ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۹ء میں "خطاب بہ مہاراجہ بہادر" کے عنوان سے مہجور صاحب کی ایک قصیدہ نما نظم چھپی ہے[٭] جسے یہاں قارئین کی دلچسپی کے لئے نقل کیا جا رہا ہے۔

بلبل شیریں بیاں لائی پیامِ نو بہار
صد مبارک آگیا فصلِ بہارِ خوشگوار

چھیڑ کر کس نے جگایا آج خواب نازسے
نونہالانِ چمن کو کس طرح انتزاحِ بہار

آج کس تقریب پر یہ اہتمام و دھوم دھام
ساکنانِ باغ ہیں مست مے شوق دگار

یادگارِ جامبولوچن راجہ کیوان حشم
معدن عدل و شجاعت بانیٔ جموں دیار

صاف کہدوں گلبدن گلاب کی ٹہنی ہری
جس سے خارستان کشمیر بن گیا لالہ زار

اے ہمالہ تجھکو ہے اپنی بڑائی کی قسم
آج تک دیکھا ہے تونے کوئی ایسا شہریار

تیری سنسان وادیوں میں اب بہار آنے کو ہے
چپہ چپہ تیرا بن جائیگا رشکِ شالہ مار

ساکنانِ کاشمر اے خسرو گیتی پناہ
حالِ دل اپنا سناتے ہیں بعجز و انکسار

دورِ جور و جہل کے اس عہدِ پُر آشوب میں
کسطرح دن کاٹتے ہیں کیا بتائیں کاروبار

خالی و امان ناتوان اور بے زبان بے دست و پا
تیرے ظلِ رحم میں مانندِ طفل شیر خوار

ہم اگر ناداں ہیں ہیکار ہیں لاچار ہیں
تو بنا سکتا ہے ہم کو صاحبِ عز و وقار

ہم اگر جاہل ہیں بے تمیز ہیں بے علم ہیں
دل پہ ہے تیری وفاداری کا نقش پائیدار

لب پہ حرفِ مدعا طرز تکلم نا پدید
تو سمجھ سکتا ہے سب کچھ اے شہہ جم اقتدار

تحفہ کیا لائیں ترے دربار میں ہم بے نوا
جز دعائے نیک جو ہے بے بہا پھولوں کا ہار

یا الٰہی جب تلک دورِ مہ و انجم رہے
جب تلک باقی رہیگا گردشِ لیل و نہار

سر مہاراجہ بہادر تا ابد پائندہ باد
زندہ و پائندہ و تابندہ و تا روزِ شمار

ختم کر مہجور مدحِ خسرو فیروز بخت
کر دعا پھولے پھلے یہ نونہال سایہ دار

اس مضمون کے آخر میں مہجور کے فارسی کلام کا وہ حصہ پیش کیا جاتا ہے جو

٭ یہ نظم "تحریک حریت کشمیر" (جلد ۳) از رشید تاثیر میں بھی چھپی ہے۔ (ایڈیٹر)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

راقم کی نظر سے مطبوعہ صورت میں نہیں گزرا ہے۔

رباعیات

نور البصر کہ رہبر اہلِ طریق شد | گنجے گرفت از نظر مثلِ عقیق شد ۱۲۸۲ھ
ہشتم زماہ رحلت سرتاج انبیاء | در بحر نور غوطہ زن بود و غریق شد

صد مبارک بر کلاہ و بر قبائے سروری | بخت و تخت عز و دولت مژدہ نیک اختری ۱۳۰۱ھ
بر زباں آمد کہ یارب در ترقی روز و شب | بہرہ ہر نور دو در کوکب اسکندری

در بارگاہ وحدت حیران ہر کہ و مہ | گفتند اہل حکمت پیش قفا رضا بہ
نہ جائے شکوہ ہرگز نے موقعہ شکایت | نے طاقتے کہ گویم ایں باز گرابہ

نظم (۱)

۱۲۹۱ھ

صد ہزاراں شکر منت سوئے درگاہ خدا | کارساز ہر دو عالم یاورِ ہر دو سرا
آں خداوندی کہ دریک طرفۃ العین از عدم | در وجود آورد مہر و انجم و ارض و سما
تیر زباں بسوم مجد خالق کون و مکاں | ناگہاں در گوشم آمد مژدۂ فرحت فزا
بشنوید اے حاضرین محفل از سمع قبول | مژدۂ آوردہ ام فرحت فزا و غم رُبا
غنچہ بشگفت در باغِ خوشی غم دور کرد | صد مبارک بر گل و بر آمدش صد مرحبا
افتخار خاندان و باعث عیش و طرب | نونہال گلشن امید ایں آقائے ما
یارب از فضل دوام دیرداری بر سرش | سایۂ مادر پدر اے یاورِ ہر دو سرا
در جہاں از نورِ حکمت مثلِ خور تابندہ باد | ہمرکابش دولت و اقبال باد کدا
در ترقی روز افزوں دیگرش بادا در از | علم و حلم و عزّ و دولت عمرش از فضل خدا
نیز در گہوارۂ فضل و کرم دہ مرد را | شیر از شیر شجاعت شکر از نور و ضیا
اندریں محفل کسے مہجور را مدعو نہ کرد ۱۲۹۲ھ | لیک از جوش محبت آمد و کرد ایں دعا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(۲) بحمداللہ بحمداللہ نسیم نوبہار آمد ‌‌ — به بلبل صد مبارک باد وقتِ ناله زار آمد
گریزاں شد ز دل تشویش و اندوه پریشانی — بهر سو نعرهٔ شادی ز دشت و کوهسار آمد
بوقتِ صبح در گلزار بلبل با گلاں میگفت — بسنت آمد بسنت آمد غمیں دل برقرار آمد
مزین محفلے رشکِ ارم با بزم کیخسرو — خوشی با حشمت و سردار باہم آشکار آمد
فلک شاداں ملک خنداں زمین نازاں زماں خرم — چو آں شاهِ جہاں در بوستانِ شادمار آمد
فلک از بہرِ مقدمش زمین سیمین و نسرین کرد — محباں جملہ در فرحت عدو زار و نزار آمد
شہے والا ہمم عالی حشم آں ظلِ سبحانی — بجودت حاتمِ ثانی بصولت شہریار آمد
فریدوں فر سکندر حشمت و کیخسرو ثانی — شہِ پُر تاب چوں مہتاب با عز و وقار آمد

خوشی و حشمت و اقبال دائم شہ
دعا گوید لخزین مہجور سوے کردگار آمد

(۳) بر درت آمد گدائے دل حزیں — شیا اللہ اے شہ دنیا و دین
اے امانت دارِ رازِ خیر و شر — مخزن اسرار ہائے بحر و بر
در فناہست آمدم اندوہگین — رحم فرما انت خیر الراحمین
رمز داں خوے آں یار رحیم — کوہ (کذا) کریم
ہست در آئینہ دل عکس یار — کبر کم کن تا بہ بینی آشکار
نسبتے دارم بدربارِ کسے — دیدہ ام لطف و عنایت زو بسے
دست دامانِ فضل او زدم — تو نہ پنداری کہ من بے یاورم
ہاں بیا اے بلبلِ گلزار حسن — وہ بمن پیغام آں اسرار حسن
نیک ام یا بد ولیکن از غلامان توام — کذا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ماندہ ام از بزم او مہجور دور
کے رسد جانم بداں دار السرور

(۴) بلبل بشاخِ سنبل شد نغمہ خواں مبارک — در در زبانِ ہر گل جانِ جہاں مبارک
نرگس بآب دیدہ گلزار آرمیدہ — بادِ صبا وزیدہ شد گل فشاں مبارک
نسرین و نسترن را ہم سنبل چمن را — ریحان و یاسمین را از گلستاں مبارک
در وقت نیک و خوشتر با جاہ عزت و فر — با مہر ماہ انور شد ہمقراں مبارک
یعنی رشید ارشد نورِ نظر محمد — در آن خوب و اسعد شد کامراں مبارک
بر پشت بور شیراں شہزادہ پرستاں — مانند شہ سلیماں تخت رواں مبارک
بایک رکاب صولت دیگر گرفتہ حشمت — تمکین جاہ و دولت ہمرہ رواں مبارک
سوئے سعید منزل ہر دل شد است مایل — شد از مکین حاصل شرف المکاں مبارک
از بہر سال گفتا ہاتف ز روئے ہمت — انعام یافت شغلے با عز و شاں مبارک
اے خال نیک سیرت مہدی خوش فضیلت — بارے قبول فرما از دوستاں مبارک

مہجور دید میموں فالے سعادت افزوں
آمد پدید اکنوں تفسیر آں مبارک

(۵) وہ چہ جا است ایں قریہ یا سرتاج ملک است ایں — خوش فضائے منزل گہ حوران خلد آراستہ ایں
قبۂ کاف است یا تختِ سلیماں یا سبا — مسکنِ دیواں و گلگشت پری رخہا است ایں
دور بین یا حباب ہم یا یکے رصد گاہ بلند — بہر ہر کس سیرگاہ پستی و بالا است ایں
قلعۂ نور است یا ہور است یا حصن حصین — یا سر طورِ منور خیمہ بر پا است ایں
کوہ پنہان است یا کنج است یا غارِ خلیل — کہف اصحاب رقیم و گوشۂ فقر است ایں

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(کذا) لنسواں است ایں یا خود پخ نفاست ایں

(کذا)

یارب ایں غول است یا خناس (کذا) ہر تبہ (کذا) نیا است ایں

کیفیت ایں میاح و تنرڈ (کذا) ال گستاخ و شوخ

در عرض شمشیرزن مہجور بے پرواست ایں

اب مہجور کی ۱۷۲ اشعار پر مشتمل وہ معرکۃ الآرا فارسی نظم پیش کی جاتی ہے جو ۱۹۰۸ء میں انجمن نصرت الاسلام سرینگر کے سالانہ جلسہ میں ۱۹۰۸ء میں پڑھی گئی تھی۔ اس میں مولوی رسول صاحب مرحوم مغفور کا ذکر خاص طور سے قابل توجہ ہے۔ مہجور نے ان کو کشمیر کا سر سید کہا ہے اور نظم میں پہلے ان کا ذکر آیا ہے اور بعد میں پرتاپ سنگھ کا۔ یہ نظم کشمیری میگزین اگست ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئی ہے مگر اس وقت نایاب ہونے کی حد تک کمیاب ہے۔ اس نظم سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ مہجور بڑے محب الوطن تھے اور وطن کی ہر چیز کو نہ صرف عزیز رکھتے تھے بلکہ اس کی تعمیر و ترقی کے خواہش مند تھے۔ نظم ملاحظہ فرمائیں۔

صد ہزاراں شکر و منت سوے درگاہ خدا — ہر زماں ہر دو عالم یا دہر دو سرا

آں خداوندی کہ در یک طرفۃ العین از عدم — در وجود آورد و مہر و انجم و ارض و سما

ابن آدم را عطا کرد از ازل علم و ادب — تاکند فرق نمایاں در صواب و در خطا

وز دیئے تاریکی و ظلم و جہالت (کذا) — کرد بس روشن بہ نور پاک آں شمس الہدا

یعنی آں خورشید رحمت منبع علم و ہنر — رہنمائے گمرہاں و شافع روز جزا

چشمۂ فیض ہدایت کرد جاری در جہاں — آں شہ والا ہم والا سر گروہ انبیا

گر ہمے خواہی کہ یابی دولت دنیا و دیں — گیر محکم دامن علم و ہنر اے باصفا

اندریں وقتے کہ ہر قوم ہے پئے اصلاح خویش — ہمت (کذا) ترقی از سر ہمت بپا

لیک اندر خواب غفلت خفتہ و مدہوش مست — بے خبر از گردش گردوں گرداں قوم ما

زاغ اندر باغ شد ساکن بجائے عندلیب — باغباں بے درد گل بے حیا گل بے وفا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کشتیٔ ایں قوم در دریا ناپیدا کنار
سیل بر سر موج زن در خواب غفلت ناخدا

دود غم و حسرت فتاد از قلب از من [illegible]
گفتم از سوز جگر اے چارۂ بیچارہ ها

رحم کن بر حال زار قوم من اے ذوالمنن
وے پناہ عاجزاں آمد [illegible] قوم من نوا

آتش آہ درونم بر زباں باید شعلہ زن
ناگہاں در گوشم آمد مژدۂ فرحت فزا

اے فدائے قوم از قلب حزیں غم دور کن
نغمۂ شکرانہ کن چوں عندلیب خوش نوا

نصرت الاسلام آں دار العلوم کاشمر
شد مزین از جلوس زمرۂ اہل صفا

با دل خود گفتم ایں خواب است یا بیداری است
یا مگر سرسید آمد از پے اصلاح ما!!!

نیر چرخ فصاحت عالم عالی خیال
حامی دین نبی کالبدر لطلیع فی الدجا

ہم محقق ہم مدقق میر مولانا رسول
نصرت الاسلام کرد اش صاحب صدق و صفا

بارور سرسبز شد نخل واد اش در جہاں
از کمال جود و مہر سایۂ فضل خدا

آں فریدوں فر سکندر حشمت و دارا شکوہ
والیٔ کشمیر شہ پرتاب آں فرخ لوا

در دل مہجور شد قومی محبت جوش زن
ورنہ شان ایں چنیں محفل کجا و من کجا

۱۹۲۵ء میں محمد الدین فوق کی تاریخ اقوام کشمیر زیور طباعت سے آراستہ ہو کر بازار میں آئی۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر [illegible] پہ نمونۂ کلام کے طور پر پنڈت بلہ کاک در (وزیر وزارت کشمیر) کی تعریف میں مندرجہ ذیل اشعار درج ہیں۔

ای سر سرداران عالیجاہ
یادگار قبیلۂ درها

آمدی با ہزار جاہ و حشم
ماہ گلشن کریم در ریست سرها

از وجود گرامی [illegible]
بود ایں سر زمین پر از شرها

آمدند ایں ہمہ گرفتہ بکف
تیر و تیغ و چوب و خنجرها

سوی فدائی بحکم تو رفتند
ایں ہمہ سارقان و لیٹرہا

وقت تو خوش کہ وقت ما ہم خوش
کردی ای دشمن ستمگرها

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

گفت صاحب جستن روزی　　　سعدی آگاہ از مقصد رہا
رزق ہر چند بے گماں برسد　　　شرط عقل است جستن از درہا

......در جواب اس غزل

(مہجور کے قصیدے کے جواب میں سید مبارک شاہ فطرت نے یہ جواب لکھا)؎

آہ! ازیں شاعرانِ بے زرہا
گل پرستار و لیک بے سرہا
بے خود از نغمائی خود زال رو
می نوازند حلقۂ درہا
"اے سر سرورانِ عالیجاہ
مدحِ مسلم بہ شانِ آذرہا
تف بہ ایں شاعرانِ ہرزہ سرا
عار برایں چنیں سخنورہا
ہر کسانانِ روغنی یابند
می نویسند لغو دفترہا
ما بہ میخانہ دیدہ ایم بسے
کاسہ لیسانِ جام و ساغرہا
فطرت از بادۂ غنی شد مست
بست بر روی خویشتن درہا

؎ یہ اشعار تحریک حریت کشمیر جلد ۳ از رشید تاثیر میں بھی چھپے ہیں　　(ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

حواشی

۱ "کشمیری زبان اور شاعری" عبدالاحد آزاد جلد سوم ص ۱۹۳

۲ بکرمی

۳ بعد میں کشمیر کے گورنر بھی ہو گئے تھے۔ اردو کے خوش بیاں شعراء میں ان کا شمار ہوتا ہے
ان ہی کے خاندان کے محقق انوار احمد خان نے ان پر پی ایچ ڈی کے لئے اردو میں مقالہ لکھا ہے

۴ سکہ رائج الوقت کے حساب سے تقریباً ۲۹ پیسے

۵ "کلیات مہجور" مرتبہ محمد یوسف ٹینگ ص ۲۶-۲۷

۶ محمد یوسف ٹینگ کلچرل اکادمی کے سکریٹری ہیں۔ مگر اس سے زیادہ وہ اپنی علمی لیاقت سے
پہچانے جاتے ہیں۔ آزاد کی "کشمیری زبان اور شاعری" پر ان کے حواشی بکار آمد ہیں۔ اور ان کے
علاوہ کلیات مہجور بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ مرتب کیا ہے۔

۷ محمد احمد اندرابی "شیرازہ" اردو کے مدیر ہیں۔

۸ ابدالہ مہجور پیرزادہ غلام احمد مہجور کے پوتے اور محمد امین ابن مہجور کے صاحبزادے ہیں۔ سری نگر
سری نگر میں ملازم ہیں۔ ہند ... سے ... پچاس سے زائد رسالوں کا اردو
سے کشمیری میں ترجمہ کیا ہے۔

۹ سودا کی غزل نو اشعار پر مشتمل ہے مگر مہجور نے صرف تین اشعار اور ایک نامکمل مصرعے
کا استعمال کیا ہے۔ پوری غزل ملاحظہ کیجئے کلیات سودا جلد اول مطبوعہ ۱۹۳۲ء ص ۱۱۶

۱۰ تعمیر — ترجمہ کمبر جلد ۲ شمارہ ۵ اپریل، مئی ۱۹۵۰ء ص ۳

۱۱ سودا کا مصرعہ یوں ہے "جوں گل ہزار جا سے گریباں دریدہ ہوں" — کلیات سودا ص ۱۱

۱۲ درد، سودا کے ہم عصر تھے۔ وہ صوفی تھے اور تصوف سے وہ اپنی ذات کے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

بارے میں کیا عرفان ہے یہ سوالات تصوف ہی کا نتیجہ ہیں۔

۲۶ کشمیری زبان اور شاعری جلد سوم ص ۲۶۶

۲۷ ایضاً ص ۲۶۷

۲۸ آزاد نے اس مصرعہ کو یوں لکھا ہے۔ ع غنی کی خوش بیانی اور صفائی سخن دانی۔ کشمیری زبان اور شاعری جلد سوم ص ۲۶۷

۲۹ آزاد نے "کہتے تھے" کی بجائے "کہتا تھا" لکھا ہے۔ ایضاً ص ۲۶۷

۳۰ نقل کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ پہلا مصرعہ یوں ہونا چاہیئے ع تم سے آ بانکے ہیں شاگرد اس کا ہے ثانی میرے عالم

۳۱ آزاد نے یہ مصرعہ یوں لکھا ہے ع ہے اندلس کے لئے اقبال ہور شیخ حسن۔ کشمیری زبان اور شاعری۔ جلد سوم ص ۲۶۷

۳۲ آزاد نے یہ مصرعہ یوں لکھا ہے ع مگر صد حیف با اجزائے گلشن اسلام کشمیر یہ۔ ایضاً ص ۲۶۸

۳۳ یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ نظم مجہور نے اسی زمین میں لکھا جس کو سودا نے پہلے ہی استعمال کیا ہے۔ اس زمین میں سودا کا ایک نعتیہ قصیدہ موجود ہے جس کا پہلا مطلع ہے ؎

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی	نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

اور مطلع ثانی ہے ؎

بہ نادانی میں تن کو بھیجتا تاج سلطانی	فلک پامال ہو کر پائی تیرے بھی منگس پرانی

(کلیات سودا ص ۲۲۲-۲۲۳) ـــــ اس کو محض اتفاق کہنا مناسب نہ ہوگا۔ مجہور کے لئے سودا کی غزل کا انتخاب کرنا اور اپنی پر جوش خطابیہ نظم کے لئے سودا ہی کی زمین کا انتخاب کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سودا کا کلام مجہور کے مطالعے میں ضرور رہا ہے اور وہ سودا کے کلام سے مجبور بہت ہی آسان زبان کا استعمال کرتے ہیں ان کی تمنا سودا کی تقلید کرنے کی نہیں ہو۔ راقم کا خیال یہ ہے کہ اردو میں شہرت حاصل کرنے سے گریز کا سبب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس کشمیری ہیں جو

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ظاہر ہے کہ معمولی کام نہیں تھا، کامیاب نہ ہو سکے۔

۲۱؎ لگتا ہے نقل کرنے والے سے الفاظ چھوٹ گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ مصرع یوں ہو:

ع ہے وہ موہوم جس کی [آج کل] دنیا میں بسر

۲۲؎ مسودے میں 'کی' کے بجائے 'کا' ہے یہ یا تو کاتب سے نقل کرنے میں سہو ہوا ہے یا منزل بھی چونکہ کشمیری میں تذکیر کے ساتھ بولا جاتا ہے اسلئے یہ سقم آگیا۔ فارسی کے کئی اہم جو اردو میں تانیث کے ساتھ بولے جاتے ہیں کشمیری میں اسی مفہوم اور شکل میں استعمال ہوتے ہیں مگر جنس بدل دی جاتی ہے جیسے قسمت، تکلیف، تقدیر، تحریر وغیرہ۔ تفصیل کے لئے راقم کا مضمون INFLUENCE OF KASHMIR ON LEARNING OF GENDER IN URDU مطبوعہ 'انگریزی' ۱۹۶۲ء

۲۳؎ زیر نظر مسودہ میں 'کا' کی جگہ 'سے' لکھا ہے۔

۲۴؎ مسودے میں یہ مصرع یوں لکھا ہے ع شعر تو کہتے ہیں اچھے پر دماغ سخن دان اور ہے۔ یہ نقل کرنے والے کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

۲۵؎ مسودے میں 'نگہ' کے بجائے "نگاہ" لکھا ہے۔ مسودے کے کاتب سے سہو ہوا ہے۔

۲۶؎ مسودے میں "جذب" کی جگہ 'جذبہ' لکھا ہے۔

۲۷؎ کشمیری میں لفظ کے آخر میں 'نون غنہ' کی نون کا اعلان ہوتا ہے۔ ویسے بھی شاعری میں نون کا اعلان غیر صحیح نہیں۔

۲۸؎ یہ رباعی کوڑگراں میں منشی عطا محمد صاحب ناظر بندوبست کی صاحبزادی نور بیگم کے فوت ہونے پر کہی تھی۔

۲۹؎ یہ رباعی راجہ سکندر خان کے تحصیلدار اڑاخ ہونے پر کہی تھی۔

۳۰؎ یہ نظم اڑاخ میں ۹ ۱۹ء میں چودھری خوشی محمد ناظر کے فرزند ارجمند حمید اللہ کے تولد ہونے پر مبارکباد کے طور پر کہی۔ چودھری خوشی محمد ہی ایسے ہیں جنہوں نے مجھے ملازم کیا تھا۔ چنانچہ اس نظم میں بھی انہیں ما لکہ کہہ کر یاد کیا ہے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

۲۱۔ مہجور نے مقطع میں شکایت بھی کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعے پر چودھری صاحب نے اپنے نومولود صاحبزادے کا جشن منایا تھا جس میں مہجور کو دعوت نہیں دی تھی۔

۲۲۔ یہ نظم ۱۹۰۹ء میں لداخ میں بسنت پنچمی کے موقعے پر کہی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈوگرہ شاہی میں بسنت پنچمی کا تہوار بہت دھوم سے منایا جاتا ہے اور اس سلسلے میں ہونے والے اجتماعات میں امرا اور رؤسا بھی حصہ لیتے تھے۔

۲۳۔ چودھری خوشی محمد ناظر

۲۴۔ حشمت اللہ

۲۵۔ سردار ٹھاکر سنگھ

۲۶۔ پرتاپ سنگھ

۲۷۔ مثنوی کی ہیئت میں یہ نظم سرینگر میں ۱۹۲۲ء میں نالۂ مہجور کے عنوان سے کہی ہے۔ ماہنامہ "تعمیر" کے ۱۹۵۷ء کے مہجور نمبر میں جو فارسی نظم اسی عنوان سے شائع ہوئی ہے وہ اس سے مختلف ہے۔

۲۸۔ اس نظم سے مہجور کے عقائد کا بھی پتہ چلتا ہے اور اس عجز کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ جو ان کی طینت میں تھا۔

۲۹۔ یہ نظم مبارک باد کے طور پر سوپور سیار میں ۱۹۳۰ء میں کہی گئی ہے۔ ہجری سن (۱۳۴۹ھ)

از پئے سال گفتار .... بانی و شان مبارک سے برآمد ہوتا ہے

۳۰۔ آٹھ اشعار پر مشتمل یہ نظم وتر ژ کی مدح میں بار ۱۹۰۵ء بکرمی میں کہی گئی ہے۔ وترژ تحصیل بڈگام میں ہے اور اس نظم سے اندازہ ہوتا ہے کہ مہجور ملازمت کے سلسلے میں وہاں رہے تھے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اظہار — نعیمہ احمد[1]

مہجور اپنے گھر میں

یوں تو اس دنیائے ناپائیدار میں زندگی جیسی نعمت ہر ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ لیکن کچھ ہی شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو کائنات کی حقیقتوں سے پردہ ہٹا کر خواب و خیال کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ذہنوں کو آزاد کر دیتی ہیں۔ جبکہ اکثر اپنی ہی زلف سنوارنے میں مشغول رہتے ہیں۔ کائنات بھلا انہیں کیسے بھول سکتی ہے جو اس کی بکھری ہوئی زلفیں سنوارتے سنوارتے اجل کا پیغام بڑی خوشی سے تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ کائنات کا مکمل حصہ اسی طرح بن جاتے ہیں جس طرح چاند اور سورج ـــــ یہاں تک کہ چاند اور سورج کیلئے روشنی کی لڑیں پھیلانے کیلئے مقررہ وقت ہی درکار ہوتا ہے لیکن ان ہستیوں کے لئے کوئی وقت درکار نہیں، کوئی قید نہیں۔ یہی ایسی دو ہستیاں ہو باد صبا کی فرحت بخش سرسراہٹ کو محسوس کر سکتی ہیں۔ کائنات کے ذرے ذرے سے پیدا ہونے والی آواز خوش آیند کی گونج سن لیتی ہیں اور جب ان سب چیزوں کے خالق کی عظمت کی جھلک ان کے نصیب کی زینت بن جاتی ہے تو ان کے دل میں جذبات امڈ آتے ہیں اور تخیل عالم بالا میں پرواز کرنے لگتا ہے۔ مدہوشی کا یہ عالم عجیب سی سرمستی پیدا کر دیتا ہے۔ احساسات کا سمندر پھوٹنے لگتا ہے جو لفظوں کے پیرہن میں نغمے بن کر ہر ایک کی زبان پہ آنے لگتے ہیں ـــــ نغمے جو

---

[1] موصوفہ مہجور کے پوتے ابدال احمد کی رفیقۂ حیات ہیں۔ (ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

دوسروں کے لئے پُرپیچ راہوں میں ایک لائحہ عمل پیش کرتے ہیں زندگی کی سنسان راتوں میں روشنی کی کرنوں کیطرح جلوہ گر ہوتے ہیں لیکن جب تخیل کے آئینے میں حقیقت نمودار ہوتی ہے تو سماجی رشتوں سے وابستگی زندگی کی ضرورت بن جاتی ہے۔ ایک طرف اپنا آشیانہ، انگ و آشنا اور دوسری طرف وہ ناآشنا افراد جن سے اپنی ضرورتوں کے پیش نظر کبھی کبھار واسطہ رکھنا ہی پڑتا ہے۔ آشیانے کیطرف نظریں دوڑائیں تو زندگی بے معنی سی دکھائی دینے لگتی ہے کیونکہ اس آشیانے کا کیا کیجئے جس کے در و دیوار شفقت اور راحت جیسے جذبات سے خالی ہوں راحت اور شفقت بخشنے والے پہلے ہی اجل کا جام پی چکے ہوں۔ ایسے آشیانے کا ذکر کریں تو مہجور کو بھلا کیسے الگ کریں جس نے اپنے تن من میں زندگی کی بہاروں کو اپنی آنکھوں سے لٹتے ہوئے دیکھا۔

مہجور کو گھر کے آئینے میں دیکھیں تو کبھی سراب ہی سراب، کبھی بہاروں بہار ——— شاید اس لئے کہ انہیں کشمیر کا مہجور بننا پڑا۔

مہجور نے اپنے گھر میں جنم تو لیا۔ لیکن حالات کی تیز آندھی نے انہیں اس گھر کو وراثت میں پانے سے محروم رکھا۔ شاید خدائے برتر کو بھی مہجور کا اس موروثی گھر میں قید ہو کر رہنا منظور نہیں تھا۔ تبھی تو والدین کے سامنے "پیر مریدی" کے موروثی پیشے کو اپنانے سے انہوں نے صاف انکار کیا اور گھر کو خیر باد کہہ کر بکھری ہوئی راہوں کے مسافر بن گئے۔ منزل کو پانے کی تلاش میں جتنے بھی موڑ ملے انہیں گھر سمجھتے رہے اور اپنی ازدواجی زندگی کے آغاز تک صرف اپنی ہی ذات تک محدود رہے۔ زندگی کا یہ دور شخصیت کی تعمیر میں کافی فایدہ مند ثابت ہوا۔ پیر مریدی کے پیشے سے متعلق ان کے خیالات کو یہاں پہ رقم کرنا نامناسب نہ ہوگا

"ایک توانا اور تندرست پیرزادے کو صدقہ و خیرات اور نذر و نیاز لینے کا کیا حق حاصل ہے۔ پیر کی خدمت انجام دینے سے غریب مرید کو کیا نعم البدل مل سکتا ہے؟ آخر اس آمدنی کا کیا نام ہے جو محنت و مشقت کے بغیر حاصل ہوگی۔ میں ایسی مفت خوری کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہتا ہوں۔ میں خود کما سکتا ہوں۔ خدا نے تندرستی، علم اور عقل دی ہے۔ ایسا ہوتے ہوئے ایک غریب کے گھر موٹے گھوڑے پر خدمت گار کو ساتھ لیکر بڑے جاہ و حشم سے کباب اور مرغن کھانا پسند نہیں کرتا۔ میں امیر کی نوکری کر کے چار پیسے کمانے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کو ایسے طرزِ معاش پر ترجیح دیتا ہوں"۔

مہجور کی والدہ سیدہ بیگم فنِ خوشنویسی میں ماہر اور پڑھی لکھی خاتون تھیں۔ ابھی مہجور نے دو سال کی عمر بھی نہ پائی تھی کہ ممتا، ماں کے دستِ شفقت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے جو ۱۸۸۸ء میں کالا جیسی مہلک بیماری سے انتقال کر گئیں اور یتیم بچے کی پرورش انکی نانی نے ذمہ لی جو ایک پاکباز اور عبادت گزار خاتون تھیں اور روحانیت میں کمال حاصل کر چکی تھیں۔

مہجور ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ بہت شوخ اور چنچل تھے۔ تھوڑے ہی عرصے میں انہوں نے قرآن پاک کے نو پارے حفظ کر لئے تھے۔ تین سال کے قلیل عرصے میں آپ نے "پنج گنج نظامی" وغیرہ کا درس مکمل کر لیا۔ ابتدائی تعلیم علاقہ ترال میں حاصل کی۔ سکول کے ماسٹر صاحب نے ایک دن مہجور کو گھر سے چند بطخ لانے کو کہا۔ مہجور نے رات کے سناٹے میں پانچ چھ بطخیں جمع کیں اور انہیں ایک تھیلے میں رکھ کے دور کھیت میں چھپا کے رکھا۔ صبح سویرے سکول کے لئے روانہ ہوتے تو بطخوں کا تھیلا ماسٹر جی کے حوالے کر دیا۔

مہجور کو پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ چونکہ آپ کے والدِ محترم خود بھی اچھے خاصے پڑھے لکھے اور انسان دوست شخص تھے۔ انہوں نے ہر طرح کی آسایش مہیا کر کے مہجور کو پڑھنے کا موقع فراہم کیا۔ مہجور نے اپنی زندگی میں یہ بات اپنے نواسے رشید احمد سے کہی ہے کہ ایکدن والدِ محترم سے اصرار کر کے پکھر پورہ کی زیارت گاہ پر گیا۔ انہوں نے خرچے کیلئے دو آنے بھی دیئے۔ زیارت گاہ پر یہی خیال ستاتا رہا کہ کیا کیا چیزیں خریدی جائیں تو جلد ہی خیال آیا کہ گھر والوں کے لئے کچھ تبرک اور اپنے لئے پنسل اور کاغذ خریدوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد برابر تین مہینے تک خواجہ سعدیؒ کی "گلستان بوستان" نقل کرتا رہا۔ کیونکہ والدِ محترم سے اکثر سنا کرتے تھے کہ کوئی چیز نقل کرنے سے ہاتھ اچھا ہو جاتا ہے۔ مہجور کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا لیکن ان دنوں ریاست میں تعلیم کے زیادہ مواقع اور وسائل میسر نہ تھے۔ اس لئے نصرت الاسلام سرینگر میں اردو تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ مزید تعلیم حاصل نہ کر سکے چونکہ ان کی طبیعت بچپن ہی سے باغی تھی۔ لہذا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ان کی تقدیر میں لکھا تھا۔ اعلیٰ تعلیم کی غرض سے وہ والدِ بزرگوار کی اجازت کے بغیر ہی پنجاب چلے گئے۔ خوشنویسی میں دستگاہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

حاصل کرنیکا شوق ہوا۔ ادبیات میں بھی کافی دلچسپی پیدا ہوئی۔ بعد میں مشہور خطاط غلام علی کے پاس جاکر چھ مہینے باضابطہ اُجرت پر کام کرنے لگے۔ اسی دوران اردو اور فارسی کے مشہور و معروف شاعر مولوی عبداللہ بسمل سے ملاقات ہوئی۔ خط و کتابت کا سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا۔ ان ہی کی بدولت آپ "اخبار البدر" میں لکھتے رہے۔

دو سال بعد آپ کشمیر واپس آگئے تو یہاں آپ کا نکاح ہوا۔ گھریلو حادثات نے آپ کی تخیلی دنیا مسمار کردی اور تلاش روزگار زندگی کا معمول بن گیا۔ بہت تگ و دو کے بعد لداخ میں نوکری مل گئی۔ اقارب و احباب وہاں جانے کیلئے راضی نہ ہوئے جس کی وجہ سے آپ بے سر و سامانی کی حالت میں سفر لداخ پر چل پڑے۔ دو سال وہاں رہ کر آپ کو والد صاحب کے انتقال کی خبر ملی اور نوکری کو خیرباد کہہ کر پھر کشمیر آگئے۔ گھریلو زندگی کی ذمہ داریوں نے آپ کو جیسے اپنی زنجیروں میں جکڑ لیا اور آپ ایک زخمی پنچھی کی طرح پر پھڑپھڑاتے رہے۔ بہت عرصے کے بعد محکمہ بندوبست میں ملازمت مل گئی ؎

مانہِ ہتھ درویشِ کامل آسہکھ نے حلقہ دار

حالانکہ آپ خود زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن دوسروں کی تعلیم میں آپ بہت زیادہ دلچسپی لیتے تھے خصوصاً اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے وہ اپنی تمام تر مصروفیات ترک کر دیتے تھے جس کی مثال اس واقعہ سے مل سکتی ہے:

انکے پوتے رشید صاحب نے چھٹی کا امتحان دیا تھا۔ لیکن پرچے معیار کے مطابق نہیں کر پایا تھا۔ نتیجہ نکلا تو مہجور خود اسکے سکول گئے جہاں انکی بہت قدر و منزلت ہوا کرتی تھی۔ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ مہجور بغل میں کچھ چھپائے ہوئے گھر کی طرف لوٹ رہے تھے۔ رشید نتیجے کے لئے بیتاب ہو رہا تھا۔ لیکن مہجور کے چہرے پر متانت اور ٹھہراؤ دیکھ کر کچھ نہ بول سکا۔ انہوں نے چار یا پانچ قسم کے کپڑے رشید کے سامنے رکھے اور پسند کرنے کو کہا۔ لیکن اسکی بے تابی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ وہ بار بار مہجور کے چہرے کیطرف دیکھ رہا تھا کہ شاید وہ کچھ بتادیں۔ بڑے ہی مدبرانہ انداز میں مہجور صاحب نے اسے یہی صلاح دی کہ پرانی کتابیں دوبارہ پڑھنے سے انسان ذہین اور عاقل بن جاتا ہے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

رشید نے مہجور صاحب کے چہرے پر ذرا سی خفگی نہ پاکر اطمینان کا سانس لیا اور دو مہینے تک مستی کی حالت میں رہا۔ ایک دن مہجور صاحب اس پر برس پڑے اور اسکو پھر سے سکول میں داخل کروایا۔ اس طرح وہ تخیل کی دنیا سے نکل کر حقیقت کی دنیا کو سنوارنے اور اپنی زندگی کی سانسوں کو دوسروں کو بنانے سنوارنے میں صرف کرتے گئے۔

مہجور اساتذہ کا بہت احترام کرتے تھے۔ اپنا زیادہ وقت ان ہی کی صحبت میں رہ کر گذارا کرتے۔ ایک دن رشید احمد سکول سے ہاتھوں میں منہ چھپائے ہوئے گھر آرہا تھا۔ پلکوں پر آنسو بھی لرزاں تھے۔ پوچھ تاچھ کرنے کی وجہ معلوم ہوئی کہ اسے سبق یاد نہ کرنے کے لئے دو تین تھپڑ بطور سزا کھانے پڑے ہیں۔ اسی بہانے اس نے تین دن سکول نہ جانے سے انکار کر دیا۔ چند روز بعد سکول کے ہیڈ ماسٹر مہجور صاحب کے ہاں آئے انہیں دیکھ کر مہجور بہت خوش ہوئے اور ان کی خوب آو بھگت کی۔ دونوں میں کافی دیر تک باتوں کا سلسلہ جاری رہا تو ہیڈ ماسٹر صاحب جب جانے کیلئے اٹھے ہی تھے کہ مہجور صاحب نے ان کے وہاں آنے کا سبب دریافت کیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے رشید احمد کی ساری کرتوت ان کے لئے سامنے رکھی۔ مہجور کے چہرے پر مایوسی اور غصے کے ملے جلے تاثرات واضح طور پر دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ان سے مخاطب ہوئے۔

"کاش آپ نے مجھے ہی سکول میں بلا لیا ہوتا تاکہ میرے بچے کے دل میں اساتذہ کی قدر و منزلت کا احساس پیدا ہوتا۔ آپ نے ایسی چھوٹی سی بات کے لئے یہاں آکر اسے بھٹکا دیا۔ اور گمراہی کے عالم میں دھکیل دیا۔ بچوں میں اساتذہ کیلئے عزت و احترام کا جذبہ پیدا کرنا اساتذہ کا ہی فرض ہے۔" اور ہیڈ ماسٹر بنا کچھ کہے وہاں سے چل پڑا۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ بچپن میں مہجور کو والد محترم کی طرف سے یہ حکم ملا تھا کہ وہ پیری مریدی کا موروثی پیشہ اپنائیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ ان کی منزل نامعلوم اور راستہ دشوار تھا۔ اور اس پر جذبات و احساسات کا لاابالی پن۔ اسی کشمکش میں محلہ تاشوان سے گزر رہے تھے کہ دالان پر بیٹھی دو جوان و حسین عورتیں آپس میں محو گفتگو تھیں۔ گفتگو کا مفہوم یہ تھا کہ وہ کل کسی فقیر کے پاس جائیں گی۔ مہجور کے دل کا اشتیاق بڑھنے لگا اور ان سے فقیر کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے حضرت رحیم صاحب صفاپوری کا نام بتلایا۔ ای

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

وقت وہ رحیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنی حالت بیان کرکے ان سے اپنے حق میں بھلائی کی درخواست کی۔

"تلاش روزگار کرو۔ خدا تمکو ضرور کامیاب کرے گا۔ اگرچہ ابتداء میں تکلیف اٹھاؤ گے مگر گھبرانا نہیں استقلال سے مصائب کا مقابلہ کرنا۔ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ جو لوگ آج تمہارے مخالف ہیں ایک دن تمہارے ہمنوا ہوں گے۔ بلکہ تمہاری شہرت و عزت پر رشک کریں گے۔"

وہ اکثر کشمیریوں کے توہمات دیکھ کر بھڑک اٹھتے تھے۔ ہمیشہ گاؤں والوں کو بتاتے تھے کہ اپنے آپ پر مکمل اعتماد رکھو اور خالق حقیقی کی تلاش کرو۔ مہجور کے گھر کے باہر ایک چھوٹی سی ندی بہتی ہے جس کے بیچ میں انہوں نے چھوٹے چھوٹے جزیرے سے بنائے تھے اور جو آج بھی بہت ہی خراب حالت میں وہاں موجود ہیں۔ ندی سے انہوں نے چھوٹا سا آبشار بنایا تھا۔ جسکے نیچے لکڑی کے ٹکڑے پر جلتا ہوا دیا رکھا تھا۔ رکے ہوئے پانی کو اس کے اوپر سے گزرنے دیا جاتا تھا۔ گاؤں والے یہ دیکھ کر دنگ رہ جاتے اور مہجور کو "جادوئی پیر" ماننے لگے تھے۔ ان کی سادہ لوحی کو دیکھ کر مہجور اندر ہی اندر تڑپ اٹھتے۔

متری گام پلوامہ میں حضرت شاہ ہمدان کی ایک زیارت ہے۔ مہجور کے گھر سے چند گز کے فاصلے پر ہے۔ مہجور کی سکونت سے پہلے وہاں یہ روایت تھی کہ وہاں رہنے والے ہر کنبے کے لئے لازمی تھا کہ تقریباً ۵ سیر چاول اور ایک مرغ زیارت گاہ لے جائے اور اس چاول اور مرغوں کو بھنڈار کیلئے استعمال کیا جاتا لیکن اس جبری بھنڈارے سے گاؤں والے خوش نہیں تھے اور وہ بھنڈار کے لئے نذر و نیاز دینے سے ہچکچاتے تھے مہجور نے اس روایت کو توڑ کر گاؤں والوں کو اپنی مرضی کے مطابق نذر و نیاز دینے کو کہا اور جو کچھ بھی حاصل ہوتا، اسے بھنڈار کے لئے خرچ کیا جاتا۔

۱۹۲۱ء میں مہجور متری گام پلوامہ میں مستقل طور پر سکونت کرنے لگے۔ ان دنوں گاؤں کی حالت ابتر تھی۔ ظلم و ستم کا بول بالا تھا۔ خوف و ہراس سے لوگوں کی آوازیں دب گئیں تھیں۔ مہجور کے وہاں رہنے سے گاؤں کی حالت میں سدھار آگیا۔ وہ اکثر گاؤں والوں کے ساتھ شام کا وقت گزارا کرتے اور ان کے مسایل میں کافی دلچسپی دکھا کر انہیں حل کرنے کی کوشش کرتے۔ ان دنوں اس گاؤں میں کم عمر چھوٹوں

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کی شادیوں کا رواج عام تھا۔ ایسی ہی ایک شادی میں گاؤں کی عورتیں ایک ڈھلوان کوٹھہار پر روایتی انداز میں گا رہی اور روف کر رہی تھیں۔ کوٹھہار پر زیادہ دباؤ پڑ جانے سے نیچے سے زمین کھسک گئی اور ایک کہرام مچ گیا۔ چند عورتیں زمین کے نیچے دب گئیں۔ ملبہ ہٹا کر دیکھا تو تین عورتیں ہلاک ہو چکی تھیں۔ سارے گاؤں صفِ ماتم بچھ گئی۔ مہجور کو اطلاع ملتے ہی عجیب قسم کی بے چینی نے گھیر لیا کیونکہ تحقیقات کے دوران احتمال تھا کہ پولیس اس راز سے واقف ہو جائے جو کہ قانوناً جرم ہے۔ اس لئے مہجور چند گاؤں والوں کیساتھ پولیس چوکی میں گئے اور رپورٹ درج کروائی۔

مہجور کے خیالات سیکولر قسم کے تھے۔ غیر مسلموں سے بھی ان کے روابط برادرانہ تھے۔ ان کے گھر میں مرن پلوامہ کے پنڈت ہمیشہ صلاح و مشورہ کے لئے آتے رہتے۔ متری گام میں مہجور صاحب کے گھر میں آج بھی ایسے برتن موجود ہیں جو پنڈتوں کے لئے ہی رکھے گئے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں جب برصغیر سے انگریزوں کا سایہ دور ہوا اور ہندوستان پاکستان وجود میں آئے تو پورے ملک کی طرح کشمیر میں بھی فرقہ وارانہ تصادم کے کچھ واقعات رونما ہوئے۔ چونکہ پلوامہ میں مختلف فرقوں کے لوگ رہتے تھے اسلئے وہاں بھی امن و امان درہم برہم ہونے کا اندیشہ تھا لیکن مہجور نے وہاں کی پنڈت برادری پر آنچ نہ آنے دی۔ اور انہوں نے اپنے مراسم کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو بھی مستحکم کیا۔ ایک موقعہ پر اپنے ایک غیر مسلم کو لکھتے ہیں۔

۲۹ بھادوں

مائی ڈئیر پنڈت دامجو صاحب

بندگی

رسول بٹ متری گام زخمی ہوا ہے۔ خون جاری ہے۔ بند نہیں ہوتا۔ اس وقت اس کا پلوامہ پہنچنا یا ڈاکٹر صاحب کا یہاں پہنچنا مشکل ہے۔ کیونکہ غیر وقت ہے اس لئے تحریر ہے کہ آپ براہِ مہربانی یہاں تک آجائیں۔ تاکید ہے۔

مہجور کاشمیری

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی مہجور کا لاابالی پن تقریباً ڈھائی تین سال میں ختم ہو کر رہ گیا۔ خوبصورت، ذہین اور حساس طبیعت رکھنے والا مہجور ہندواڑہ کی پر فضا ہواؤں میں کھو گیا۔ عیش و عشرت کی زندگی اپنے جوبن پر تھی۔ لیکن نہ جانے کس کی چشم بد سے نوکری سے معطل ہونے کا آرڈر ملا۔ افلاس کی دیواریں ہموار ہو گئیں اور وہ ایک ایک پیسے کیلئے محتاج ہو گئے۔ خدا کی خدائی پھر سے جلوہ گر ہوئی اور زندہ رہنے کے کئی وسائل پیدا ہوئے۔ اس طرح مہجور کی زندگی کا ایک ایک دن ایک ایک داستان کی صورت اختیار کر گیا۔

ہندواڑہ سے بچھڑنے کے تقریباً تین سال بعد مہجور ایک دن ان دنوں کے ڈائریکٹر ایجوکیشن جناب اسد اللہ کاظمی کے ہمراہ تعلیمی دورے پر سوپور گئے تو وہاں چند طلبا نے مہجور سے ہندواڑہ میں گزرے ہوئے ایام کے بارے میں پوچھا۔ مہجور کے چہرے پر عجیب سی رونق پھیل گئی۔ ڈھائی سال کا عرصہ آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا اور انہوں نے یہ شعر کہہ دیا ؎

فیضان عیش و راحت اب تو گزر چکے ہیں
بکتا ہے حسنِ ماضی بازارِ ہندواڑہ[1]

ملازمت کے چکر نے مہجور کو ہمیشہ ہی اکثر و بیشتر گھر سے دور رکھا اور انہوں نے مختلف مقامات پر اپنی زندگی کے دن گزارے۔ آپ آری گام میں بھی ملازمت کرتے رہے۔ یہاں آج بھی وہ چنار استادہ ہیں جن کی آبیاری خود مہجور نے کی ہے۔ مہجور جتنے ذہین اور ہوشیار تھے اس سے بڑھ کر آپ کے کارندے (نوکر وغیرہ) کافی چالاک تھے۔ اس سلسلے میں آری گام کے ایک واقعہ کا ذکر کرنا یہاں نامناسب نہ ہوگا۔ ایک دفعہ آری گام میں تحصیلدار کا زمین کے انتقال کے سلسلے میں آنا ہوا۔ تین چار دن وہ مہجور کے ساتھ ہی ان کے ڈیرے پر رہے۔ تحصیلدار نے خواہش ظاہر کی کہ چند مرغے اور کچھ اچھے قسم کے چاول ان کے گھر بھیج دیئے جائیں۔ مہجور نے ان چیزوں کے علاوہ شہد کا ایک برتن بھی اچھی طرح ڈھانپ کے اپنے نوکر رمضان ملنگو کے حوالے کیا اور تحصیلدار کے گھر چھوڑ آنے کی ہدایت دی۔ اسے ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ برتن میں زہر رکھا گیا ہے جسے کھولنے کی زحمت نہ کرنا۔ چند روز بعد مہجور نے رمضان ملنگو کو بلوا بھیجا تاکہ ان چیزوں کے بارے میں دریافت

[1] فیضان (نفی) اور راحت کشمیر میں عورتوں کے نام بھی ہیں اور اس لیے رعایت لفظی کا استعمال بھی کیا ہے (ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کر لیں۔ رمضان منگروے کے سر پر پٹی لگی ہوئی تھی اور اس کی بیوی سرہانے بیٹھے سینہ کوبی کر رہی تھی۔ مہجور نے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ اسے اسی حالت میں پیش کریں۔ رمضان منگرو کو مہجور کے سامنے لایا گیا۔ تحصیلدار بھی وہیں موجود تھا۔ پوچھ گچھ شروع ہوئی تو اس نے جواباً کہا جناب۔ کچھ سال پہلے کسی نے کیا کہ تھیلے میں سے مرغے نکل پڑے۔ میں نے چاول کی بوری سے چاول نکال کر ان کے سامنے ڈالے لیکن وہ بھاگتے ہی رہے یہاں تک کہ چاول ختم ہو گیا۔ اور مرغے بھی واپس نہ آئے اور آپ نے جو زہر کا برتن دیا تھا۔ اسے کھا کر میری یہ حالت ہو گئی ہے۔ تحصیلدار بنا کچھ کہے ہی وہاں سے چل دیا۔

[illegible] کی بہار کی ایک شام تھی۔ پروفیسر دیویندر ستیارتھی سیاحت کے لئے کشمیر تشریف لائے تھے اور ویری ناگ کے گھنے جنگلوں میں گھوم رہے تھے۔ ان کے کانوں سے بچوں کی ملی جلی سُریلی آوازیں ٹکرائیں۔ بچوں کو کچھ پیسے دے کر یہی گیت گانے کو کہا۔ بچوں نے فرطِ مسرت سے مہجور کا "پوشہ متہ جانانو" والا گیت سنایا۔ پروفیسر پر سکتہ سا طاری ہو گیا اور شاعر کے بارے میں دریافت کرنے لگے۔ سرینگر پہنچ کر اس گیت کا ایک ماہرِ زبان سے انگریزی ترجمہ کروایا جو بعد میں انگریزی اخبار MODERN REVIEW میں شائع ہوا۔ یہ مضمون رابندر ناتھ ٹیگور کی نظروں سے گزرا۔ تو وہ پھڑک اٹھے۔ پروفیسر صاحب (جو ان کے شاگرد تھے) کو کشمیر روانہ کیا۔ یہاں پہنچ کر بہت تگ و دو کے بعد بھی مہجور کا کہیں پتہ نہ ملا۔ ایک شام ناامید ہو کر وہ تانگے پر اپنے ڈیرے کی طرف جا رہے تھے کہ اسی تانگے پر مہجور بھی سوار تھے۔ دونوں میں باتوں کا سلسلہ چلا۔ باتوں باتوں میں پروفیسر صاحب نے کشمیر آنے کی وجہ بتائی۔ دل ہی دل میں مہجور بہت خوش ہوئے اور انہیں اپنے گھر لا کر ان کی خوب خاطر تواضع کی۔ جب خود کو متعارف کیا تو پروفیسر خوشی سے اُچھل پڑے اور انہیں گلے لگا لیا۔ اس کے بعد برابر پندرہ دن وہ مہجور کے ساتھ رہے۔ اس طرح مہجور کا نام اور ان کی شاعری ملک کے کونے کونے میں پھیل گئی جس کیلئے انہیں ٹیگور کی طرف سے کشمیر کے WORDS WORTH کا خطاب ملا۔

مشہور قلمکار ڈاکٹر ایراج ساتھی جو مہجور کی شاعری کے مداح تھے نے 1938-39 میں وشو بھارتی (شانتی نکیتن کے انگریزی رسالہ) میں مہجور پر دو مضمون لکھے۔ شمیم احمد شمیم سے اپنے ایک خط

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

میں ایک جگہ یوں رقمطراز ہیں۔

"بطور ادیب میری زندگی کی سب سے بڑی تمنا ہے کہ ایک دن مہجور کی زندگی کو قلمبند کر سکوں شاید یہ خواب کبھی پورا بھی ہو جائے۔"

بیگم مہجور کے مطابق مہجور باہری دنیا کے ساتھ ساتھ گھر کے مسائل میں بھی کافی دلچسپی لیتے تھے بلکہ الجھے رہتے تھے اور ان کو حل کرنے میں بڑی ہی دلچسپی لیتے تھے۔ اختلاف کی صورت میں افراد خانہ کی رائے بھی لیتے تھے اور اختلاف کی جڑ کو کاٹ کر رکھ دیتے۔ شاعری کو ترجیح دے کر گھر کی ذمہ داریوں سے کبھی غافل نہ رہتے تھے۔ بلکہ گھر میں تو تخیل کی دنیا چھوڑ کر ایک عام گھریلو مرد کی طرح گھر کے کام میں لگے رہتے۔

کبھی کبھی اگر رات کے وقت شاعری کا موڈ ہوتا تو گوشۂ خلوت میں رہنا پسند کرتے اور زیادہ مناظرِ قدرت کا لطف اٹھانے کی غرض سے بہت دور نکل جاتے اور انہیں الفاظ کا جامہ پہنا کر پیش کرتے۔

آنکھ نرگس کی کھلی سنبل نے زلفیں کھول دیں

ہے گل بادام مست لذتِ جامِ نشاط

سبزۂ نوخیز پر رقصِ عروسِ نوبہار

جھومتا پھرتا ہے گویا بادہ آشامِ نشاط!

وہ اگرچہ زیادہ تر وقت گھر سے باہر ہی گزارتے لیکن افراد خانہ کی فکر انہیں ہمیشہ ہی دامن گیر رہتی۔ ان کے ایک ہی لخت جگر تھے۔ محمد امین — جو ابن مہجور کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ امین صاحب بھی ہمیشہ گھریلو ذمہ داریوں سے دور بھاگ کر تنہائیوں میں پناہ لینا زیادہ پسند کرتے تھے ایک خط میں امین صاحب کو لکھتے ہیں۔

سری نگر

۱۷ اگست

عزیزم سلمہ اللہ

ہم سب یہاں بخیریت ہیں۔ میں نے عزیز رشید احمد کو چند یوم یہاں اس لئے روکا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

تھا کہ میرا ارادہ تھا کہ ہم اکھٹے گاؤں چلیں۔ مگر بدقسمتی کہ ایسا عمل نہیں آیا۔ آپ نے تحریر کیا ہے کہ ماگھ، پھاگن، چیت تین ماہ کی رسد یکمشت وصول کرنی چاہیئے۔ آپ نے صرف چالیس روپے بھیج دیئے۔ سہ ماہ رسد پر ۶۲ روپے خرچ آتے ہیں۔ روپے کی تلاش ہے۔ نہیں ہیں۔ اب ریڈیو والوں کے مگر ہوں۔ انہوں نے سوموار وعدہ کیا ہے۔ امید ہے کہ روپے لے کر رسد وصول کرینگے۔ اس کے علاوہ جموں میں کام تھا۔ مگر دس یوم سے ڈاک بند ہے۔ فون بھی خراب رہا۔ اس لئے کام میں درنگی رہی۔ مفصل عزیز رشید زبانی سنائیگا۔ آج صبح آپ کا تار بھی موصول ہوا۔ اس لئے عزیز مذکورہ روانہ کیا گیا۔ کل دن میں دینا ناتھ دریوہ بھی ملا۔ انشاء اللہ تعالیٰ جموں کا کام مکمل ہونے پر اور باقی کام درست کر کے ہم بھی روانہ منتری گام ہوں گے۔ عزیز رشید کے ہاتھ سنگترہ، ساگ پھری ہا[۱]، ہوگاڑہ[۲]، قلوچنہ ہا، قبضہ ہا اور وغیرہ اشیا ارسال ہیں۔ ۸ عدد باقی چیزیں ہم ساتھ لائینگے۔ رشید احمد کا کوئی قصور نہیں۔ یہ ہر وقت گاؤں جانے کے لئے مضطرب تھا۔ مگر میں نے جبراً اس کو روکا تھا۔

مہجور کاشمیری

ایک اور خط میں رشید احمد (امین صاحب کے بڑے صاحبزادے) کو لکھتے ہیں۔

عزیزی رشید احمد

میں ہوائی جہاز پر صرف ۵۴ منٹ کے اندر اندر سری نگر سے جموں پہنچا۔ جہاز میں کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ آرام سے سفر طے ہوا۔ جموں میں کاظمی صاحب کے بنگلے پر ٹھہرا ہوں خدا کے فضل سے ہر طرح کا آرام ہے۔ روزانہ اس کے ساتھ موٹر کار میں دفتر جاتا ہوں۔

ان باتوں کے متعلق جواب تحریر کریں۔

(۱) گھر کا کیا حال ہے۔ بچوں کا حال جدا جدا لکھو۔ کیا ماسٹر روزانہ آتا ہے اور کیا بچے

---

۱ بھنی ہوئی مچھلیاں ۔۔۔ ۲ سکھائی ہوئی مچھلیاں

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اچھی طرح پڑھتے ہیں؟

(۲) کیا قصر مولے تیل سیاہ پہونچا اور کیا احمد بٹ نمبردار نے گھاس اور کھل دی ہے یا نہیں؟

(۳) عزیز ڈار کا کیا حال ہے۔ کیا وہ کبھی آتا ہے۔ قطب شاہ کا کیا حال ہے؟

(۴) محمد امین شاہ سرینگر سے آیا تھا آج کل وہ کہاں پر ہے اور اس کا کیا حال ہے؟

(۵) گھر میں کسی چیز کی نایابی تو نہیں۔ اگر ہے تو کس کس چیز کی مفصل لکھو۔

(۶) گاؤں کا کون کون شخص تمہارے پاس آتا ہے۔ کیا دونوں احمد بٹ آتے ہیں یا ایک ہی یا ایک بھی نہیں۔

(۷) گائیں، مرغیاں اور بطخوں کا کیا حال ہے۔ کیا برف ہو چکی ہے۔ کتنی برف پڑی تھی

(۸) اگر ماسٹر دینا ناتھ تحریر کریں گے کہ رشید احمد اس سال ضرور پاس ہوگا تو میں رشید احمد کے لئے یہاں سے کوئی خاص تحفہ لیکر آؤنگا یا وہ چیز لاؤنگا جس کے لئے رشید احمد چٹھی میں شوق ظاہر کرینگے۔

(۹) اپنی نانی صاحبہ، والدہ صاحبہ، طاہرہ بیگم، عبدالباری اور زبیدہ بیگم کو سلام پہنچا دو۔ عزیز وانی کو سلام۔

راقم

مہجور کاشمیری معرفت جناب کاظمی صاحب۔

چارٹر رجسٹرڈ ایجوکیشن جے اینڈ کے۔ جموں (توی)

مہجور نہ صرف اپنے عزیز و اقارب سے بلکہ ہمسایوں اور شناساؤں کے بارے میں بھی جانکاری حاصل کرتے اور ان کا رویہ ان سے ہمیشہ ہی مشفقانہ رہا۔

بیگم مہجور کے کہنے کے مطابق وہ ان کی بہت عزت کرتے اور ان کا کافی خیال رکھتے تھے ایک دن میں نے باتوں باتوں میں بیگم مہجور سے پوچھا کہ مہجور صاحب کے انتقال کے بعد کیا آپ نے کبھی کوئی کمی محسوس کی۔ ان کے چہرے پر متانت اور پس ماندگی کے ملے جلے تاثرات نمودار ہوئے۔ اور چند لمحوں کے بعد

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

انہوں نے کہا

"مہجور صاحب مجھ سے کبھی جدا نہیں ہوئے ہمیشہ سایہ کی طرح میرے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ میں نے کبھی ان کے جانے کا غم نہیں کیا کیونکہ ہم دونوں کا رشتہ روح اور دل کا رشتہ تھا۔ جیسا بعد میں آپ کو پتہ چلا ہوگا وہاں حق کا ملنا بے کار معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے میرے سامنے اللہ تعالیٰ کے فیض و کرم سے ایک بڑی دنیا تعمیر کی جس کے لئے انہوں نے ساری زندگی وقف کر دی۔ اس سے زیادہ مجھے اور کس چیز کی تمنا ہونی چاہیئے تھی۔ انہوں نے میرے بیٹے بیٹیوں کی پرورش کی اور وہ میری دیکھ بھال کرتے ہیں۔"

ایک اور سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ مہجور صاحب زیادہ تر گوشت اور پکوان کی فرمائش کرتے۔ چاول تو وہ بالکل کم کھایا کرتے تھے۔ ویسے بعد زندگی کے آخری ایام میں مہجور کافی لاغر و کمزور دکھائی دیتے تھے۔ افلاس اور مفلسی نے کئی بار دامن تھامنا چاہا لیکن وہ ہمیشہ سایہ کی طرح ان کے ساتھ رہے۔ خانگی حالت جب زیادہ ہی ابتر ہوتی جا رہی تھی تو آپ عزیز و اقارب، رشتہ داروں سے ادھار مانگ کر گھر کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ آخری ایام میں ایک بار بیماری نے شدت اختیار کی۔ کھانے کے لئے گھر میں کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ اپنی بیماری کا تذکرہ اپنے عزیز دوست کو یوں لکھ کر اپنی بے بسی اس طرح بیاں کرتے ہیں۔

ملنگی کدل

۲۱ مارچ

بخدمت مکرم خواجہ علی محمد بیگ سیلر صاحب

السلام

دو چار یوم سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی۔ کل ہی ڈاکٹر علی جان صاحب سے ملا۔ انہوں نے بعد ملاحظہ کچھ عرصہ کے لئے گاندل جانے کا مشورہ دیا۔ اس لئے اب کل پرسوں تک منزگام جانا چاہتا ہوں۔ رسد شالی ماہ ماگھ پھاگن آج وصول کرنا چاہتا ہوں۔ مگر روپیہ موجود نہیں۔ اس لئے عرض ہے کہ براہ کرم عزیز رشید احمد کے ہاتھ مبلغ ... روپے بطور قرضہ حسنہ ارسال فرمائیں۔ انشاء اللہ زیادہ سے زیادہ اگلے ماہ تک یہ قرضہ یکمشت واپس کر دوں گا۔ یہ رقم سابقہ حساب کے ساتھ نہیں رہے گی۔ یہ خاص طور پر ادا کروں گا۔ انشاء اللہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

نہ فرمائیں۔ کیونکہ وقت بہت نازک ہے اور یہ رزق کا معاملہ ہے۔ ممکن ہے کہ گاؤں جاکر جلد واپسی ہوگی۔ ماہ رواں کی رسد ضائع ہوگی۔ اس لئے تکلیف دی جاتی ہے کہ درنگی نہ کریں۔

عزیز رشید احمد کے ہاتھ ڈاکٹر علی جان صاحب کا نسخہ بھی ہے۔ ایک دو درجن ٹکیہ ہا' انگریزی دوا فروشوں سے خرید کر ارسال کریں۔ باقی شکریہ۔

مہجور کشمیری

اس طرح سے مہجور زندگی کی تلخ حقیقتوں کو جام سبو کی طرح پیتے رہے۔ زندگی سے لڑتے رہے اور جیتے رہے۔ حالانکہ وہ انہیں آرام سے زندگی بسر کرنے کے مواقع بھی میسر تھے۔ اگر انہوں نے والد بزرگوار کے پیشے کو اپنایا ہوتا تو بھی وہ آرام سے زندگی کے دن بسر کر سکتے تھے جن کی آمدنی اس زمانے میں سالانہ ایک ہزار سے زیادہ تھی لیکن وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتے تھے خود کمانا اور دوسروں کو کھلانا چاہتے تھے۔ اس لئے تنگدستی میں بھی خوش تھے۔ انہیں زندگی کا یہ روپ بھی پسند تھا۔ ○

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

سیّد رسول پونپو

مہجورؔ کے خطوط

اسے مہجورؔ کی خوش بختی ہی سمجھئے کہ اس کی شخصیت کے پروان چڑھانے میں تاریخ کشمیر کے پُرآشوب دور کا ہاتھ رہا۔ مہجورؔ خود بھی زمانے کا نبض شناس تھا جو فنی تقاضوں کو عوامی مزاج کے مطابق ڈالنے کو اولیت دیتا تھا اور سیاسی مزاج کو اپنے شعری آہنگ سے ہم آہنگ کرنے کی نزاکت کو سمجھتا تھا۔ یہاں ہمیں مہجورؔ کی شخصیت اور ان کے فن کو موضوع بحث نہیں بنانا ہے، بلکہ چند ایک مکتوبات کے تعلق سے اسکی زندگی کے باطنی پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہے۔ جو بیشتر اسکے معاصرین نے اسے لکھے تھے۔ غالبؔ کے خطوط سے اردو ادب میں جدید خطوط نگاری کی شروعات ہوئیں۔ یہ خطوط غالبؔ کی بلند قامت شخصیت کے اندرون کو بلا تردّد و تامّل ہمارے سامنے رکھتے ہیں۔ غالبؔ نے کسی تکلف کو روا نہیں رکھا۔ جس سے اسکے اسلوبِ نگارش کا حسن دوبالا ہوگیا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے جیل سے اپنی بیٹی اندرا گاندھی کے نام خطوط میں ہندوستان کی تہذیب و ثقافت کے گراں قدر ورثہ کی نشاندہی کی۔ اقبالؔ، حالیؔ، سر سید اور سب سے بڑھکر مولانا ابوالکلام آزاد کے خطوط کو "غبارِ خاطر" کی صورت میں مدنظر رکھیئے تو خطوط نگاری کا جادو سر چڑھ کے بولنے لگتا ہے۔ ان ممتاز ادبی، سیاسی اور ہمہ جہت شخصیات کے خطوط کا ذکر ضمناً اس لئے کیا گیا تاکہ یہ امر واضح ہو جائے کہ ان کا اسلوب

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

نگارش بھی تحریک حریت ہند کا مرہونِ منت ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ایسے حالات کی عدم موجودگی میں ان کے خطوط کا معنوی حسن اگرچہ پہلو مختلف تو ہوتا لیکن اتنا جاذب نظر اور دلکش بھی نظر نہ آتا۔

مہجور کو اپنے دور کے تعلق سے اس حیثیت سے بھی اولیت حاصل ہے کہ اس نے ۱۵ ستمبر ۱۹۳۲ء کو نمائش گاہ سرینگر میں ایک کل ہند مشاعرے میں پہلی بار کشمیری نظم پڑھی۔ اس مشاعرے میں ہندوستان بھر کے صفِ اول کے شعراء کے علاوہ اُس وقت کی کابینہ کے سبھی ارکان اور ریاستی انتظامیہ کے اعلیٰ حکام موجود تھے۔ اس ضمن میں سیکریٹری مشاعرہ کمیٹی نمائش گاہ سرینگر کا مہجور کے نام لکھا ہوا یہ دعوتی مکتوب تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔

مہجور کو جن ممتاز شخصیات سے سلسلۂ مراسلت رہا ان میں علامہ اقبال، مولانا حبیب الرحمان خان شیروانی، ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی، ڈاکٹر مفتی محمد صادق (قادیان)، عرش ملسیانی، اسد اللہ کاظمی اور عبداللہ آزاد وغیرہ شامل ہیں۔ رابندر ناتھ ٹیگور سے مہجور کے سلسلہ مراسلت کا ابھی تک کوئی ثبوت فراہم نہیں ہوا ہے۔ مجھے دسمبر ۱۹۸۳ء میں ساہتیہ اکادمی کی وساطت سے مغربی بنگال جانے کا موقعہ ملا۔ مجھے وہاں تقریباً سبھی ثقافتی اداروں اور ان کے سربراہوں سے ملنے کا موقعہ بھی ملا۔ بنگال کے صاحب اہمیت قوم نے ٹیگور کی زندگی کے ہر حرف و صدا کو محفوظ رکھا ہے۔ میں نے شانتی نکیتن میں ٹیگور سے منسوب ہر ادارہ دیکھا۔ میں شانتی نکیتن میں بھی کافی تلاش و جستجو کے باوجود مجھے ٹیگور سے مہجور کی خط و کتابت کا سراغ لگانے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر میں نے ٹیگور میوزیم کی جمع کردہ فہرستیں بھی دیکھیں۔ یہاں بھی میں اس رشتہ کی تلاش نے میں ناکام رہا۔

مہجور صاحب نے کئی جگہ "تاریخ ادبیات کشمیر" لکھنے کا ذکر کیا ہے اور اسی سلسلے میں انہوں نے جناب شیخ محمد عبداللہ وزیر اعظم جموں و کشمیر کے ہمراہ دلی کا سفر بھی کیا تاکہ وہاں کے کتب خانوں میں جا کر بھی اس کتاب کے لئے مواد اکٹھا کر سکیں۔ اس سلسلے میں ملک کی سرکردہ شخصیتوں کے ساتھ انکی خط وکتابت تھی۔ یہ نامناسب نہ ہوگا کہ اگر اس تذکرے سے متعلق خطوط کے بارے میں یہاں بات کی جائے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر علامہ اقبال کے اس خط کا حوالہ دینا غیر ضروری نہیں ہوگا جو کہ علامہ نے مہجور کو

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

۱۲ مارچ ۱۹۳۴ء کو لکھا ہے اور جس میں انہوں نے مہجور کے اس منصوبے پر خوشی کا اظہار کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ (اقبال) کئی سالوں سے اسے لکھنے کی تحریک کر رہے تھے لیکن افسوس کہ کسی نے اس طرف توجہ نہ کی۔ ساتھ ہی مہجور کو یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ تذکرہ شعرائے کشمیر لکھتے وقت انہیں چاہیئے کہ مولانا شبلی کا "شعر العجم" پیش نظر رکھیں۔ اس خط کا عکس ماہنامہ "تعمیر" کے مہجور نمبر (۱۹۵۷ء) میں چھپ چکا ہے۔

جناب محمد یوسف ٹینگ "حیات مہجور" کے ایک باب "مہجور کی تصنیفات و تالیفات" کے آخر میں یوں رقمطراز ہیں: "مہجور تاریخ کشمیر کا مسودہ ترتیب دے رہے تھے اس سلسلے میں وہ خاکہ (۱۹۵۰ء) کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ مہجور اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں کہ شیخ محمد عبداللہ اور بخشی غلام محمد وزیر اعظم و نائب وزیر اعظم جموں و کشمیر دونوں نے یہ مسودہ دیکھا۔ انہوں نے اس میں گہری دلچسپی دکھائی۔ شاید شیخ محمد عبداللہ نے سنہ ۱۹۵۰ء میں انہیں اسی سلسلے میں دہلی اپنے ساتھ لیا جہاں مہجور نے "بہارستان شاہی" کا مسودہ نقل کیا۔ شیخ صاحب خود بھی کچھ اہم کتب لے گئے تھے جن کا ذکر مہجور نے کیا ہے۔ نہ معلوم پھر یہ تالیف کیا ہوئی۔"

اس سلسلے میں اُس اشتہار کا ذکر کرنا مناسب ہوگا جو مرحوم مہجور مقامی اخبارات میں بغرض اشاعت چھپوانا چاہتے تھے۔ اشتہار کے سلسلے میں اخبارات کے مدیر صاحبان کے نام ایک خط بھی قلم بند کیا گیا ہے جو یوں ہے:

محترمی و مکرمی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ — مزاج شریف

لف ہذا ایک علمی مضمون ارسال خدمت ہے۔ آپ کی ادبی، علمی اور ملکی خدمات کو ملحوظ رکھتے ہوئے متوقع ہوں کہ آپ اپنے موقر روزنامہ اخبار کی کسی قریبی اشاعت میں اسے درج فرما کر مجھے سپاس گزاری کا موقع بخشیں گے۔

والسلام

(۱) خدمت - (۲) خالد (۳) وینگ (۴) دلیش (۵) مارتنڈ

اور اشتہار جسے مہجور علمی مضمون قرار دیتے ہیں، کا متن درج ذیل ہے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

جدید تاریخ کشمیر

میرے خاندانی کتب خانہ میں خطہ کشمیر کے متعلق چند پرانے مسودات، قدیم تاریخیں بزبان فارسی قلمی موجود تھیں۔ ان کے مطالعہ سے عہد طفولیت سے ہی مجھے اپنے وطن کی تاریخ کیساتھ ایک خاص انس اور دلچسپی پیدا ہوئی۔ ۴۰ سالہ عہد ملازمت میں مجھے کشمیر کے اطراف واکناف میں پھرنے کا موقعہ ملا اس دوران میں جہاں جہاں تاریخ کشمیر کے متعلق کچھ ریکارڈ میسر ہوا میں اسکو فراہم کرتا رہا۔ سرزمین کشمیر کے بعض تاریخی مقامات کو بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا وہاں بھی اپنی وسعت کے مطابق تفقد و تحقیق کے بعد حالات قلمبند کرتا رہا۔ مورخان کشمیر کی فارسی اور سنسکرت زبانوں میں لکھی ہوئی تاریخوں کے علاوہ میں نے بیرون کشمیر کے مورخان کی لکھی ہوئی وہ فارسی، عربی، اردو، انگریزی کتابیں بھی فراہم کیں۔ جن میں کشمیر کا تذکرہ آیا ہے۔ اس طرح کشمیر کی تاریخ کے متعلق ایک اچھا خاصہ ذخیرہ میرے پاس جمع ہوا۔

سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہونے کے دن سے میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی تھی کہ میں اپنے اندوختہ اور سالہا سال کی محنت و کدو کاوش کو ایک کتابی صورت میں ترتیب دیکر اہل ملک کے سامنے پیش کروں۔ مگر اقتصادی کمزوری نے میری اس تمنا کو پورا ہونے نہ دیا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ کشمیر کے ایک قدیمی علمی وادبی خاندان کے ایک روشن خیال اور علم دوست ممبر نے اس کام کیلئے اخراجات کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ اب میں نے اردو زبان میں کشمیر کی ایک مستند مکمل۔ جدید تاریخ آفرینش کشمیر سے لیکر اب تک مرتب کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔

کشمیر کا تعلیمیافتہ طبقہ یوں تو تاریخ عالم سے واقف ہے۔ تاریخ انگلستان تو ان کو زبانی یاد ہے مگر تاریخ کشمیر سے مطلق ناآشنا ہیں۔ حالانکہ اس ملک کے ماضی کی تاریخ ہر لحاظ سے دلچسپ حوصلہ افزا ناقابل فراموش اور قابل فخر ہے مگر جب ملک میں کوئی جامع اور مکمل تاریخ ہی موجود نہیں تو وہ کہاں سے واقفیت حاصل کرینگے۔ سال ۱۹۴۷ء کے غیر متوقع انقلاب نے اہل عالم کو تاریخ کشمیر کی طرف خاص طور پر متوجہ کر دیا ہے۔

قبل اسکے کہ میں اس کتاب کا مسودہ لکھنا شروع کروں۔ میں اپنے وطن کے علم دوست اور حق پسند

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

حضرات سے اپیل کرتا ہوں کہ اگر کسی صاحب کے پاس کوئی تاریخی یادداشت، ماضی بعید یا ماضی قریب کی موجود ہو تو وہ مجھے دکھائیں۔ بعد ملاحظہ بشرط ضرورت بعد اندراج اصل کتاب یا یادداشت شکریہ کیساتھ واپس کرونگا اور تاریخ شایع ہونے پر ایسے حضرات کو ایک ایک کاپی مفت پیش کی جائیگی۔ اس سلسلہ میں شاہی فرامین۔ پروانہ جات۔ قبالہ خاصہ جات۔ خطوط، سکہ جات بعض اشیاء عہد قدیم بھی تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان سے بھی استفادہ حاصل ہوگا۔

مہجور کاشمیری۔ متری گام۔ ڈاک خانہ پلوامہ کشمیر

اسی طرح شری موتی لال دھر کا انگریزی میں جوابی خط اس بات کا غماز ہے کہ مہجور تاریخ کشمیر مرتب کرنے کا منصوبہ باندھ چکے تھے۔ خط کا ترجمہ حاضر ہے!

شری ایم، ایل، دھر

ایم ایس، سی۔ پی ایچ، ڈی۔ ایف آر آئی سی۔

چٹان منزل، لکھنو

۵۔ مارچ ۱۹۵۱ء

آپ کے عنایت نامہ کا شکریہ۔ کاش! مجھے اردو لکھنا آتی۔ لکھنے کو تو لکھ سکتا ہوں، لیکن ایسا نہیں کہ آپ کو پسند آجاتے۔ مجھے ان غلطیوں کا بھرپور احساس ہے جو مجھ سے اردو میں سرزد ہوسکتی ہیں۔ مجھے بلاشبہ یہ جانکر انتہائی مسرت ہوئی کہ آپ کشمیر کی تاریخ مرتب کر رہے ہیں۔ مجھے پورا یقین ہے یہ ایک عظیم کام ہوگا۔ آپ نے لکھا ہے کہ آپ لکھنو آرہے ہیں۔ برائے کرم تشریف لائیے اور میرے ہاں قیام کیجئے۔

آپ کو اپنے درمیان پاکر ہمیں بے حد شادمانی ہوگی۔ لکھیئے کہ آپ کب اور کس تاریخ کو آرہے ہیں تاکہ میں سٹیشن جاکر آپ کا استقبال کرسکوں۔

بعد احترام واکرام!

آپ کا مخلص

موتی لال دھر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اس سے قبل موتی لال ساقی کے ترتیب دیئے گئے مہجور کے دس پندرہ خطوط جو انہوں نے عبدالاحد آزاد کو مختلف موقعوں پر لکھے ہیں، رسالہ "نیب" کے اپریل ۷۱ء کے شمارہ نمبر ۱۴ اور شیرازہ اردو، اسی طرح کچھ خطوط ماہنامہ "تعمیر" میں بھی چھپ چکے ہیں لیکن ہمیں نے تاریخ "ادبیات کشمیر" سے متعلق ہی بات کی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مہجور کی مراسلت کو یکجا کیا جائے تاکہ ان کی شخصیت کے مختلف پہلو کسی حد تک ہمارے سامنے آسکیں۔ ہم خطوط کی روزن سے ان کے اندرون کو جھانکیں اور اپنی ثقافتی تحریک کے مختلف مراحل سے آشنا ہو سکیں۔

شیرازہ میں چھپنے والی نگارشات

- ہر نگارش کا معاوضہ پیش کیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ غیر مطبوعہ اور غیر نشر شدہ ہو۔
- ہندوستانی تاریخ و تمدن اور ثقافت و ادب کے مختلف پہلوؤں پر معیاری و تحقیقی مضامین قبول کئے جاتے ہیں۔
- ریاست کے تمدن اور فنی ورثے کے بارے میں تحقیقی اور تنقیدی مقالات ترجیحی طور پر شائع کئے جاتے ہیں۔
- فن تعمیر، آرٹ اور مصوری سے متعلق مضامین کے ساتھ آنے والی نادر تصاویر کا الگ سے معاوضہ دیا جا سکتا ہے۔
- منظومات بشرطیکہ معیاری ہوں، قبول کی جاتی ہیں۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

سروانند کول پریمی

یادوں کے چند نقوش

موجودہ صدی کی تیسری دہائی کی بات ہے۔ میں ساتویں آٹھویں میں پڑھتا تھا۔ میرے چچیرے بھائی تاراچند گانے بجانے کی محفلوں میں چوری چھپے شرکت کیا کرتے تھے۔ اُن کی آواز بڑی سُریلی تھی اور جب کبھی وہ سُر تال سے کوئی کشمیری غزل کسی محفل میں گاتے تو محفل خوب جمتی۔ اُن دنوں کسی خاندانی پنڈت گھرانے کے کسی بھی چھوٹے یا بڑے فرزند کا ایسی محفلوں میں شرکت کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ مگر تاراچند کو ایسی لت پڑی تھی اور ایسا شوق تھا کہ وہ کبھی نہ کسی بہانے گھر سے غیر حاضر رہتا اور راتیں ان محفلوں میں گذارا کرتا۔ میری زندگی کے ابتدائی دنوں میں تاراچند کا کافی دخل رہا۔ وہ مجھے کسی نہ کسی طرح اپنے ساتھ ان محفلوں میں لے جایا کرتا۔ تاراچند کے پاس مہجور اور احد زرگر کی غزلوں کے چند مجموعے تھے جو اُن دنوں کلام مہجور اور کلام احد زرگر کے نام سے بازار میں آئے تھے۔ میں بھی یہ کلام پڑھنے کی طرف مائل ہوگیا اور دھیرے دھیرے نہ صرف یہ غزلیں زبانی یاد کرنے لگا بلکہ "تک بندی" بھی کرنے لگا۔ اور دو تین سال بعد یعنی میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد میں "شاعری" کرنے لگا۔

۱۹۴۰ء کی بات ہے میں کھادی بھنڈار میں کوئی پندرہ برس کی عمر میں ملازم ہوگیا۔ پڑھائی جاری رکھنے کا از حد شوق تھا۔ مگر گھر کی حالت مانع ہوئی اور مجبوراً ملازمت

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کرنا پڑی۔ کھادی بھنڈار کو اُن دِنوں "چرخہ سنگ" اور آل انڈیا سپنرس ایسوسی ایشن All India Spinners Association کہا کرتے تھے۔ ملازمت کے دوران میرا تبادلہ کھدر بھنڈار کے پیداواری اور سپلائی سنٹر بانپور میں ہوا جہاں سینکڑوں کاریگر اور دوسرے ملازم کام کرتے تھے۔ تعلیمی اداروں کی طرح اس سنٹر میں معمول کا کام شروع ہونے سے پہلے "پرائر" پڑھا جاتا تھا اور سارے چھوٹے بڑے کارکن ایک بڑے ہال میں جمع ہوا کرتے اور "حمد و ثنا" کرتے۔ کئی بار مہجور کی شہرۂ آفاق نظم ؎

دلوہا باغوانو نوبہارک شان پیدا کر

پھولن گل گتھ کرن بلبل تتھی سامان پیدا کر

بڑی سُریلی اور اونچی آواز میں روزانہ پڑھی جاتی۔ مہجور کی قومی نظموں خاص کر "دِلوہا باغوانو....." اور "صُبح چھم، باغ چھم، مستانہ دِل چھم، تانہ یاون چھم۔ بہارس وادہیون چھم شوقہ سان گلزار چھاوُن چھم" نے مجھ پر جادو کا اثر کیا، اور میں بھی نظم اور غزلیں لکھنے لگا۔

یہاں ۱۹۴۰ء کا ایک واقعہ تحریر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ میرا تبادلہ کھدر بھنڈار کی نوکری میں چند مہینے بعد ہندواڑہ ہوا۔ وہاں مرحوم مہجور کچھ برس پہلے پٹواری رہ چکے تھے۔ اُن کی شاعری اور اُن کی غزلیں ہندواڑہ کے عوام کی زبان پر تھیں۔ میں ان غزلوں کو دوسروں کی زبانی سن کر بہت ہی آتا ولا ہوتا تھا۔ اور ایک روز ایک موسیقی کی مجلس میں شامل ہو کر جب رات بھر صرف مہجور کی غزلیں سنتا رہا تو میرے دل میں مہجور سے ملاقات کرنے کی خواہش روز بروز بڑھنے لگی۔ میں نے بانپور سے اپنی ایک ابتدائی نظم ؎ کیا سنا درشن سُہ دیہ نا بوز نامیانی زاری یے۔ داغ ہاوس سینہ کی بوداوُہ باوس ساری یے" لکھ کر ان کی خدمت میں ڈاک سے بغرض درستی ارسال کی۔ مہینوں کے انتظار کے باوجود اس کا کوئی جواب نہ ملا۔ ان دِنوں مہجور بڈگام کے کسی گاؤں میں پٹواری تھے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مجھے لگا کہ شاید ایڈریس غلط ہو، اس لئے جواب نہیں ملا۔ بعد میں پتہ چلا کہ مہجور پلوامہ علاقے میں مورن گاؤں کے نزدیک متری گام میں رہتے ہیں۔ اتفاقاً ۱۹۴۴ء میں میرا تبادلہ پلوامہ ہوگیا۔ یہاں پہنچ کر میں نے مہجور صاحب کا اتہ پتا معلوم کیا۔ اور پھر یہ جان کر کہ مہجور آج کل اپنے آبائی گاؤں متری گام میں رہتے ہیں، میں نے ان کے پاس جا کر ملاقات کا ارادہ کیا۔

پہلی ملاقات: یہ نومبر ۱۹۴۴ء کے دن تھے۔ ہم (میرے ساتھ ارجن دیو مجبور بھی تھے) بڑے چاؤ اور خوشی کے ساتھ کوئی گیارہ بجے متری گام پہنچے۔ ہم دونوں نوجوان آداب مجلس سے ناواقف تھے اور نہ ہمیں اس عظیم شاعر سے ملنے کا شعور تھا۔ کسی نے اندر جا کر مہجور سے کہا کہ "کوئی دو ہندو مہمان آئے ہیں"۔ مہجور جلدی جلدی باہر آئے۔ قد آور شخصیت، سر پر ایک کشتی ٹوپ رکھے (سردی کے دن تھے) اور ایک اونی پھیرن پہنے ہنس مکھ مہجور ہماری طرف قدم بڑھا رہے تھے۔ ہم دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ مہجور نے ہم دونوں سے شفقت اور پیار بھرا مصافحہ کرتے ہوئے بیٹھنے کو کہا۔ وہ بھی ایک آسن پر بیٹھ گئے۔

سب سے پہلا جملہ جو مہجور کی زبان سے نکلا "آپ کی تعریف؟" ناتجربہ کاری اور آداب مجلس سے ناواقفیت کی وجہ سے میں حیران رہا کہ مہجور کیا پوچھتے ہیں۔ میں نے یونہی جواب دیا۔ "جناب میں سروانند کول پریمی ہوں۔ میں نے آج سے چند ماہ قبل آپ کی خدمت میں ایک خط بھیجا تھا......" مہجور جھٹ سے بول اٹھے "اچھا آپ پریمی صاحب ہیں۔ ہاں ہاں بہت پہلے مجھے آپ کا خط اور آپ کی ایک غزل موصول ہوئی تھی...." اسی بیچ مہجور نے اپنے ایک آدمی کو اندر سے کاغذات لانے کو کہا۔ کاغذات آئے اور مہجور نے ایک فائل میں سے میری بھیجی ہوئی غزل نکال کر کہا "یہ ہے آپ کی غزل، میں نے اس کی درستی شروع کی تھی مگر بعد میں خیال آیا کہ آپ سے آمنے سامنے بات ہوتی اور پھر درستی کی جاتی تو زیادہ بہتر رہتا۔ اس لئے دو چار لفظ کاٹ چھانٹ کر کے ہی رکھ دی...." مجھے یہ دیکھ کر خوشی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہوئی کہ مہجور نے مجھ جیسے نو آموز اور گمنام شاعر کی غزل پر سُرخ سیاہی سے ایک دو جگہ درستی فرمائی ہے اور غزل محفوظ رکھی ہے۔ میں اندر ہی اندر اپنے آپ کو از حد خوش قسمت سمجھنے لگا۔ اس کے بعد بہت سی باتیں ہوئیں۔ مہجور صاحب نے میری اس ابتدائی غزل کے علاوہ اور بھی بہت ساری غزلوں اور نظموں کی درستی اور نظرثانی فرما کر مجھے عمر بھر کے لئے مرہونِ منت رکھا اور مجھ جیسے ناچیز اور نو آموز شاعر کی حوصلہ افزائی فرما کر مجھے اور بھی حوصلہ دیا۔ وہ تمام کی تمام غزلیں اور نظمیں جن پر مہجور کے دستخط ثبت ہیں" چالیس سال گذرنے پر بھی ایک انمول خزینے کے طور پر میرے پاس محفوظ ہیں۔ میری ابتدائی غزلوں اور نظموں کی درستی اور نظرثانی فرما کر مہجور نے شری بندھو جی[1] کے نام اپنے خط میں جس کے ساتھ میری نظم بغرضِ اشاعت بھیجی تھی۔ اور میرے حق میں حوصلہ افزائی کے چند کلمات بھی لکھے۔ یہ انمول خط میرا ابتدائی اثاثہ بنا۔

کشمیر کا ورڈز ورتھ: مہجور کے ساتھ اکثر ملاقاتیں کرنے کا شرف مجھے پلوامہ میں رہتے ہوا۔ کبھی بھنڈار کی نوکری اور پھر گاؤں گاؤں جا کر پرچار اور اس کے ساتھ ہندوستان کی آزادی کی جنگ کی داستانیں سُنانا اور پھر کشمیر کی تحریک حریت کی باتیں سُنا سُنا کر عوام میں جوش بڑھانا ہماری نوکری کا ایک حصہ تھا اور اُن ایام میں مہجور کی حُب وطن سے بھرپور نظمیں سونے پر سہاگہ۔ مجھ پر اس سب کا بے حد اثر پڑا اور میں بھی اس طرح کی نظمیں لکھنے لگا۔ تحریک کے ساتھ لگاؤ اور جذبہ دن بدن بڑھتا گیا۔ ان ہی ایام میں میں نے ایک اُردو نظم ــــ "ہل والے پیارے جھنڈے تجھ کو میرا سلام" قلمبند کی۔ مہجور صاحب یہ نظم پڑھ کر از حد خوش ہوئے۔ اس ملاقات میں انہوں نے مجھے ایک انگریزی چٹھی دکھائی جس کی ابتدائی عبارت یہ سطریں تھی
"Mahjoor, the Words-——
worth of Kashmir"۔ "مہجور ــ کشمیر کا ورڈز ورتھ"۔ یہ چٹھی مہا اندر ناتھ شیگو کہ

---

[1] بندھو جی اُن دنوں ہفتہ وار "دیش" نکالا کرتے تھے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

نے مہجور کے نام لکھی تھی۔ اند مہجور کو کشمیر کا ورڈزورتھ قرار دے کر نہ صرف مہجور بلکہ ساری
کشمیری قوم کی عزت افزائی کی تھی۔ مہجور کے پاس ٹیگور کی (اُن کے کہنے کے مطابق) دو اور
ایسی انمول چھٹیاں تھیں جن کو ٹیگور کے مرنے کے بعد بنگال سے آئے ہوئے دو دوستوں
نے اس وقت ان دو خطوط کے لئے تین تین سو روپے پیش کئے تھے مگر مہجور نے اُن
کو یہ کہہ کر چھٹیاں فروخت کرنے سے انکار کیا تھا کہ: میرے پاس روپے پیسے کی کوئی قیمت نہیں
ہے۔ اگر قیمت ہے تو وہ ہے عظیم ہندوستانی کیا عالمی شاعر ٹیگور کے ان دو خطوط کی۔ یہ میرا
ادبی اور ازلی سرمایہ ہے۔ مہجور کے ان بلند شگفتہ خیالات کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

شودھان سنگھ چوہان سے ملاقات: سارے ہندوستان میں ترقی
پسند ادب کی تحریک جاری تھی۔ بمبئی سے ایک سہ ماہی یا دو ماہی (پوری طرح یاد نہیں) ہندی
جریدہ شودھان سنگھ چوہان کی ادارت میں نکلا کرتا تھا۔ چوہان صاحب مہجور سے ملنے کشمیر
آئے تھے اور اس وقت کے گورنر کشمیر مہاراج کرشن در کے مہمان تھے۔ ایک روز ۴۶ء کی
پہلی چوتھائی میں مہجور صبح سویرے پلوامہ پہنچے اور مجھے بلا کر کہا کہ "میرے ساتھ آنا ہے کپڑے
بدل لو اور جلدی کرو"۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے کشمیری میں کہا کہ "بمبئی سے کوئی پاریم
آیا ہے"۔ 'پاریم' عام کشمیری کشمیر سے باہر کے لوگوں کو کہا کرتے تھے۔ اور یہ لفظ (پاریم) مہجور
کا pet لفظ تھا۔ اپنی شاعری میں انہوں نے یہ لفظ کئی بار اور کئی جگہوں پر استعمال کیا
ہے۔ مہجور نے آگے چل کر کہا کہ گورنر کی ارجنٹ چھٹی آئی ہے۔ اُن سے ملنا ضروری ہے
اب آپ کی ضرورت اس لئے ہے کہ نہ انگریزی یا ہندی میں بات کرنی پڑے گی تو آپ میرے
کام آئیں گے۔ ان کا مطلب Interpreter سے تھا۔ میں بھی خوشی خوشی ساتھ ہو لیا۔

سری نگر میں ہم گورنر کے مکان میں ایک کمرے میں چوہان صاحب سے
ملے۔ وہ اس وقت کوئی بیس اکیس سال کا میٹرک پاس نوجوان تھا۔ انگریزی پڑھی
تھی۔ ان کی بہت باتیں ہوئیں۔ چوہان نے مہجور سے ایک لمبا چوڑا انٹرویو لیا۔ بہت

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کچھ پوچھا۔ زندگی کے بارے میں، ادب اور کشمیری شاعری کے بارے میں، مہجور کی اپنی شاعری کے بارے میں اور خاص کر کشمیر کی تحریکِ حریت کے بارے میں۔ میں نے انٹرپریٹر کا کام کیا چوہان کے سوالات اکثر ہندی میں تھے۔ اس میں اتنی دقت مہجور کو سمجھنے میں نہیں ہوئی۔ البتہ مہجور کے کشمیری خیالات کو چوہان تک پہنچانے میں میرا حصہ رہا۔ ان کی نظموں اور غزلوں کا ترجمہ کر کے سنانا وغیرہ وغیرہ۔ چوہان مہجور سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ اسی دوران مہجور کے دو اظہار اب تک میری یادداشت کی سطحوں میں گونجتے ہیں۔ چوہان کے ایک سوال کے پوچھنے پر مہجور نے کہا۔ "اس سیلاب کو روکنے کے لئے خدا نے مجھے پیدا کیا"۔ یہ الفاظ جو لاثانی ہیں، مہجور نے چوہان پر واضح کرنے کے لئے کہے۔ کہ جب میں نے اپنی شاعری کا آغاز کیا تو میں نے بھی کشمیری سے باہر کے الفاظ فارسی وغیرہ کا استعمال کیا۔ مگر رفتہ رفتہ مجھے احساس ہوا کہ اس طرح سے کشمیری زبان اپنی انفرادیت کو کھو دے گی اور جب میں نے دیکھا کہ کشمیری زبان کس مپرسی کی حالت میں ہے اور اسے دوسری زبانوں کے الفاظ کا بوجھ آن پڑے گا اور یہ ایک ایسا سیلاب ہوگا جس سے ہماری کشمیری زبان بہہ جائے گی تو میں نے یہ تہیہ کر لیا کہ کشمیری زبان اور کشمیری ادب اور شاعری کو اگر زندہ رہنا ہے اور پھلنا ہے تو اس زبان کو اس آنے والے سیلاب سے بچانا ہوگا اور اس سیلاب کو روکنے کے لئے خدا نے مجھے پیدا کیا

میں اپنے آپ کو انتہائی خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مہجور کی زبانِ مبارک سے نکلے یہ الفاظ میرے سامنے چوہان تک پہنچے اور پھر آگے جا کر ادبی دنیا میں گونجے۔ چوہان کے پوچھنے پر کہ کشمیری کا رسم الخط کیا ہے؟ مہجور نے جھٹ سے جواب دیا کہ "شاردا"۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر کشمیری پر شاردا کے بغیر کوئی دوسرا رسم الخط ٹھونسا گیا تو یہ کشمیری زبان کے ساتھ بے انصافی ہی نہیں بلکہ سب سے بڑا ظلم ہوگا۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

چوہان کے واپس جانے کے چند مہینوں بعد مہجور کو "نیا ساہتیہ" ہندی جریدے کی ایک کاپی ڈاک سے موصول ہوئی۔ چوہان کا مضمون "کشمیر کا جن کوی" اس میں چھپا تھا۔ مہجور نے مجھے بُلوایا اور متری گام میں ہی یہ کتاب دکھائی، اور پڑھ کر سنانے کو کہا۔

میں نے مہجور کے ساتھ چند قیمتی سال گذارے ہیں۔ ۴۴ء سے لے کر ۵۰ء تک مستقل طور، ٹنگی پورہ کے آبائی مکان میں میں نے اُن کی صحبت میں کئی کئی گھنٹے گزارے ہیں اور بیتی ہوئی ان ملاقاتوں کی یادیں میرے لئے انمول خزانے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

شیرازہ میں چھپنے والی تخلیقات کا حق اشاعت اکادمی کے نام محفوظ ہوتا ہے اگر کوئی رسالہ یا اخبار انہیں نقل کرنا چاہے تو اس کیلئے تحاریری اجازت اور حوالہ ضروری ہے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(ذاتی)
محمد شوق صدر زمار صدر تھا۔
دستی ذاتی مطلب کا صحافی

مہجورؔ ۔ اقبال کا کشمیری ترجمان

[کلیم اختر کا یہ مضمون پاکستانی اخبارات میں چھپا تھا اسے ہم ہفتی کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ کلیم اختر صاحب دراصل جموں کے رہنے والے ہیں اور میاں غلام نبی صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ وہ پاکستانی اخبارات میں کشمیر کی سیاسیات تاریخ اور ادب سے متعلق لکھتے رہتے ہیں ان کی کشمیر شناسی مسلّم ہے۔ وہ آج کل ماڈل ٹاؤن لاہور میں رہتے ہیں ۔۔۔ (ادارہ)]

علامہ اقبالؔ کی شخصیت اور فکروفن نے کشمیری زبان کے جن شعرائے کرام کو سب سے زیادہ متاثر کیا ان میں پیرزادہ غلام احمد مہجورؔ سرِفہرست ہیں۔ جنہیں کشمیری شاعری کے چوتھے دور کا امام اور نئے دور کا نقیب مانا جاتا ہے۔ مہجورؔ ممتاز و معروف کشمیری شاعر ملا اشرف داتا کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو سترہویں صدی کے آخر میں ہوئے ہیں اور فارسی زبان کے اعلیٰ درجہ کے شاعر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اس طرح گویا شاعری مہجورؔ کو ورثے میں ملی۔ مہجورؔ عبدالعلی گنائی عاشق ترالی کے شاگرد تھے جو فارسی اور کشمیری دونوں زبانوں کے مانے ہوئے شاعر اور اعلیٰ خیالات کے مالک تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مہجورؔ نے اپنی شاعری میں ماضی کی شعری روایات اور صوفیانہ خیالات سے احتراز کیا اور اپنے فکروشعر کو عہدِ حاضر کے تابع بنا کر عظمتِ انسان اور وطن کی محبت کے گیت گائے اور بقول تابشؔ صدیقی ـــــ

"کشمیری شاعری کا چوتھا دور جدید دور کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس دور کا سب سے بڑا شاعر پیرزادہ غلام احمد مہجورؔ ہے۔ اس دور میں شعرا نے خاص کر غلام احمد مہجورؔ نے نئے نئے موضوعات پر قلم اٹھایا ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے حُب الوطنی کے موضوعات

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کو کشمیری شاعری میں داخل کیا۔ وطن کی مظلومیت پر آنسو بہائے، وطن کے پہاڑوں، ندیوں، چشموں، مرغزاروں کے گیت گائے، اصلاف کے حسن کا ذکر کرکے اہلِ وطن کو وطن سے محبت کرنے کی تلقین کی۔"

مہجور کاشمیری کی سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے الفاظِ سخن سے کشمیری شاعری کو یاسیت اور قنوطیت کی آب جو سے نکال کر امید اور روشنی کا محیط بیکراں بنا دیا۔ کشمیری شاعری میں یاسیت اور قنوطیت کی سب سے بڑی وجہ صدیوں پر پھیلی ہوئی غلامی اور محکومی تھی جس نے اہلِ کشمیر کی صلاحیتوں اور خوبیوں کو منجمد اور ساکت بنا کر رکھ دیا تھا۔ مہجور نے اپنی عہدِ مسلّم میں طبقاتی، سماجی و سیاسی اور معاشی مسائل و معاملات پر قلم اٹھایا اور اپنے ہم وطنوں کو آزادی اور حریت کے نغمے سنائے اور ان کے مردہ دلوں میں زندگی اور توانائی پیدا کی۔

مہجور نہ صرف شعر و سخن میں ایک نئے مکتبِ فکر کی بنیاد رکھی بلکہ اس نے پرانی اور فرسودہ قدروں سے منہ موڑا اور خاندانی روایات سے بھی بغاوت کی۔ بقول مورخِ کشمیر منشی محمد الدین فوق:

"سرینگر کے پیرزادہ گان میں ملکی کدل کے پیرزادہ منشی غلام احمد مہجور پیری مریدی کا سلسلہ ترک کرکے ایک عرصے سے محکمہ بندوبست میں بعہدہ پٹواری کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ نہایت علم دوست اور ذی علم ہیں۔ فارسی شاعری کے علاوہ اردو شاعری میں بھی بہت اچھا شعر کہتے ہیں۔"

پیرزادہ غلام احمد مہجور کاشمیری ۱۸۸۸ء کو تحصیل پلوامہ کے گاؤں متری گام میں پیدا ہوئے اور یہاں یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ علامہ اقبال کے آباؤ اجداد کا مسکن بھی اسی تحصیل کا گاؤں اپوا رہا ہے۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم والدہ محترمہ کی زیرِ نگرانی حاصل کی جو نہایت درد مند دل رکھنے والی خاتون اور بہترین خوشنویس بھی تھیں۔ آپ کے والد محترم کا نام پیر اسد اللہ شاہ ہے جو اپنے حلقے میں اپنی بزرگی اور پرہیزگاری کی وجہ سے بہت ممتاز تھے مگر غلام احمد مہجور نے پیری مریدی کا شغل اختیار نہ کیا بلکہ ذریعہ معاش کے لئے ملازمت اختیار کر لی۔ حالانکہ وہ ملازمت آپ کے منصب اور علم و فضل کے سامنے ہیچ تھی لیکن آپ کی خودداری اور غیرت مند طبیعت نے نہ تو کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کیا اور نہ ہی ایسی کمائی پر تکیہ کیا جس میں ان کا خون پسینہ شامل نہ تھا۔

لہ تاریخ اقوام کشمیر صفحہ ۳۴۰

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

آپ نے اپنے شاعرانہ کمالات سے اپنے ہم عصروں کو بے حد متاثر کیا جس میں عبدالاحد ڈار آزاد قابل ذکر ہیں جن کو کشمیری شاعری میں شاعر انسانیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مہجور کاشمیری اہل قلم ہی نہ تھے بلکہ اہل علم بھی تھے۔ آپ کو علوم جدیدہ سیاسیات اور اقتصادیات سے واقفیت تھی۔ سیاسی تاریخ کا ادراک بھی رکھتے تھے، اس ضمن میں منشی محمد الدین فوق تاریخ اقوام کشمیر میں لکھتے ہیں۔

"ذوق سخن کے علاوہ فن تاریخ سے بھی آپ کو بے حد دلچسپی ہے کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں حیات رحم چھپ چکی ہے۔ ایک کتاب پٹواریوں کے لئے "پٹواری" کے نام سے لکھی ہے جو ابھی غیر مطبوعہ ہے لیکن ان سب سے لائق اور مفید تر کتاب جو آپ نے ترتیب دی ہے وہ شعرائے کشمیر کا تذکرہ ہے جس کی دو تین جلدیں راقم کی نظر سے گزر چکی ہیں۔ افسوس کہ یہ کتاب ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئیں۔ آپ کے پاس قلمی کتابوں کا بھی کافی ذخیرہ ہے۔ اپنی قدیم کتب اور اس تذکرہ کے سلسلہ میں ترجمان حقیقت ڈاکٹر سر اقبال ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لا، لاہور اور نواب حبیب الرحمان شیروانی سابق صدر الصدور امور مذہبی حیدرآباد دکن سے بھی خط وکتابت ہے بلکہ علامہ سر اقبال نے آپ کو ایک مرتبہ لاہور بلوایا بھی تھا لیکن آپ بوجہ عدیم الفرصتی آنہ سکے تھے۔"

علامہ اقبال بھی پیرزادہ غلام احمد مہجور کی شخصیت سے واقف تھے اور سچی بات تو یہ ہے کہ علامہ سر اقبال کی شاعری اور پیام سے ہی مہجور کی زندگی اور شاعری میں انقلاب پیدا ہوا۔ جس نے اپنے فکر و فن سے کشمیریوں کو ایک پیام سے آراستہ کر دیا اور تحریک آزادی میں جوش و ولولہ پیدا کیا۔ مہجور کاشمیری کو علامہ اقبال سے متعارف کرانے کا شرف چوہدری خوشی محمد ناظر کو حاصل ہے جو علامہ اقبال کے دیرینہ رفیق اور حکومت جموں و کشمیر کے منشیر مال تھے۔ چنانچہ جموں و کشمیر میں ۱۹۰۳ء کے بعد جن شعری و ادبی محفلوں کا آغاز ہوا ان میں علامہ اقبال کے دو پرانے ساتھی منشی سراج الدین احمد میر منشی کشمیر ریذیڈنسی اور چوہدری خوشی محمد ناظر پیش پیش تھے۔ ان علمی و ادبی محفلوں نے کشمیر عوام کی بیداری میں اہم کردار انجام دیا۔ اور نوجوان کشمیری ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ان نوجوانوں میں غلام احمد مہجور بھی تھے چنانچہ مہجور پیری مریدی کا دھندا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ محکمہ مال میں ملازم ہو گئے اس سے پیشتر وہ ہندوستان کے مختلف شہروں سے گھوم

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

آئے تھے احساس غریب وادی میں ان کی ملاقات علامہ شبلی نعمانی سے ہوئی تھی جنہوں نے ان کے تخلص مہجور کی وجہ پوچھی تھی تو انہوں نے کہا تھا "مہجور وہ ہوتا ہے جو کسی سے دور ہو"۔ شبلی نے پوچھا کہ تم کس سے دور ہو تو مہجور نے کہا اپنے وطن (کشمیر) سے۔

بہر نوع مہجور واپس اپنا وطن آئے ملازم ہوئے کہ ان کے انقلابی خیالات کی وجہ جب حکومت کی طرف سے کوئی افتاد آن پڑتی تو چوہدری خوشی محمد ناظر ان کی امداد کرتے اور وہ اس شاعر کو حکومتی دباؤ سے آزاد کرا دیتے تھے۔

مہجور کے کلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ علامہ اقبال کے فکر و شعر سے بے حد متاثر و مستفید ہوئے اور بقول ڈاکٹر محمد صابر آفاقی' مہجور علامہ کے فن اور شاعری کے ساتھ ساتھ ان سیاسی افکار اور انقلابی نظریات سے بھی بے حد متاثر تھے اور انہیں کے نقش قدم پہ چل کر کشمیری قوم کی امداد کرنا چاہتے تھے (اقبال اور کشمیر صفحہ ۷۵) اس سلسلہ میں علامہ اقبال اور مہجور کے مابین مراسلت کا سلسلہ بھی قائم تھا اور بقول عبد الاحد ڈار آزاد علامہ اقبال کے خطوط کے مجموعوں میں مہجور کے نام خط ملتے ہیں (کشمیری زبان اور شاعری) چنانچہ اقبال نامہ اور انوار اقبال میں علامہ اقبال کا حسب ذیل خط مہجور کاشمیری کے نام ملتا ہے

"مجھے یہ معلوم کر کے کمال مسرت ہوئی کہ آپ تذکرہ شعرائے کشمیر لکھنے والے ہیں۔ میں کئی سال سے اس کے لکھنے کی تحریک کر رہا ہوں۔ مگر افسوس کسی نے ادھر توجہ نہیں کی۔ آپ کے ارادوں کو اللہ تعالیٰ برکت دے۔ افسوس کہ کشمیر کا لٹریچر تباہ ہو گیا۔ اس تباہی کا باعث زیادہ تر سکھوں کی حکومت اور موجودہ حکومت کی لاپرواہی ہے۔ نیز مسلمانان کشمیر کی غفلت سے کیا ممکن نہیں کہ وادئ کشمیر کے تعلیم یافتہ مسلمان اب بھی موجودہ لٹریچر کی تلاش و حفاظت کے لئے ایک سوسائٹی بنائیں۔ ہاں تذکرہ شعرائے کشمیر" لکھتے وقت مولانا شبلی کی شعر العجم آپ کے پیش نظر ہونی چاہیئے' محض حروف تہجی کی حیثیت سے شعرا کا حال لکھ دینا کافی نہیں ہوگا۔ کام کی چیز یہ ہے کہ آپ کشمیر میں فارسی شعر کی تاریخ لکھیں مجھے یقین ہے کہ ایسی تصنیف نہایت بار آور ہوگی اور اگر خود کبھی کشمیر میں یونیورسٹی بن گئی تو فارسی زبان کے نصاب میں اس کا کورس میں ہونا یقینی ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ کشمیر کی قسمت عنقریب پلٹا کھانے والی ہے" محمد اقبال

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

علامہ اقبال نے یہ خط ۱۹۲۲ء میں تحریر کیا۔ اس سے پیشتر جون ۱۹۲۱ء میں علامہ اقبال خود کشمیر گئے تھے اور ان سے مہجور بھی ملے تھے۔ چنانچہ علامہ اقبال نے مہجور کو بزم ادیبان کشمیر بنانے کا مشورہ دیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ مہجور کشمیری زبان کے شعراء کرام کی ایک مجلس بنائیں اور انہیں زندگی آمیز اور زندگی آموز مسائل و معاملات پر لکھنے کی تحریک کریں۔ چونکہ اہل کشمیر کی اکثریت کشمیری زبان کو سمجھتی تھی اس لئے علامہ اقبال نے مہجور کو کشمیری زبان میں اظہار خیال کرنے کا مشورہ دیا تاکہ کشمیری زبان کے شاعر و ادیب نئے نئے رجحانات اور خیالات سے واقف ہو کر اپنی آزادی کے لئے جد و جہد کریں۔

۱۹۲۱ء میں کشمیری عوام کی جدوجہد آزادی میں بے حد اہمیت و افادیت رکھتا ہے اس سال ماہ جون کے آغاز میں علامہ اقبال کشمیر تشریف لے گئے تھے وہاں پر اپنی قانونی و عدالتی مصروفیات کے علاوہ انہوں نے ادبی و شعری سرگرمیوں کی اور ساقی نامہ بھی تحریر کیا تھا۔

رخت بہ کاشمر کشا کوہ و تل و دمن نگر
سبزہ جہاں جہاں ببیں لالہ چمن چمن نگر

اسی سال کے دوران علامہ اقبال نے ساقی نامہ جیسی معرکۃ الآرا نظمیں لکھیں جو بعد میں پیام مشرق میں شائع ہوئی تھیں۔ انہوں کا سب سے زیادہ اثر مہجور کشمیری نے قبول کیا۔ اور بقول عبدالاحد آزاد اس دور میں مہجور کے دل میں کشمیری زبان میں شعر کہنے کا جذبہ پیدا ہوا اور مہجور نے فکر اقبال کی روشنی میں اشعار کہنے شروع کر دیئے جن میں باغ نشاط کے گلو ناز کران کران ولو خاص مقبول ہوئی۔ اور جو ہر جلسہ کے آغاز میں پڑھی جاتی تھی۔

کلام اقبال میں جو اہمیت و افادیت شاہین کو حاصل ہے وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں علامہ اقبال کے ہاں یہ علامت ایک عظیم کردار کی ہے اور علامہ اقبال نے شاہین کی حفاظت اس کی بلند پروازی درویشی آزادی سے محبت اور آشیاں بندی سے نفرت کا بار بار ذکر کیا ہے۔ بعض نے اقبال کے شاہین کے حوالے سے انسانوں میں جذبہ عمل پیدا کیا اس طرح کلام مہجور میں بھی پرندہ آزادی کی علامت بن کر سامنے آتا ہے مہجور اپنی ایک نظم میں لکھتے ہیں۔

"پہاڑوں کے اس پار

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مجھے زندگی نے آواز دی
مست ہواؤں نے مجھے گیت سنائے
میں والہانہ انداز میں آگے بڑھتا گیا
یکایک ایک پہرہ دار نے
مجھے روک لیا ــــــ
"تم اس سرحد کو پار نہیں کر سکتے
پروانۂ راہداری دکھاؤ"
"میں جہاں چاہوں جا سکتا ہوں
میں اس زمین کا وارث ہوں
میں اس دھرتی کا وارث ہوں
مجھے ہواؤں نے زندگی کا پیغام سنایا ہے
مجھے آگے بڑھنے دو"
پہرہ دار نے اپنے ایک ساتھی سے کہا
"اس پاگل سے کہو
دور ہٹے
ورنہ اس کو کوٹھری میں ڈال دیا جائے گا"
"ہرگز نہیں
میں آگے بڑھوں گا
مجھے مت روکو"
"چلے جاؤ یہاں سے"
اس نے غصے میں کہا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

میں سوچتا رہ گیا

کیوں ——!

اتنے میں ایک خوبصورت پرندہ

اپنے چمکیلے پروں کو

پھڑپھڑاتا ہوا

زور زور سے تالیاں بجاتا

ہمارے سروں پر نیچے گر گیا

اور دیکھتے ہی دیکھتے

سرحد کے اس پار

آنکھوں سے اوجھل ہو گیا —— ○ اب علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھیے

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں — کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں وطن سے محبت کا جو معیار قائم کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ کچھ ان کے بغیر ہو نہ کہہ سکتے تھے۔ اقبال کا جذبہ وطنیت ان کے حریت انسان ہی کا ایک حصہ رہا ہے۔ البتہ انہوں نے وطنیت کی وہاں مخالفت کی ہے۔ جہاں وطنیت کا نظریہ اجتماعی انسانیت کے تصور سے متصادم ہوتا ہے۔ مجبور نے اقبال کے اس طرز فکر کو اپنایا جس طرح اقبال وطن سے دوری یا غریب الوطنی پر نوحہ خواں ہے اسی طرح مجبور بھی وطن کی غربت اور محکومی پر تڑپتے ہیں اور جیسا کہ خود ان کے تخلص سے عیاں ہے مجبور ایک باغیرت اور حساس انسان تھا اس نے اپنے آباؤ اجداد کی روش اور رنگ آفاق پرستی پر چلنے سے انکار کر دیا اس کے سامنے افکار اقبال ایک مشعل کی طرح روشن تھے اور وہ یہ جان گیا تھا کہ سلاطین کہاں کہاں جا کر آباد ہوئے۔ یہ قدرت کی عجیب ستم ظریفی ہے کہ . . . . . . چھوڑ کر ملازمت میں آیا تھا اسے بھی ایسے کام سے واسطہ پڑا جو پہلے سے بھی زیادہ سنگین تھا۔ ایک پٹواری کی حیثیت سے اس نے کاشتکاروں، مزدوروں اور مزارعوں کو زمینداروں اور

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

جاگیرداروں کے ہاتھوں لٹتے دیکھا۔ اس نے سرسبز کھیتوں میں بھوک اُگی ہوئی دیکھی چنانچہ اس نے نظام کے خلاف بھی بغاوت کردی اور اپنے قلم کو مزدوروں اور کسانوں کے لئے وقف کردیا جس پر حکومت کشمیر نے اسے لداخ کے دور افتادہ علاقہ میں تبدیل کردیا۔ کیونکہ اس نے اپنے مرشد کے اس شعر؎

جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

کی تقلید میں کشمیری زبان میں ایسے ہی پُرجوش شعر کہے تھے۔ جو حکومت وقت کے لئے ایک خطرہ سے کم نہ تھے۔ علامہ اقبال مرشد کامل کی طرح اس کے سامنے کھڑے تھے مہجور اپنے مرشد سے رہنمائی حاصل کرتا اور ان کے افکار و اشعار کو کشمیری زبان کے سانچے میں ڈھال دیتا۔ جب علامہ اقبال کی نظم خطاب بہ نوجوانان اسلام چھپی تو مہجور نے بھی اسکی تقلید کی اور خطاب بہ مسلم کشمیر کے عنوان سے ایک دردناک نظم لکھی جو ۱۸ جون ۱۹۲۲ء کے اخبار کشمیر میں شایع ہوئی اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

بتا اے مسلم کشمیر کبھی سوچا بھی ہے تو نے
تو ہے کس گلشن رنگین کا برگ شاخ عریانی

شکستہ حالی بغداد پر تھا نوحہ خوان سعدی
پئے اسپین ہے اقبال محو مرثیہ خوانی

مگر کشمیر میں ویران ہوا اسلام کا گلشن
کوئی کرتا نہیں جز آب شبنم اشک افشانی

مہجور نے صرف آزادی و حریت اور وطن سے محبت کا درس ہی اقبال سے نہ سیکھا۔ بلکہ علامہ اقبال نے جس جس موضوع پر لکھا مہجور نے بھی کشمیری زبان میں اس کی ترجمانی کی کوشش کی۔ اس اعتبار سے اگر یہ کہا جائے کہ مہجور علامہ اقبال کے کلام و پیام کے کشمیری زبان میں ترجمان بنے تو کوئی مبالغہ نہیں ہے علامہ اقبال نے احترام نسواں کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ اعلیٰ انسانی اقدار اور عظمت انسان کا مظہر ہے۔ اقبال نے عورت کے وجود کو عظیم و جلیل قرار دیا ہے اور یہاں تک کہا ہے۔

وجود زن سے ہے تصویر کائینات میں رنگ
اسکے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

اور پھر اقبال نے ماں کی عظمت و بلندی بیان کی ہے۔ وہ اسلامی تعلیم و افکار کی آئینہ دار ہے کہ ماں کے قدموں کے تلے جنّت ہے۔ مہجور نے اس خیال کو یوں کہا ہے۔؎

اَولیاء تہٕ دیوتا مےٚ کُن آے

ترجمہ میں نے اس دنیا کو رونق بخشی اور اولیا، دیوتا میرے ہی بطن سے جنم

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

لیتے ہیں۔ اقبال کے ہاں اقوام مشرق کو بیدار کرنے کا درس بدرجہ اتم ملتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ دنیا میں یہ شرف صرف علامہ اقبالؔ ہی کو حاصل ہے کہ جس نے اپنے فکر شعر کو صرف اپنی ہی قوم یا خطہ تک محدود نہیں رکھا بلکہ ان کا کلام آفاقی اور عالمگیر ہے مہجور کی شاعری کا مرکزہ محور اس کی قوم اور وطن ہے اور وہ اپنے تمام بھائیوں کو آزادی و حریت کا درس دیتے ہیں۔

قلم کاروں سے گزارش

- مضامین وغیرہ صفحے کے ایک طرف خوش خط لکھکر روانہ کیا کریں۔
- "شیرازہ" کے لئے روانہ کردہ تخلیقات بغیر اطلاع دیئے کسی دوسرے رسالے کو نہ بھیجیں۔ تکرار اشاعت پر ادارہ معاوضہ دینے سے معذور ہوگا۔
- صرف غیر مطبوعہ اور غیر نشر شدہ تخلیقات ہی بغرض اشاعت روانہ کیا کریں۔
- اپنا نام اور پورا پتہ لکھنے کے علاوہ "غیر مطبوعہ" لکھنا نہ بھولیں۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

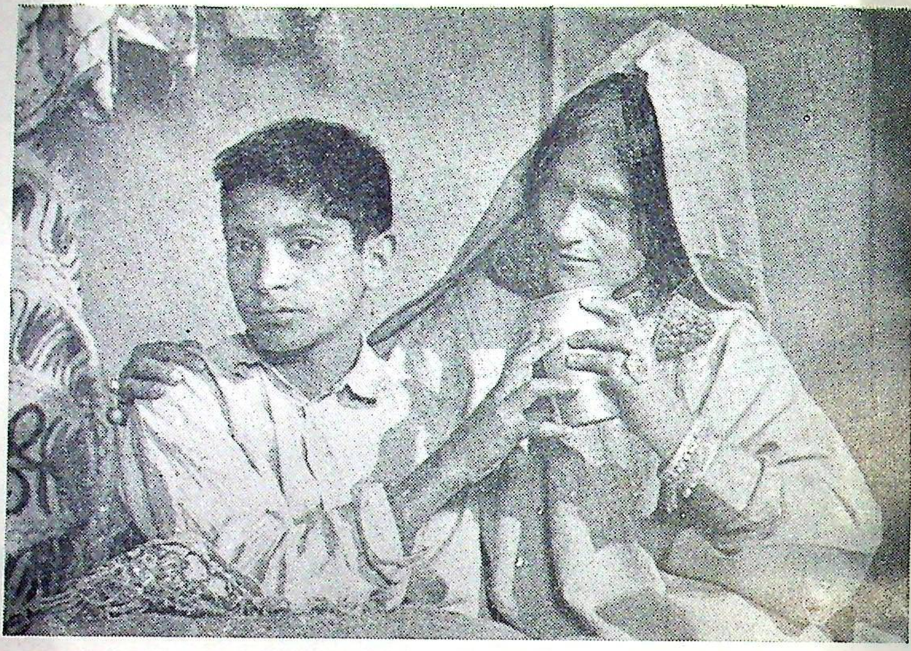

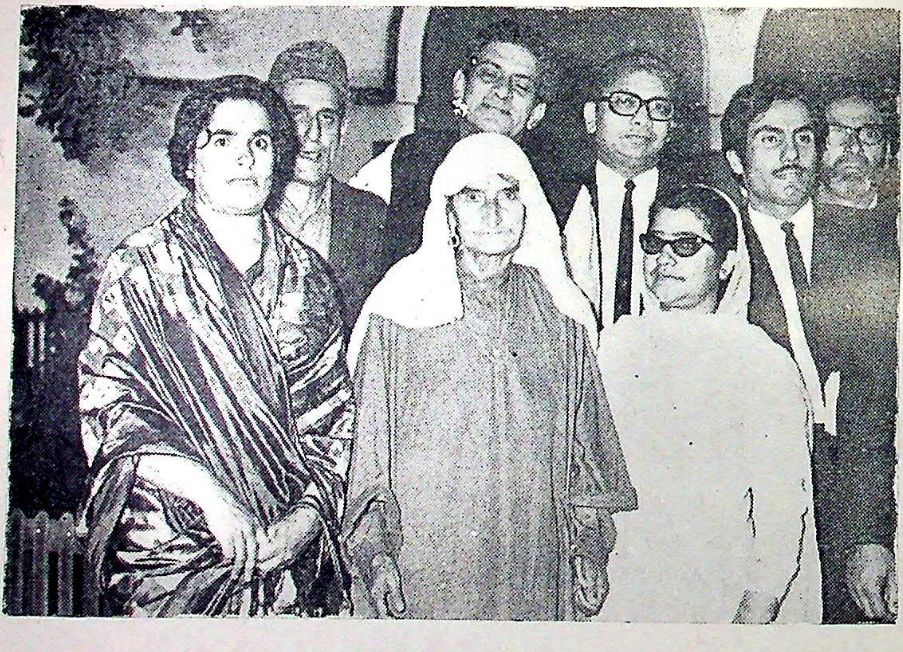

(۲) بیگم مہجور اور ابن مہجور نے بھی فلم مہجور کی افتتاحی تقریب میں شرکت کی۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پریکشت ساہنی، بشیر بٹ اور سدا ماجی کول ـــــــ فلم میں مشاعرے کا ایک منظر

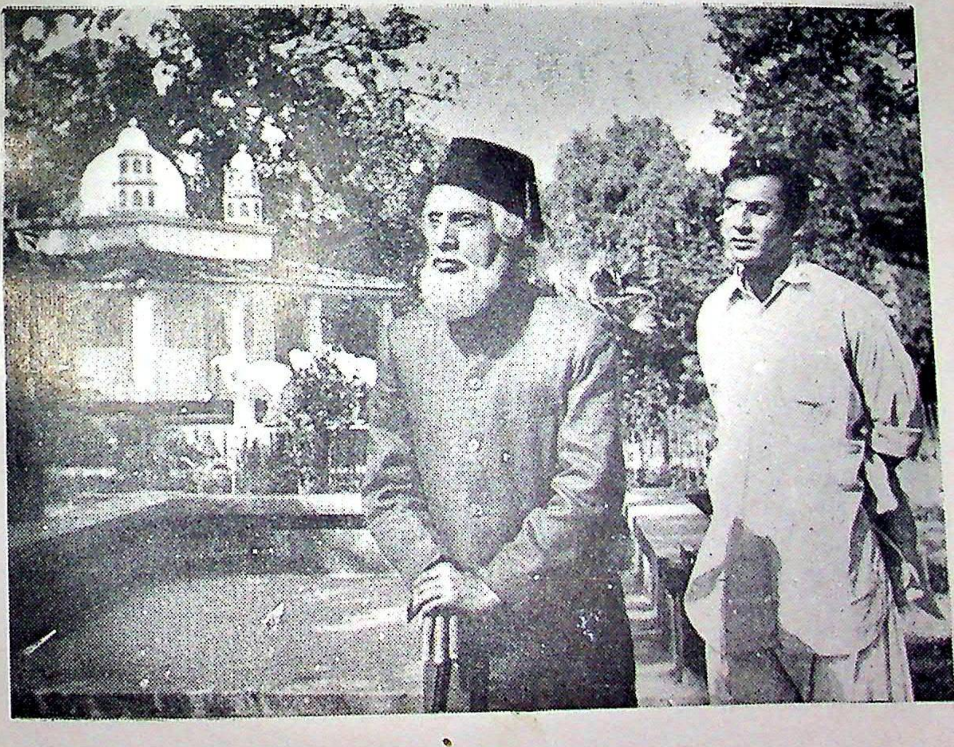

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پریکشت ساہنی اور پران کشور ـ مجبور اور جمل امرتسری کے رول میں

کلپنا ۔۔ فلم "شاعر کشمیر مہجور" کی ہیروئن۔

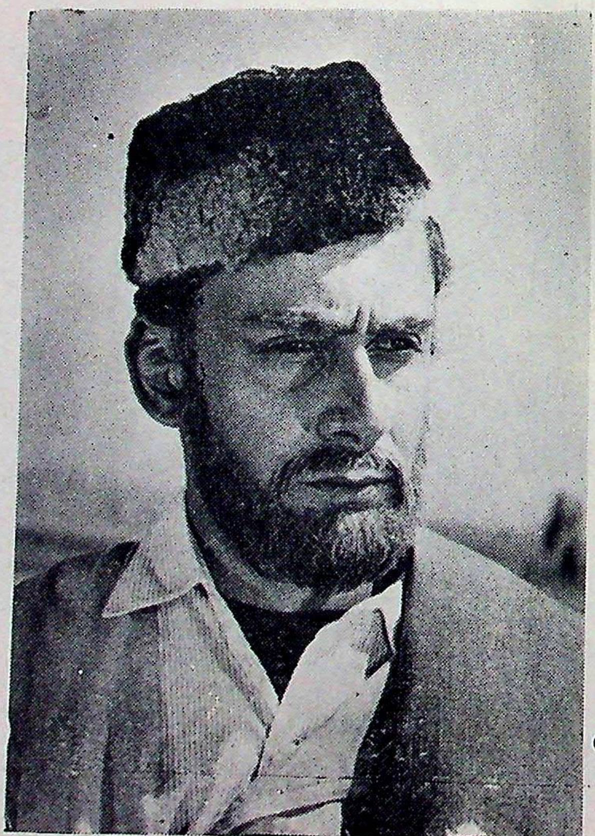

پریکشت ساہنی ۔۔ مہجور کے رول میں

۵

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(۶) "شاعرِ کشمیر مہجور" فلم کی افتتاحی تقریب کے موقعہ پر لی گئی ایک یادگار تصویر۔ خواجہ غلام محمد صادق اور بیگم مہجور فلم کے اداکاروں کے ساتھ۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(۷) بلراج ساہنی فلم مہجور کی شوٹنگ کے سلسلے میں بڈگام میں۔

پران کشور

فلم شاعرِ کشمیر مہجور

آشاڑھ کی ۲۸ تاریخ کی گرم شام کے سائے ڈھل رہے تھے۔ بھوک اور پیاس سے نڈھال امر سنگھ کالج کے تین طلبا متری گام کو جانے والی کچی سڑک پر سائیکل لئے قدرے اونچائی پر واقع نئی طرز کی ایک چھوٹی سی ہٹ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ بکرمی سن تو یاد نہیں۔ عیسوی سن تھا ۱۹۴۵ء۔ ایک بزرگ ہٹ سے باہر آئے۔ بزرگ نے پوچھا 'کہاں جا رہے ہو؟ شہر سے آئے ہو؟' تینوں ایک ساتھ بول اٹھے۔ بس آپ ہی کو ڈھونڈنے نکلے ہیں۔ بزرگ نے ہٹ کا دروازہ جو ادھ کھلا تھا پوری طرح کھولا اور ان طلبا، کو اندر لے گئے۔ یہ میری اور میرے دوستوں قیصر قلندر اور صلاح الدین کی پہلی تلاش تھی، شاعر کشمیر مہجور کی۔ تلاش اس اعتبار سے کہ ہم اس حسین وجمیل شخصیت کے دردل خانوں کو کھوجنے نکلے تھے۔ جس کے چہرے پر یوں تو ہر وقت ایک شفیق مگر شوخ مسکراہٹ کھلی رہتی۔ لیکن جس کے اشعار اس وقت کے کشمیر کے حُزن وملال کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتے۔ جو بچپن ہی سے باغی تھا لیکن جس کے باہری وجود میں ایک ٹھہراؤ، ایک سکون تھا، جس کا نام جس کا کلام بچے بچے کی زبان پر تھا لیکن جسے بہت کم لوگوں نے دیکھا تھا۔ جب ہم صحن کے اندر گئے مہجور صاحب ہمیں ایک عجیب انداز سے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

گھور رہے تھے۔ شاید ہماری پرکھ ہو رہی تھی۔ ہم کچھ جھینپ سے گئے۔ فقیر نے کہا ہمیں بلراج جی (بلراج ساہنی) نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ دراصل ہم نے یہاں کشمیر میں IPTA کی شاخ کھولی ہے اور انہوں نے مشورہ دیا ہے کہ ہم پہلا ڈرامہ آپ کی زندگی پر لکھیں اور پھر اُسے سٹیج کریں۔ ——

وہ مسکرائے۔ بولے۔ میں نے تو کچھ پوچھا ہی نہیں؟ تم لوگ سب کچھ خود ہی کہہ اٹھے۔ تھکے ہو آؤ کچھ کھا پی لو۔ آرام کرو۔ پھر ایک دوسرے کو پہچاننے کی کوشش کریں گے۔ دو ایک پتھر کے زینے چڑھ کر برامدے میں آئے۔ برامدے پر عشق پیچان کے پھولوں سے لدی بیلیں سایہ کئے ہوئے تھیں۔ دائیں کونے میں ان بیلوں کے بیچ میں قرینے سے ایک دریچہ سا بنا ہوا تھا جس میں دور تا حدِ نظر دھان کے کھیتوں کی ہریالی پھیلی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ مہجور صاحب وہیں ٹیک نما صندوق کے سامنے بیٹھ گئے۔ پتوں سے ڈھکے دریچے میں سے ان کی نگاہ چند لمحوں میں دور تک پھیلے ہوئے کھیتوں میں کھو گئی۔ دھان کے کھیتوں میں گوڈائی کرتے کسانوں کی ایک لمبی لکیر ڈوبتے سورج کی کرنوں میں نہلا اٹھی تھی۔ اور مہجور کا ہی مقبول گیت "شُندبانہ دلبر میانہ" نندہ بائتہ کی صورت میں ان کے لبوں سے پھوٹ کر سارے ماحول میں بکھر رہا تھا۔ مہجور صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ پوری طرح کھل اٹھی اور وہ ہماری طرف دیکھ کر بولے۔ میرا گیت ہے۔ میری کیفیت کا عجیب عالم تھا۔ میں سوچ رہا تھا۔ شاید ہی کسی ادیب شاعر کو اتنا بڑا معاوضہ ملا ہو اپنی ہی زندگی میں۔ اس سے بڑا اعزاز کیا ہو سکتا ہے کہ تخلیق کار کو اپنی ہی تخلیق اس طرح کا انعام دے اپنی ہی تخلیق ان میں جذب کر لے۔ — خیر گئے تھے ہم ایک دن کے لیے لیکن مہجور صاحب کی بے پناہ محبت اور خلوص نے تین دن روکے رکھا۔ صلاح الدین اور میں مہجور صاحب سے سوال کرتے رہے اور فقیر کا لج کی ڈائری میں ان کے جوابات کو نوٹ کرتے رہے۔ مہجور صاحب اپنی زندگی کے اوراق الٹ رہے تھے اور ہم انہیں سمیٹ رہے تھے۔ وہ لمحے میری زندگی کے بہترین لمحات میں سے ہیں جو مجھے ہمیشہ دھان کی بھیگی بھیگی مہک کی یاد دلاتے ہیں جو مہجور کے قرب میں مہجور کے گیتوں کی گونج میں رچی بسی مِتری گام کے کھیتوں سے آئی تھی اور جسے بیس سال کے بعد ہم نے فلم شاعرِ کشمیر میں سمونے کی کوشش کی۔ مہجور کی زندگی پر بہر حال ڈرامہ ہم نہیں لکھ سکے۔ ولولہ تھا لیکن شاید ہنرمندی نہ تھی۔ یہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

بلراج ساہنی مرحوم کا ہی صدقہ تھا کہ میں حقیقی مہجور سے متعارف ہوا تھا اس کے بعد مہجور صاحب کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ۱۹۴۷ء میں ملا جب کلچرل فرنٹ قائم ہو چکا تھا مرحوم پریم ناتھ پردیسی نے شہید شیروانی کی زندگی پر کشمیری زبان میں ڈرامہ لکھا تھا اور ہم روایتی تھیٹر کے انداز میں اس میں گانے بھی شامل کرنا چاہتے تھے مہجور صاحب بھی کبھی کبھی کلچرل فرنٹ آتے تھے چنانچہ ان سے اس معاملے میں بات چیت ہوئی اور پرانے ریگل ہوٹل میں جو ٹرانسپورٹ آفس کے عقب میں تھا مہجور صاحب نے رات کو ڈرامہ سنا اور چند دنوں میں واقعات سے مطابقت کھاتے ہوئے گانے لکھے جنہیں موہن لال ایمہ نے موسیقی میں ڈھالا۔ یہ گانے بہت ہی مشہور ہوئے ان میں خاص طور سے قابلِ ذکر "کمہ آیہ یم کم میون گرِ لبہ برباد کر گژھ دراہ"۔ "ولو تار کو لوز میانی ہمہ ہزار ئی"۔ چنانچہ ۱۹۵۲ء تک جب مہجور صاحب اس دار فانی سے رحلت کر گئے جب جب بھی مہجور صاحب ملتے وہ کہتے اس سال بھی ۲۸ اشاڑھ کو میں متری کام میں آپ لوگوں کا انتظار کرتا رہا۔ یہ ان کا خلوص اور محبت تھا جس کی وجہ سے انہیں ہماری پہلی ملاقات کی تاریخ یاد رہتی تھی اور جس کی وجہ سے یہ تاریخ مجھے آج تک یاد ہے۔ اور آخری دم تک یاد رہے گی۔ یہ واقعات گو ذاتی قسم کے ہیں لیکن ان کا تعلق قلم شاعر کشمیر مہجور کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ بلراج ساہنی کے ساتھ میری دوستی کی بنیاد بھی انہی دنوں پڑی۔ جو ان کی زندگی کے آخری دن تک شگفتہ و شاداب رہی۔ بلراج جی یہاں دیوندر ستیارتھی کے ساتھ لوک گیت جمع کرنے آئے تھے اور بلراج جی کا کہنا تھا کہ وہ دیکھ کر حیران ہوئے تھے کہ اس دور میں یہاں کے گاؤں گاؤں اور شہر کے کوچے کوچے میں صرف مہجور کے گیت گائے جاتے تھے۔ ان کے گیتوں کی بے پناہ مقبولیت دیکھ کر بلراج جی کو مہجور صاحب سے ملنے کا اشتیاق بڑھا اور جب وہ ان سے ملے تو ایک مستحکم دوستی کی بنیاد پڑ گئی۔ چنانچہ بلراج جی نے ہی مہجور کی شاعری سے بیرون ریاست کے لوگوں کو متعارف کرایا۔ انہوں نے ہی رابندر ناتھ ٹیگور کو ان کی شاعری کے ترجمے پڑھ کر سنائے۔ بلراج جی مہجور صاحب کی شخصیت اور ان کے کلام سے اتنے متاثر ہوئے تھے کہ وہ ان کے اور ان کے خاندان کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار تھے۔

بلراج جی کو کشمیر کی مٹی سے والہانہ پیار تھا۔ یہ اسی پیار کا نتیجہ تھا کہ کشمیری زبان کی پہلی فلم "مَنز راتھ"

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

وجود میں آئی۔ ایک فلم پروڈیوسر تھے ایم آر سیٹھ جو ہندی میں دو بہنیں، اور آنچل کے سپول جیسی فلمیں بنا چکے تھے۔ سیٹھ صاحب نے برلراج جی سے ذکر کیا کہ میں کسی علاقائی زبان میں فلم بنانا چاہتا ہوں تو برلراج جی نے جھٹ سے کہہ دیا کشمیری زبان میں اس وقت تک کوئی فلم نہیں بنی ہے۔ اسی زبان میں کیوں نہ مہجور صاحب کی زندگی پر فلم بنانے کی تڑپ تو برلراج جی کے دل میں تھی لیکن سیٹھ صاحب کے پاس ساٹھ ہزار روپے میں فلم مکمل کرنا چاہتے تھے اور مہجور صاحب کی زندگی پر برلراج جی اس عظیم شاعر کے شایانِ شان فلم بنانا چاہتے تھے جس کے لئے یہ ساٹھ ہزار روپے بالکل ہی ناکافی تھے اس لئے انہوں نے صرف کشمیری زبان پر فلم بنانے کی تجویز دی۔ ایک تعارفی خط انہوں نے ایم آر سیٹھ کو دیا اور میرے پاس بھیجا۔ میں حیران تھا کہ ایک آدمی جسے کشمیر سے دور کا واسطہ نہیں کشمیری زبان سے کوئی لگن نہیں اس پسماندہ زبان میں کیوں کوئی فلم بنانا چاہتا ہے۔ آپ یقین مانئے میں آج تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ایم آر سیٹھ ایسا کرنے کے لئے کیوں راضی ہوئے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ انہوں نے ایسا کچھ بلیک منی کھپانے کے لئے کیا۔ لیکن جب بھی کشمیر ملک کے باقی علاقوں کی طرح فلم کی دنیا میں ابھرے گا ایم آر سیٹھ کا نام فلم کی تاریخ والے ضرور رقم کریں گے۔ میں نے اپنے ساتھی کلاکاروں علی محمد لون، موہن لال ایمہ اور غلام رسول سنتوش سے ذکر کیا کہ بمبئی کشمیری زبان میں فلم بنانے کا منصوبہ تیار ہو رہا ہے تو وہ ہنس پڑے۔ بہرحال مائنڈ لائق ایک تجربے کے طور پر سو فیصدی یہاں کے ماحول میں نہیں کوئی سیٹ بنایا نہیں گیا اور اِن ڈور شوٹنگ تک ہمارے دیہات کے آنگنوں میں کھوٹھروں پر تنگ و تاریک کمروں میں ہوئی۔ سبھی کلاکاروں میں ایک جوش تھا ایک لگن۔ یہ فلم نہ صرف ساٹھ ہزار روپوں میں تیار ہوئی بلکہ اسے ۱۹۶۵ء میں بہترین علاقائی فلم قرار دیا گیا اور صدر جمہوریہ نے اسے چاندی کے تمغے سے نوازا۔ ہم سبھی اس وقت فلم کی تکنیک سے بے بہرہ تھے تکنیکی مہارت کے لئے اس وقت کے ایک کہنہ مشق ایڈیٹر شام اور ایک ساتھی ہدایت کار جگی رام پال کو پروڈیوسر نے بمبئی سے بلایا۔ چنانچہ اس فلم کی ہدایت کی ذمہ داری جگی رام پال اور میرے سپرد کی گئی۔ سینریو اور مکالمے علی محمد لون کے تھے، گیت سنتوش کے۔ موسیقی موہن لال ایمہ کی تھی۔ کلاکار سبھی یہاں کے تھے جن میں پشکر بھان، مکھن لال صراف، راجہ حمید، اوما کار آئمہ، شامل تھے۔ جب

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اس فلم کو صدر جمہوریہ کا اعزاز ملا۔ بلراج جی کا خط مجھے ملا جس میں انہوں نے لکھا تھا۔ تمہارا فلم دیکھ کر یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ نہ صرف کشمیر کی مہک لئے ہوئے ہے بلکہ اسے کشمیر کے کلاکاروں نے کوئی تجربہ نہ ہوتے ہوئے بھی خوش اسلوبی سے تخلیق کیا۔ اب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میری زندگی کا وہ خواب پورا ہوگا جس میں تم بھی شریک ہو۔ میں کشمیر آ رہا ہوں۔ صادق صاحب سے بات ہوئی ہے تم سے تفصیل سے بات ہوگی۔" اس کے علاوہ انہوں نے کچھ نہیں لکھا تھا اور جب وہ یہاں آئے ان کے ساتھ بنگالی فلموں کے مشہور ہدایت کار اور مصنف پربھات مکرجی تھے۔ وہ سیدھے میرے پاس آئے اور آتے ہی میرے اضطراب کو ختم کیا۔ بولے، تو لے مہجور صاحب پر فلم بنے گی تم نے کیا اندازہ لگایا تھا۔ میرا اندازہ بھی یہی تھا کیونکہ جب جب ہم یہاں یا بمبئی میں ملے مہجور صاحب کی زندگی پر فلم کی بات کسی نہ کسی طرح سے چل پڑتی۔ ان دنوں یہاں شیراز سینما میں "مانزی راتھ" دکھائی جا رہی تھی۔ چنانچہ بلراج جی نے کہا پربھات نے "مانزی راتھ" نہیں دیکھی ہے۔ چل کے دکھا دیں۔ چنانچہ مقامی فنکاروں کی اداکاری دیکھ کر پربھات کا بھی حوصلہ بڑھا۔ اس کے بعد صادق صاحب سے مفصل طور بات چیت ہوئی۔ انہی دنوں پاکستانی دراندازکشمیر کی وادی میں داخل ہوئے۔ اپنی بے پناہ مصروفیت کے باوجود صادق صاحب نے ابتدائی میٹنگوں میں باقاعدگی سے حصہ لیا۔ "مانزی راتھ" کے بنانے میں میں دو شخصوں کا مرہون منت ہوں ایک صادق صاحب کا اور ایک نصر اللہ کا۔ اگر ان کی سرپرستی اور تعاون نہ ملتا تو وہ فلم نہ بنتی۔ صادق صاحب کا ایک خواب تھا کہ کشمیر میں اعلیٰ پائے کی فلمیں بنیں۔ اس سلسلے میں انہیں بلراج ساہنی پر بے پناہ بھروسہ تھا۔ چنانچہ ان کی سرکار نے فلم بنانے کے لئے منظوری دے دی۔ طے پایا کہ فلم رنگین ہو اور دو زبانوں میں ساتھ ساتھ بنائی جائے۔ ایک کشمیری میں، دوسری ہندوستانی میں۔ چنانچہ پربھات مکرجی اور میں مہجور صاحب کی زندگی کے مکمل حالات کھوجنے میں لگ گئے جس میں ہماری رہبری مہجور صاحب کے بیٹے مرحوم محمد امین ابن مہجور نے کی۔ لگ بھگ دو مہینے کے اندر ہم قریباً پانچسو افراد سے ملے جن کا تعلق مہجور صاحب سے رہا تھا۔ اس کے علاوہ مہجور صاحب کے اپنے خطوط کا بھی مشاہدہ کیا گیا۔ بچپن کے واقعات کے بارے میں ریڈیو کشمیر سرینگر کی آرکائوز میں محفوظ بچوں کے ساتھ مہجور صاحب کی ایک محفل کا پہلا حصہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

بہت ہی مددگار ثابت ہوا۔ بدقسمتی سے دوسرا حصہ نہیں ملا۔ اس کے علاوہ اپنی زندگی کے جو حالات مہجور صاحب نے ۱۹۴۵ء میں قیصر قلندر، صلاح الدین اور مجھے مشری نگام میں بتائے تھے ان کا ایک ڈھانچہ تیار کیا گیا۔ خوش قسمتی سے مہجور صاحب کی بیگم صاحبہ ابھی ہم میں موجود تھیں۔ ان کی دعائیں بھی لیں گئیں اور ہم نے اس نیک کام کا آغاز کیا۔ اس کے بعد بلراج جی، پربھات اور میری بہت سی میٹنگیں ہوئیں جن میں امین صاحب بھی شریک رہتے۔ چنانچہ ساری معلومات اور دستاویزوں کا جائزہ لینے کے بعد ہم نے مہجور صاحب کی زندگی کے اہم واقعات کو ایک کڑی میں پرویا اور کوشش یہ کی کہ ہم ان کی زندگی کو نہایت ہی ایمانداری سے پیش کریں اور کسی بھی صورت میں باکس آفس کا خیال نہ رکھیں۔ نہ ہی کوئی فرضی من گھڑت قصہ زیب داستان کے لئے ایجاد کریں۔ چنانچہ کشمیری روپ میں تیار ہونے پر چند مالی فائدہ ڈسٹری بیوٹر کو نہیں ملا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے بمبئی کے انداز میں فلم بنانے سے احتراز کیا۔ لیکن اگر فنی نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو یہی اس فلم کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ بہر حال مرکزی ڈھانچہ تیار کرنے کے بعد بنیادی سکرین پلے لکھنے کی ذمہ داری پربھات مکرجی کو سونپی گئی۔ اس کے بعد تین ماہ کوئی ایک مہینہ محنت کرنے کے بعد بلراج جی اور میں نے مل کر مکالموں سمیت مکمل سکرین پلے اور سینریو لکھا۔ ہمیں ہر لمحہ محسوس ہو رہا تھا کہ ہم ایک مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ایک مقدس مشن پورا کر رہے ہیں۔ یہ ایک عظیم فنکار کا خواب تھا۔ ایک عظیم فنکار کے بارے میں۔ میں بھی ایک فرض نبھا رہا تھا۔ ایک تنقید نگار کے ناطے۔ ایک ایسے کشمیری کے ناطے جس کے ولولوں کو مہجور کے نغموں نے جلا بخشی تھی۔ بمبئی میں بلراج جی نے دو اور بڑے فنکاروں کو اس نیک کام میں ہاتھ بٹانے کی دعوت دی جو انہوں نے احتراماً قبول کی۔ ایک کیفی اعظمی اور دوسرے پریم دھون۔ ہم نے سارا مسودہ کیفی صاحب کو سنایا۔ ان گیتوں کا ترجمہ کیفی صاحب کو دیا جو ہم نے فلم میں شامل ہونے کیلئے چن لئے تھے۔ کیفی صاحب کشمیری نظم کو اردو نظم میں ڈھالنے کے لئے رضامند ہوئے۔ ہندی روپ کا سنگیت دینے کے لئے پریم دھون تیار ہوئے۔ چنانچہ چند گیتوں کو انہوں نے بھی ہندوستانی جامہ پہنایا۔ اس طرح ابتدائی مرحلے طے کرنے کے بعد فلم سازی کا کام شروع ہوا۔ حکومت جموں و کشمیر نے ایک گورنمنٹ نوٹیفکیشن کے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ذریعے آرڈر نمبر 15-138-1965 کے تحت تین لاکھ بیس ہزار روپے منظور کئے۔ انہی دنوں ہندوستانی روپے کی قیمت کم کر دی گئی۔ چنانچہ حکومت نے تیس مارچ 1967ء کو اس رقم میں ایک لاکھ بیس ہزار کا اضافہ کیا جو چھ قسطوں میں ریلیز کیا جانا قرار پایا۔ چونکہ اس فلم کے بارے میں شاید یہ پہلا اور آخری مقالہ لکھا جا رہا ہے اس لئے میں اس فلم کے ہر گوشے پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ لوگوں تک حقائق پہنچ جائیں۔ چار لاکھ چالیس ہزار روپے میں دو الگ فلمیں بنانا اس وقت کے بازار کو نظر میں رکھتے ہوئے کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا جب کہ کلر نیگیٹو کا ایک فٹ ایک روپے پچاس پیسے میں پرمٹ پر ملتا تھا۔ ان کو مالیات کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں تھا لیکن فلم کے ایک ڈائریکٹر کے ناطے مجھے اس بات کا علم ہے کہ کس طرح کشمیر کے اداکاروں، کلکتہ کے فنکاروں اور بمبئی کے دانشوروں اور ہنرمندوں کے بھرپور تعاون اور قریباً رضاکارانہ طور پر کام کرنے کی وجہ سے یہ دونوں فلمیں بن کر تیار ہوئیں۔ بلراج ساہنی اب ہم میں نہیں لیکن مجھے وہ وقت کبھی نہیں بھولے گا جب انہوں نے اپنی موت سے چند مہینے پہلے اپنی جیب سے چالیس ہزار روپیہ دے کر فلم کا ہندوستانی روپ تیار کروا کر censor کروا کے حکومت کے حوالے کروایا۔ فلم شاعرِ کشمیر فلم سازی میں ایک سنگِ میل ہے لیکن یہ بدقسمتی ہے کہ یہاں کی ہر تحریک، ہر نیک کام کو سیاست اور مصلحتوں کے دیمک چاٹ جاتے ہیں۔ انہی مصلحتوں کا شکار یہ فلم ہوئی جو مہجور ہی کو نہیں بلکہ کشمیر کے دل کی دھڑکنوں کو دنیا کے سامنے رکھتی۔ یہ بدقسمتی ہے کہ کسی کو اس بات کی فکر نہیں کہ اس فلم کو جو ہر لحاظ سے مکمل ہے عوام کے سامنے رکھے اور غالباً ایک وقت آئے گا جب آنے والی پیڑھیاں کشمیری زبان کی ان دو واحد فلموں کے پرنٹ کے لئے اسی طرح ترسیں گے جیسے آج کل دادا صاحب پھالکے کی "پراہن کی ہاش" کے لئے ہاتھ پیر مارے جا رہے ہیں۔

مسودہ تیار ہونے کے بعد کردار کے ساتھ انصاف کرنے والے اداکاروں کی تلاش شروع ہوئی۔ اس فلم میں چونکہ ہم نے بچپن سے لے کر مہجور صاحب کی زندگی کی شام تک کے وہ واقعات لوگوں کے سامنے رکھنے کا فیصلہ کیا تھا جنہوں نے ان کی شخصیت اور شعری قوتوں کو جلا بخشی تھی۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اس لیے بلراج جی کا موجودہ رول ادا کرنا ممکن نہیں تھا جس کا ذکر انہوں نے ابنِ مہجور کو لکھے گئے ایک خط میں بھی کیا تھا۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔

"اس بات کی مجھے بڑی مسرت ہوئی اور بڑا اطمینان ہوا کہ یہ بات سنی نے مہجور کا رول پریکشت سے کرانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ بوجہ عمر میں یہ رول کرنے سے قاصر تھا کیونکہ ہمیں حضرت مہجور کی جوانی کے دن بھی دکھانا ہیں کسی فلم سٹار کے حوالے بھی یہ رول نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ ایک تو اس کا معاوضہ دینے کی ہمارے بجٹ میں قطعاً گنجائش نہ تھی، دوسرے وہ لوگ کثیر تعداد میں فلموں میں کام کرتے ہیں اور کسی حالت میں اتنی توجہ اور وقت نہیں دے سکتے جو اس کردار کو کھیلنے کے لئے دینا ضروری ہے۔ کسی اناڑی نوجوان کے حوالے اس کردار کو دینا بھی خطرے سے خالی نہ تھا کیونکہ غیر آزمودہ آدمی کیمرے سے بہت گھبراتا ہے اور اکثر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے پریکشت کو منتخب کیا کیونکہ اس نے روس میں بہت ہی اچھے INSTITUTE میں پورے چھ سال TRAINING حاصل کی تھی۔ ...... التماس ہے کہ پریکشت کو حضرتِ مہجور کی ذات سے کشمیری تمدن سے اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے اور دیگر گھریلو اور سماجی رسومات سے بخوبی واقف کرانا۔" (بمبئی 31-5-66)

پریکشت کو میں بچپن سے جانتا تھا لیکن روس جا کر پریکشت کی شخصیت میں ایک بہت ہی حساس فنکار جاگ اٹھا۔ اس بات کا مجھے بہت کم قیاس تھا۔ شاید اس وجہ سے کہ کافی عرصے سے ہم ملے نہیں تھے اور نہ ایک ہی سطح پر تجربات کر سکے تھے۔ چنانچہ ہمارے کئی خطوں کے بعد وہ روس سے واپس لوٹے اور پہلی جون ۱۹۶۶ء کو انہوں نے بمبئی سے مجھے خط لکھا۔

"میں روس میں کئی سال قیام کے بعد واپس وطن لوٹا ہوں۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں نے آپ لوگوں کو کئی مہینے انتظار میں رکھا ...... میں نے بمبئی آکر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہندی کے تین چار گانے سنے جن کی موسیقی پرکاش بھون نے دی ہے۔ وہ گانے مجھے بے حد اچھے لگے لیکن وہ اچھے نہیں لگے ـــــ میں محسوس کرتا ہوں کہ مہجور کے گانوں میں بمبئی کے فلمی گانوں کی کسی طرح کی پرچھائیں بھی نہ ہو اور جب ان میں سے کوئی فلمی گانوں کی یاد دلاتا ہے تو میری ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرد لہر دوڑ جاتی ہے۔ بہر حال ہم جب ملیں گے، اس بات پر بحث ہوگی۔ انشاء اللہ مہجور بہت جلد پھر زندہ ہو جائیں گے اور وہ پھر اسی طرح سب کو اپنے گیتوں میں باندھ کے رکھیں گے....."

(انگریزی خط سے ترجمہ)

فلم کے بارے میں آگے بات کرنے سے قبل میں ان چند خطوط سے اقتباس پیش کرتا ہوں کہ ان صفحات میں یہ محفوظ ہے کہ یہ فلم بنانے کا خواب اور اس فلم کو بنانے کے منصوبے کب سے بن رہے تھے۔ اور اس عظیم شخصیت کے تئیں ہماری عقیدت اور اس منصوبے کو کس طرح چند کرم فرماؤں نے پوری طرح پروان چڑھنے نہیں دیا جس کی وجہ سے اس فلم کا ہندی روپ مکمل ہونے کے باوجود بہترین تعلیمی اور معلوماتی فلم قرار دیئے جانے کے ہوتے ہوئے بھی ابھی تک ڈبے میں بند پڑا ہے۔

یہ خط ۲۲، فروری [illegible] کا ہے۔

"بلراج ساہنی

تھیوسافیکل کالونی بمبئی

پیارے امین۔ بعد از پیار اور تسلیم کے واضح ہو کہ میں نے اپنے ایک عزیز دوست کو جو تہذیبی فلموں میں صف اوّل کے پروڈیوسر اور ڈائریکٹر ہیں، اس بات پر رجوع کیا ہے کہ شاعر کشمیر مہجور کی زندگی پر ایک معیاری فلم بنایا جائے۔ فی الحال اس بات کو بالکل اپنے تک رکھنا لازم ہے۔ ورنہ قبل از وقت بات کے نشر ہو جانے اور بگڑ جانے کا خطرہ ہوگا۔ شاعر کی زندگی کے حالات تفصیل سے اور ان کی زندگی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کے دلچسپ واقعات جذباتی واقعات جیسے کہ اسپیانی کے ساتھ ساتھ فکر انگیزی انداز بیان یکجا کر کے جبرائیل کرم جنتی جاری ۔ بیکے تیسرے پائے پہنچنے کی کوشش کرنا ۔ عادہ ایسا ہونا چاہیئے جو کہ پڑھ کر اسٹوری پروڈیوسر کو فلم بنانے میں دلچسپی ہو جائے جب انہوں نے اس کام کا بیڑا اٹھا لیا اور فیصلہ کر لیا تو میں تمہارا براہ راست ان سے تعارف کرا دوں گا۔ اس کے بعد میرا فرض پورا ہو جائے گا۔"

اس کے بعد بلراج جی نے اسی سال ۲۹ مئی کا خط بھی لکھا۔

"امید ہے میرا پچھلا خط مل گیا ہوگا۔ جس پروڈیوسر کا میں نے ذکر کیا تھا ان کا نام … ہے یہ صاحب … کے بہت بڑے پروڈیوسر ڈائریکٹر ہیں۔ حال ہی میں ان کی تصویر … جس میں … نے بھی کام کیا ہے … کے ساتھ سارے ہندوستان میں … بہت … تھا اور وہ بھی پچھلے سال کی ایک … فلم تھی۔ خوشی کی بات ہے کہ وہ قریب … کے لئے چھٹی منانے کے لئے کشمیر تشریف لے جا رہے ہیں … سرینگر پہنچیں گے۔ میں نے ان کو مہجور کے بارے میں اور آپ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔۔۔ آپ سے درخواست ہے کہ ان کے ساتھ وقت مقرر کر کے مہجور کی زندگی کے پورے واقعات انہیں سنائیں۔ پنڈت … صاحب اتنے ہی اچھے انسان ہیں جتنے آپ یا میں ہیں۔ اس لئے کسی قسم کے تکلف یا اندیشے کی ضرورت نہیں۔"

پنڈت صاحب کو شاید مہجور فلم کا پروجیکٹ تجارتی اعتبار سے فائدہ بخش نہیں لگا اس لئے یہ منصوبہ پروان نہ چڑھ سکا۔ اس طرح چھ سال گزر گئے لیکن بلراج جی نے ہمت نہ ہاری۔ اس سلسلے میں ۱۷ اگست ۱۹۷۰ء کو … نے جو خط لکھا اس کا یہ حصہ قابل ذکر ہے

"تم جانتے ہو کہ مجھے لگتا ہے کہ مہجور کی زندگی پر فلم بنانے کے لئے میں تیار ہوں …

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہوں۔ اس سے مراد اُن کی ذات پر کوئی احسان کرنا نہیں ہے۔ نہ انہیں جہاں وہ اب ہیں اس سے کوئی فرق پڑتا ہے کہ ان کی شہرت بڑھتی ہے یا گھٹتی ہے یا کون کون سے ملک میں پہنچی ہے۔ مجھے انہوں نے آخری ملاقات میں ایک بات کہی تھی جو شاید تمہیں بتا بھی چکا ہوں۔ میں نے ان سے عرض کیا (یہ سنہ ۱۹۸۲ء کی بات ہے) کہ اب آئندہ انہیں صرف گیت نہیں بلکہ ٹیگور اور اقبال کی طرح تحقیق اور گہرے قسم کا ادب تخلیق کرنا چاہیے کیونکہ اب ان کا درجہ بطور شاعر بہت اونچا تسلیم کیا جا چکا ہے۔ "ہنس پڑے" کہنے لگے۔ "بلراج صاحب جب تک میرے کشمیری عوام کے پاس کتاب خریدنے اور پڑھنے کی توفیق نہیں ہے۔ مجھے نہ ٹیگور بننے کی اور نہ اقبال بننے کی خواہش ہے اور نہ انکی طرح کتابیں چھپوانے کی۔ میرے عوام تک میرے گیت ہی پہنچ سکتے ہیں۔ اسلئے مجھے انہیں پر اکتفا کرنا ہے۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

"جن حالات میں ہندی فلمیں بنتی ہیں کسی معیاری فلم کا تصور بھی کرنا میں نے دیکھا کہ خیالِ خام ہے۔ چنانچہ میں نے ہندی فلموں کے باہر نگاہ دوڑانی شروع کی اور میری اچھی قسمت مجھے پربھات (پربھات مکرجی) تک لے آئی۔ اتفاق سے صادق صاحب کشمیر کے چیف منسٹر بھی، انہیں اُس زمانے سے جانتا ہوں جب بمبئی سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ ۱۹۴۸ء (ڈی پی دھر) بھی اُسی زمانے میں دوست بنے۔ صادق صاحب کو کابلی والا جیسی فلم میں میرا کام پسند آیا۔ جب بھی بمبئی آتے ملتے۔ اور میل جول بڑھتے بڑھتے چنانچہ ہم گرمجوشی سے کئی بار اکٹھے ہوئے۔ جب دوستی کا رشتہ مضبوط ہوا اور پربھات کی طرف امیدیں قائم ہوئیں تو صادق صاحب سے دل کی بات کہی۔ خدا کا شکر ہے کہ انہوں نے تجویز کو پسند کیا۔ اب بتاؤ میں اس کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں۔ محبوب صاحب مرحوم نے ایک بار جب "نئی ڈگر" بنانے کا اعلان کیا، اسی وقت سے میں دل میں دعا کرنے لگا کہ خدا ایسا فلم نہ بنے۔ کشمیر کے کلچر سے کھلواڑ نہ ہو۔ محبوب صاحب بذاتِ خود ایک جینئس ہو

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

حب الوطنی شخصیت کے مالک تھے۔ اسی لئے انہوں نے ارادہ ملتوی کر دیا اور اس رائے کا ساتھ دیا
INDIA ۔۔۔ بنائی ۔۔۔۔۔ کیا یہ تمہیں یا مجھے کبھی برداشت ہو سکتا ہے کہ مہجور کی زندگی
پر ایک فراری قسم کا لغو فلم بنا دیا جائے اور اس کی زندگی کی تمام سچائی کو نظر انداز کر کے ایک قیمتی
جگ مگ کرتا مگر بے جان ڈھانچہ تیار کر کے پبلک میں ایک عظیم شخصیت کا مذاق اڑا دیا جاتا۔"
۱۵ مئی ۱۹۶۶ء کے ایک خط کا یہ اقتباس پڑھ کر آپ کو اندازہ لگ جائے گا کہ مرحوم بلراج ساہنی کو مہجور
کی شخصیت اور اس فلم سے کتنی گہری وابستگی تھی۔ لکھتے ہیں۔

"ایک بات کا خاطر جمع رکھو امین۔ آج تک کسی فلم کے ساتھ میرے جذبات اس قدر وابستہ نہیں ہوئے جتنے اس کے ساتھ ہیں۔ یہ فلم میرا تیرتھ ہے، میرا مندر۔ اس کے ساتھ میں حتی الوسع کوئی بھی بے انصافی برداشت نہیں کر سکتا۔ سکرپٹ بہت اچھا لکھا گیا ہے۔ گانے بھی بہت اچھے ریکارڈ ہوئے ہیں۔ مجھے اطمینان ہے کہ اس سے تمہیں اور تمہارے والد کو بھی پورا اطمینان ہوگا۔ ماہ جون کے آخر میں، میں خود بھی اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔"

جیسا کہ میں نے پہلے لکھا کہ فلم کی کاسٹ میں مہجور کے رول کے لئے پریکشت کو منتخب کیا گیا اور طے پایا کہ بلراج ساہنی مہجور کے والد کا رول ادا کریں گے۔ ان دو اہم کرداروں کے علاوہ یہ بھی طے ہوا کہ بیشتر اداکار کشمیر سے ہی لئے جائیں۔ ایک تو اس سے فلم میں حقیقت کا ماحول پیدا کرنے میں مدد ملے گی اور دوسرے ان اداکاروں کو ملک کے باقی حصوں میں متعارف کرانے کا ایک اہم مقصد بھی پورا ہوگا۔ وادی میں جو اداکار سٹیج یا ریڈیو وابستہ ہیں۔ ان کی مکمل فہرست بنائی گئی۔ اور یہ دیکھا گیا کہ ان میں سے کون مہجور کی زندگی سے وابستہ کس کردار کے لئے موزون ہوگا۔ ان اداکاروں کے فوٹوگرافس دیکھے گئے۔ فلم کے کیمرہ مین راجے منترا اور میک اپ کے شعبے کے سربراہ سینن درّ سے مشورہ کیا گیا۔ چنانچہ دیگر اہم کرداروں کے لئے سدا ماجی، پشکر بھان، مکھن لال صراف، محمد سلطان راجہ حمید، او مکار خزانچی، محمد سلطان پنڈت، محمد عبداللہ، بشیر بٹ، موتی لال خزانچی، اداکارہ ایمہ سونا تا سلد ہو

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

محمد یوسف قریشی، عاشق حسین، پیارے لال رازدان، شاہد بدگامی، حکیم حبیب، عبدالمجید بٹ، کرشن تنگو وغیرہ کا انتخاب ہوا۔ اس کے علاوہ بیسیوں نئے چہروں کو بھی فلم میں شامل کیا گیا جن میں شہری کے رول کے لئے پشکر ریتہ، جو کہ بعد میں فلم فیئر کے نئے اداکاروں کے مقابلے میں اول آئے تھے، کا سکرین ٹیسٹ لیا گیا جو نہایت ہی تسلی بخش نکلا۔ چھوٹے شہری کے رول کے لئے فلم "مائنز ڈراتھ" کی ہیروین کے بیٹے کنول اور چھوٹے مہجور کے لئے سٹیج اور ریڈیو کی مشہور اداکارہ نبلہ بیگم کے لڑکے قیوم کو چنا گیا۔ اس کے علاوہ نادم صاحب کے لڑکے شانتی ویر کو بھی مہجور کے بچپن کے دور میں ایک لو عمر کردار کا رول دیا گیا۔ فلم میں اور بھی کتنے ہی کردار ہیں۔ یہاں سب کے نام گنوانا ممکن نہیں۔ البتہ بنگال کے دو مشہور مزاحیہ اداکاروں کا ذکر ضرور آنا چاہیئے۔ جنہوں نے پربھات مکرجی سے درخواست کی تھی کہ وہ اس فلم کے لئے کوئی بھی کام کرنے کیلئے تیار ہیں۔ یہ تھے جوہر رائے اور بھانو مکرجی، چنانچہ جنہوں نے فلم دیکھی ہوگی انہوں نے بھانو مکرجی کو ایک مہمان کلاکار کے رول میں دیکھا ہوگا۔ فلم کا ایک مشہور گانا جو آزادی کے بعد کے مہجور کی نمائندگی کرتا ہے جوہر رائے پر فلمایا گیا تھا۔ یہ گانا تھا۔ "تتا ساری ئر پور تو سانہن گھرن منز آیہ آزادی"۔ لیکن بد قسمتی سے سنسر بورڈ نے اسے فلم سے کٹوا دیا۔ اس وقت ہمارے سنسر بورڈ کو حقایق کا سامنا کرنے کی ہمت نہ تھی۔ ممکن ہے اب جبکہ "اردھ ستیہ" جیسی حقیقت پر مبنی فلمیں پاس ہوتی ہیں۔ اگر یہ گانا سنسر بورڈ پھر دیکھے تو شاید اسے فلم میں شامل کرنے کی اجازت دے۔ بہر حال ذکر چل رہا تھا اداکاروں کے سلیکشن کا ——

مرد اداکاروں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ لیکن سب سے بڑا مسئلہ تھا زنانہ اداکاروں کا۔ اس سلسلے میں ہم "مائنز ڈراتھ" بناتے وقت بھی بہت ہی پریشان ہوئے تھے۔ غالباً ٹیلی ویژن کے قیام کے باوجود اب بھی یہ مسئلہ ویسا ہی مشکل ہے جیسا اُس وقت تھا۔ کئی چہرے دیکھے، کئی لوگوں سے ملے لیکن مناسب TALENT نہ مل سکا۔ ایک دو کی بات ہوتی تو کسی نہ کسی طرح کام چل جاتا لیکن ہمیں درجنوں زنانہ اداکاروں اور کھیتوں میں کام کرنے والی عورتوں کی ضرورت تھی۔ اس سلسلے میں سبھی کو تشویش ہوئی۔ چنانچہ بلراج جی نے ۱۲ مارچ 1967ء کو صادق صاحب کو اس سلسلے میں لکھا:

"فلم کی شوٹنگ جون کے مہینے سے شروع ہونے والی ہے لیکن ہم بے بس ہیں کیونکہ ہمیں

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مناسب کشمیری خواتین اداکارائیں نہیں مل رہی ہیں۔ فلم میں کام کرنے سے ابھی وہ جھجک رہی ہیں۔ یہ مسئلہ تب تک حل نہیں ہو سکتا جب تک زینب جی، ساجدہ جی اور محمودہ جی ہماری مدد کریں۔ میں ان کو بھی الگ سے خط لکھ رہا ہوں لیکن آپ انہیں اس کام کے بارے میں مجھ سے زیادہ مطمئن کر سکتے ہیں۔ میں نے قاسم صاحب کو بھی لکھا ہے کہ وہ اپنے کارکنوں کی اس سلسلے میں مدد فراہم کریں۔ مہجور کی ساری زندگی گاؤں میں گزری ہے اور فلم کا نوے فیصدی حصہ گاؤں میں ہی شوٹ ہوگا۔ اس لئے شہر سے زیادہ ہمیں گاؤں میں تعاون چاہیئے۔"

قاسم صاحب نے بلراج جی کے خط کا جواب فوراً ہی دیا۔ تاریخ تھی اٹھائیس مارچ سن ۱۹۷۱ء

"مکرمی ساہنی صاحب۔ آپ کا خط ملا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ میں نے بہت دلچسپی سے پڑھا کہ مہجور فلم کے بارے میں آپ کو کس قدر ذاتی دلچسپی ہے اور آپ کئی دقتوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس قدر اس نیک کام میں آپ کو مجھ جیسے ناچیز کی خدمات درکار ہوں گی، آپ کو ضرور حاصل ہوں گی۔ تفاصیل کے لئے جب آپ سرینگر میں ہوں گے، آپ سے بات ہوگی۔ مئی کے دوسرے ہفتے میں ہم انشاءاللہ سرینگر میں ہوں گے۔ کیونکہ اپریل کا مہینہ جموں صوبے میں ہی صادق صاحب کا بھی اور میرا بھی صرف ہو رہا ہے۔ ہمارے کارکن کشمیر میں حتی الامکان ضرور مددگار ثابت ہوں گے۔"

چنانچہ مئی کے مہینے میں ہی زنانہ کرداروں کا مسئلہ بھی حل ہوا جس کا سہرا ساجدہ جی (بیگم ساجدہ ضمیر احمد) کے سر ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے اپنی خدمات پیش کیں۔ اس سے فلم کو ایک اور وقار ملا اور ان خواتین کی جھجک دور ہوئی جو اس فلم کو بھی بمبئی کی عام فلم تصور کرتی تھیں۔ ساجدہ جی کو مہجور کی نانی کا رول دیا گیا جن کے سائے میں پل کر مہجور جوان ہوئے اور جنہوں نے ان میں علم و ادب کا شوق پیدا کیا۔ اس کے ساتھ ہی ہماری مشہور مصور کشوری کول بھی میدان میں آ گئیں۔ مہجور کی شریک حیات کے رول کے لئے کئی لڑکیوں کا ٹیسٹ لیا گیا آخر گیتانجلی کا انتخاب ہوا جو کشمیری نہیں تھیں لیکن یہیں پلی بڑھی تھیں گیتانجلی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

Balraj Sahni

TURNER ROYAL LANE,
JUHU, BOMBAY-54.

29/7/70

محترمی - مجھے افسوس ہے کہ ہمارے عظیم شاعر مہجور کی زندگی پر بنائی گئی فلم
کے ریلیز کیلئے آپکو کافی انتظار کرنا پڑا - آپکو شاید معلوم ہے کہ مہجور میرے بہت
ہی قریبی دوست تھے اور انکی ہمہ گیر شخصیت کو ریاست اور ریاست کے
باہر کے عوام تک پہنچانا میرا دیرینہ خواب تھا - آج وہ خواب
پورا ہوا ہے، اور اب جبکہ فلم تیار ہوا ہے مجھے پوری امید ہے آپ
اسے دیکھیں گے اور مجھے اپنی رائے سے نوازیں گے -

آپکا مخلص
بلراج ساہنی

(۸) فلم مہجور ریلیز ہونے پر بلراج ساہنی کا خط۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(۹) رو میں ہے رخشِ عمر......... مہجور کو گھوڑا سواری کا شوق تھا۔

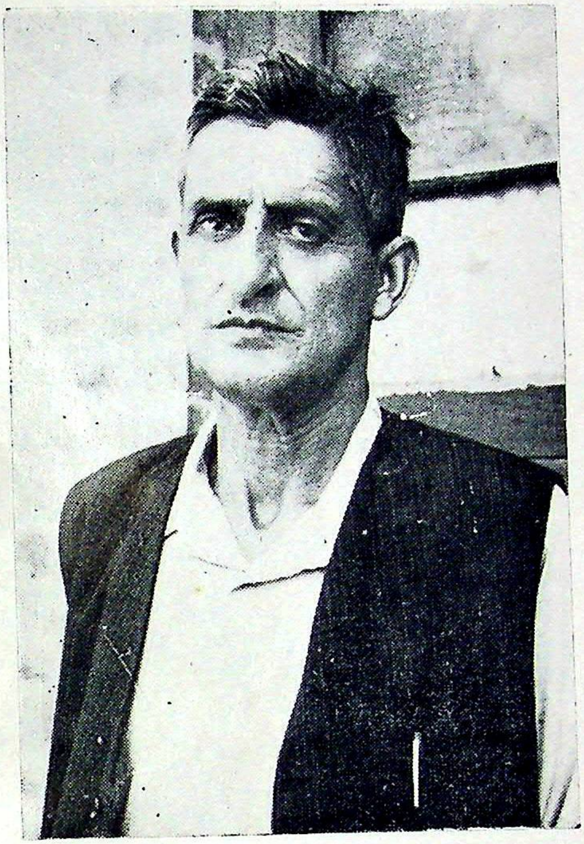

(۱۰) مہجورؔ کے اکلوتے فرزند ــــــ محمد امین ابن مہجورؔ (۱۹۱۱ء ــــ ۱۹۸۱ء)

(۱۵) مہجورؔ، پریم ناتھ پردیسی، مرزا عارف

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کشمیری بھی بول سکتی تھیں۔ گو ان کا لب و لہجہ خالص کشمیریوں کا سا نہیں تھا۔ وہ رقص بھی جانتی تھیں اداکاری بھی اور سنگیت بھی۔ (گیتا بالی اس وقت ہمارے ملک کی ماہر اور مشہور کتھک رقاصاؤں میں صف اول کی فنکار ہیں) فلم میں ایک اہم کردار ہے۔ گریسو کور (ڈھولوں کی البیلی دوشیزہ کا) جس کو فلم میں لڑکی کی سادگی، بے باکی، معصومیت اور نازکی کے سمبل کے طور پر استعمال کیا گیا۔ یہ لڑکی کوئی بات نہیں کرتی۔ نڈر، بے باک اپنے کام میں مست، کھیتوں کھلیانوں میں ایک جنگلی ہرنی کی طرح کلیلیں مارتی رہتی ہے اور مہجور کو اتنا متاثر کرتی ہے کہ وہ "گریسو کور" نامی ایک امر گیت کی تخلیق کرتا ہے۔ اس کردار کے لئے ہندی کے مشہور ادیب اور طناز بلراج ساہنی کے چھوٹے بھائی بھیشم ساہنی کی لڑکی کلپنا کا انتخاب ہوا جو اس وقت روسی زبان میں ریسرچ کر رہی تھیں۔ اس طرح سے فلم کی کاسٹنگ مکمل ہوئی۔

اسی بیچ میں ہندی اور کشمیری دونوں روپوں کے گانوں کی ریکارڈنگ مکمل ہو چکی تھی۔ ہندی گانوں کی ریکارڈنگ بمبئی میں ہوئی۔ اور کشمیری گانوں کی ریڈیو کشمیر سرینگر کے سٹوڈیوز میں۔ ہندی گانوں کی موسیقی پریم دھون کی تھی اور کشمیری گانوں کی موہن لال ایمہ کی۔ پریم دھون دھنیں بنانے سے پہلے یہاں آئے تھے اور انہوں نے وہ ساری لوک دھنیں ریکارڈ کر لی تھیں جن میں محمود شہری اور یہاں کے لاکھوں عوام نے مہجور کے گانے گائے تھے اور ان کی اساس پر اپنی دھنیں بنائیں۔ مہجور کے گیتوں کو ہندی جامہ پہنانا اور ان میں کشمیری روح کو برقرار رکھنا بھی ایک بڑا کام تھا۔ اس سلسلے میں پریم دھون کے ایک خط کا اقتباس ملاحظہ ہو جو انہوں نے میرے نام ۲۲۔ اپریل ۱۹۷۲ء کو لکھا۔

"باقی گیت بمبئی میں ریکارڈ کرنے ہیں۔ کیفی صاحب کے پاس جو SCRIPT ہے اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ آپ کس گیت کے کون کون سے اشعار استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ ایک اور SCRIPT مجھے بھیج دیں جس میں واضح طور پر لکھیں کہ باقی گیتوں میں کون سے اشعار شامل ہوں گے اور گیت کتنے منٹ کا ہوگا۔ جب خاتون کے پہلے گیت کے بعد جو ہم نے ریکارڈ کیا مہجور کے گیت کے کون سے اشعار ہوں گے اور اس کے بعد وہ مختلف جگہوں پر مہجور کے جو گیت ہوں گے وہ مختلف ہوں گے یا ایک ہی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

گیت کے دو حصے فی الحال ہم لوگ دہقان زادی اور حبہ خاتون کے دوسرے
گیت پر کام کر رہے ہیں۔"

فلمی روپ کے گیت مناڈے نے مہندر کپور، سمن کلیانپور، اوشا منگیشکر، طلعت محمود اور کرشنا کلے نے بہت ہی خوبصورت انداز میں گائے جن میں سے "آجا پھولوں کے شہزادے"، "چمن والے چمن کی کوئی نشانی پیدا کر"، "پھولوں کی شہزادی" ریڈیو سے بہت ہی مقبول ہوئے۔ پریم دھون نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ ہر گانے سے کشمیریت جھلکے لیکن فلم لائن میں ہونے کی وجہ سے بمبئی کی فلموں کے اثر کو پوری طرح وہ نکال نہیں پائے۔ چنانچہ پرکیشت سماہی نے جب روس سے لوٹنے پر یہ گانے سنے انہوں نے مجھے اپنے تاثرات بھیجے اور لکھا۔

"مجھے روس سے لوٹے تین دن ہوئے۔ اور یہ تینوں دن میں نے بمبئی میں اس جدوجہد کے لئے تیاری میں گزارے جو مہجور فلم بنانے کے سلسلے میں ہمارے سامنے ہے۔ میں جلدی آپ کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں تاکہ ہم ساتھ بیٹھ کے مسودے پر کام کر سکیں۔ سینریو کے بغیر میں اندھے کی طرح محسوس کر رہا ہوں یا اس شخص کی طرح جسے بینائی لوٹائی گئی ہو لیکن جس کی آنکھوں سے ابھی پٹی ہٹائی نہیں گئی ہو.......... میں نے فلم کے تین چار گانے سن لئے ہیں جو پریم دھون نے ریکارڈ کئے ہیں۔ مجھے دو اچھے لگے۔ دو اچھے نہیں لگے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ مہجور کے گانوں میں بمبئی کی فلموں کے گانوں کے ساتھ کسی طرح کی مطابقت نہیں ہونی چاہیئے۔ میں اس سلسلے میں آپ سے مفصل تفصیل سے بات کروں گا۔ انشاءاللہ مہجور پھر زندہ ہوگا۔ پھر کشمیر کی مہک کو اپنے گیتوں میں سموئے گا اور دنیا میں اسے پھیلائے گی۔"

کشمیری روپ کی موسیقی میں موہن لال ایمہ نے کوشش کی ان ہی دھنوں کو سجانے سنوارنے کی جن میں مہجور کی مقبولیت کے دنوں میں ان کے گیت یہاں کے بچے بچے کی زبان پر تھے چنانچہ ہم نے پرانے گراما فون ریکارڈوں اور بزرگ لوگوں کا سہارا لیا اور اس طرح ان دھنوں کو ایک نئی زندگی ملی۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

سارے گانے کی عکس بندی کے لئے کشمیر چھوڑدو تحریک کے جلسوں اور جلوسوں کی آراستگی ضروری تھی چنانچہ بلگام کے علاقے میں شاہد بدگامی اور دوسرے باثر فنکاروں کی مدد سے ایک بڑے اجتماع کے لئے لوگوں کا تعاون حاصل کیا گیا۔ سینکڑوں نعرے اور جھنڈے بنائے گئے تاکہ ایک بھاری جلوس کا اہتمام کیا جائے۔ شوٹنگ کے سارے انتظامات طے ہو چکے تھے۔ لیکن حکام نے شوٹنگ سے ایک دن قبل ہمیں اطلاع دی کہ چونکہ اس طرح کے جلوس سے لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا ہوگا اس لئے شوٹنگ کو منسوخ کیا جائے۔

ہم حیران ہوئے کہ فلم گورنمنٹ کی ہے اور حکومت ہی شوٹنگ میں رخنہ ڈال رہی ہے۔ جب ہم نے وجہ دریافت کی تو ہمیں کہا گیا کہ اسمیں چونکہ نیشنل کانفرنس کے جھنڈے ہونگے اس لئے غلط فہمی کا خدشہ ہے۔ چنانچہ ہمیں کشمیر چھوڑدو تحریک کے جلوس کلکتہ کے ٹیکنیشن سٹوڈیوز کے احاطے میں کشمیر کے اہم بازار کھڑا کر کے اور جمشید پور ٹاٹانگر کے قریب پہاڑوں میں کافی رقم خرچ کر کے شوٹ کرنے پڑے۔ سیاسی مصلحتوں کی بنا پر تخلیقی عمل کو کس طرح اثرانداز ہونا پڑتا ہے یہ اس طرح کی مثالوں سے واضح ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو تاثر کشمیر کے بازاروں میں اور یہاں کے دیہات میں یہاں کے لوگوں کی شرکت سے پیدا ہو سکتا تھا وہ کلکتہ کے ایکسٹراز اور مصنوعی سیٹس لگا کر پیدا نہیں کیا جا سکتا تھا۔

بہر حال یہ سب مرحلے طے کر کے جب فلم کا کشمیری روپ تیار ہو کر CENSOR نے پاس کیا تو اسکی ڈسٹری بیوشن کا مسئلہ سامنے آیا۔ اس میں بیوروکریسی نے لاپرواہی برتی۔ ایک وقت وہ تھا جب کہ آل انڈیا رائٹس کے لئے صرف ہندی روپ کے سات لاکھ روپے کی MINIMUM گارنٹی کا آفر تھا۔ جسکا مطلب یہ تھا کہ فلم سے حکومت کو اڑھائی لاکھ روپے کا فائدہ ہوتا اور ساتھ ہی کشمیری روپ مفت میں مل جاتا۔ بہر حال کافی تگ و دو کے بعد کشمیری روپ اگست 1970 میں ریلیز ہوا۔ پریمیئر سرینگر کے ریگل سینما میں بڑی شان و شوکت سے ہوا جس میں مہجور صاحب کی اہلیہ محترمہ مہمان خصوصی تھیں شو کے بعد ریگل سینما کے آنگن میں صادق صاحب مرحوم نے بیگم مہجور سے پوچھا "ہم نے مہجور صاحب کی شان میں کوئی گستاخی تو نہیں کی ہے"۔ بیگم مہجور کی آنکھیں آنسوؤں سے نم تھیں۔ انہوں نے کہا "بس من و عن یہی کچھ ہوا تھا"۔ ان کے دل سے نکلا ہوا فقرہ ہمارے لئے سب سے بڑا انعام تھا۔ اسکے بعد

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

وزیر اعلیٰ جناب غلام محمد صادق کی طرف سے فلم کے مکمل ہونے کی خوشی میں انکے پرائیویٹ سیکریٹری نے ایک شاندار عصرانہ دیا گیا جس میں ریاست کے سابق [illegible] حضرات کے علاوہ دیگر فنکاروں کے علاوہ فلم میں کام کرنے والے فلمی کلاکار اور موسیقار موجود تھے اسکے علاوہ وادی کے کئی ادیب اور دیگر فن کار بھی اس تقریب میں شریک ہوئے۔

فلم کے ریلیز ہونے پر ریاست کے اس وقت کے گورنر شری بھگوان سہائے نے پہلا شو دیکھا تھا۔ فلم دیکھ کر وہ بے ساختہ کہہ اٹھے کہ یہ فلم ہمیں حقیقت سے دکھتی ہے۔ بالکل اطالوی فلموں کی طرح۔ شو ختم ہونے کے بعد وہ باہر دوسرے شو کے لئے جمع ہوئے لوگوں میں گئے اور ان سے کہا کہ یہ فلم یہاں کے بچے بچے کو دیکھنی چاہئے۔ بہت ہی خوبصورت فلم ہے۔"

یہ بد قسمتی کی بات ہے کہ ابھی ہمارے ملک میں فلم کی کامیابی باکس آفس پر اسکی مالی فتح پر ہی متعین کی جاتی ہے اور چونکہ اس فلم میں کاروباری فلم کا مصالحہ نہیں تھا اس وجہ سے یہ شاید باکس آفس ہٹ نہ ہو سکی۔ لیکن اگر فنی اعتبار اور خلوص اور ایمانداری کی کسوٹی پر اس فلم کو پرکھا جائے تو حقیقت سے کوئی نقاد بھی اسکو پسند کئے بنا نہیں رہ سکتا۔ بد قسمتی یہ ہے کہ اس فلم کو عوام کے سامنے پوری طرح سے پیش نہیں کیا گیا۔ صرف چند ہفتوں کے لئے سری نگر کے ایک سینما ہال میں دکھائی گئی اور چند ہفتوں کے بعد اس امر کے باوجود کہ ہر شو میں ہاؤس فل ہوتا اسے اتارا گیا جس میں یہاں کے وجوہات بتا کر نہیں کر سکا کا تن کی بنا پر اسے اتارا گیا۔ یہ فلم سوپور میں ہفتہ بھر دکھائی گئی باقی کسی اور قصبہ میں اسے دکھانے کی کوشش تک نہیں کی گئی۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اس میں ان لوگوں کا بھی ہاتھ تھا جو یہاں ہر قسم کی ترقی کے دشمن ہیں۔ اس سے بڑی بد قسمتی کیا ہوگی کہ اس فلم کا اردو روپ تیار ہو کر حکومت کے پاس ہی بند ڈبوں میں پڑا ہے۔ جبکہ اس فلم کے لئے ڈسٹری بیوٹر بھی تیار ہیں۔ ایک ایسی تخلیق جس پر ہمیں فخر ہونا چاہیئے تھا جو ہمارے بہت ہی محبوب مقبول شاعر کو زندگی دیتی ہے جسے ہم نے انتقال کے بعد قومی شاعر تک کا درجہ دیا۔ جو یہاں کے لوگوں کے غم اور انکی خوشی میں برابر شریک رہا۔ جس نے یہاں کے لوگوں کے دلوں کی دھڑکنوں میں خود کو جذب کر لیا تھا۔ جس نے اس وقت

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

حکومت اور جور و استبداد کے خلاف قلم اٹھایا جب کہ گردن اٹھا کر چلنا بھی گردن زدنی سمجھا جاتا تھا۔ یہ سوال بار بار ذہن میں ابھرتا ہے کہ حکومت کی جانبدار ہونے کے باوجود اس قلم کو تہہ خانوں میں کیوں بند رکھا گیا ہے؟

ساری ریاستیں فلم کے قوتِ اظہار کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اپنی ریاستوں میں فلم سازی کی صنعت کو کھلے دل سے سرپرستی فراہم کر رہی ہیں لیکن ہماری ریاست ہی شاید واحد ریاست جہاں اس طرف کسی طرح کا دھیان نہیں دیا جاتا۔ نہ جانے کب کوئی مسیحا آئے گا اور مہجور کی شخصیت کو تہہ خانوں میں پڑے بنڈلوں سے نکال کر آزاد کرے گا ——!

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

برج پریمی

مہجور اور منٹو

مہجورؔ کشمیری زبان کے عہد ساز شاعر ہیں۔ انہوں نے کشمیری شاعری کی غنائیہ روایات کو ایک نئی جہت دیکر نئی منزلوں سے آشنا کیا۔ مہجور کی ابتدائی شاعری میں موضوع اور ہیت کے اعتبار سے روایت کی چھاپ ہے۔ لیکن وہ بہت جلد اس دور کی شاعری کی ان دیکھی دنیاؤں سے زینہ بہ زینہ اس دنیا میں اترتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں اور ان کے یہاں ان کے گرد و پیش کی دنیا مچلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ وہ پرچھائیوں کا تعاقب کرنے کے بجائے انسانوں کی دنیا میں خاک چھانتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ روایت کی حدود میں رہکر بھی ایک نئے شعری مزاج کا تجربہ کرتے ہیں اور اپنے عہد کے تقاضوں کو شعر کی زبان دیکر ایک مجتہدانہ رول ادا کرتے ہیں۔ مہجور گل اور بلبل کے عشق اور حسن میں انسانی زندگی کی تب و تاب کا فسوں جگاتے ہیں اور اپنی قوم کی نسل در نسل غلامی، ان کے احساس کمتری، ان کی ناداری اور افلاس اور جاگیردارانہ نظام کے داؤ پر چڑھی ہوئی ان کی آرزومندیوں کو انہیں استعاروں میں ڈھال کر اپنے تنفس کے شعلوں سے سلگا دیتے ہیں۔ ایک تند و تلخ اور لوچیلی آواز کشمیر کے در و دیوار میں

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

لہراتی ہے اور جاگیر شاہی نظام کے ایوانوں کو ہلا دیتی ہے۔ مہجور کی یہ آواز اس تحریک کو قوت اور حرارت بخشتی ہے جو صدیوں کی غلامی کے خلاف کشمیر میں بلند ہوئی تھی ـــــ لیکن مہجور نعرہ باز نہیں تھے۔ ان کی آواز میں آگ ہے۔ لیکن وہ فن کے حسن اور اس کی خوشبو کا سودا نہیں کرتے وہ مثالیت اور رمزیت کے حسن سے اپنے اشعار میں نئی معنویت پیدا کرتے ہیں۔ وہ غم اور غصے کو شعور اور فن کی خراد پر چڑھا کر کھری بات کہنے کے قائل ہیں۔ یہ مہجور کا شاعرانہ اعجاز تھا کہ وہ عوام کے دلوں کی دھڑکنوں کی آواز بن گئے اور انہیں اپنی حیات میں ہی بقائے دوام حاصل ہوا۔

بیسویں صدی کے تیسرے دہے کے آس پاس مہجور کی دو نظمیں "پوشے متہ جانانو" (اے میرے پھولوں کے شہزادے) اور "گریسی کور" (دہقان دوشیزہ) انگریزی ترجمے کے توسط سے مہاکوی ٹیگور تک پہنچیں۔ ان نظموں کے سحر نے مہاکوی کو موہ لیا۔ لفظوں میں چھپے ہوئے قوس قزح کے رنگ، جنگلی ہرنوں کی مست خرامی، نیلی جھیلوں کے گہرے سلیٹے اور بیرہ کی آگ میں جلتی ہوئی برہن کی پتھروں کو پگھلا دینے والی لے ـــــ مہاکوی کو دور پہاڑوں کی پنہائیوں میں چھپے ہوئے ایک غیر معروف شاعر کی آواز سنکر، رعنائی قدرت کی مہا شانتی، روح کی آسودگی اور ازلی حسن کے تقدس کا احساس ہوا تھا جس کا وہ خود عاشق تھا۔ اسی احساس نے اسے مہجور کو "کشمیر کا ورڈس ورتھ" کہلوایا ـــــ مہاکوی ٹیگور کے اس تاثر میں مہجور کی پہلی شناخت کا احساس ہوتا ہے ـــــ اس کے بعد آہستہ آہستہ مہجور کے جینیس کا احساس کشمیر کے پڑھے لکھے لوگوں کے دلوں میں جاگ اٹھا۔

یہ مہجور کی کشمیری شاعری کا سر آغاز تھا!

برسوں بیت گئے۔ مہجور کی شاعری جغرافیائی حصاروں کو توڑ کر پورے برصغیر کو اپنی خوشبو سے معطر کرنے لگی۔ ان گیتوں میں نئے کشمیر کے ان خوابوں کی تفسیر تھی جنہیں مہجور نے احساس اور شعور کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ یہ ایک نئی آواز تھی جس میں کتنی ہی نا آسودگیوں کی تپش تھی کتنے ہی زخموں کی ٹیسیں تھیں اور غم اور ملال اور غصے کی آنچ تھی۔ اس نظام کے خلاف جس نے کشمیریوں

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کے ارمانوں کو خاکستر کیا تھا اور انہیں نسل در نسل غلامی کا طوق پہنایا تھا۔ حتیٰ کہ پاکستان میں رہنے والا اب نام اور معتوب افسانہ نگار جسے شاعری کے شعبے سے کوئی واسطہ نہیں تھا اس آواز کی حدت سے پگھل گیا۔ یہ حساس شخص ایک اور کشمیری تھا ــــــ سعادت حسن منٹو! جسے شاعر کشمیر مہجور کو ساری عمر نہ دیکھنے کی محرومی نے اظہار ملال پر مجبور کیا تھا۔

"کشمیر میں نے نہیں دیکھا ہے لیکن کشمیری دیکھے ہیں۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ میں نے مہجور کو نہیں دیکھا ہے..........."

منٹو کی سب سے بڑی کمزوری کشمیر تھا۔ اسے زندگی بھر یہ احساس تڑپاتا رہا کہ اس نے کبھی کھلی آنکھوں سے اپنا آبائی وطن کشمیر نہیں دیکھا تھا۔ وہ صرف ایک بار بٹوت تک ہو آیا تھا جب اسے دق کا مریض قرار دے کر علی گڑھ یونیورسٹی سے نکال دیا گیا تھا۔ کشمیر سے اس کی دلچسپی کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ وہ کشمیری الاصل تھا۔ کوئی پانچ پشت پہلے اس کے جد امجد خواجہ رحمت اللہ سکھوں کی عملداری میں اپنے دوسرے بہت سے اہل وطن کی طرح کشمیر سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور پنجاب کے دارالسلطنت لاہور میں آکر مقیم ہو گئے تھے۔ ان کے پوتے خواجہ جلال الدین کچھ عرصے کے بعد امرتسر چلے آئے تھے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے لیکن وہ منٹو ذات کو بھول نہیں سکے جو اس کے کشمیری ہونے پر دال تھا۔ منٹو ــــــ ڈیڑھ سیر کا بٹہ ــــــ اس لئے کشمیر کے تعلق سے جب بھی کوئی بات ہوتی تو منٹو کہتا تھا ــــــ

"میں کشمیری ہوں ــــــ ایک باٹ"

"میں بھی کشمیری ہوں۔ مجھے کشمیر والوں سے بہت محبت ہے۔"

"میں کشمیری ہوں سیدھا سادھا ہمارے آبا و اجداد کشمیر سے ہجرت کر کے پنجاب آئے۔"

یہی سبب ہے کہ کشمیر کا ذکر کرتے ہی منٹو جذباتی ہو جاتا تھا۔ اس سرزمین کے ساتھ یہی تعلق اسے "بیگو"، "ایک خط"، "مصری کی ڈلی"، "لالٹین" جیسی کہانیاں لکھنے کے بعد "ٹیٹوال کا کتا" اور "آخری سلیوٹ"

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

جیسی کہانیاں لکھواتا ہے۔

ذکر ہو چکا ہے کہ منٹو کے بزرگ سکھوں کے عہد میں سکھوں کے مظالم سے تنگ آکر ترکِ وطن پر آمادہ ہوئے تھے۔ منٹو اس واقعے کو بھلا نہیں سکا تھا۔ اس کے تحت الشعور میں یہ بات محفوظ تھی کہ مجبور ہو کے ایسا نہیں کیا تھا۔ ظلم و ستم کو برداشت کیا تھا اور اس کے خلاف آواز بلند کی تھی۔ مہجور کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے منٹو رقم طراز ہے!

"مجھے ندامت ہے کہ میرے آباؤ اجداد نے ہجرت کی جو ستم سہنا بڑی بات ہے لیکن ہجرت بہت بڑا ہے۔ مہجور نے ظلم و ستم سہے۔ اس نے سب سے بڑی اذیت جو ذہنی خصوصیت ہے، برداشت کی مگر وہ ڈٹا رہا۔ ہجرت کا خیال تک بھی اس کے دماغ میں نہ آیا ۔ وہیں رہا جہاں کا وہ تھا ...."

(شاعر کشمیر۔ مہجور کاشمیری)

تقسیم منٹو کے لیے ایک بہت بڑا المیہ تھی۔ اس نے ہندوستان اور پاکستان کی سرحدوں کی تقسیم کو دل سے کبھی قبول نہیں کیا۔ اس کا ایمان تھا کہ مذہب اور سیاست کے نام پر کھینچی ہوئی کوئی لکیر دلوں کا بٹوارہ نہیں کر سکتی۔

"اب اس خطۂ زمین کو نئے نام سے کیا بنا دیا تھا۔ اس کا مجھے علم نہیں تھا۔ اپنی حکومت کیا ہوتی ہے۔ اس کی تصویر بھی کوشش کے باوجود میرے ذہن میں نہیں آتی تھی۔"

(گنجے فرشتے)

اس لئے جب ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تعلقات کشیدہ ہوئے۔ تو منٹو بے چین ہو اٹھا۔ اس دور کی بعض کہانیوں میں منٹو نے اپنا غم انڈیل دیا ہے۔ اس کے پس پشت ایک انسان دوست افسانہ نگار کا درد اور ملال ملتا ہے ــــ

"سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ہندوستان اپنا وطن ہے یا پاکستان"

(گنجے فرشتے)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اس لیے جب تقسیم ملک کے بعد ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تناؤ بڑھتا ہی گیا تو منٹو اپنے جذبات پر پہرہ نہ بٹھا سکا۔ وہ شاعر کشمیر مہجور کو یاد کرنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ مہجور کے نغمے زخموں پر پھاہا رکھنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ان کے نغموں کا رس نفرت اور کدورت کے زہر پر تریاق رکھ دیتا۔

"کاش مہجور زندہ ہوتا!

اگر وہ زندہ ہوتا تو میں سمجھتا ہوں ڈاکٹر گراہم کی ضرورت پیش نہ آتی۔ وہ اپنے قلندرانہ انداز میں جواہر لال نہرو اور خواجہ ناظم الدین کو ایسی کشمیری بیلا سمجھا دیتا کہ دیکھو انسان کا خون پانی سے ارزاں نہیں ہے۔ کشمیری خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو وہ ہر حالت میں کشمیری ہے۔ تم جواہر لال ہو ـــــ یہ ناظم الدین ہے۔ دونوں کشمیری ہو۔ حالانکہ تم کشمیر کے باشندے نہیں ہو لیکن تمہاری روح کشمیری ہے۔ تم گوگجہ اور بتہ (شلغم اور چاول) کو اپنے دسترخوان سے کبھی الگ نہیں رکھ سکتے پھر تم کیوں لڑتے ہو۔ شلغم اور بھات کی قسم کھاؤ ـــــ کیا تم ایک دوسرے کے گریبان میں ہاتھ ڈال سکتے ہو؟"

(شاعر کشمیر ـ مہجور کاشمیری)

یہ مضمون منٹو نے ۱۹ نومبر ۱۹۵۲ء کو لکھا تھا۔

مہجور اور منٹو میں بظاہر کوئی مماثلت نہیں۔ ان میں مماثلت کی تلاش دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے۔ لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دونوں کے یہاں آزادئ وطن کی آرزو ہے دونوں کے یہاں جبر اور ظلم کے خلاف بغاوت کی آگ ہے۔ دونوں کے یہاں انسان دوستی اور فرقہ واریت کا پیغام ہے۔ دونوں مذہب کے نام پہ ہوئے مظالم کی قلعی کھول دیتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر دونوں کا وطن کشمیر ہے۔

آزادی کے بعد مہجور کا لہجہ کچھ ناقدانہ ہو جاتا ہے۔ وہ "آزادی"، "لالو لالو ہا گل لالہ"، "پوشہ نُو نُو" وغیرہ نظموں میں طنز آمیز لہجہ اختیار کرتا ہے اور منٹو پاکستان جا کر آنکھیں ملتے ہوئے رہ جاتا ہے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اور "چچا سام کے نام خطوط" کی سیریز میں اپنی تمام بصارت کے ساتھ اپنے غم اور ملال کا اظہار کرتا ہے اس کا لہجہ بے حد زہرناک ہو جاتا ہے اور اپنے شعور کی تمام بالیدگی کے ساتھ اس نظام پر وار کرتا ہے جو مغربی سامراج کی کٹھ پتلی بن چکا ہے۔

منٹو کے یہاں رومان نہیں ملتا۔ زندگی کے تلخ حقائق ملتے ہیں لیکن ہیوگو کے کلام میں جو "رومانیت" اسے نظر آئی تھی اس سے محظوظ ہوا تھا۔ اس لئے کہ ہیوگو کے ہجر میں اسے وصل کا حظ ملا تھا اپنے اسی مضمون میں وہ لکھتا ہے۔

"ہجر ہماری رومانوی شاعری کا ایک اہم جزو ہے معلوم نہیں یہ کیا بلا ہے۔ کیونکہ اس سے مجھے آج تک واسطہ نہیں پڑا لیکن ہیوگو کے کلام کا ترجمہ پڑھنے کے بعد میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس کا ہجر بھی اس کا وصال تھا ــــــ"

منٹو نے ہیوگو کا مکمل طور سے مطالعہ نہیں کیا تھا۔ اس کا مطالعہ ناقص ترجموں کے توسط سے نامکمل مطالعہ تھا۔ اگر اسے ہیوگو کی حقیقی (GENUINE) شاعری کا راست یا اچھے ترجموں کے ذریعے مطالعہ ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ اختصار پسند سعادت حسن منٹو اپنے مخصوص اور منفرد اسلوب میں اپنے مخصوص استعاروں کی تمام صباحتیں اور تمام دوشیزگیاں ہیوگو پر نچھاور کرتا۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

محمد یوسف ٹینگ

مہجور کی چند تلمیحات

مہجور کے کلام میں جگہ جگہ تواریخ کشمیر کے کرداروں اور تلمیحات کا استعمال ملتا ہے جو اس کے قومی شعور کے ساتھ ساتھ اس کے وسیع مطالعے کا سراغ بھی دیتے ہیں۔ "وچھ لوہا باغوانو۔" نامی نظم میں مہجور نے ایسے ہی محاکات اور کرداروں کے نام لئے ہیں اور حاشیے میں اُن کی طرف اشارے کئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس کے کلام میں ایسی محاکات کی کمی نہیں ہے جن کی اس نے کوئی تشریح نہیں کی ہے اور جن سے عام قاری واقف نہیں ہے۔ ذیل میں ایسی ہی کچھ تلمیحات اور کرداروں کے متعلق واقفیت بہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جن سے مہجور کے اُن اشعار، جن میں ان کا استعمال ہوا ہے، کا مفہوم اور پس منظر کہیں سے کہیں تک پہونچ جاتا ہے۔

لالہ گوپالس کریاہ زانہہ مال وۄ دولت تولہ پارہ
ژہ تہ ستی بھاما یہ ہندی پاٹھو لال تراوتھ لول تول

(ترجمہ: کیا گُلِ لالہ (کشمیری میں اس کا ایک SHADE کرشن کنہیا یعنی گوپال بھی ہے) کو مال و دولت سے تولا جا سکتا ہے تو بھی ستیہ بھاما کی طرح ہیروں کو چھوڑ کر محبت کا پیمانہ استعمال کر) ستی بھاما۔ کرشن کنہیا کے متعلق ایک اسطور کا رمز:۔

ایک دفعہ سورج کا پجاری ستراجیت کرشن کے پاس ایک لعل آب دار پہن کر آیا۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اس ہیرے کا نام 'سائمنتکا' تھا۔ جب ستراجیت دوارکا میں کرشن کے پاس پہونچا تو یہ ہیرا
آسمان چمکنے لگا۔ وہاں بیٹھے ہوئے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ خود سورج طلوع ہوا ہے۔ یہ ہیرا بڑا بابرکت
تھا اور جس کسی کے قبضے میں ہوتا اس کو خود بہ خود ہر دن سونے کے آٹھ بھگیلے مل جاتے۔ اس
پر کسی علت کا بھی اثر نہ ہوتا۔ نہ اس کا جنگلی درندے کچھ بگاڑ سکتے۔ نہ آگ، رہزن یا قحط۔ لیکن
اس کو اپنے پاس رکھنے کے ایک عجیب شرط کا پالن ضروری تھا۔ وہ یہ تھی کہ اگرچہ یہ نیک سیرت
انسان کے لئے بے شمار سعادتوں کا گنج تھا لیکن اگر اسے کوئی بد چلن پہن لیتا تو اس کی
موت واقع ہو جاتی۔ یہ سوچ کر اگر کرشن اس ہیرے کی خوبی سے واقف ہو تو وہ اُسے حاصل
کرنے کے لئے مچل اٹھے گا ستراجیت نے اس ہیرے کو اپنے بھائی پرسنا کے ہاتھ دے دیا۔
پرسنا ہیرے کو لے کر شکار کھیلنے کے لئے جنگل میں گیا۔ جہاں وہ ایک شیر سے جھڑپ کے
دوران مارا گیا۔ ریچھوں کے بادشاہ جمباوت نے جب شیر کے منہ میں ہیرے کو دیکھا تو اس نے
شیر کو ہلاک کر کے ہیرا اتھو رکھ لیا۔ جب پرسنا واپس نہ آیا تو کرشن کے قبائلی ہم رفیقوں۔ یادووں
نے خیال کیا کہ شاید کرشن نے اس کو ہلاک کر دیا ہے۔ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے کرشن
نے اس گھوڑے کو تلاش کیا جس پر سوار ہو کر پرسنا شکار کو گیا تھا۔ اس کے بعد وہ جمباوت
کی تلاش میں اس کے غار تک گیا۔ اور وہاں ریچھوں کے شہزادے سوکمار کو ہیرے کے ساتھ
کھیلتے دیکھا۔ کرشن غار کے اندر داخل ہو کر جمباوت کے ساتھ اکیس دن تک لڑتا رہا۔ چونکہ اس
کی کوئی خبر دوارکا نہ پہونچی' اس کے دوست سمجھنے لگے کہ شاید وہ کام آگیا ہے۔ انہوں نے اُس
کے انتم سنسکار کے لئے اناج اور پانی کا دان دیا۔ یہ چیزیں کرشن تک پہونچتی رہیں اور اُسے
قوت دیتی رہیں۔ آخرکار جمباوت نے اپنی بیٹی جمباوتی اس کے بیاہ میں دے دی۔ وہ جمباوتی
اور ہیرے کے ساتھ واپس گھر پہونچا۔ اس نے ہیرا ستراجیت کو واپس کر دیا۔ ستراجیت اس
ادا سے اتنا خوش ہوا کہ اس نے اپنی پیاری بیٹی ستیہ بھاما اس کے ساتھ بیاہ دی۔ کرشن نے اس
ہیرے کو اس لئے رکھنے سے انکار کر دیا کیونکہ اس کے اپنے اعتراف کے مطابق اس کی سولہ ہزار

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

بیویاں تھیں۔ ہیرے کو واپس کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ستیہ بھاما نہیں چاہتی تھی کہ اس کا دُلارا کرشن کنھیا یہ ہیرا پہن لے اور اس کے آسیب کا شکار ہو یا اس کے پیار کے کھیل میں اس ہیرے کے رکھنے کی عجیب شرط حائل ہو جائے۔

ستی بھاما ستیہ بھاما کا کشمیری رُوپ ہے ستیہ بھاما کرشن کی آٹھ بیویوں میں شمار کی جاتی ہے جس کے ساتھ اس کی شادی ہوئی۔ ورنہ اس کی پریمکائیں تو ہزاروں تھیں جن میں سب سے مشہور رادھا ہے۔

شاہ بادٕ میر کیاز اوس شرھاران قنٔدہارچ زوُن

تس کوٚنہ ژیتس اَسیح پھٔدالٕ زنٔدہارچ زوُن

(ترجمہ: میر شاہ آبادی کیوں ماہ قندہار کو ڈھونڈتا پھرتا تھا اُسے زندہار کے چاند کا کیوں خیال نہ آتا تھا۔)

ماہِ قندہار یعنی ماہِ نخشب:-

ماہِ نخشب مہجور کے شعری مرشد رسول میر شاہ آبادی کی مرغوب تلمیح ہے اور اُس نے اسے کئی انداز سے باندھا ہے۔ مہجور کے محولہ بالا شعر میں میر شاہ آبادی کے اسی شغف کی طرف اشارہ ہے اور مہجور حیرانی ظاہر کرتا ہے کہ اسے زندہار کے چاند کا کیوں خیال نہ آتا تھا۔ زندہ ہار حبہ خاتون کا گاؤں بتلایا جاتا ہے اور ایک روایت کے مطابق حبہ خاتون کا اُس کا نام زون (چاند) ہی تھا۔

نخشب روسی وسط ایشیا میں قندہار سے چند ہی میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس لئے اس سے متعلق چاند کو قندہار کا چاند بھی کہا جاتا ہے۔ نخشب کے نزدیک تیرہویں صدی عیسوی میں کلیک خان نامی ایک شخص نے اپنے لئے ایک محل بنوایا تھا چونکہ مغلوں کی زبان میں محل کو قرشی کہا جاتا تھا اس لئے نخشب شہر کا نام بھی اسی مناسبت سے قرشی پڑ گیا۔ اب نخشب نام سے کوئی شہر نقشہ پر موجود نہیں۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ایک روایت کے مطابق آٹھویں صدی ہجری میں اس جگہ ابن المقنع یا حکیم ابن عطا نام کا شعبدہ باز نمودار ہوا۔ اُس نے اپنی کیمیا گری سے ایک مصنوعی چاند تخلیق کیا جس کی روشنی کئی میل تک پہنچتی تھی۔ یہ چاند ہر روز شام ڈھلے نخشب سے چند میل دور کوہِ سیام کے ایک کنوئیں سے برآمد ہوتا اور صبح کو پھر اسی کنوئیں میں ڈوب جاتا۔ لیکن تین مہینوں کے بعد اس کے انتظام کے بگڑ جانے سے اس کی روشنی جاتی رہی۔ اس طرح سے شعبدہ تو ختم ہوگیا۔ لیکن یہ تلمیح اُردو فارسی ادب میں در آئی۔ مرزا غالب کا مشہور شعر ہے ع

چھوڑا مہِ نخشب کی طرح دستِ قضا نے
خورشید ہنوز اُس کے برابر نہ ہوا تھا

اس سلسلے میں "لغت نامہ دہخدا" میں یہ بیان قابلِ ذکر ہے:۔

"ماہے کہ حکیم بن عطا یہ سحر و شعبدہ از سیماب و دیگر اشیاء ساختہ بود و آں ماہ تا مدت دو ماہ ہر شب از چاہے کہ در پائین کوہِ سیام بود برمی آمد و تا چہار فرسنگ نورش می رسید۔ و نخشب شہری است در ملک ماوراء النہر۔ از نخشب تا سمرقند سہ روزہ راہ است۔ و از آں چاہ تا نخشب دو فرسنگ۔"

---- ۵ ----

ہیتہ تِہ پاؤہ کریائے وارِیاہ یوسف تہٕ دِلارام
کینہہ اندہ مزارن رُودی کینہہ شرو پچ زارہ بلن منز

ترجمہ: میں نے بہت سے یوسف اور دلارام پیدا کئے تھے۔ کچھ دُور مزاروں میں گاڑے گئے اور کچھ شمشان گھاٹوں کی خوراک بنے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہجور کے اس شعر کو عام طور پر اس معنی میں لیا گیا ہے کہ میں نے بہت سے

یوسف جیسے اور ولارام صفت فرزند پیدا کئے تھے لیکن وہ بھی راہی عدم ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ

ہے کہ یوسف اور دلارام دونوں کا عام مفہوم یہی ہے۔ یوسف سے حضرت یوسف علیہ السلام

کا حسن و جمال مُراد لیا گیا ہے۔ اور دلارام معشوق یا عاشق کی ایک صفت یا خطاب ہے۔

لیکن دراصل یہ کشمیر کی تواریخ کی دو تلمیحات ہیں۔ ہجور کشمیر کی تاریخ کے دانائے راز

اور کشمیر کے شیفتہ تھے۔ اس شعر میں بھی یہی کیفیت جھلکتی ہے۔ یوسف سے مراد یوسف شاہ

چک اور دلارام سے مُراد دلارام قلی ہیں۔

(۱) یوسف شاہ چک: سنہ ۱۶۸۰ء میں محمد نصیر الدین یوسف شاہ کے نام سے

کشمیر کے تخت پر بیٹھا اور کشمیر کا آخری آزاد اور خودمختار بادشاہ ثابت ہوا۔ حبّہ خاتون کے ساتھ

اس کے رومانی تعلق کے تواریخ میں بڑے چرچے ہیں۔ محب الحسن کے مطابق اس نے "حبّہ خاتون

کے ساتھ معاشقہ لڑاتے ہوئے سب سے پہلے گلمرگ کی دلفریبیوں کا سُراغ لگا لیا"۔ یا مزلی کے

مطابق اس نے "غیر مسلموں پر عائد کئے گئے ٹیکس معاف کر دئے۔ وہ عہد سلاطین کے مہذب ترین

بادشاہوں میں سے تھا"۔ حضرت مخدوم حمزہؒ کشمیری کے خلیفہ اول حضرت بابا داؤد خاکی (وفات

سنہ ۱۶۹۲ء) جو یوسف شاہ کا ہم عصر تھا، اس کی شان میں ایک قصیدہ غسلیہ لکھا جس میں اس

کے علم و فضل کے مطابق بتایا گیا ہے:-

بر لُغت ها واقف است و بر ہُنر ها ذو فنون

بس خطے تیز نداردایں شہ فرخندہ فال

علم موسیقی رسانیدہ بہ حدِ انتہاء

ہر مقامے نیک داند چوں حسینی غزال

ہست شاہے نرم خو بس شیریں زبانی و بُردبار

بادرہ فہم و فطانت بے نظیر و بے مثال

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ملک حیدر چاڈورہ جو اس کا معصر تھا، کے مطابق آگرہ میں اکبر بادشاہ کے دربار میں تان سین گا رہا تھا۔ اس کے الاپ میں کوئی لغزش سا ہوئی۔ یوسف شاہ چک وہاں موجود تھا۔ اس نے یہ غلطی انگشت نمائی اور تان سین نے سر تسلیم خم کرلیا۔

۱۵۸۶ء اور اس سے قبل اکبر بادشاہ نے کشمیر پر فوج کشی کی کوششیں کیں۔ جو یوسف شاہ نے ناکام بنا دیں۔ اسی سال اس نے راجہ بھگوان داس کی قیادت میں اکبری فوجوں کو اوڑی کے قریب روک لیا۔ جب اکبری فوج کی کمک میں رخنہ پڑ گیا تو بھگوان داس نے اس کے ساتھ مجھوتے کی پیش کش کی۔ یوسف شاہ کو اکبر نے عزت کے ساتھ بات چیت کیلئے اپنے دربار میں طلب کرلیا۔ یوسف شاہ کے مشیروں نے اسے وطن نہ چھوڑنے کی تلقین کی لیکن وہ نہ مانا۔ وہ اکبر کے پاس پہنچ گیا تو اسے کشمیر میں دوبارہ داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ کشمیری شاعر نے تاریخ کہی:

"اینوو گرفتار گو"

راجہ بھگوان داس نے اس پیمان شکنی کو اپنی غیرت کے لئے چیلنج سمجھا اور اپنے پیٹ میں خنجر بھونک دیا لیکن وہ حسن اتفاق سے بچ گیا۔ بعد میں یوسف شاہ چک کو بسوک بہار کا گاؤں جاگیر میں دے کر پانچ سو گھوڑسواروں کا سردار مقرر کر دیا گیا۔ اس طرح سے وہ جلا وطن کر دیا گیا۔ اس نے ۲۲ ستمبر ۱۵۹۲ء کو جگن ناتھ پوری (اڑیسہ) میں وفات پائی اور اسی سال ۲۵ ستمبر کو بسوک میں دفن کر دیا گیا۔

۱۹ جنوری ۱۹۷۶ء کو کشمیر کے مرحوم وزیر اعلیٰ شیخ محمد عبداللہ کی قیادت میں کلچرل اکیڈیمی کا وفد بسوک گیا جہاں یوسف شاہ کا مقبرہ تعمیر کیا گیا اور اس پر ایک یادگاری لوح نصب کی گئی۔ "آکسفورڈ ہسٹری آف دی ورلڈ" میں اس کے مصنف ونسٹ سمتھ نے اکبر اور یوسف شاہ کے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"اکبر نے یوسف شاہ کے ساتھ جو برتاؤ کیا اس کی وجہ سے اکبر کا دامن بری طرح داغ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

تو ارنجوں میں یوسف شاہ کا یہ فارسی شعر تکرار کے ساتھ نقل کیا گیا ہے ع

لیلیٰ جنازۂ سوئے مجنوں بہ خود نہ راند

زورِ کمندِ جذبۂ معجزہ نمائے اوست

[کتابیات: تاریخ شائق۔ قصیدۂ غسلیہ از بابا خاکی۔ تاریخ حسن۔ کشمیر انڈر سلطانز از محب الحسن۔ "آکسفورڈ ہسٹری آف دی ورلڈ" از ونسنٹ سمتھ۔ تاریخ کشمیر از پی۔ این۔ کے بامزئی وغیرہ ـــــ]

(ب) دِلارام:۔ دلارام رینہ واری کے ایک غریب کشمیری پنڈت گھر میں پیدا ہوا۔ وہ بچپن میں ہی باپ کے سایہ سے محروم ہو گیا تھا اس کی ماں مشکل سے دو وقت پیٹ بھرنے کا سامان پیدا کر سکتی تھی۔ ایک دن وہ کہیں سے تقریباً آدھ سیر ٹوٹے چاول حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس نے ان کو پیس کر اس آٹے سے تین روٹیاں تیار کر لیں اور تھوڑی سی خشک مچھلی پکائی۔ اس نے ایک روٹی اور کچھ مچھلی دلارام کے سامنے رکھ دی۔ جسے وہ فوراً چٹ کر گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تینوں روٹیاں کھا گیا اور ساری مچھلی بھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ مزید طلب کرتا رہا۔ اس پر اس کی ماں کو تاؤ آگیا۔ اس نے غصے میں اس سے کہا "تم بھوکے کتے ہو"۔ دِلارام کے دل کو یہ بات سخت لگی۔ وہ زیارت میثا صاحب پہونچا جہاں اُسے روایت کے مطابق ایک سادھو جیون شاہ نام کا ملا۔ جیون شاہ نے اس پر نظر ڈالی اور کہا کہ میرے پاؤں دباؤ۔ دِلارام نے اس کے پاؤں دبائے۔ جیون شاہ خوش ہوا اور اس سے پوچھا کہ "حکیم بنو گے یا حاکم کا سالا"۔ دِلارام سمجھا کہ درویش ٹھٹول کر رہا ہے۔ جواب دیا "حاکم کا سالا"۔ جیون شاہ نے اپنے پاؤں سمیٹے اور اس سے کہا "جاؤ ٹھیک ہے"۔ دِلارام اٹھ کر ہری پربت کی طرف چلا۔ وہاں اس وقت افغان صوبیدار کریم داد خان کا (۸۳ـ۱۷۷۶ء) دربار لگا ہوا تھا۔ صوبیدار کا سالا تارقلی خان اس کو ایک منظوم عرضی سنا رہا تھا۔ جو کسی دل جلے ستم رسیدہ نے لکھی تھی۔ اس میں ہر مصرع اس تکرار پر ختم

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہوتا تھا" سگ شوی۔ سگ شوی"۔ صوبیدار کو ناگوار آیا اور اس سے کہا کہ بند کرو۔ اتنے میں صوبیدار کی نظر پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک پنڈت لڑکے پر پڑی۔ اس نے اس کو اشارے سے بلا کر کہا کہ "اب عرضی تم پڑھ کر سناؤ"۔ دِلارام نے عرضی پڑھنا شروع کی مگر مصرع کے آخر میں "سگ شوی۔ سگ شوی" کی بجائے "سگ شوم۔ سگ شوم" پڑھا۔ صوبیدار نے کہا کہ عرضی کے دو حصوں میں یہ فرق کیوں ہے؟ دِلارام نے جواب دیا "لکھا تو وہی ہے جو پہلے صاحب نے پڑھا تھا۔ لیکن میں اس کو پڑھتا تو آپ کی شان میں بے ادبی ہوتی"۔ کریم داد خان خوش ہوا اور اسے اپنی ملازمت میں لے لیا۔ بعد میں اُسے اس کی لیاقت دیکھ کر اپنا پیش کار (مشیرِ مال) بنا دیا اور اُسے اس کے پیشرو کا لقب "قُلی خان" بخشا۔

اس طرح سے ماں کا کہنا "کُتے بن جاؤ" اور رحیمون شاہ کی دُعا "حاکم کا سالا" بن جاؤ، دونوں قبول ہو گئے۔ جب کریم داد خان مر گیا تو اُس کے بیٹے آزاد خان (۸۶-۱۷۸۳ء) نے اُسے اپنا مدار المہام مقرر کر دیا۔ میر داد خان (۸۸-۱۷۸۶ء) نے دِلارام کو اپنا دیوان بنایا۔ بہرکیف میر ہزار خان (۹۴-۱۷۹۳ء) صوبیدار بنا تو اس نے دِلارام کو خانیار کی سڑک پر قتل کروا دیا۔ جارج فورسٹر (۱۷۸۳ء) کے مطابق اس کا قتل آزاد خان کے ہی زمانے میں ہوا۔

دِلارام قُلی سے جارج فورسٹر نے اپنے دورۂ کشمیر میں ملاقات کی۔ وہ اس کی شاندار شخصیت کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ سرخ سپید رنگ کا پُرکشش انسان تھا۔ دِلارام کے متعلق فورسٹر رقمطراز ہے:۔

"وہ ایک ایسا آزاد مزاج انسان تھا جس کی نظیر ہندوستان میں عام طور پر نظر نہیں آتی۔ وہ ہر طبقے کے لوگوں سے یکساں طور پر بادلی اور فیاضی کا سلوک کرتا۔ اپنے ساتھیوں میں وہ بہت شگفتہ اور خلیق نظر آتا اور اپنے گھر میں بہت ہی ہمدرد اور انسان نواز۔ وہ ایک معقولیت پسند طریقے سے اپنے فرائض منصبی ادا کرتا تھا"۔

(جارج فورسٹر "سفرنامہ" ۱۷۸۳ء)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

جارج فورسٹر کے لئے دلارام نے رہائش کا انتظام کیا تھا۔

[کتابیات "دی کشمیر پنڈتس" آنند کول بامزئی۔ "اے ہسٹری آف کشمیری پنڈتس" جیالال کلم۔ "اے ہسٹری آف کشمیر" پی این کے بامزئی۔ تاریخ حسن "کشیر" از محی الدین صوفی۔ سفرنامہ از جارج فورسٹر]

مہجور کے اس شعر میں یوسف شاہ کے لئے "اندر مزار" (اندر کا مزار) اور دلارام کے لئے "رازہ بل" (شمشان گھاٹ) کی ترکیبیں استعمال کی گئی ہیں جو ان کے مذہب کے ساتھ ساتھ ان کے آخری انجام کا صحیح سراغ دیتی ہیں۔

ویشو ژھ آب کوثر ہیتھ | پکان آس لولہ کُس چیتھ
دوان ژ سے کن گژھت مدہوش | بہ لاگے پوش داما نس

(ترجمہ: ویشو آب کوثر لے کے اتری۔ جیسے شراب عشق نوش کر کے محو خرام ہو۔ تمہاری طرف مدہوشی کے عالم میں دوڑی رہی ہے)

یہ مہجور کی نا تمام نظم "ویتھ" (وِتستا) کا بند ہے۔ وتستا کی ایک معاون ندی ویشو کونسرناگ سے نکلتی ہے لیکن مہجور نے تجنیس لفظی کے تحت اسے "آب کوثر" قرار دیا ہے۔ دونوں اصطلاحوں کے مفہوم درج ذیل ہیں۔

کوثر: یہ ایک قرآنی تلمیح ہے۔ یہ تلمیح قرآن کے سورۂ "الکوثر" میں استعمال ہوئی ہے۔ مفسرین میں اس کی تشریح کے متعلق اختلاف ہے۔ البیضوی کا خیال ہے کہ "کوثر" کا لفظ سورۃ میں "کثرت" اور فراوانی کے معنی میں استعمال ہوا ہے جبکہ بہت سے دوسرے مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے جنت کے "حوض کوثر" کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ کا قول ہے کہ حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

فرمایا کرتے تھے کہ "جب میں معراج کی شب کو آسمانوں کی زیارت کے لئے گیا تو میں نے کوثر کو دیکھا۔ "الکوثر" پانی کا ایک ایسا دریا ہے جس کے دونوں ساحلوں پر دو کھوکھلے موتیوں کے گنبد ہیں۔"

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "الکوثر اتنا لمبا ہے کہ اس کو طے کرنے کے لئے ایک ماہ کی مسافت درکار ہے۔ یہ مربع شکل کا ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ چٹا اور شفاف ہے۔ اس کی مہک مشک نافہ سے زیادہ جانفزا ہے اور جن پیالوں میں یہ پانی بھر دیا جاتا ہے وہ آسمانی ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ جو شخص اس پانی کو نوش کرے اسے پھر کبھی تشنگی محسوس نہ ہوگی"۔

(مشکوٰۃ۔ کتاب ۲۳، باب ۱۴)

کونسرناگ وشوپیان سے اوپر پیر پنچال کے سلسلہ کوہ میں شمال مغربی سرے پر واقع ٹھنڈے پانی کی مشہور جھیل ہے۔ اس کی لمبائی دو میل ہے اور چوڑے سے چوڑے پاٹ پر ڈیڑھ میل چوڑائی۔ اس کا پانی شفاف نیلے رنگ کا ہے اور جس پہاڑ پر یہ واقع ہے اس کے دامن سے ایک گونجتی گرجتی ندی ویشو نکلتی ہے جو آگے چل کر آہربل آبشار کا روپ بھی اختیار کرتی ہے اور سنگم (بیج بہاڑہ) کے نزدیک جہلم کے ساتھ مل جاتی ہے۔
چونکہ اس جھیل کی شکل ایک پاؤں کے نشان کی سی ہے اس لئے ہندو اسے وشنو پد بھی کہتے ہیں۔ ان کی دیومالا کے مطابق یہ جھیل بھگوان وشنو کے پاؤں رکھنے سے ابھری تھی۔

پنڈت جواہر لال نہرو اور شیخ محمد عبداللہ ۱۹۴۵ء میں اس جھیل کو دیکھنے کے لئے گئے تھے۔ للہ عارفہ نے بھی اپنے ایک واکھ میں اس جھیل کا ذکر کیا ہے اور واکھ کے مترجم جیا لال کول نے متن میں "کونسر" کی جگہ "کوثر" ہی لکھا ہے۔

تتھ یتھ نینگہ سرہ ہرمکھ سرس
اکہ نینگہ سرس عرشس جائے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہرمو کھ کوشہ الکھ شم سرس
ستہ نیشنگہ سرس نشِنیا کار

(میں نے دیکھی جھیل اک سیلاب سے پُرتین بار۔ اک دفعہ دیکھا فقط تھا عرشہ پر جائے قیام۔ اک دفعہ ہرمکھ سے کوثر تک بھی دیکھا ایک پل۔ جھیل یہ نابود ہوتے دیکھ لی پھر سات بار)

اس میں کشمیر کے "ستی سر" جھیل ہونے کی طرف بھی اشارہ موجود ہے جب کوثر ناگ سے ہرمو کھ پہاڑ تک ساری وادی ایک بھاری جھیل تھی۔

راونٕ چھہ لبُن یام زونم رام سپدم دِل
اَدہ نار گو دِنم خوفہ چہ لنکایہ دنیہ کیاہ

راونٕ : رام۔ لنکا : یہ رعایت لفظی کا ایک نمونہ ہے۔

راونٕ لفظ کے معنی کشمیری میں کھو جانے کے ہیں لیکن مہجور نے اسے کھو جانے اور راونٕ (لنکا کا راجہ) کے دونوں معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اسی طرح "رام سپدن" کشمیری میں بھگوان رام کے علاوہ رام ہونے کے معنی میں آتا ہے جس میں اسے میر تقی میر نے اس مصرعے میں استعمال کیا ہے ؂

سحر کیا اعجاز کیا جن لوگوں نے تم کو رام کیا۔

مہجور نے یہ محاورہ بھی ذو معنی طور استعمال کیا ہے۔ اردو میں شعر کے مفہوم اس طرح ہو جاتے ہیں:

(ترجمہ:۔ کھونا (راونٕ) ہی دراصل پالینا ہے۔ جب میں نے یہ سچائی قبول کی تو میرا دل رام ہوگیا اور میرے خوف کی لنکا میں آگ لگ گئی)۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

سانتھاہ ژہ روزتو ولہ زار بوزتو

شِشلہ پدملنے دِلبرمیانے

(ترجمہ:- ذرا گھڑی بھر کے لئے ٹھہر - میری آہ و زاری سُن او "شِشلہ پدمان" میرے محبوب)

شِشلہ پدمان :- پاک سیرت - پاکباز۔

حبہ خاتون نے "پدمانے" کی جو اصطلاح برتی ہے اگرچہ اس کے لفظی معنی کنول کے ہیں لیکن دراصل یہ عورتوں کی اس سب سے شاندار ذات کی تلمیح ہے جسے کام شاستر کے مصنف واتسیائن نے "پدمنی" کہہ کر پکارا ہے - اس کا چہرہ "چودھویں کے چاند جیسا اور بدن کنول جیسا ہوتا ہے - اس کا جسم گداز ہوتا ہے اور اس کی ساغر جیسی آنکھوں میں لال ڈورے ہوتے ہیں - وہ ہنسنی کی طرح خرام کرتی ہے اور اس کی چھاتیاں بھری بھری، ابھری ابھری اور سخت ہوتی ہیں - اسے اچھی پوشاک اور زیور پہننے کا شوق ہوتا ہے" لیکن اس کے باوجود وہ پاک سیرت اور صاف من کی سرشت رکھتی ہے۔

جہاں رسول میر نے اس تلمیح کو اس کے کلاسیکی معنوں میں استعمال کیا ہے حبہ خاتون نے اصل مفہوم سے انحراف کیا ہے - یہ "وژن" عورت کی زبان سے ادا ہوا ہے - جیسا اس کے مقطع سے ظاہر ہے:

سینتھ حبہ خاتون میٔہ تہ کورو عہد پورہ

وراس لوکہ رانے دِلبر میانے

(ترجمہ:- حبہ خاتون کے ساتھ میں نے اپنا وعدہ نبھایا اور میں اپنے خانوادے کو چھوڑ بیٹھی)

"پدمنی" مرد کی طرف سے "عورت" کے لئے بولا جاتا ہے لیکن حبہ خاتون نے اسے عورت کی طرف سے 'مرد' کے لئے استعمال کیا ہے اور اس طرح سے اس انحراف کو کلاسیکی مفہوم کی روشنی میں چوک ہی قرار دیا جا سکتا ہے - لیکن کشمیری "وژن" صنف میں ایک ہی گیت اگرچہ غالب لہجہ زنانہ ہی ہوتا ہے لیکن ایسی صورتیں بھی نظر آتی ہیں جب ایک ہی وژن میں

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ایک بند زنانہ لہجے میں ہے اور اس کے بعد دوسرا مردانہ لہجے میں ۔ ایسا لگتا ہے کہ کشمیری شاعروں نے "اردھناریشور" کے اُس تصور کو اپنی سائیکی میں جاگزیں کیا ہے جس کے مطابق شیو اور پاروتی ایک ہی جسم میں اکٹھے ہو سکتے ہیں ۔ اس جسم کا آدھا حصہ نر کا ہوتا ہے اور آدھا ناری کا ۔ اور ایسے سینکڑوں سال پرانے دلچسپ سنگی مجسمے سری پرتاپ میوزیم سری نگر میں نمائش پر ہیں ۔ ایسا لگتا ہے کہ ان "وژنوں" میں ایک ہی گیت میں نر اور ناری اسی طرح جگہ بدلتے رہتے ہیں ۔ مہجور کا یہ بند بھی اسی عجیب ادبی روایت کا شگوفہ معلوم ہوتا ہے ۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

منشور بانہالی

کشمیریت کی ترجمانی اور مہجور

مہجور کشمیری زبان کے اُن چند خوش نصیب اور نامور شاعروں میں سے ہیں جو امتیاز کے مالک ہیں جن کے کلام نے کشمیریوں کے ذوقِ جمال کی تسکین و تربیت کا سامان بھی بہم پہنچایا ہے اور اُن میں کردار سازی کے احساس اور شعور کو بھی بیدار کیا ہے۔ مہجور کی کشمیریت سرائی کے پس منظر پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے کے لئے دو باتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ عرفان پرور کشمیر کی گود میں احساسِ جمال کی آبیاری اور انسان دوستی کی ترجمانی کا کام مہجور کو جن عظیم المرتبت کشمیری شاعروں سے ورثے میں ملا تھا اُن میں للہ عارفہ اور نند ریشی المعروف بہ شیخ العالم شیخ نورالدین کشمیریؒ کے نام سرِ فہرست ہیں۔ خاص طور پر حضرت نند ریشی نے اپنی قوم کے احساسات و جذبات اور کشمیری سماج کے عقائد و خرافات میں غوطہ زن ہو کر کشمیریت کے موتیوں سے دامن بھرنے کے جو آداب سکھائے ہیں وہ ہر عہد کے خلاق ذہن کی خاطر اُس راہ کا تعین کرتے ہیں جس پر چل کر ایک شاعرِ رنگین نوا دیدۂ بینائے قوم بن جاتا ہے اور قوم کے کسی بھی طبقے کو مبتلائے درد دیکھ کر ایک چشمِ بینا کی مانند ہی رو پڑتا ہے بمصداق ؎

مبتلائے درد ہو کوئی عضو روتی ہے آنکھ　　　کس قدر ہمدرد سارے جسم سے ہوتی ہے آنکھ

دوسری بات جو ذہن میں رکھنی ضروری ہے یہ ہے کہ حضرت نند ریشی اور مہجور کے درمیان کی صدیوں میں تاریخی شعور کے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ساتھ کشمیر کے ثقافتی امور پر گہری نظر رکھنے والے کسی قابلِ توجہ شاعر کا کشمیری زبان میں وجود ہی نہیں ملتا۔ یہاں تک کہ نندہ ریشی کے والہانہ اور ناقدانہ اظہار کی صدائے بازگشت بھی دور دور تک سُنائی نہیں پڑتی۔ للہ دید کے کشمیریت کا ایک دھندلا سا عکس مغل دور کی مصیبت زدہ شاعرہ حبہ خاتون کے اشعار میں ملتا ہے، وہ بھی مغلوں کے دور میں کشمیریوں پر شروع کئے گئے مظالم کے خلاف انفرادی ردِ عمل کی حد تک ایک نسوانی آہنگ کی شکل میں لیکن ایک پس منظر کے طور پر یہ بھی کیا کم تھا کہ اپنے سماج کے استحصالی عناصر کو بے نقاب کرنے میں نندہ ریشی نے طنز کے تیر پورے مردانہ جلال سے چلائے ہیں اور اپنے پُر آشوب عہد کا پورا درد حبہ خاتون نے ایک مُلائم نسوانی لہجے میں سمیٹ رکھا ہے۔ مہجور نے ایک حساس اور بالغ نظر کشمیری کی حیثیت سے ان راکھ کے ڈھیروں میں چھپی چنگاریوں کو اپنے نہاں خانہ دل میں جگہ دیدی اور بمصداق ؎

شبنمِستانا ڈُوتھ اَفتاب سوٗ مبران چھ مُنن

چنانچہ کشمیر کے صوفی شاعروں کی زبان سازی کے عمل سے محرم اور فیضیاب ہو جانے کے بعد مہجور نے زبردست فنکارانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک غیر محسوس بازآفرینی کے عمل کو بروئے کار لیا جس کی بدولت وہ نندہ ریشی کی طنزیہ شاعری کے مردانہ جلال اور حبہ خاتون کی درد بھری لے کے نسوانی آہنگ میں حسین امتزاج پیدا کر کے کشمیریت کی ایسی ممتاز ترجمانی انجام دے سکے جس کی کشمیری زبان میں کوئی اور مثال پیش نہیں کی جا سکتی، یہاں تک کہ ان کے نقش قدم پر چل کر بڑی جولانی طبع دکھلانے والے عبدالاحد آزاد زبردست فنی چابکدستی کے باوجود کشمیریت سرائی کا وہ معیار قائم نہ رکھ سکے جس میں مردانہ جلال کا شعلہ بھی اپنا کمال دکھاتا ہو اور نسوانی ملائمیت کی شبنم بھی لوچ اور موسیقیت میں ڈوبی معلوم ہوتی ہو۔ مہجور کے بعد کی ترقی پسند شاعری میں حب الوطنی اور کسان مزدور دوستی کے بلند بانگ مظاہروں میں جمال و جلال کے ان پہلوؤں کو تلاش کرنے کی بات ہی نہیں کیونکہ ان اظہارات کا بیشتر حصہ فنی تقاضوں سے دور ہو کر نعرہ بازی کی نذر ہو گیا ہے۔

کشمیری زبان کے مختلف کشمیریت نواز ماخذوں کو ہضم کرنے کے علاوہ مہجور نے ایک ذہین و فہیم پیرزادہ اور مورخ کشمیر کے دلدادہ کی حیثیت سے کئی اور ماخذوں سے بھی کشمیریت سرائی کے معاملے میں اکتساب فیض کیا ہے جن میں کلہن پنڈت کی راج ترنگنی، غنی کشمیری کے دیوان اور اقبال کے ارمغان حجاز کو خاص اہمیت حاصل

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے۔ عربی، فارسی اور اردو پر استادانہ دسترس کی بدولت مہجور اپنے ان بلند قامت کشمیریت نواز شاعروں سے نہ صرف واقف تھے بلکہ بڑی حد تک متاثر بھی تھے۔ اپنے ماضی قریب کی دو صدیوں کے دوران کشمیر پر طاری ہوگئے ہوئے ذہنی جمود اور اخلاقی تنزل کا نوحہ گر تھا۔ غنی کو ہوائے ہند سے دلگیر ہو کر روح کشمیریت سے صرف طباطشیر لینے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی بلکہ اُسے مغلیہ دربار کے کسی فرشتہ صفت حاکم کے پاس بھی جانا گوارا نہ تھا کیونکہ وہاں کی شعشعوں اور کشمیر آرائیوں سے۔ کشمیریت پر پڑنے والے دکھ درس اثرات سے چونک اٹھتا تھا یہاں تک کہ اسے دل کی آگ میں بھسم ہو جانے کی نوبت آنے لگتی تھی۔ ؎

جہد کردم مشت تماشائی کہ سوزم خویش را | گل گمان دارد کہ بندم آشیان در گلستان

روزی ما میشود آخر نصیب دیگران!! | طالع برگشتہ ہو آسیا داریم ما!!

مہجور کے ماضی قریب کا مرم راز اقبال بھی غنی کی طرح اُن ہتھکنڈوں سے نالاں تھا جو کشمیریوں میں روحِ آزادی کو کچلنے کے لئے صدیوں سے غلامی اور غلامی کے دور میں یہاں آزمائے جاتے رہے تھے اور جن کو یاد کر کے اقبال کا دل پکار اٹھتا تھا ؎

توڑ اس دستِ جفا کیش کو یارب جس نے | روحِ آزادیٔ کشمیر کو پامال کیا!

اس آتشیں پس منظر کے ساتھ کشمیریت کی ترجمانی اپنی مادری زبان میں شروع کرنے والے مہجور کی بڑی خوش نصیبی یہ تھی کہ اس کا دور پُرآشوب پورے برصغیر کیلئے بڑی آزمائشوں کا دور ہونے کے باوجود کشمیریوں کیلئے اپنے تشخص کو بحال رکھنے کا ایک ولولہ انگیز دور بھی تھا جو برصغیر کے کسی دوسرے حصے والے لوگوں سے بہت مختلف تھا کیونکہ دل اور دماغ کے دوراہے پر کھڑے ہو کر کشمیریوں نے قومی بیداری کا مظاہرہ جس ڈھنگ سے کیا اسکی مثال ملنا دشوار ہے۔ چنانچہ کشمیریوں کی لیڈرشپ سے ایک طرف مسلم اکثریت والے پاکستان کے لیڈر مایوس ہوگئے تو دوسری طرف ہندوستان کے عظیم لیڈر گاندھی جی کو کشمیریوں کے سچے نعرے "ہندو مسلم سکھ اتحاد" میں انسان دوستی کی بے مثال روشنی نظر آنے لگی۔ نظریات کے اس ٹکراؤ میں دونوں طرف کے لیڈروں کو قوم اور وطن کی نصوص توجیہہ اور ترجمانی کرانے والے شاعروں، مقرروں اور مبلغوں کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ کشمیر کے اس حصے میں

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

قومی جذبات اور وطن پرستانہ خیالات کو مذہب سے الگ کر کے عام کرنے کا جو تقاضا یہاں کی لیڈر شپ کو سب سے زیادہ پریشان کئے ہوئے تھا وہ بڑی حد تک مہجور نے پورا کر دیا بلکہ مسلم کانفرنس کے شیخ محمد عبداللہ کو شیرِ کشمیر بنا کر پیش کرنے اور کشمیریوں میں ہیرو ورشپ کے نئے رجحان کو پیدا کرنے میں بھی مہجور کا رول سب سے زیادہ موثر ثابت ہو گیا۔ اس خدمت نے لوگوں میں مہجور کو صرف شاعرِ کشمیر ہی تسلیم نہ کروایا بلکہ کشمیریوں کے احساسِ جمال کو اپنے فکر و فن سے بیدار کر دینے والا ایک موثر پیامبر بھی۔ کیونکہ اُن کے پیشرو کشمیری شاعر چند بزرگ صوفی شاعروں کی تقلید میں اب ایک مبہم تصوف کے روایتی موضوعات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناتے ہوئے ہمت ہار بیٹھے تھے اور انہیں آس پاس کے حالات و واقعات سے عدم توجہی کی حد تک کوئی سروکار نہ تھا۔ دوسرے ہمعصر شاعروں کے مقابلے میں مہجور زیادہ حقیقت پسند اور معاملہ شناس تھے۔ پھر کشمیریوں کے دل و دماغ پر سے صدیوں کی چھائی ہوئی غنودگی اور افسردگی کی کیفیت کو دور کر کے انہیں نئے دور کے تقاضوں سے آشنا کرانے کا بیڑا اٹھانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ لیکن مہجور کی شفیق شخصیت نے ادب کی سرحد پر اس سمت میں وہی ذمہ داری سنبھالی جو سیاسی سرحد پر ایک رہنمائے کشمیر کی مخلصانہ شخصیت انجام دے رہی تھی۔ حالانکہ اس عمل میں مہجور بہت سے مقامات پر بُری طرح موردِ الزام ٹھہرتے رہے۔ لیکن وہ اپنے کلام شاعرانہ اور خطیبانہ اظہار کو بھی اتنا ہی سچا سمجھتے تھے جتنا وہ کشمیر کے روح افزا مقامات اور کشمیر کی تاریخ کے فراموش کئے گئے تمدن ساز کرداروں کو متعارف کرانے میں سچے تھے۔ مہجور نے حقائق سے آنکھیں ملانے کا بڑا حوصلہ پایا تھا۔ انہوں نے قومی تحریک کے ہر موڑ پر اپنے ردِ عمل کا اظہار کیا۔ جو اپنی جگہ الگ اظہار مثال کے طور پر پاکستان کے قبائلیوں نے حملہ کر کے کشمیریوں کو لوٹا تو مہجور [illegible] اسی طرح کشمیریوں کو اپنے قبضے میں کرنے والوں کو ان مغلوں اور پٹھانوں سے مختلف سمجھنے پر آمادہ نہ ہو سکے جنہوں نے مسلمان ہونے کے باوجود کشمیری مسلمانوں کو سیاسی اور اقتصادی طور پر کچل کے رکھ دیا تھا۔ اور جن کا جبر و استبداد کشمیر پر مسلط رہے ہوئے سکھ اور ڈوگرہ حکمرانوں سے زیادہ مختلف نہ تھا۔ یہ سچ ہے کہ بھولے بھالے جذبات والے کشمیری بھائیوں کو یہ سب کچھ سمجھانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس کے لئے ضمیر کی گرج اور عندلیب کی نالہ کو ہم آہنگ کرنے کا معجزہ درکار تھا۔ یہ معجزہ شیخ محمد عبداللہ کی تقریروں اور مہجور کے نغموں نے ہم آہنگ ہو کر دکھا دیا۔ البتہ صدیوں تک غفلت اور جہالت میں رکھے گئے کشمیریوں کو اب خود شناسی اور خود اعتمادی کے آداب

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

سکھ لانے مطلوب تھے تو مہجور نے کشمیر کے بے مثال مناظرِ قدرت کی طرف متوجہ ہونے کی مخصوص دعوت رومان پرور گیتوں کی شکل میں دینا شروع کردی۔ چنانچہ "پوشہ متہ جانانو"، "شیرین کلام یہ کُرتھ قلمہ آتی روزہ" اور "باغِ نشاط کہ گلو" جیسے نغمے دو باتوں کی طرف خاص توجہ دلاتے ہیں۔ ایک یہ کہ مہجور نے شعوری طور پر مقامی برگزیدہ صوفی شاعروں سے زبان سازی کے معاملے میں اکتسابِ فیض کرکے کشمیری شاعری کو زبان کے نئے تخلیقی تجربوں کی بوقلمونی سے روشناس کرایا اور یہ کہ انہوں نے اظہار کی بے ساختگی اور جذبات کے والہانہ پن کو اپنانے کے عمل میں لوک گیتوں کی رس بھری موسیقیت اور سہل ممتنع کو رگِ جان کا درجہ بخشا۔ یہ دونوں باتیں مہجور کے فکر و فن کو محمود گامی جیسے آتش نواؤں کی آواز میسر ہو جانے پر دیکھتے ہی دیکھتے قبولِ عام کے اونچے چبوتروں پر پہنچا دیتی ہیں۔ اب مہجور خارج پرستی اور مناظرِ کشمیر کے علاوہ حسینانِ کشمیر کو موضوعِ شعر بنانے لگتے ہیں۔ گویا اب وہ اپنے محبوب کو گلشنِ کشمیر کے پھولوں کا پرستار دکھا کر دوچند رنگین مقصد کی تلاش میں بھنورے کی طرح اس وادی کے گوشے گوشے میں زندگی کو بیدار دیکھنے کے متمنی ہو جاتے ہیں اور خود شاعری کے اس مرحلے پر وہ برف پوش پہاڑوں میں گھرے ہوئے وطن کے دلربا پہلو کو نئے زاویوں سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں ؎

اندٕ اندٕ سفید سنگر دیوارِ سنگ مرمر
منز باگ سبز گوشہ گلشن وطن چھُہ سوٗنی

اب مہجور اُمراء کی وضعداری پر خندہ زن ہو کر دیہاتیوں کی محنت پسندی کو حقیقی غیرت اور شرم و حیا کا آئینہ دار قرار دیتے ہیں۔ مثلاً ایک دیہاتی دوشیزہ سے مخاطب ہو کر ان کا یہ بے لوث اظہار ؎

حبہ ہکہ آبہ چھےٚ چشمہ بوٚڈ بوٚڈ ہیے غنیہ تہ چھے دلادِ نیے
شرمہ چانہ حورو تعریف کریے گرِ لیو کوٗرِ نازنین سوندریے
ژیلہ نہ خوجہ بائن چھا برابر سہیے ژییے گلن ستی دلبریے
خوجہ بایہ تزدہ بر تھ دایہ تہ ٹریے گرِ لیو کوٗری نازنین سندریے

دنیادارانہ سوچ اور امیرانہ وضعداری پر چوٹ کرکے مہجور کشمیر کے مرد و زن کو سرگرمِ عمل ہو جانے کی تحریک دینا شروع کردیتے ہیں۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

یا ہو پران نیری کو تر ییے
باغن بپیری رنگہ ترٔ ییے

ناگہ سبزار پرچ باغہ ببر ییے
گرلیہ کوڑی نازنین سوہ ندر ییے

یہ اسلئے ہے کہ مہجور اپنے خوابوں کے نئے کشمیر کو اقتصادی طور پر خود کفیل دیکھنے کے متمنی تھے۔ یہ خوش فکر شاعر اس دور میں بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ بڑی امیدیں وابستہ کرتا نظر آتا ہے۔ چنانچہ ساز گار تبدیلیٔ حالات کا والہانہ اظہار "سنگرمالن ہیو پراگاش" کرنے سے پہلے وہ نئی ذمہ داریاں سنبھالنے کے قابل بننے کی ترغیب دیتے ہیں

"ونڈ ژلہِ شین گلہِ بییہ بہار
مہجورہ لوکُ ساز تھو تیار

گلُ پھولن پانے تِرہ فرا بہانو بن
حان بن .... : ....."

رجائیت میں ڈوب کر وہ نیا کشمیر کو بامناسبطا ایک عنوان "نو کشمیر" بنا لیتے ہیں اور یہاں کی تباہ کی گئی اقتصادیات کیلئے ٹھوس اقدامات کی توقع یوں ظاہر کرتے ہیں

تاہ سر مار بنہ امرت سر
توسہ ماوان بنہ سورنت نیلد

کوہ لگہ دُتُن لگہ کارخانا
گلشن بنہ و آرانا

یہاں ایک بات بڑی غور طلب ہے وہ یہ کہ صرف چند برس پہلے مسلم کانفرنس کا ترجمان بن کر مہجور بڑے جذباتی انداز میں خطاب بہ مسلم کشمیر عنوان کے تحت عبرت کے تازیانے لگانے کا روادار نظر آرہا تھا ۔

"تبا اے مسلم کشمیر کبھی سوچا بھی ہے تو نے
کہ ہے کس باغ رنگین کا تو برگ شاخ عریانی

ترے اسلاف وہ تھے جنکے علم و فضل کے آگے
ادب سے جھکتے تھے دانشوران ہند و ایرانی

شہنشاہ معظم شاہ زین العابدین بڈشاہ
کیا اکبر نے جس سے کسب آئین جہانبانی!!

نظیر اسکی دکھا سکتا نہیں یہ چرخ دولابی
اگر لاکھوں برس کرتا رہے گا چرخ گردانی

بخوبی یاد ہے اب تک سخن سنجان عالم کو
غنی کی خوش بیانی اور صرفی کی سخندانی!!

وہ شاہنشاہ باتقویٰ وہ فخر تاج چغتائی
وہ جسکی زندگی کا شغل تھا دین کی نگہبانی

ترے پیارے وطن کو قبۂ اسلام کہتا تھا
گواہی کیلئے موجود ہیں احکام سلطانی!!

شکستہ حالیٔ بغداد پر تھا نوحہ خوان سعدی
پئے اسپین ہے اقبال محو مرثیہ خوانی.

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مگر صد حیف اجڑا گلشنِ اسلام کشمیر میں — کوئی کرتا نہیں جُز آبِ شبنم اشک افشانی
مٹایا ملتِ بیضا نے جس باطل پرستی کو — تعجب قبۂ اسلام میں اُسکی فراوانی!

گویا مہجور کو قبۂ اسلام میں باطل پرستی عام ہو جانے پر تعجب ہو رہا تھا اور لوگوں کو چند ہی برس بعد مہجور کے نئے خیالات پہ تعجب ہو رہا تھا کہ اب اقتصادی خوشحالی کے خوابوں میں ہمارا خوش فکر شاعر کن فضاؤں میں محوِ پرواز ہو رہا ہے۔ انہیں اکثر وہ ارشادِ باری یاد آتا تھا جس میں واضح طور کہا گیا ہے کہ شاعر لوگ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں لیکن کشمیریت کے پرستار جلد ہی کئی تاویلوں سے کام لے کر سمجھوتے کی راہ تلاش کر لیتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ وقت کا بڑا لیڈر قوم کا نباض ہوتا ہے اور وقت کا بڑا شاعر قومی لیڈر کا نباض۔ اسی لئے "قبۂ اسلام" کا مرثیہ لکھتے وقت مہجور "بڈشاہ" جیسے کسی قومی ہیرو کو یاد دلانے کا پابند نظر آتے ہیں۔ کشمیریوں کے ذہن سے جو علیٰحدگی پسندی کا رجحان منسوب کیا جاتا ہے وہ دراصل کشمیر کے صدیوں تک ایک الگ اور آزاد ملک رہنے کا قدرتی اثر ہے۔ اور اب یہی المیہ کشمیریوں کے تحت الشعور کا ایک حصہ بن گیا ہے۔ مہجور بھی اس رجحان سے مجبور تھے۔ مثلاً وہ آزادی کے نغمے گاتے ہوئے تمام دکھوں کا مداوا شیرِ کشمیر کی لیڈرشپ میں ملی ہوئی آزادی کو سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں ؎

بُلایہ میانہِ غم ترأوئہ مسا مشاٰدی — اَسہِ وُچھ یڑ کاٰسلہ آزاٰدی

یا یہ امید رکھنا کہ:

وۄنی یہ کمسا وُتی روز پالنس — نوٚ قتھان وانہِ نہٕ آکِس دالنس
شیرِ کشمیر بنیوو سون ہاٰدی — اسہِ وُچھ یڑ کاٰلی آزادی

بلکہ مہجور شخصی راج میں ڈھائے گئے مظالم کی تلافی اب نئے عوامی راج میں ہو جانے کے خواب کتنی معصومیت سے دیکھنے لگتے ہیں۔ اس کا اندازہ ۱۹۴۹ء میں شیرِ کشمیر اور ان کی سیاسی تنظیم سے وابستہ اراکین کے بارے میں لکھے گئے مہجور کے سپاسنامے کی ان سطروں سے لگایا جا سکتا ہے۔

نیشنل کانفرنس کے گوہرانِ آبدار علاقہ ہذا کے رہنے والے نجات دہندۂ ملک فخرِ روزگار قائدِ اعظم جناب شیرِ کشمیر اور ان کے پُرخلوص و بہادر مشیرانِ کار کے حد سے زیادہ ممنون اور سپاس گذار ہیں کہ انہوں نے اس بہشتِ ارضی سرزمین کو حملہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

آوروں کی خوفناک جھڑپ سے بچایا اور نازک وقت پر اس ملک کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ہمیں ۱۵۸۶ء کا ماہِ اکتوبر یاد ہے جبکہ ہندوستان کے حریص اور لالچی مغل شاہنشاہ اکبر نے قوت بازو سے نہیں بلکہ کشمیریوں کے مذہبی جنون سے ناجائز فایدہ اٹھا کر ہمارے ملک پر قبضہ کیا اور جبر و تشدد سے ہمارے ہاتھ سے تلوار چھین کر ہمیں نہتا کر دیا اور یوں ہماری صدیوں کی قومی حکومت کا خاتمہ کر کے ہمیں نامعلوم عرصے کیلئے غلام بنا کر چھوڑا۔ ۳۶۱ سال کی پشت ہا پشت کی کامل غلامی کے بعد ۱۹۴۷ء کے ماہ اکتوبر میں ہمیں نہ صرف چھینی ہوئی تلوار واپس دلا دی بلکہ قومی حکومت کی بے نظیر دولت سے بھی مالا مال کر دیا۔ یقیناً تاریخ عالم میں یہ واقعہ زریں حروف سے لکھا جائے گا اور جب تک یہ دنیا قایم ہے آسمانِ رفعت پر آپ کا نام مہر و ماہ کی طرح چمکتا رہے گا......" (روزنامہ آفتاب ۱۵ جولائی ۸۳ء)

مہجور کی اس خوش فکری کا دور بھی زیادہ دیر قایم نہ رہ سکا۔ چنانچہ "قومی حکومت" سے وابستہ اراکین میں اقتدار کی رسہ کشی شروع ہو جانے کے آثار پیدا ہونے لگے تو شاعرِ کشمیر کا ذہن چند نئی تلخ حقایق سے دوچار ہونے لگا اور بمصداق ؎

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

اب بڑی تھکن کے ساتھ وہ اس ادھیڑبن میں پڑ جاتے ہیں کہ مختلف لیڈران قوم کے تئیں ان کے تراشے ہوئے نقشے کس قدر ان کی توقعات سے بعید پائے گئے ہیں۔ چنانچہ اب رجائیت پر تھوڑی سی قنوطیت کے بادل چھا جانے لگتے ہیں اور مہجور محسوس کرتے ہیں کہ ؎

سیٹھا چھِ پکان تھکی تھکی کاروان چھُنہ منزلس واتان
خرابی پیچ تم چھا کنہ چھے خامی رہبرس اندر!!

وہ حیران ہیں کہ نئی صورت حال کو وہ کشمیری قوم کی شومئی قسمت سے تعبیر کرے یا کرد ہ سیران قوم کی خام کاری۔ کبھی وہ کبھی اب پہیلیاں بجھاتے ہیں ؎

"بتھبلو صورت آکھ یہ لاو رتھ
یہ کیتیوژ ہوگ راوہ راو ونتھ آکھ"

اور کبھی شیخ العالم اور حبہ خاتون کے آہنگوں میں ربط پیدا کرنے والا یہ شاعرِ رنگین غالب، غنی اور اقبال کے تاثرات کو ہم آہنگ کرنے لگتا ہے مثلاً غنی کا یہ شعر ؎

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہر کہ پابندِ وطن شد می کشد آزار ہا   پای گُل اندر چمن دایم پُراست از خار ہا

اور اقبال کے یہ شعر ؎

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی   جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

گزر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں   کہ شاہیں کے لئے ذلت ہے کارِ آشیاں بندی

تو ان تاثرات کا امتزاج مہجور کے ہاں بے لوث لیڈر دیکھنے کی تمنا بن کر یہ صورت اختیار کرتا ہے ؎

پابندِ چمن گُل چھُو آوے کُندا چھُہ تمسِ لارِی   آزاد بلبل بوشہ کران پوشہ ڈلن منز

تاہم مہجور شیرِ کشمیر کے مقابلے میں کسی اور کی لیڈرشپ تسلیم کرنے پر دل سے آمادہ نظر نہیں آتے وہ شیرِ کشمیر کو بادشاہ کے الحاق نواز مشن کا حامی اور کشمیریت کی علامت گردانتے ہوئے اپنے متزلزل اور متذبذب دل کو پھر سنبھال دیتے ہیں اور کشمیر کے محبوب رہنما سے ہم آواز ہو جانے کی بدولت مہجور جلد ہی شاعرِ کشمیر کہلانے کی سعادت کے قریب پہنچ جاتے ہیں نہ صرف اسلئے کہ اگر شیرِ کشمیر سادہ زندگی اختیار کرنے کا درس دینے کیلئے کشمیریوں کو کم خوری کا مشورہ دیتے ہوئے مفروض بنانے والے گوشت اور دیگر غذاؤں سے آلو اور ساگ پات کو ترجیح دینے کی بات کرتے ہیں تو مہجور بھی اس مشورے کی پذیرائی یوں کرنے لگتے ہیں؛

بلبلا آزاد گژھ نس چاو بر   پوشن کراو کر چھا و گلزار

پنجرس منز خورا کھ اوسی میٹھر   پھیر سبزارن، ڈول پھلیہ داشہ زار

آزاد روزتھ کم کھیون چھُہ بہتر   پوشن کراو کر چھا وُ گلزار

بلکہ اب وہ سچے دل سے کشمیر کے ہل والے جھنڈے کو کشمیریوں کی انفرادیت، خود مختاری اور تشخص کی علامت قرار دیتے ہوئے باضابطہ اعلان کرتے ہیں کہ وہ ہندوستان جو قبائلی حملے کے وقت کشمیریوں کی انفرادیت کا بچاؤ کرنے یہاں آیا ہے اسکی دوستی کشمیریوں کے تشخص کو ہر حال میں قایم رکھنے کی ضامن بن جائے گی ؎

دلہ دیہہ گاشر کرتہ ہندوستانی   ویرہ چانہ آپہ لار آسینے

برقرار آوِ کھ چانی سُلطانی   مارہ منز ویسانی الباسینے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

یہ امر مسلم ہے کہ خوشی کے جشن منانے کے وقت سے زیادہ جس وقت ایک قوم کے افراد ایک دوسرے کے قریب نظر آنے ہیں اور جس وقت ان کے تمام آپسی تفرقے وقتی طور پر مٹ جاتے ہیں وہ دراصل اس قوم پر کوئی مصیبت ٹوٹنے کا وقت ہوتا ہے ۱۹۴۷ء کی بحرانی کیفیت نے بھی کشمیریوں کو غیر یقینی حالات سے دوچار کر کے ایک ایسی مصیبت میں مبتلا کر دیا تھا جس کے مقابلے میں کشمیریوں کو تمام آپسی اختلافات ختم کر کے ایک ہو جانے کی ضرورت تھی۔ مہجور نے نیشنل کانفرنس کے ترجمان شاعر کی حیثیت سے اس موقعہ پر کشمیریوں کو یہ پیغام سنایا کہ کشمیر کے ہندو اور مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان کو اپنے وطنِ عزیز کی حفاظت کیلئے آپس میں شیر و شکر ہو جانے کی سخت ضرورت ہے ؂

ذات بتر اتھ کاشرن ہنز چھو کُنئ   خواہ مخواہ دور برمہ پاؤ دِ پانہ وا آئن

وہ دچھ مسلم ہیونڈ چھ شکر صاف صاف   دودتہ شکر ہراؤو پانہ وا آئن

جیسا کہ پہلے ہی اشارہ کیا گیا کہ مہجور کشمیر کی تاریخ سے بخوبی واقف تھے۔ ان کی نظر میں کشمیریوں کے زوال پذیر ہو کر غلام بن جانے کے اسباب پوری طرح نمایاں رہتے تھے۔ ان میں بنیادی سبب کشمیریوں کا آپس میں لڑ کر کسی تیسرے فریق کو اپنے پر مسلط کرنے کا المیہ رہا ہے۔ مہجور جلد ہی اس المیے کے احساس میں مبتلاً ہو جاتے ہیں۔ وہ حسین خواب جو انہوں نے کشمیریوں کے ماضی میں جھانک کر اور کشمیریوں کے اس مارشل کریکٹر کی یاد تازہ کر کے دیکھا تھا جس کے تحت انہوں نے محمود غزنوی جیسے بہادر حملہ آور کو لوہر کوٹ راجوری سے ہی واپس چلے جانے پر مجبور کر دیا تھا اب مہجور کو ٹوٹتا دکھائی دینے لگتا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے لبت بھرے ترانے ایک طرفہ ہیں اور جس آزادی کے ترانے انہوں نے شروع کر دیئے تھے وہ ابھی ان کی سرزمین سے بہت دور ہے کیونکہ انکی دیکھی ہوئی آزادی کی نیلم پری آہستہ آہستہ بے نقاب ہو کر دیو استبداد کی شکل میں رونما ہونے لگی تھی اور شاعر کشمیر اپنے اظہار کی سچائی کو کمال کرتے ہوئے کہہ اٹھتا ہے کہ کشمیریوں کی کردار کشی کے جو ہتھکنڈے شخصی دور میں آزمائے جاتے تھے اب وہی نئے رنگ چڑھا کر پھر آزمائے جانے لگے ہیں ؂

مے چھ زاسہ غلامن ئتی ظالم زورہ ملی ہیاوان   کنہان تی بازرن اندر کرتھ ملمایہ آزادی

بلکہ بڑے معصومانہ توقعات وابستہ کر کے کشمیریوں نے جن کو اپنے ننگ و ناموس کا محافظ گردانا ہے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اگر وہی اِن کیلئے خطرے کا باعث بنیں تو شخصی راج اور عوامی راج میں فرق ہی کیا رہے گا ؂

ذرٕائے وارلی باغہٕ منژہٕ جانا ورن پھیر زندگی
ژٕ تہٕ اگر واٹھیٖل ہنکہ لسی گو برابر آو حباو

چانہٕ باغک خارٕ جگرس ہنبرہٕ مبن جانا وارن
ژٕائے باغس منژ دپان ژھکہ ہم کرن میوٗنی بچاو

عوامی راج میں آزادی کے نام پر ہونے والے بعض کام انہیں دورِ غلامی کی یاد تازہ کرنے لگے تو شاعرانہ اظہار کی صداقت نتائج کی پرواہ کئے بغیر طنز کے تیر پھینکنے پر تُل گئی چنانچہ بددیانتی اور چور بازاری کے ننگے ناچ کی آزادی فقط چند گھروں کی داشتہ بن جانے لگی۔ غنڈہ گردی عام نظر آنے لگی اور سچ کے اظہار کو روکنے کیلئے زبانوں پر تالے ڈالے جانے لگے تو مہجور فنکارانہ آداب کو بالائے طاق رکھکر محض عوامی زبان میں چلانے لگے ؂

یہ آزادی چھےٚ سورٕ رٕگ چور کھیر باجہٕ پتہٕ خانے
فقط کنبٕن گرن اندر ماران گرایہ آزادی

بلکہ "لالہ" کے داغدار سینے کو کشمیریوں کا آئینہ دار سمجھ کر اوسنہ پر زمین دنیا کے متلاشی بن کر اس کی جانب یوں مخاطب ہونے لگے ؂

نہٕ تہٕ چھا کنٹرول انتظام گول موٗل نتہٕ چھا چور بازار
نتہٕ تہٕ چھا رایہٕ رایہٕ لوٗٹن تُل باگران نتہٕ چھا تجی خانہ دار

نتہٕ نہٕ چھا لس تھوان ہنجرٕ س اندر پوٗز لیس آسہٕ گفتار
نتہٕ نہٕ چھا زلوہٕ زٕ ہٹھ بتہٕ ساز ندر دورہٕ وان موٹر کار

اپنی زندگی کے آخری ایام میں وہی مہجور بڑی قنوطیت اور مایوسی کے عالم میں اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ آس پاس کے کسی ملک کے پاس کشمیریوں کے درد کا درمان ڈھونڈھنا بیکار ہے۔ اس طرح کی کوئی بھی غلط فہمی کشمیریوں کو خود شناسی اور خود اعتمادی و خود مختاری سے محروم کر دے گی۔ البتہ ہمارا سب سے بڑا ہمدرد وہی ہوگا جو ہمارے تشخص کو بحال ہوتے دیکھنا گوارا بھی کرے اور اسکی آبیاری میں ہماری مدد بھی کرے۔ ایسا اگر مہجور کی نظر میں کوئی ہے تو فقط وہ حساس کشمیری ذہن جو سب کچھ ہونے سے پہلے کشمیری ہوگا اور جو کشمیری ثقافت اور کلچر کے ساتھ جذباتی اور شعوری دونوں طرح کی گہری وابستگیاں رکھتا ہوگا۔ بلکہ وہ سلطان شہاب الدین۔ مہاراجہ للتادت، اودے رینہ اور تازی بھٹ جیسے بہادروں کی کشمیری اولاد سے اپنی صلاحیتوں پر اعتماد کرکے اٹھ کھڑے ہونے کیلئے نئے انقلاب کا داعی بن کر میاں تک کہہ اٹھتے ہیں۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ے   اَکھ چھُ پاکستان وَنان بیاکھ وَنان ہندوستان   اَسہِ سپُدہ فلحال ڈاکستان ییتھ مُلکس زبر

اِس طرح کے بیانات کو شاعرِ کشمیر کے انتشارِ ذہنی سے تعبیر کیا جائے یا پامالی توقعات کا ردِ عمل سمجھا جائے لیکن یہ امر اپنی جگہ مسلم ہے کہ مہجور اپنے ہر اظہار میں کشمیریت کے سچے پرستار رہے اور وہ تاویلات کی پرواہ کئے بغیر اپنے محسوسات کو شعر کا جامہ پہناتے رہے اور دوسری جانب مہجور ایسے واحد کشمیری شاعر ہیں جو کشمیریوں کے بڑے ہی کٹھن اور فیصلہ کن دور کے در حین بھر ابتدائی پڑاوؤں کے چشم دید گواہ بھی رہے ہیں اور ہمدرد و ہمسفر بھی۔ اِس حیثیت سے بھی کشمیریت کی ترجمانی میں مہجور کا امتیاز اب تک فکر انگیز اور فیض بخش ہے۔ بلکہ جس طرح اقبال کا "ترانہ وطن" ؎ ہندی ہیں ہم وطن ہیں ہندوستان ہمارا' جیسے بے لاگ اظہار کی بدولت ہر آنے والے زمانے کیلئے روشنی میسر کرتا رہے گا اسی طرح مہجور کا وہ مشہور کشمیریت نواز نغمہ بھی ہمیشہ ضیا پاش رہے گا جس میں بقول عبدالاحد آزاد مہجور اپنے حساس دل کے ولولے کو اپنے اہلِ وطن کی بزدلی، غلامانہ ذہنیت قدامت پسندی، تفرقہ اندازی، دوں ہمتی اور فاقہ مستی سے متاثر ہو کر یوں ظاہر کرتے ہیں۔

وَلُو ہا باغوانو نَو بہارُک شان پیدا کر   پھولن گُل گتھ کرن بلبُل تِتھی سامان پیدا کر
چمن وُہراں روانِ شبنم تَرِ تھ جامہ پریشان گُل   گُلن تہ بلبلن اندر دُبارہ جان پیدا کر
مہ تھوکُلنارس اندر سوے گُلن کرِ نسوے نِرا گی چھے   یوان سُنبل چھپے در پے گُل خندان پیدا کر
کری کُس بُلبُلا آزاد تیمبرس منز تھو چھکھ نالان   ژ پنہ نے دستہ نَنن مشکل آسان پیدا کر
چھُ باغس جانوَر لولان ہگر آواز چھکھ بیون بیون   یہ ہندس آوش یارب اتر بچھان پیدا کر
اگر ؤُزنادہن لبتی گُلن ہُنز ترآو زیر و بم   بُنبُل کرِ دلگر گُگرایہ کر طوفان پیدا کر

زمینس شاعری ہندس اگر تھ مہجور گُل پیدا
وُہان انتھہ رنگین باغس بُلبل نالان پیدا کر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

شعلؔ سلطانپوری

کلامِ مہجورؔ کی مقبولیت کا راز

گلستانِ فن و ادب میں بعض پھول ایسے ہوتے ہیں جو کھلتے ہی آس پاس کی فضا کو اپنی فرحت بخش خوشبو سے مہکا دیتے ہیں لیکن چند لمحات اپنی بہار جانفزا دکھا کر رنگ و بو سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں ان کی قدر قیمت کلی کے تبسم سے زیادہ پائیدار نہیں ہوتی لیکن بعض پھولوں کا حسن سدا بہار بھی ہوتا ہے اور جاودان بھی۔ یہاں ایسے چراغ بھی جلتے ہیں جو ہوا کے معمولی جھونکوں کی تاب نہیں لا سکتے اور ایسی مشعلیں بھی روشن ہوتی ہیں جنہیں تند و تیز ہوائیں بھی نہیں بجھا سکیں۔ اس بحر کی تہ سے ایسے موتی بھی اُچھلتے ہیں جن کی چمک دمک چند دنوں میں ماند پڑتی ہے اور ایسے دُر شاہوار بھی جن کی قیمت امتدادِ زمانہ کی سفاکیوں کے باوجود بڑھتی ہی رہتی ہے۔

مہجورؔ کے چمنستان شعر میں یہ دونوں قسم کے پھول اور اس کے دریائے سخن میں یہ دونوں قسم کے موتی ملتے ہیں۔ ان کا کلام اُن کے دورِ حیات ہی میں منظرِ عام پر آ کر مقبولیت کی سند حاصل کر گیا بعض لوگ اس مقبولیت کا سہرا مہجورؔ کی شہرت پسندی اُس زمانے کے ذرائع نشر و اشاعت کے مناسب استعمال اور ان کے کلام کے مشہور گلوکار محمود شہری کے سر باندھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو خود اُن کے شاگرد رشید عبدالاحد آزادؔ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کہ اس بیان سے شبہ ملتی ہے "یوں تو آپ کی ہر غزل شہرت کے پر لگا کر ملک کے گوشے گوشے میں آناً فاناً پھیل جایا کرتی ہے اس کا سبب آپ کی کمال شاعری، خداداد لطفِ سخن یا آپ کی خوش قسمتی سمجھئے یا محمود شہری کی خوش گلوئی اور آتش نوائی کا فیض و برکت"[1] اس حقیقت کے باوجود کہ فن کی مناسب تشہیر اس کی مقبولیت میں کسی حد تک ضرور معاون ثابت ہوتی ہے، یہ بات تاویل حاسدانہ کے ذیل میں آتی ہے۔

مہجور کو اپنے دور میں جو مقبولیت حاصل ہوئی اس کے کئی وجوہ ہیں۔ ان کے دورِ شعور میں کشمیری شاعری میں مختلف رجحانات پائے جاتے تھے۔ ایک طرف صوفیانہ رجحان یعنی رحمان ڈار، نعمہ صاحب اور شمس فقیر کی روایت جس کی آبیاری وہاب کھار، اسد پرے اور واز محمود کے بعد رمضان بٹ، احمد بٹہ واری اور اسد میر نے کی تھی اور ان کے ہمعصر مثلاً احد زرگر، ماسٹر زندہ کول اس کی توسیع کر رہے تھے۔ دوسری طرف قصہ گوئی یعنی رزمیہ اور بزمیہ مثنوی نگاری کی روایت جسے محی الدین مسکین، عزیز اللہ حقانی اور ان کے استاد عاشق ترالی کے ساتھ ساتھ حیرت پلانی اور نعمت اللہ صفاپوری آگے بڑھا رہے تھے۔ اس کے علاوہ عشقیہ شاعری کا رجحان یعنی حبہ خاتون، محمود گامی، رسول میر اور ناظم کی روایت جس کی توسیع میں اگرچہ مختلف شعرا حصہ لے رہے تھے لیکن اساتذہ کی مقبولیت ابھی تک قائم تھی۔ مہجور کی نوجوانی میں وفات پانے والے مشہور کشمیری شاعر وہاب پرے نے ان سب رجحانات کو یکجا کرنے کی کوشش کی لیکن ان کا چولا نہیں بدل سکے اور یہ برابر روایات کی زنجیروں میں اسیر رہے۔

روایات سے بغاوت کی ہمت تو خیر بڑی بات ہے ان میں ذرا سی تبدیلی لانے کے لئے بھی کچھ کم حوصلہ درکار نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ مہجور کے دور کے اکثر و بیشتر شعرا وہی لکیر پیٹتے جا رہے تھے جن پر کشمیری شاعری صدیوں سے گامزن تھی۔ مہجور بھی پہلے پہل ان ہی روایات کی پابندیوں میں اُلجھ گئے لیکن آہستہ آہستہ وہ ان زنجیروں کی کڑیاں ڈھیلی کرنے لگے۔ ابتدا میں کچھ اُفتادِ طبع کی وجہ سے اور کچھ عنفوانِ شباب کے تقاضے کی خاطر اُن پر عشقیہ شاعری کا رجحان غالب رہا۔ حبہ خاتون کے گیت کے جواب میں گیت لکھنے سے اس کا آغاز ہوا یہ دونوں گیت سامنے رکھ کر اس حقیقت کا اندازہ کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی کہ تخریب لہجہ

---

[1] کشمیری زبان اور شاعری حصہ سوم ص۔ ۲۱۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اور فضا کے اشتراک کے باوجود نفس مضمون اور شاعرانہ برتاؤ یکساں نہیں جہاں حبہ خاتون کا گیت لذت، لمس وفشار و بوس وکنار کی دلخراش یادوں کا نوحہ ہے اور نا امیدی کا نالہ و شیون وہاں مہجور کا گیت نو واردان بساط عشق کے تلون وبے قراری کا نمونہ ہے۔

مہجور نے اپنے بتکدۂ تصورات میں خیالی اصنام کو کوئی جگہ نہ دی۔ انہوں نے اسے اپنی دنیا میں پائی جانے والی گوشت وپوست کی محبوباؤں سے آباد کیا۔ روزمرہ زندگی میں پائی جانے والی ان حسیناؤں سے محبت کرنے کا انداز لوگوں کو پسند آیا۔ اس میں ماورائیت نہیں ارضیت پائی جاتی تھی۔ یہ انداز عام لوگوں کے جذبات کو تسکین دیتا تھا اور اُن کا دل موہ لیتا تھا۔ ملاحظہ ہو ؎

اتھہِ لوزکھ زن چھس پوشہِ دستہ
کتھہِ بوزِ مس مدُرِ نہ آہستہ
دأدی لدِ نے بلہِ بمیأری ییے

(اس کے ہاتھوں میں گلدستوں کی سی نزاکت ہے اور باتوں میں مٹھاس اور لطافت۔ ان سے بیمار بھی شفا پا سکتے ہیں)۔

؎ یارِ سند ماہِ موت سارِ چھمہٕ تھاوان | یارس لرِ پان ساوان چھس
کامہِ دلیو یار چھینہٕ جامہٕ مُترأوان | پوشن مالہِ کرناوان چھس

(دوست کی محبت سے دل قابو میں نہیں رہتا تو اس کے پہلو میں لیٹ جاتی ہوں لیکن وہ کام دلیوا اپنے بند قبا نہیں کھولتا پھول مالائیں تیار کرواتی)

؎ لولہ نار پالس گونڈ نم ہیرِ بوٗن | امہِ نارِ سرِ تلہِ سپنم سون
ولیسہِ کیٚاز آسم ولیسہِ راوان | مارِ نتہ وارِ وتہِ لاگ میون پان

(میری رگ رگ میں محبت کی آگ سلگ اٹھی جس نے مجھے جلا کر کندن بنا دیا۔ جانے سہیلیاں مجھے کیوں ڈرا رہی تھیں۔ اے میرے محبوب میری لاج رکھ)۔ ارضی حسن سے پیار کا یہ رنگ اس وقت زیادہ شوخ دکھائی دیتا ہے جب ہم ان کی نظم "دہقان زادی" کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس نظم میں قدم قدم پر واقعیت اور حقیقت

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پسندی کے نقوش نظر آتے ہیں۔ اس دوشیزہ کی سادگی، معصومیت، حسن، غیرت، پاکدامنی کوئی چیز خلاف فطرت نہیں، ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

سیوٗد ساد جامہ چھیہٕ، شامہ سوندرہ ییے
نہ چھُہٕ اتھ گوٹہ تہ زری ییے
کاژہ زونہ زان چھیہ کالہٕ اٖڈبر کرِ ٹھرہ ییے

(اے نازنین، تیرا سیدھا سادہ لباس جس میں کہیں گوٹا کناری نہیں لگی ہے۔ اس منگیے لباس میں تو ایسی لگتی ہے جیسے بادلوں میں روشن چاند) جہاں مہجور جسمانی حسن کی قوس قزح کے رنگوں میں، غیر ماورائی عشق کا رقص فرماتے نظر آتے ہیں وہاں انہوں نے صوفیانہ مذاق رکھنے والے لوگوں کی روحانی تسکین کا سامان بھی بہم پہنچایا ہے لیکن ان کے صوفیانہ تصورات میں قنوطیت کی کوئی جگہ نہیں یہاں افسردگی کی بجائے علوہمتی، اثبات خودی اور خود بینی ہے۔ یہ شعر ملاحظہ ہو ؎

مُشتاق بُلبُل اتھ گُلس
گُل پانہٕ ژھاران بُلبلس
تَس گارِ گُل یُس ژھار گُل

(بُلبُل گُل پر فریفتہ ہے تو گُل کو بھی اُسی کی تلاش ہے۔ گُل اسی کی آرزو کرتا ہے جو گُل کی آرزو کرے)

مہجور نے تمام جسمانی اعضاء میں دل کی برتری کا اعتراف کیا ہے اور اس کی صفائی اور پاکیزگی پر زور دیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

شیشہ دلہٕ کُیس رچھِن زنگہٕ سُے چھُہ شاہ   سُے چھُہ کامل جام جم ییٚمہٕ زون دل

(جو اپنے آئینۂ قلب کو آلودگیوں سے بچاسکا اُس کے رتبے کا کیا کہنا میں تو اُسی کو کامل سمجھتا ہوں جو اپنے دل کو جام جم سمجھتا ہے)

تصوف کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات صاف طور پر نظر آتی ہے کہ اس کا مدعا و مقصد تصفیہ قلب، تزکیہ باطن، علوہمتی، بیم مرگ سے نجات، انسان دوستی اور معرفت الہیٰ کے سوا اور کچھ نہیں لیکن ابتدائی دور کے بعد یہ نہایت افراط و تفریط کا شکار ہوا اور اس نے تہذیب انسانی پر ایسے منفی اثرات ڈالے کہ خدا کی پناہ۔ دنیا لایعنی چیز

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ٹھہری تقدیر پرستی نے انسان سے ذوقِ عمل چھین لیا قنوطیت نے اُس کا دل مرجھا دیا اور بے عملی نے اس کے اعضا شل کر دئے۔ تصوف کے انہی اثرات کو بھانپ کر حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس قسم کے تصوف سے لاتعلقی ظاہر کی اور علامہ اقبالؔ کو اس کے خلاف آواز اٹھانا پڑی۔ مہجورؔ کشمیری بھی اس یگانہ قسم کے تصوف سے دور نظر آتے ہیں۔ اُن کے صوفیانہ خیالات میں اگرچہ گہرائی ہے نہ تجربات کی رنگارنگی لیکن سیدھے سادے انداز میں وہ تصوف کی وہی تعلیم دیتے ہیں جو اس کا مدعا و مقصد رہا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں ؎

پوشہ پھلے متھ وارِ کینژن رنگ۔ کینژن رنگ و بو
روزہ وُن گل ییُس چھُ باغس سِتہ گلو مُنزہ تار رہا

(چمن میں مختلف پھول کھلے ہیں کسی کا رنگ پسند آتا ہے تو کسی کا رنگ و بُو دونوں لیکن میں وہی پھول چُننا چاہتا ہوں جو مُرجھا نہ سکے)

؎ چھیئہ تارِ لیف سودمس تہ سازس
بیتھہٕ مہجورؔ لار کھ مجازس
بُلہٕ راوی پیٹہٕ مُلہٕ ماییے
پایہ بڑہٕ میانہ یا دن رایئے

(بناؤ سنگھار کی تعریف بے سود ہے اے مہجورؔ مجاز پر فریفتہ نہ ہونا۔ ایسا نہ ہو کہ تجھے غازہ و مسی لُبھاتے اے میرے عالی مرتبہ محبوب)

؎ شوقہٕ سان پیہ پنُن یالن یاآراوُم
تنہ میانہ آسی یوان مُشکی وار
تمہٕ مدلواُرن من پر کھورُم
گژھ روشہٕ نووم پوشہ مٹّ یار

(میں نے انتہائی شوق سے اپنے آپ کو بنا سنوار کر رکھا میرا بدن گرد و پیش کو مہکا رہا تھا لیکن محبوب نے میرے من پر نظریں جمائیں۔ ہائے وہ پھولوں کا متوالا کیوں روٹھا)

؎ لولہٕ نارہٕ کس دزوٕلس الاوس
کھسہٕ عاشق تہ دزِ لس مُل
اد روزِ لس نہ باہتے ہاوس
سَر زِرا وس پادن تل

(آتشِ محبت کے الاؤ پہ چڑھ کر عاشق کا مَیل جاتا رہے گا اور وہ حرص و ہوا سے پاک ہوگا۔ کاش میں اس کے چرنوں میں سجدہ کروں)

؎ گُل ہردِ ہران سوٚنتہٕ یی دوبارِ کران رود
مُری مُری چھپے پھیران زندگی وسو دُس مرُنگ تراو

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(پھول خزاں میں جھڑ جاتے ہیں تو بہار میں پھر کھل اٹھتے ہیں۔ یہاں مرنے کے بعد پھر زندگی ملتی ہے موت کا خوف نہ کیا کریں)

مہجور کے ان صوفیانہ خیالات نے ان کے تصورِ اخلاق پر بھی خوب اثر ڈالا ہے۔ ان کی اخلاقی تعلیم واعظانہ نہیں مفکرانہ ہے ؎

تھدِ پایہ انسان کونہ یہان سمھ ستی ناکارن
منز باگ کنڈ ین گل چھ وتس کتھ پاٹھو قرار آو

(بلند مرتبہ لوگ بروں کی صحبت میں بھی زندگی بسر کر سکتے ہیں ورنہ کانٹوں میں رہ کر پھول کو کیسے چین ملتا)

آیہ دردِ کرچھ منز قرآنس
دردِ ہِ ستی چھے شوب انسانس

سے کتھا چھے منز گیتایے
بایہ بڑمیانہ یاون رایے

(انسانی ہمدردی کی باتیں قرآن میں کہی گئی۔ دردمندی انسان کی شان ہے اور یہی باتیں گیتا میں بھی ملتی ہیں۔)

اخلاقی تعلیم کے ساتھ ساتھ مہجور حکمت کے ایسے لطیف نکتے بھی بیان کرتا ہے کہ بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے۔

؎ پوشہ ٹوٹھ زِ خاموش پور سامانے
ژھوپہ چھے رۆپہ سنز پانے بوز

کتھ ستی ہیوے گُل گو پریشانے
بلبلہ سندی افسانے بوز

(غنچے ساز و سامان کے باوجود چپ سادھے ہیں۔ خاموشی کی قدر و قیمت کا کیا کہنا۔ پھول کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اپنی خوشبو سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ ذرا بلبل کی باتیں تو سُن)

اس شعر میں جہاں اندازِ بیان کی لطافت اور تشبیہ کی ندرت ہے وہاں کشمیری محاورے کی وہ چاشنی بھی ہے کہ ترجمہ اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

مہجور کا زمانہ کشمیر کی تحریک آزادی کا ولولہ انگیز زمانہ تھا لوگ ایک طویل عرصہ کے بعد خواب غفلت سے بیدار ہو رہے تھے لیکن مطلق العنان حکومت کے خلاف منہ کھولنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ صدیوں کی غلامی نے ذہن زنگ آلود کر دیئے تھے۔ صوفیوں اور عالمان دین کی رضا برضا رہنے اور تقدیر پرستی کی تعلیم نے یاسیت کی فضا پیدا کی تھی۔ استحصالی عناصر نے عوام الناس کو اقتصادی بدحالی میں مبتلا کر دیا تھا اور آفات سماوی کے سیلاب نے لوگوں کی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہمّت کمند توڑ دیئے تھے۔ امیر مال مست تھے اور فقیر حال مست۔ مذہب کے دعویدار مذہب کو لوٹ کھسوٹ کی آڑ بنائے ہوئے تھے۔ اس کی صحیح روح سے لوگوں کو بے خبر رکھا جا رہا تھا۔ غریبوں کو صبر و رضا اور توکل و قناعت کا درس دیا جاتا تھا اور دولتمندوں کو عنایات الٰہی کا مستحق ٹھہرایا جاتا۔ نوعِ انسانی سے ہمدردی مفقود تھی اور قومی احساس سے بیگانگی عام۔ اس کا غم علماء کو تھا نہ شعراء کو۔ نوآبادیاتی نظام سے چھٹکارا پانے کی تڑپ نے کئی ملکوں میں آزادی کی تحریکوں کو جنم دیا تھا۔ ہندوستان میں تحریک آزادی زوروں پر تھی اور وہاں کے ادباء اور شعراء برابر اس تحریک کی ہمنوائی کر رہے تھے۔ روس کے انقلاب نے خود ہندوستان کی تحریک آزادی کو متاثر کیا تھا۔ اس انقلاب نے یقین و عمل کو بھی متحرک کیا تھا اور امید آفرینی کی خوشبو بھی پھیلا دی تھی۔ ان اثرات سے ہمالہ کے چشموں کو ابلنے کا پیام ملتا تھا اور کشمیر کے کئی جانباز مخالف حالات سے متصادم ہونے کا تہیہ کر کے کشمیر کی تحریک آزادی کا آغاز کر چکے تھے لیکن انقلاب کی یہ ہوا ابھی کشمیری شعر و ادب تک نہیں پہنچ پائی تھی۔ انھیں مہجور کا انتظار تھا۔ مہجور نے وہ سالہا سفر جسے کشمیری اور دو شاعری کو موضوعات کے اعتبار سے (۱۸۵۷ء سے ۱۹۲۰ء تک) اسی لمبے برس لگے تھے اپنی شاعری کے پندرہ سالہ وقفے کی ایک جست میں مکمل کرنے کی کوشش کی۔ حبِ وطن، اتحاد، آپسی بھائی چارہ، قومی حمیت، دعوتِ عمل، امید آفرینی، جد و جہد کی کامیابی کا یقین، خوش آیند مستقبل کی بشارت، سرمایہ و محنت کی کشمکش اور استحصال کی برائی وغیرہ ان کے آبگینۂ شعر میں چھلکنے لگے۔

مہجور جانتے تھے کہ جب تک لوگوں میں اپنے وطن سے محبت کے جذبات متحرک نہیں ہوتے وہ اس کی حالت پر غور نہیں کر سکتے۔ اس لئے انہوں نے طرح طرح سے یہ جذبات ابھارنے کی کوشش کی۔ کبھی وطن کی خوبصورتی کے بیان سے، کبھی اس کے اعلیٰ علمی فنی اور تمدنی پس منظر کی طرف اشارہ کر کے اور کبھی اس کی بدحالی سے پردہ اٹھا کر۔ اس سلسلے میں یہ مثالیں دینا کافی ہوگا۔

اَنْدی اَنْدی سفید شنگر   دیوار سنگ مرمر
منز باگ سبز گوھر   گلشن وطن چھُ سونُے

(اردگرد برف کی سفید چادر اوڑھے پہاڑ جیسے سنگ مرمر کی دیواریں اور بیچ میں زمرد جیسی وادی۔ ہمارا وطن ایک پھلواڑی ہے)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

سوکھ ناگ تو سیہ ماداں ستہ وُچھ مےٌ پانہٕ بگوان
بگتن پیٹھ مُسلو ہاداں گُلشن وطن چھُ سونے

(سُکھ ناگ اور توسہ میدان (کشمیر کے دو دلفریب صحت افزا مقامات) میں خود بھگوان جلوہ افروز ہے اور بھگتوں کو درشن دے رہا ہے واہ کیا گلستان ہے ہمارا وطن۔)

عالمکی بیمار گرمیوان آئی داپس گئے بلیتھ ژٔریشہ تہٕ بیٹھی وتن پیٹھ زُوٗدِوان بیمار میانیٛ

(دنیا بھر کے مریض میرے یہاں آکر شفایاب ہوئے لیکن ہمارے بیمار سر راہ گھونٹ گھونٹ پانی کو ترستے ہوئے دم توڑ رہے ہیں)

جب وطن کے جذبات ابھارنے کے بعد قومی حالت کا احساس دلانا ناگزیر تھا یہ کام ان کی نظم "ارے باغبان میری داستان تو سُن" نے انجام دیا۔ اس نظم میں کشمیریوں کی عہد بہ عہد حالات کا جائزہ لیا گیا ہے اور قومی بے حسی، فرقہ وارانہ تعصب، ذہنی پسماندگی جیسی برائیوں کو کشمیر کی بربادی کے وجوہات قرار دیتے ہوئے اپنی بے چارگی کا اظہار ان لفظوں میں کیا گیا ہے ؎

ہیرِ وارٕنیٚن بٔرِ وربو ہٕ زاگان ییتہ بابِل زُوس پوشہ لیٚگن ژھایہ ٹھوٗی ٹھوٗی کوٗت کال ہُچھلویان

(فضا میں الو باز اور زمین پہ ٹھہروں تو بلی میری جان کے درپے ہیں۔ پھولوں کی ٹہنیوں میں چھپتے رہتے کب تک اپنا بچاؤ کرتا رہوں)

جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں کہا گیا مہجور کے زمانے میں انقلاب روس نے دنیا بھر کے ان ممالک پر اپنے اثرات ڈال دیئے تھے جو غیر ملکی سامراج سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان آزادی پسند ممالک میں مارکسی فلسفہ سیاسی و سماجی مصائب سے نجات پانے کا واحد ذریعہ سمجھا جا رہا تھا اس فلسفہ کا خاص نکتہ یہ تھا کہ سرمایہ دارانہ نظام انفرادی اور قومی سطح پر استحصال کی بنیاد پر قائم ہے۔ اس نظام کے تحت مختلف شعبہ ہائے حیات میں استحصال ہوتا رہتا ہے۔ اشتراکیت اس استحصال کا واحد حل ہے۔ اس فلسفہ کے اثرات ہندوستان کے ساتھ ساتھ کشمیر پر بھی پڑے اور مہجور بھی اس سے متاثر ہوئے۔ انہوں نے مندرجہ ذیل اشعار میں اس استحصال کے خلاف آواز بلند کی۔

میانہ بیچہ نک میانو گریبو آسہ کانہہ انتظام پھیرِ ہن ماوٕنہ راژن دربدر بیکار میانیٛ
کیاہ ونے ورٕی یس مچلیتھ زٕ ہتھ ہیہ رودس فاقہ میٚن بیانز ردوا ہنو تہٕ سوئیر و غاب گرٕی انبار میانیٛ
جنس هنر جائے حاصل کرنہ باتھ دلِن نیاز بیم کرناوان چھ سودٕ گس بانہٕ یٹھی ونہ وار میانیٛ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(اگر میری گزراوقات کا اپنی ریاست میں کچھ انتظام ہوتا کہ کڑاکے کی سردیوں میں میرے بے روزگار لوگ مارے مارے کیوں پھرتے۔ سال بھر خون پسینہ ایک کرکے محنت کرنے کے باوجود میں بھوکا ہی رہا اور سود خواروں، بنیوں اور مہاجنوں نے میرے ذخیرے ہتھیا لئے۔ میرے وطن کے دیندار جنت حاصل کرنے کے لئے خیرات کرکے سورگ کا بیمہ کرا لیتے ہیں)

اس استحصال سے چھٹکارا پانے کے لئے سب سے پہلے سیاسی آزادی حاصل کرنے کی ضرورت تھی۔ مہجور نے آزادی کی قدر و قیمت سمجھاتے ہوئے کہا ہے

پابندِ چمن گُل چھُ نوٗے کنڈی تھٔس لٲگِتھ   آزاد بُلبُل باشہ کران پوشہ ڈلن منز

(پھول چمن کا پابند ہے اس لئے کانٹوں میں گھرا ہوا ہے۔ بلبل آزاد ہونے کے باعث پھلواڑیوں کا لطف اٹھا رہی ہے)

کسی مقصد کے حصول کے لئے کامیابی کی امید زبردست سہارے کا کام دیتی ہے۔ مہجور سے پہلے کشمیری شاعری رجائیت کے زیر و بم سے نا آشنا تھی۔ مہجور کی مقبولیت کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اس نے مایوسی کی تاریک راتوں میں امید کی جوت جگائی۔ کشمیریوں کو امید کی پری اپنی گود میں جھولا نہ جھلاتی تو مطلق العنان حکومت سے ٹکرانے کی جرأت کون کرتا۔ مہجور نے اپنے اشعار سے کشمیریوں کو ان کی جدوجہد کی کامیابی کا یقین دلایا فرماتے ہیں ؎

ییلہ کھسہ نوٚ سمسار کس رٕد   گوڈٕ پیہ چانے ڈٲبہ پرٕ نوٗ
اَدٕ گژھہ روشن باقے جہان   پأدٕ کرِ پنٕنے باغ زان

(جب نئی دنیا کا سورج طلوع ہوگا تو سب سے پہلے تمہارے دالان روشن ہوں گے اس کے بعد باقی ممالک میں اجالا ہوگا۔ اپنے باغ کی رکھوالی حاصل کر)

وارہٕ وارہٕ وارٕلے گژھن نابوٗد
بُلبُل تہٕ کوٗستوٗرٕ واین سروٗد
باغ کرِ سورگس ستی مان مسان

(آہستہ آہستہ باز جیسے خونخوار پرندے غائب ہوں گے اور بلبل اور کستور نغمہ ریز ہوں گے۔ تمہارا باغ رشکِ جناں ہوگا)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مہجور کے کلام کی امید آفرینی کا عمدہ نمونہ ہے ان کی نظم "نیا کشمیر"۔ نیشنل کانفرنس نے ۱۹۴۴ء میں کشمیر کے لئے جو مسودہ آئین پاس کیا تھا اُسے نیا کشمیر کا نام دیا گیا۔ اگر کشمیر کے لیے یہ آئین منظور ہوتا اور اسے عمل میں لایا جاتا تو اس کے نتیجہ میں کشمیر کی جو نئی تصویر اُبھرتی وہی تصویر مہجور کی یہ نظم پیش کرتی ہے۔ نیشنل کانفرنس نے آزادی کے بعد اسی آئین کے نفاذ کا وعدہ کیا تھا اسی لیے مہجور نے دوسری جگہ اظہار مسرت کرتے ہوئے کہا ؎

مہے کلہ ونی ظلمک تہ لوٹنگ دور ۔۔۔ وڈ دارنہ چکلدار گژھن کمزور

خوش خبر بوزا سہ گیہ شادی ۔۔۔ اسی وچھوئیہ کالے آزادی

(اب لوٹ کھسوٹ کا زمانہ ختم ہوگا۔ وڈ دار اور چکلدار کمزور ہوں گے۔ یہ خوش خبری سن کر ہمیں مسرت ہوئی کہ اب ہم جلدی آزاد ہوں گے)

مہجور اپنے دور میں اس وجہ سے بھی کافی مقبول رہے کہ انہوں نے ہر موڑ پر تحریک آزادی کشمیر کی ترجمانی کی اور اس کے لیے فضا تیار کرنے میں اپنی شاعری سے ایک وسیلہ کا کام لیا۔ ہندو مسلمانوں میں نفاق کے بیج پڑنے لگے تو اتحاد کا درس دیا ؎

ہندو رٹن نم گھود دائن اہل دین ۔۔۔ تادبمیہ ملکچ چیلاد وپانہ وآلن

(ہندو پتوار سنبھالیں اور مسلمان چپو چلائیں۔ اس طرح اس ملک کی نیا کھیتے رہیں)

تحریک آزادی کی ضرورت محسوس کرانے کے لیے کشمیر کی پسماندگی اور کشمیریوں کی زبوں حالی کے مرقعے پیش کیے۔ عوامی رہنماؤں کو شخصی راج کے ظلم کا نشانہ بنا کر گرفتاریوں کے ذریعے ان کی آواز دبانے کی کوششیں کی گئیں تو انہیں ڈھارس دی اور "پہاڑوں کی چوٹیوں پر اجالا ہوا ظلم کے دن بیتے امید کی تاریکیاں دور ہوئیں"۔ نیا کشمیر مسودہ آئین پاس ہوا تو نئے کشمیر کی خیالی جنت کا نقشہ کھینچا۔ شخصی حکومت کے خاتمہ پر اقتدار عوامی نمائندوں کے ہاتھ آیا تو ترانے گائے گئے۔ عوامی حکومت کے جھنڈے کی تعریف میں نظمیں کہیں۔ ریاست پر قبائلی حملہ ہوا تو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے لوگوں کو پکارا اور کشمیر کا مسئلہ سیکورٹی کونسل میں پہنچا تو ان سے انصاف کی درخواست کی۔ اتنا ہی نہیں آزادی کے بعد بھی انہوں نے کشمیر کے سیاسی سماجی اور اقتصادی مسائل پر اپنی توجہ مرکوز رکھی۔ ان کی عظمت کا اس وقت اور بھی زیادہ قائل ہونا پڑتا ہے جب وہ نیا کشمیر کے خواب کی غیر متوقع تعبیر دیکھ کر اظہار بیزاری کرنے سے بھی نہیں چوکتے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

جب وہ دیکھتے ہیں کہ اس خیالی جنت کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں تو عوامی حکومت کو اپنی نفرت کا نشانہ بناتے ہیں۔ اس آزادی پر طنز کرتے ہیں۔ کہیں کھلم کھلا تو کہیں اشاروں کنایوں میں۔ اس سلسلے میں ان کی نظمیں آزادی، گل لالہ سے اور پوشنول ہوش میں رہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں ؎

یہ آزادی چھے تراوان مغربس کُن رحمتک باران　　　　کران سالس زمینس پٹھ ژھرے گگرائے آزادی
یہ آزادی چھے سورگچ حور پھیریا خانہ پتہ خانے　　　　فقط کنیٛرن گرن اندر چھے ماران گرایہ آزادی

(اس آزادی سے مغربی ممالک میں رحمتوں کی بارش ہوتی ہے لیکن ہمیں گرج چمک کے سوا اور کچھ نہیں دیتی۔ یہ جنت کی حور ہے جسے در در پھرنا شوبھا نہیں دیتا۔ اس لئے گنے چنے گھروں میں اپنا جلوہ دکھاتی ہے) ——— نظم "آزادی"

تہنز چھا ئنز س وقتک یہ انصاف یا یتھ کران غدار　　　　تتہ چھا غدا لبس لاگتھ لوان بے گوناہ نسبدی رشتہ دار
تتہ چھا کنٹرول انتظام گول مول تتہ چھا چور بازار　　　　تتہ چھا راہ یہ را یہ کھین چین با گران تتہ چھا تھی خانہ دار

(کیا وہاں بھی انصاف کے نام پر ملزم کے بھائی بندوں کو ستایا جاتا ہے اور اس کے بے گناہ متعلقین پر ستم ڈھلائے جاتے ہیں۔ کیا وہاں بھی ضروریات زندگی کنٹرول کی آڑ لے کر مہیا نہیں ہوتے؟ بد انتظامی، چور بازاری، اقربا پروری! کیا وہاں بھی یہی برائیاں ہیں اور ایسی مثل اندھا بانٹے ریوڑیاں مڑ مڑ اپنوں کو دے) ——— نظم "گل لالہ سے"

نا تس گو یہ عوامیٔ تس عامن نہ خاصن ورنہ کیا　　　　کس بہ زر شہر اوت نگن یتہ بلائے بند تے اشنا و
ورا مت والہ یا نتہ منز جہانا ورات پھیر زندگی　　　　ژتہ اگر دار بل بنکھ بس گو برابر آو جاو

(فیض وہی فیض کہلاتا ہے جو عوام و خواص سب تک پہنچے۔ بھائی بندوں کو نوازنا تو بڑی بات نہیں۔ باز جیسے خونخوار پرندے باغ سے چلے گئے تو پرندوں کی جان میں جان آئی۔ اگر تو بھی باز ثابت ہوگا تو فرق کیا پڑا۔)

اب تک میں اس بات کا جائزہ لے رہا تھا کہ مہجور کی مقبولیت میں موضوعات کا کس حد تک دخل رہا ہے۔ اب ذرا اس سے ہٹ کر اُن کی مقبولیت کے دوسرے پہلوؤں کی طرف آیئے۔ مہجور سے پہلے کشمیری غزل اور وژن کا دامن وسیع کرنے کی چند کوششیں ہو چکی تھیں۔ ان میں عشق و محبت کے علاوہ تصوف کے مضامین بیان کئے جانے لگے تھے۔ وہاب پرے نے ان میں اخلاق، حکمت اور اپنے زمانے میں پائے جانے والے سماجی اور سیاسی مسائل داخل کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن جب ہم ان ساری کوششوں پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان موضوعات کے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

حامل اشعار موزون تو ہوتے تھے شعر نہیں بن پاتے تھے۔ مثال کے طور پر یہ شعر لیجئے۔ ؎

غریبس خوٗن ہاروٗن پھیُہ نہ جائز   ہتو مسکین ماروٗن چھیُہ نہ جائز

(مفلس کا خون بہانا اچھا نہیں سنو بھی مسکین کو قتل کرنا روا نہیں)

مہجور نے وژن کی ہئیت میں مختلف نظمیں کہیں جیسے "وتستا" "بُلبُل" "دہقان" "زنادی" "چاندنی" "آزادی" وغیرہ۔ ان کی باقی نظمیں غزل کی ہئیت میں ملتی ہیں ہئیت میں انہوں نے کچھ خاص تجربات نہیں کئے۔ صرف "نیا کشمیر" اور دو ایک جنگی ترانوں میں ایسے تجربات نظر آتے ہیں۔ غزل یا وژن کے کسی شعر میں جب وہ حسن و عشق کی بجائے کوئی دوسرا موضوع برتنے لگتے ہیں تو ان کی کوشش یہ رہتی ہے کہ اس کی شعریت حتی الامکان برقرار رہے۔ ملاحظہ ہو ؎

سمبی پوشکہ پاٹھو گژ آرام زندگی   لیچہ اوچھ گونہ گوب زہ بار میون

(میں نے چنبیلی کی طرح دن گزارے اور اپنی نازک ٹہنی کے لئے بوجھ نہ بنی)

بُلبُلو دوپ گلس حسن پیٹھے پکر   کیا ونے زلو چھیُہ نہ تِسے پیٹھ قصور

بے زبان چھیہ چھیہ نہ زندہ رو زان   مارمتہ وارِ وِتہ لاگ یئون پان

(بلبل نے پھول سے کہا کہ تیرے حسن میں کوئی کمی نہیں بغیر اس کے کہ بول نہیں سکتے اور بے زبانوں کے لئے جینا دشوار ہے)

مہجور نے کشمیری شاعری کے ذخیرہ الفاظ میں خوب اضافہ کیا اور رائج الفاظ کو جواب قریب قریب پامال ہو چکے تھے نئی زندگی بخشی، انہیں معنی کی نئی جہتوں سے آشنا کیا، انہیں نئی معنویت دی۔ گل، خار، بلبل، باز، باغ، چمن، پھلواڑی، بادِ صبا، صبح، شام، اندھیرا، روشنی، بجلی، باغبان، سیبی، سورج، شبنم، تارے اور ایسے بہت سے الفاظ مختلف معنوں میں استعمال کئے، ان سے علامتوں کا کام لیا گیا۔ بلبل عاشق ہی نہیں کشمیر کا باشندہ بھی ٹھہرا، خار دشمن بھی اور محافظ بھی، بادِ صبا منچلا عاشق بھی اور بیداری کی نوید بھی۔ اسی طرح تشبیہات و استعارات کی دنیا میں بھی مہجور نے نئے گل کھلائے۔ پرانی تشبیہوں کو نئی آب و تاب دینے کے ساتھ ساتھ اچھوتی اور نادر تشبیہوں سے کشمیری شاعری کو مالا مال کیا۔ ملاحظہ ہو ؎

گل آفتاب مُہر لیتہ تھالن   نو ملکہ اسمانہ ہیتہ آو ہداسس

ارسہ نزدلس اُمی گلالالن   سنگرمالن ہو پڑا گاشس

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(سورج مکھی نے اپنے تھالوں میں اشرفیاں سجالیں، پیار کے گگن سے سرمایہ لایا اور گل لالہ نے نظر بد دور کرنے کو اسپند جلالیا)

مہجور کی مقبولیت میں اُن کے کلام کی دلنوازنغمگی اور دلفریب ترنم کا بھی کافی حصہ ہے۔ ان کے بیشتر اشعار جو اکثر وزن سے تعلق رکھتے ہیں سراپا نغمہ ہیں چاہے انہیں محمود شہری گاتا یا کوئی اور وہ ہر حال میں فردوس گوش ہیں۔ اس ترنم کا راز اُن کے اشعار کی بے انتہا روانی میں مضمر ہے، جو خود اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور زبان پر قدرت کا نتیجہ ہے۔ انہیں کشمیری روزمرہ اور محاورہ پر پورا عبور ہے۔ عورتوں کی زبان اور محاورہ پر دسترس ہے اور اس کے برتاو کا خاص سلیقہ۔ اس سلسلے میں یہ اشعار قابل ذکر ہیں ؎

شبنمن موختہٕ ہار   دیرِ چانہٕ کوٗر نثار
کمہ شوقہٕ ستا نے   دلبرہٕ ملیلہ ستنے

اسمانہٕ پییس تھامہ گیٔس یامہ رُوزم جایے   زرتہٕ پیٹھ ہا تھ ہیکہٕ ہمہ وہٕ چھارس نار اَتی روز
بارسنز کتھ چھس وارہٕ یاد تھاوان   دودن وُٹھن زانہٕ نہٕ ہاوان چھس
گل ونہٕ بلبلس بوز کیا باغوان   پوشن مالہ کرناوان چھس

(شبنم نے تیری محبت میں موتیوں کے ہار پروئے۔ کس نفاست سے اے میرے محبوب ذرا دیکھ تو)

(آسمان سے گر کر حالات کی جھاڑیوں میں ایسے اٹک گئی کہ طعن و تشنیع کا ہدف بنی۔ سرراہ موتیوں کا ہار بکھر کر رہ گیا)

(دوست کی باتیں دل پر نقش کر کے ہونٹوں کو بھی ان سے بے خبر رکھتی ہوں، گل و بلبل کی باتیں مالی کی سمجھ میں کیسے آئیں)

مہجور نے محبوب کی سراپا نگاری، عاشق کی بیقراری، ہجر و وصل کی باریک، لطیف اور نازک کیفیتوں کو بڑی دلفریبی سے موضوع شعر بنانے کے علاوہ ایک اور طرح بھی ڈال دی۔ انہوں نے عشق کی مجبوری کے ساتھ ساتھ حسن کی نیازمندی کے تصورات بھی اُبھارے۔ حسن ہمیشہ محو ناز ہی نہیں رہتا کبھی سراپا نیاز بھی بنتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ملاحظہ ہو ؎

پوشہ مال روشہ چھس پان یارہ ران
مُشکہٕ ستہ ہی تن نادان چھُس

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اوستس سے ۔ ا ہم سارِ چھم راوان

کوٗرتَ پیٖرہ سیاہ سرٕ چھس بے پہ بسٕ ہر چھس   اندری ہیتہ بوٗ شر چھس لوٗپتھ چھم بسیارٕی

(میں پھول سی نازک پری چھپکے چھپکے بناؤ سنگھار کرکے اپنا سمن بدن خوشبو میں بسارہی ہوں لیکن پیا نہ مانے تو سب بے سود ہے)

(عورت ذلت ہوں کہاں جاؤں، کیسے جاؤں اور کون رستہ بتلائے۔ دل ہی دل میں محبت کی آگ سے جھلسے ہوئے اور یہ درد سہہ رہی ہوں)

مہجور کے اشعار کی روانی، فصاحت اور مقتضائے حال سے مناسبت کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں کئی بیت یا مصرعے زبان زدِ عوام ہوکر ضرب الامثال بن گئے۔ جیسے ؎

ہمان بن جان بن جانان بن ہ ونہٕ ژلہٕ شیٖن گلیٖہ بیہ بہار

خوش چھُ دُنیا خوش اگر تھاو ون دل ہ بوزِ وُنی لیٖدان اَنیہٕ آند بہ کیہٕ

وغیرہ (اتنا اچھا بن لہ لوگ عزیز رکھیں، سرما کے بعد پھر بہار آئیگی۔ وہ وقت ہو تو دنیا شادمان نظر آئے۔ سمجھنے والے پردوں میں چھپی بات بھی سمجھتے ہیں)

مہجور نے کشمیری شاعری کے مروجہ لب ولہجہ کو برتنے کے ساتھ ساتھ اسے ایک نیا لب ولہجہ دینے کی بھی کوشش کی۔ اب تک یہ لہجہ بیشتر انفعالی تھا اب اس میں فاعلیت بھی آگئی یعنی اس لہجہ میں نسائیت کے علاوہ مردانگی کا انداز پیدا ہوا۔ لطافت، نزاکت، بے چارگی، نیازمندی اور انکساری کے ساتھ گھن گرج، زور آوری، ولولہ انگیزی، جوشیلاپن اور خودداری کی مثالیں دیکھنے آئیں، جمال کے ساتھ جلال کے نمونے جگہ پانے لگے۔ یہ وقت کا تقاضا تھا اور مہجور کی خوش قسمتی تھی کہ اس نے اس تقاضے کا ساتھ دیا۔ یہ لہجہ مندرجہ ذیل جیسے اشعار میں خوب نمایاں ہوتا ہے ؎

اگر دِ ہناوِ بن لبتی گلُن ہُنز تراو زیر وبم   بُنئیل کرٕ واو گرِ گرایہ کرٕ طوفان پیدا کر
ماہ ِمو ہلس زیرِ وکس چمنس اندر ہ پنجہ دِتہ لتس لنجہ کُٹِ شہباز میون
منگہ ننگ تے مازٕ پانگ وقت گوٗ نوو دوراو ہ بس فرحت مشر زور آسن روزِ کے ونی کامیاب

(اگر تو پھولوں کی بستی کو جگانا چاہتا ہے تو طاؤس ورباب کو چھوڑ کر زلزلہ پیدا کر، آندھی لا، گرج چمک

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اور طوفان پیدا کر)

(زاغ و بوم کو چمن میں کون رہنے دے۔ انہیں میرا عقاب پنجہ مار کر پاش پاش کرے گا۔)

(منت و سماجت کرنے کا زمانہ گزر گیا اور نیا دور شروع ہوا۔ اب جس کے دست و بازو طاقتور ہوں گے وہی کامیاب رہے گا۔)

کلام مہجور کے خزانے میں چند ایسے آب دار موتی بھی پائے جاتے ہیں جن کی قدر و قیمت اپنے زمانے کے حدود کو پھلانگتی ہے اور ان کی آب و تاب کبھی ماند نہیں پڑ سکتی۔ ایسی نظمیں یا اشعار ان کی رمزیہ و ایمائی شاعری کے جیتے جاگتے نمونے ہیں۔ ان میں مہجور کا فکر و فن بڑی حسن و خوبی سے ہم آہنگ ہوتا نظر آتا ہے۔ اس قسم کے کلام کی مثالیں ہیں اُن کی نظم "پہاڑوں کی چوٹیاں جگمگائیں" کسی حد تک ان کی نظم "بچپن" اور "بلبل" اور "چاند" کے کچھ اشعار۔ ان کی غزلوں میں بھی ایسے اشعار تلاش کئے جا سکتے ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں دی گئی ہیں۔

نیٚہہ گٹہِ گوس بیدار کِنٛ کیٚژ بہ بولُن گوم ٭ زدُگم زرِوٛنٛد ہٰ یٲیو پَر تو ترٛوٚد سوٚنٛتہٕ کالَن

وٚوتہٕ شوٗ، یا متہٕ وادُ حُسنٕک موج تلُتھ گو ٭ اظہارتی کوٗر زلفہٕ چے تھرتھرایہ ونے کیٛا

لوٗ ہرتہٕ چھندر یٚمیٚر مسوٗل ونان چھےٚ وادس ٭ دامانہٕ میٚون یٚمی چھوٗل ستٕنٛ اُتھہ قرار آشیا

وادٕ صبحک سُلہ اوس لاران تیلہ وُنٛت کُنتام ژھارٲن ٭ خنٛدہٕ لوٚشو گُرِس جایہ جاے پایہ یارٕ میانہٕ یاوُن ولیہ

(منہ اندھیرے آنکھ کھلی تو ابابیلیں چہچہا رہی تھیں۔ سوچا شاید سرما کے دن کٹ گئے اور بہار آنے کو ہے۔)

(ہوا نے بحر حسن میں تموج پیدا کیا تو اک شور مچا۔ مجھے زلفوں کی تھرتھراہٹ سے اس کا اندازہ ہوا۔)

(اوس پڑی افسردہ مسول (ایک پھول کا نام) ہوا سے کہنے لگی کہ جس نے میری غیبت کی اُسے کبھی سکون حاصل نہیں ہوگا) اس شعر میں جو لطافت فن ہے وہ ترجمہ سے ہوا ہوتی ہے۔

(باد صبا منہ اندھیرے بڑی عجلت میں گھبرائی ہوئی کسی کو ڈھونڈ رہی تھی۔ راہ میں جن پھولوں سے گزری وہ اس پر ہنس پڑے۔ اے میرے سربلند محبوب)

مہجور کے کئی اشعار میں دعویٰ و دلیل کی خوبی ہے یہ چیز غنی کشمیری کے کلام کی خاص خصوصیت اور اس دور کے فارسی شعراء کے فن کی خاص پہچان ہے۔ دو ایک شعر ملاحظہ ہوں ۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

رٕچھنہٕ عاشہٕ متھن سٟتۍ رٕلان وٲدی لۮ غمگین　　　　منٛز پوشہٕ چمنن مھک کرٛوے شعلہٕ پٮ۪ٛ گلان

چھا اکثر پاک سیرت دوٗر روزان تٔھ ہایہ لوکو نش　　　　توٚے لوٚب کنہِ چھ رٕنٛز جاے پمپوش سرن انٛدر

(دکھی اور غمزدہ لوگ عیش و عشرت والوں سے نہیں ملتے جلتے اسی لئے پھولوں بھرے چمن میں گل لالہ نہیں کھلتا)

(حسن سیرت رکھنے والے لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہا کرتے ہیں۔ اسی لئے جھیلوں میں کنول ہمیشہ چھپے گوشوں میں کھلتے ہیں)

مہجورؔ کو خود اپنے کلام کی دو خصوصیات کا خاص طور پر احساس تھا اور ان پر ناز بھی۔ ایک اس کی جدت اور دوسری اس میں لوگوں کو خواب غفلت سے جگانے کی اہلیت۔ انہیں اس بات کا بہت افسوس تھا کہ ان کے کلام کی صحیح روح کو سمجھنے والے ان کے زمانے میں نہیں ملتے لیکن اس بات کا یقین بھی کہ ایسے لوگ بعد میں ضرور پیدا ہونگے۔

مہجورؔ کاشرٕ گاشہٕ ژٕ زونکھ نہٕ دُلسِتام　　　　یم زانہٕ نے تم وُنہٕ چھ نیٚے بوز کانٛہہ کلنٛہہ ناو[1]

(اے مہجورؔ اب تک کوئی کشمیری تجھے نہ پہچان سکا۔ تجھے پہچاننے والے ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ نہ سنا کہ کسی کسی نے جنم لیا ہے)

یہ شعر ۱۹۵۸ء سے پہلے کا ہے۔ جب تک کشمیری زبان و شاعری مصنفہ عبدالاحد آزاد اشاعت پذیر نہ ہوئی تھی۔ ورنہ شاید انہیں یہ شکایت نہ ہوتی۔ رہا سوال ان کے بعد انہیں پہچاننے والوں کا اسکا جواب آپ جیسے مقالے دے سکتے ہیں۔

---

[1] کلیات مہجورؔ (مطبوعہ کلچرل اکادمی) میں یہ مصرعہ یوں درج ہے۔

یِم زانہٕ نے تم وُنہٕ چھ زٕ نے بوز کانٛہہ کانٛہہ زاو

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مہجور کا ایک وژن۔ تجزیاتی مطالعہ

رسول میر سے لے کر مہجور تک کئی نامور شعراء نے اکثر و بیشتر غزل / وژن کی صنف میں عشقیہ جذبات کا اظہار کیا ہے۔ یہ جذبات بالعموم کرب انتظار، تپش آرزو، شوق وصل اور غم جدائی پر محیط ہیں، تاہم مجموعی طور پر ماضی کی عشقیہ شاعری میں اندوہ، ہجراں ایک پر سوز فریاد (وداکھ) بن کر ابھرتا ہے، اور پوری شعری فضا پر چھا جاتا ہے، فریاد کی یہ لے کبھی شاعر کی ذاتی آواز بن کر ابھرتی ہے اور کبھی ایک فراق زدہ فرضی نسوانی کردار کی روح کی چیخ میں ڈھل جاتی ہے، اس نوع کی شاعری اردو میں گیتوں یا بارہ ماسہ کی صورت میں ملتی ہے، ایسی شاعری میں شاعر اپنے ذاتی دکھ درد کا بے تکلفانہ اظہار کرتا ہے چونکہ اس کی آواز میں سچائی اور خلوص ہوتا ہے اس لئے وہ تاثیر رکھتی ہے، اور لوگوں کے دلوں کو گداز کرتی ہے، لیکن بغور دیکھا جائے تو ایسی شاعری بعض عمودی شعری اوصاف یعنی موزونیت یا تشبیہ و استعارہ کے عنصر کے باوجود بین کرنے کے انداز، یا گریہ کاری یا مجلس عزیٰ کے ذاکر کی تقریر سے مختلف نظر نہیں آئے گی، اس لئے اسکی شعری بالیدگی مشتبہ رہے گی

کسی شخصی سانحے، خواہ وہ مرگ عزیز یا دوری حبیب سے ہی متعلق کیوں نہ ہو، سے متاثر ہو کر اپنے زخم خوردہ جذبات کا بیانیہ اظہار شعری ترفع کے حصول سے کوسوں دور رہتا ہے، شاعری شعوری طور پر سوچے گئے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

یا محسوس کیے گئے خیالات یا جذبات کا اظہار نہیں، شاعر کا ذہن خارجی حالات سے متصادم ہو کر اپنی پوری آزادی اور زرخیزی کو برقرار رکھ کر، اپنے داخلی ردِعمل، جو پوری شخصیت کا جوہرِ لطیف ہے، کو سیمیائی نمود میں شناخت کرتا ہے اور اسے حیاتی پیکروں میں سمو دیتا ہے۔ تخلیق کے اس پیچیدہ اور لاشعوری عمل میں وقتی جذبات کا قطعی اخراج ہوتا ہے اور جو نظم/شعر معرضِ وجود میں آتا ہے وہ فوری نوعیت کے محرکات و عوامل سے ماورا ہو جاتا ہے، ایسی نظم جذبے کی افراط و تفریط سے نہیں، بلکہ اس کی تنظیم سے علاقہ رکھتی ہے، ورڈس ورتھ کی موسمی نظمیں ہوں یا میر اور غالب کی غزلیں، وہ تخلیقی عمل کے اسی طریقے کی پابند ہیں، اس تناظر میں دیکھئے تو کشمیری کی عشقیہ شاعری کا اکثر حصہ شعراءِ کا ذاتی نوحہ بنکر رہ جاتا ہے، جو شعری وقار سے محروم ہے، یہ ضرور ہے کہ رسول میر، حبہ خاتون، شمس فقیر، صمد میر اور احمد ہوبی کی غزلوں کے بعض اشعار عشقیہ جذبے کے بجائے عشقیہ تجربے کی پیکر تراشی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور کشمیری ذہن کی خلاقی کا ثبوت دیتے ہیں۔ مہجور کے یہاں بھی ایسے اشعار ملتے ہیں۔

اُن کی غزلوں کا بنیادی موضوع بھی عشق ہی ہے، یہ اُن کے یہاں تب و تاب آرزو بن جاتا ہے، لیکن جو خوبی عشق کے برتاؤ میں انہیں متقدمین سے ممیز کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ ان کے یہاں عشق ذاتی نوحہ یا فریاد بن کر نہیں رہ جاتا بلکہ یہ اپنی تشکیلی صورت میں جذباتی وفور کی تہذیب کا باعث بن جاتا ہے۔ یعنی اُن کے یہاں یہ جذبہ شاعری میں معروضی پیکر میں ڈھلتا ہے اور جمالیاتی تشخص حاصل کرتا ہے، اس سے بھی زیادہ معنی خیز بات یہ ہے کہ عشق ان کے پورے تخلیقی وجود کو متحرک کرتا ہے اور تخلیقِ شعر کا بنیادی محرک بن جاتا ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عشقیہ جذبہ مہجور کی داخلی زندگی کی گہرائیوں میں اتر کر شعور اور لاشعور کی حدِ فاصل کو پگھلا دیتا ہے، اور تخلیقی سوتوں کو جگاتا ہے، اس طرح سے وہ اس جذبے کا راست اور یک سطحی اظہار نہیں کرتے، بلکہ "ماورائے سخن بھی ہے اک بات" کے مصداق اس جذبے سے نہ جانے اور کتنے خوابیدہ یا بیدار جذبوں کو متحرک کرتے ہیں اور ایک وحدت میں سمو دیتے ہیں، یہ کہنا غلط نہیں کہ وہ تخلیقِ شعر کے عمل میں جذبے کے بجائے وقوعوں اور پیکروں سے زیادہ نسبت رکھتے ہیں جو جذبے کے متنوع رنگوں کی تجسیم کاری کرتے ہیں اور قاری کو حیرت اور مسرت سے ہمکنار کرتے ہیں، غالب نے لکھا ہے:

ہے مشتمل نمودِ صور پر وجودِ بحر
یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مہجور کے ہاں تخیل کا جواز بھی "نمود صور" ہی میں ملتا ہے نہ کہ "قطرہ و موج و حباب" میں۔ ظاہر ہے کہ ان کے یہاں جذبۂ عشق اگر کوئی اہمیت رکھتا ہے تو اس بنا پر کہ یہ ان کے یہاں تخیلی پیکروں کی نمود کا باعث بنتا ہے۔ پیکروں کی یہ جلوہ گری طلسم کاری ہے اور ان کی شخصی زندگی سے لاتعلق ہو کر ایک آزادانہ تخلیقی تفاعل بن جاتی ہے۔ اس کی ایک عمدہ مثال وہ غزل (چھ مصرعی غزل) ہے جس کا ٹکراری مصرع "جانے تم کر ڈیر پرستانن منز" ہے۔ پہلا شعر یہ ہے۔

ولسو بے کیا ملالہ روٹ جانانن　　　جانے تم کر ڈیر پرستانن منز

دلکہ حال کیا باوِ غارزانن　　　جانے تم کر ڈیر پرستانن منز

اس شعر میں ایک فراق نصیب عورت سامنے آتی ہے، جو اپنی سہیلی سے مضطربانہ لہجے میں پوچھتی ہے کہ اس کے محبوب نے کس خفگی کی بنا پر پرستانوں میں اپنا ٹھکانہ بنا لیا ہے۔ وہ انجانوں کو حال دل کہنے سے معذور ہے۔ شعر کا نسوانی کردار محبوب کی لاتعلقی کا ذکر عمومی انداز میں نہیں کرتا ہے بلکہ لفظوں کے سیاق سے ایک تخیلی صورت حال کو خلق کرتا ہے۔ عورت تنہائی میں اپنی محرم راز سہیلی سے مخاطب ہے۔ اس کے انداز تخاطب یعنی "ولسو" کے ساتھ "سو بے" کے اضافے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شکووں سے بھری بیٹھی ہے مگر اغیار سے حال دل کہنے کے بجائے اپنی سہیلی سے خطاب کرتی ہے۔ وہ اس سے بھی کھل کر حال دل نہیں کہتی صرف محبوب کی خفگی کا سبب جاننا چاہتی ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اس کے محبوب نے اپنا مستقر پرستانوں میں بنا لیا ہے۔ شعر میں "پرستانن" (پرستانوں) کی معنی خیزی توجہ طلب ہے۔ محبوب گوشت پوست کی عورت کے بجائے کسی پری کو دل دے بیٹھا ہے اور وہ پرستانوں سے جہانِ آب و گل میں مراجعت کرنے پر رضامند نہیں۔ ممکن ہے کہ اس نے انسانوں میں حسن یا وفا کی کمی کے پیش نظر پریوں کا انتخاب کیا ہو۔ "پرستانن" کے استعمال سے شعری صورت حال ماورائی بلندی کو چھوتی ہے اور رومانی سحر کاری کے دروازے کھلتے ہیں۔ شعر کی تخیلی تشکیل میں "غارزانن" (انجانوں) کا استعمال بھی تقویت دیتا ہے۔ شعری کردار کے لئے اپنے بھی انجانے ہو گئے ہیں۔ یا وہ ایک ایسی جلاوطنی کی زندگی گذار رہی ہے جہاں سوائے ایک دوست کے جو اس کی ہمراز بھی ہو سکتی ہے اس کا کوئی شناسا نہیں ہے۔ وہ اپنے حال دل کو لب اظہار تک نہ لاتے ہوئے بھی محبوب کی بے وفائی سے پیدا شدہ تنہائی، رشک، ذات گزینی، اضطراب اور محرومی کے جذبات کا احساس دلاتی ہے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

دوسرے شعر

یار درا و ہیہر نہ پوشہ مآدانن — ساتھ بیوٗسہ ارغوانن منشہ

پوشو رنگ روٗٹ آنن فانن — جاے تمو رٹ پرستانن منشہ

میں محبوب کے گل گشت اور ارغوانوں کے ساتھ ہم نشینی کا ذکر ہے۔ ٹیپ کے مصرعے یعنی "جاے تمو رٹ......" سے وہی فراق زدہ عورت سامنے آتی ہے جو پہلے شعر میں مخاطب ہے۔ اس شعر میں محبوب کی شخصیت کو جادو کا اثر حاصل ہوتا ہے۔ وہ گل پوش میدانوں (پوشہ مآدانن) کی سیر کرتا ہے اور ارغوانوں کی صحبت پسند کرتا ہے۔ اس کے سیر گل کا یہ کرشمہ دیدنی ہے کہ پھولوں نے آناً فاناً (آنن فانن) رنگ اختیار کیا یعنی پھولوں کا رنگ بھی آمد محبوب ہی کا نتیجہ ہے ورنہ اس کے آنے سے قبل پھول بے رنگ تھے اور باغ میں ایک نیم یا بے رنگی کا اک دوسرے والا عالم تھا۔ شعر میں ایک مثالی محبوب ابھرتا ہے۔ جو جادوئی اثر رکھتا ہے۔

سونہ درائے ژٹہ گمبر سازو سامانن — سنز کران آسہ روپہ خانن منشہ

یاونکہ مہدو آیہ عشقہ طوفانن — جاے تمو رٹ پرستانن منشہ

اس شعر میں داستانوں کی حسینہ سامنے آتی ہے۔ وہ مست شباب ہے اور تزئین حسن کے لئے آرائشی سامان کی دیوانی ہے۔ وہ حسن کدوں میں تیاری میں مصروف ہے۔ آرائش جمال سے جنوں کی حد تک شیفتگی اور غرور شباب اسے پرستان کے خوابوں کی حسینہ کی دلکشی اور چمک عطا کرتا ہے لیکن بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی۔ داستان کا انٹی کلائمکس اس وقت آتا ہے جب وہ عشق کے ہاتھوں بے بس ہو جاتی ہے۔ شاعر نے "یاونکہ مہد" اور "عشقہ طوفانن" کے حیاتی پیکروں سے اسکی مصوری کی ہے۔ شعر میں جس داستانوی کردار کو ابھارا گیا ہے وہ خود وژن کے شعری کردار یعنی فراق نصیب عورت کا معروضی متلازمہ ہو سکتا ہے۔ اس طرح سے یہ وژن روایتی غزل کی منتشر خیالی کے الزام سے بچ جاتا ہے۔ کیونکہ پہلے شعر کے پس منظر کے لئے بقیہ اشعار پیش زمین کا درجہ حاصل کرتے ہیں اور ٹیپ بیت کا کام کرتے ہیں اور وژن ایک تجرباتی وحدت سے متصف ہو جاتا ہے۔

اگلے شعر

داش بیلہ کوڈ تمی زلفہ پیچانن — گوشس نوٗ نہ ژور دردانن منشہ

مشک دار واد زاو منشہ گلستانن — جاے تمو رٹ پرستانن منشہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

یہ چند بادو فی الحے روشن ہو جاتے ہیں۔ شعر کی کا مطلب ہے کہ جب اس حسینہ نے زلف پیچاں کھولے، تو روشنی "منڈانوں" میں مستور ہو گئی یہ منڈانے، دو معنی ہو سکتے ہیں جو اس کے کانوں کے جڑاؤ بندوں میں لگے ہیں یا زیر آب صدف پوش ہیں۔ روشنی کا منظر کو چھپ جانا اور فضائے عالم کا تاریک ہونا دلچسپ تخیلی وقوعہ ہے۔ ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ زلف پیچاں کے کھلنے اور اس سے مس ہونے کے نتیجے میں ہوا مشکبار ہو گئی ہے اور "گلستانوں" میں داخل ہو گئی، شاید پھولوں کو جو اپنی خوشبو پر نازاں ہیں، یہ بتانے کے لئے کہ خوشبوئے زلف "چیزے دیگر" ہے۔ یا اس لئے کہ ہوا کو خوشبوئے زلف سے مانوس ہونے کے بعد گلستانوں کے سوا اور کہیں رہنے کو جگہ نہیں رہی، گلستانوں کی معطر فضا ہی اب اس کی نازک دماغی کی قدر کر سکتی ہیں۔ بہر حال شعر میں "ژاو" (داخل ہوا) کا علاوہ سا لفظ تلازمی کیفیت سے معمور ہے۔

بیٹھے ناز مہ ہو چھیں گن مسایہ ہائن | پادشاہ دوہن پاسبانن منز
اُتھ بِ آواہ تعدد ماد کاہ بائن | جانے نمہ رگی پرستانن منز

اس شعر میں بھی مرتع و گیسو کی مثالی خوبصورتی جھلکتی ہے۔ محبوبہ کے روئے ناز کو "گیسو کے سائبانوں" تلے ماہ تاباں کے استعاراتی پیکر کی مدد سے دکھایا گیا ہے۔ شعر کا طور پر استعاراتی ہے گیسو کے سائبان، بادشاہ پاسبان، نصف شب اور ماہ تاباں سے استعاروں نے نور و سایہ میں لپٹی ہوئی الف لیلوی داستان کا منظر نامہ تخلیق کیا ہے۔ اور اب اگلا شعر۔

چھپ ژُنگن کوہ بیابانن | حاران گیس ویرانن منز
گباگت ہتہ ہو ژُ مشیانی پانن | ہاے نمہ رگی پرستانن منز

یہاں پھر انسانی کردار مخاطب ہے، یہ وہی فراق نصیب عورت ہے جو پہلے شعر میں اپنی سہیلی سے مخاطب ہے اس شعر میں اس کا تخیلی وجود زیادہ متشکل ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی سرگزشت سناتی ہے، وہ کہتی ہے کہ وہ جنگلوں پہاڑوں اور بیابانوں میں پھرتی رہی۔ وہ ویرانوں میں حیرت زدہ ہو گئی اور کیا کیا دُکھ اسے جھیلنے نہ پڑے۔ "حاران گیس" اور "گباگت ہتہ" میں سا ابہام ہے، مجموعی طور پر اس شعر میں پیکر تراشی کا عمل علامتی نوعیت میں بدل جاتا ہے اور غزل کی معنویت دوچند ہو جاتی ہے۔ جنگل اور کوہ و بیابان، ذہنی ویرانی، سماجی جبریت، تنہائی، تلاش، ہجر و فراق اور عذاب

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کے معانی پر محیط ہو جاتے ہیں۔

ان چند اشعار کے تجزیے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہجور نے اپنے اکثر متقدمین کی مانند جذبۂ عشق کی راست ترسیل نہیں کی ہے، ان کی استعاراتی بازآفرینی کو ملحوظ رکھا ہے، وہ غالب کی طرح قطرہ و موج و حباب کی سبے معنویت سے آگاہ ہیں اور ورڈس ورتھ کی طرح وجود کبریٰ سے نمودِ صور سے ذہنی مناسبت رکھتے ہیں۔ اُن کے یہاں حامل عشق رشک و آہ نہیں، بلکہ پیکر ہائے جمیل ہیں، اور یہ عمل ایک سچے شاعر کی پہچان ہے۔

یہ ضرور ہے کہ مہجور کے محولہ بالا وژن میں عشق، عورت کی خوبصورتی یا غم جدائی سے بات آگے نہیں بڑھتی، یعنی حیات و مرگ کے گمبھیر مسایل سے تعرض نہیں کرتا، لیکن اس سے اس کے فنی وجود کی معنویت ہرگز کم نہیں ہوتی۔ مہجور نے، جیسا کہ سطورِ بالا میں ذکر ہوا، فن کے چند ناگزیر مطالبوں کو پورا کر کے وژن کو فنی استحکام عطا کیا ہے۔ انہوں نے فن کے لئے شخصی عنصر، استعاراتی عمل، پیکر تراشی اور اجمال پسندی سے کام لے کر ایک عمدہ فن پارہ تخلیق کیا ہے۔ یہ بات کم اہمیت نہیں رکھتی کہ زیرِ نظر فن پارے میں حسن و عشق کی آویزش انسان کے باطنی تضاد کا استعارہ بن جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ان کا یہ خلاقانہ انداز پوری غزل یا دوسری غزلوں کے اشعار میں تمام و کمال قایم نہیں رہتا۔ اُن کے متعدد اشعار ایسے ہیں جو جذبے کا راست اظہار ہیں اور ان کی سطحی اور تعمیم زدہ لفظوں کی لپست سطح کو چھوتے ہیں، تاہم اُن کے بعض اشعار ایسے ضرور ہیں جو ان کے فنی شعور کی گہرائی کے مظہر ہیں۔

اس وژن کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں مہجور کے رومانی ذہن کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے۔ رومانی فنکار حقیقت کی سنگلاخی سے کنارہ کش ہو کر تخیل کی دور افتادہ گلپوش وادیوں میں گوشہ گزیں ہو جاتا ہے۔ وہ مثالی حسن کا پرستار ہے۔ مہجور نے اس وژن میں پرستانوں، گلپوش میدانوں، آئینہ خانوں، زلف پیچاں، دلربانوں، بادشاہ و پاسباں اور کوہ و جنگل کے استعاروں سے ایک رومانی دنیا بسائی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس دنیا میں افسردگی اور اضطراب کے سائے بھی ہیں، مگر یہ سائے روح فرسا تاریکی میں بدل نہیں جاتے۔ مہجور عشق اور رومان کی اس روایت کے شاعر ہیں جو ان کے عہد تک آتے آتے اپنے نقطۂ آخر کو پہنچ گئی تھی۔ اور ان کی موت کے ساتھ ہی رو بہ زوال ہو گئی۔ نتیجے میں وہ اُس دہشت ناک شعور سے محروم رہے جو ان کے بعد آنے والے خود آگاہ شعراء کے وجود کو پارہ پارہ کرتا ہے۔

یہ پارہ پارہ کرے اور وہ اڑائے جائے ۔۔۔ جو فرق ہے تو ہوا و ہنر میں اتنا ہے

(ظفر اقبال)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

شفیع شوق

مہجور کی شاعری کا اساطیری ماحول

مہجور اس زمانے میں لکھ رہے تھے جب جدید علوم کی بے رنگ دھوپ میں اساطیر کی تہدار اور رنگ بستہ پرچھائیاں زندگی کے ہر پہلو میں مٹ رہی تھیں۔ ادھر کشمیری شاعری کی صدیوں پرانی روایات اپنی انتہا کو پہنچ کر بانجھ ہو چکی تھیں اور ان کی حدود کے اندر کسی اصلیت (ORIGINALITY) کے امکانات بھی ختم ہو چکے تھے۔ چونکہ مہجور ہر اچھے شاعر کی طرح زمانہ شناس تھے اور زمانے کا تقاضا یہ تھا کہ شاعر مافوق الفطری اور مابعد الطبیعیاتی عالم سے نکل کر اپنی آس پاس کی دنیا کی سکونت اختیار کر کے اسی دنیا کے مسایل کو اپنی شاعری میں پیش کرے۔ ایسی حالت اچھے شاعر کو ہمیشہ آزمایش میں ڈالتی ہے۔ کیونکہ آس پاس کی عام حقیقت عام نگاہوں میں بہت ہی عامیانہ اور بے رنگ معلوم ہوتی ہے۔ شاعر کیلئے یہ ایک امتحان سے کم نہیں ہوتا ہے کہ وہ اس عامیانہ اور بے رنگ زندگی کو کسطرح غیر عامیانہ اور رنگبستہ بنا سکے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ایسی حالت میں اچھی شاعری وجود میں نہیں آسکتی کیونکہ شاعری ہمیشہ عقلیت کی ضد ہوتی ہے۔ لیکن یہ سراسر ایک وہم ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ سائنس کی ترقی اور مقبولیت کے ساتھ ساتھ شاعری متروک ہونی چاہیئے۔ شاعری کا مستقبل ہے اور یہ سائنس کی ترقی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کے دوش بدوش اپنی طرحیں بدلتی رہے گی (یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ترقی کرے گی کیونکہ شاعری میں ترقی نہیں ہوتی) اور انسان کی رنگ بدلتی جمالیات کو پیش کرتی رہے گی۔ البتہ یہ ایک لازمی شرط ہے کہ حسیاتی عقلی سطح پر مکمل ہونے کے ساتھ ساتھ جذباتی سطح پر بھی مکمل ہو۔

مہجور ایک اچھا شاعر تھا۔ وہ اس طرح کہ وہ اپنی زبان کی کھوئی ہوئی معنوی قوت کو پھر سے بحال کرسکا اور اسمیں نئی قوتیں تلاش کرسکا۔ "گریسہ کور" (کسان کی بیٹی) مہجور کی ایک پیاری نظم ہے اور یہ نظم مہجور کی شاعری کی کئی خصوصیات کی نمایندگی کرتی ہے۔ اس نظم کا واحد اور خاموش کردار کسان کی بیٹی ہے جو ایک طرف کشمیری شاعری کی روایت سے ہٹ کر کوئی شہزادی یا پری نہیں بلکہ کسی گاؤں کی ایک غریب اور لاچار کسان کی بیٹی ہے جو محنت کش ہے، بناؤ سنگار نہیں جانتی کھیتوں میں مردوں کے ساتھ کام کرکے بھی حیا کا دامن تھامے ہوئے ہے۔ غرض وہ کئی طرح سے ایک آدم زاد مخلوق ہے لیکن مہجور ایک شاعر کی حیثیت سے اس آدم زاد کو انہی عام خاصیتوں میں قید نہیں رکھ سکتا کیونکہ اس صورت میں شاعری ہو ہی نہیں سکتی۔ شاعر کی دید آگہی (VISION) اس لڑکی کو عام زندگی سے آزاد کرکے کئی غیر مانوس رنگ بھی بخشتی ہے۔ شاعر اس کسان کی بیٹی کے ماحول کو اسطرح سے پیش کرتا ہے۔

پوشہ وینہ باغچ پوشہ گوندری ییے
گرٛیسی کوٗرٛی نازنین سونٛدرٛی ییے
سونٛرگچھ ہیمالی قاپچ پرٛی ییے
گرٛیسہ کوٗرٛی نازنین سونٛدرٛی ییے
آزاد وینہِ چی پوشے ٹھرٛی ییے
مُشکہ سِتی ٹوٗرٛی کُمی برٛی ییے
ستہ رنٛگ نخشی گُمہ رنٛگہ مرٛی ییے
گرٛیسہ کوٗرٛی نازنین سونٛدرٛی ییے

(کسان کی بیٹی! تو ایک سدا بہار باغ کا گل دستہ ہے، تو جنت کی (ہوا) ہے۔ یا کوہ قاف کی پری تو ایک

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

آزاد جنگل کی جھاڑی ہے۔ کس نے تیرے پھولوں میں یہ خوشبو بھر دی۔ یہ کس رنگ ساز نے تجھے سات رنگ بخشے ہیں ؟)

واضح ہے کہ یہ کشمیر کا کوئی منظر نہیں ہے اور کسی دوسرے ملک کا منظر بھی نہیں۔ شاعر کا تخیل باغِ جنت اور کوہِ قاف کو اپنے داخلی جغرافیہ میں دیکھتا ہے۔ ورڈس ورتھ کی ایک نظم کے کردار SOLITARY REAPER کی طرح مہجور کی "کسان کی بیٹی" بھی فطری ہو کر بھی ایک مافوق الفطری کردار بنتی ہے۔ اساطیر کے گھنے رنگ شاعر کے لاشعور میں سے نکل کر آس پاس کی روایتی حقیقت پر چھا جاتے ہیں اور ہر ایک چیز کو رنگ لیتے ہیں۔ اس عمل میں استعارہ بہت کام آتا ہے۔ مہجور کا استعارہ کسان کی بیٹی کو زیادہ سے زیادہ روشنی کی طرف بھی لا سکتا تھا اور اسے زیادہ سے زیادہ حقیقی بھی بنا سکتا تھا لیکن اس کے برعکس استعارہ اسے زیادہ سے زیادہ حقیقت سے دور لیجا کر پُر اسرار اور مدھم جنگلوں کی طرف کھینچتا ہے۔ وہ پہاڑیوں کے اوپر شادی بیاہ کے گیت گاتے چلتی ہے اور موسیقی کی پریاں اُسے مرحبا کہتی ہیں۔ اس نے زیورات کے بدلے اپنے سارے جسم پر پھول سجائے ہیں۔

"گرہسی کور" نظم کی طرح مہجور کے تمام گیتوں اور غزلوں میں یہ MYTHOPOEIA خاصیت نمایاں ہے۔ یہ اس کی اسطور سازی ہے جو اس کی شاعری کو عصری اور نثری "حقیقی" زندگی سے وابستہ رکھ کر بھی دائمی اور شاعرانہ جلال بخشتی ہے۔ شاعری تب تک شاعری نہیں ہو سکتی جب تک اس میں اسطور سازی نہ ہوئی ہو۔

RICHARD CHASE نے اس خیال کو اس طرح پیش کیا ہے۔

"شاعری کیلئے اسطور ایک ناگزیر زیریں ہیئت (SUBSTRUCTURE) نہیں ہے۔
اسطور کیلئے شاعری ایک ناگزیر زیریں ہیئت ہے۔"لہ

بشریات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ قدیم لوگوں کی سوچ کس طرح خالص شاعری تھی۔ شاعری لئے لئے سائنس بھی تھی اور مذہب بھی، طب بھی اور جادو بھی۔ بعد میں جوں جوں عام انسان نے شاعری میں سوچنا چھوڑ دیا اور وہ عقل پرست بنتا گیا عام بول چال کی زبان سے بھی اسطوری رنگ جاتا رہا اور پھر اسطور کے

لہ NOTES ON THE STUDY OF MYTH

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اظہار اور ترسیل کیلئے ایک ہی وسیلہ رہا یعنی شاعری۔ شاعری زبان کی اسطوری معنویت محفوظ رکھتی ہے اور نئے نئے اساطیر کو جنم دیتی ہے۔ البتہ اب یہ بالکل ناممکن ہے کہ کسی شاعر کی اختراع کی ہوئی اساطیر اسطرح سے مقبول ہو جائیں اور اجتماعی عقیدے کا حصہ بن جائیں جسطرح قدیم زمانے میں ہوتا تھا۔ ہمارے زمانے کے شاعروں کی اساطیر انکی ذاتی اساطیر ہی رہتی ہیں اور ان کے معنی انکی شاعری کے اندر ہی ممکن ہیں۔ یہ ایک تیسرے درجے کے شاعر کا کام ہے کہ وہ اجتماعی مروجہ اور معروف اساطیر کو اپنی شاعری میں اس معنی کے ساتھ پیش کرے جس معنی میں وہ عوام میں صدیوں سے مقبول ہوں۔ مثلاً ہمارے کئی شاعروں نے "اکہ نندن" (کشمیری لوک ادب کی ایک مشہور تمثیل) کو پیش کیا ہے مگر اس تمثیل کو پیش کرنے میں شاعروں کا کمال زیادہ سے زیادہ صرف یہ رہا ہے کہ کس شاعر نے کس بحر اور کن الفاظ کو استعمال کیا ہے۔ شاعری صرف بحر قافیہ اور الفاظ کا استعمال نہیں ہے۔ اسطرح کچھ شاعروں نے "ہی مال" اور "ناگ رائے" کی کہانی کو پیش کیا ہے۔ اسطور کے اسطرح استعمال کرنے میں شاعر کیلئے اپنی انفرادی صلاحیت کو کام میں لانے کی زیادہ گنجائش ہی نہیں۔ اور پھر کسی مروجہ اسطور کو بار بار پیش کرنے سے اس کی جاذبیت اور معنی آفرینی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس مروجہ اور معروف اسطور کو ذاتی تجربے میں ڈھال کر بھی پیش کیا جا سکتا ہے مثلاً ULYSSES کی تمثیل کو سب سے پہلے ہومر نے اور پھر مشہور انگریزی شاعر شیلے نے اور ہمارے عہد میں عظیم ناول نگار جیمز جوائس نے ناول کی صورت میں پیش کیا ہے۔ ان سب تخلیقات میں یولیسز کی تمثیل محض ایک وسیلہ یا VEHICLE رہتی ہے نہ کہ کہانی برائے کہانی۔ جب تک کوئی تمثیل ذاتی تجربے میں ڈھل نہیں جاتی تب تک ادب میں اس تمثیل کی کوئی قیمت ہی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی فن پارہ اسطور کا نتیجہ ہو اور اسطور خود فن پارے کا تجربہ نہیں تو ہم فن پارے کو نظر انداز کر کے اسطور میں ہی دلچسپی لینے لگتے ہیں اور یہ شاعری کی ناکامی ہے۔

مہجور نے اپنی شاعری میں کئی جگہ مروجہ اور معروف اساطیر کو پیش کیا ہے۔ مثلاً

کامہ دِو کرِ ساٰل ڈل لگہٕ م شبس گژھہ تیل بل
درشنس آیس اندر پمپوش لاٰگتھ پرٛارِ ہا

دیکھتے ہیں "کام دیو" یعنی EROS آج رات کو جھیل ڈل کی سیر کیلئے جا رہا ہے۔ میں اسے دیکھنے کے لئے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کنول (کا پھول) بن کر پانی میں محو انتظار رہوں گا)

احبہ راتھ بو گرِ دراِیس ونہ ونہ ناگی رالیس

لانی زالہا وسلنے آلیس

پوشہ متہ جانا نو

(میں آدھی رات کو گھر سے نکلی تاکہ میں ناگی رائے یعنی سانپوں کے دیوتا کے گیت گاؤں۔ مجھے قسمت کے جال نے گھیر لیا ہے۔ پھولوں کے دیوانے سن)

چھس زلیخا ونہ پتھ لارِ گنڈھ مائے

شاہ یوسف یہ نا یاون رائے

بیییہ اکہ لٹہ گژھ ملِہ ژارو ہو

نو بہارو میانہ لو لو پارو ہو

(میں زلیخا کی مانند راستے میں ان کی راہ دیکھ رہی ہوں۔ کاش حسن کا بادشاہ یوسف میری طرف آئے پھر ایک بار ہم ایک دوسرے سے مل جاتے)

دلیشو بیہ کیا ملالہ روٹ جانانن

جائے گو عرث پرستانن منز

(سکھی میرا جانِ جاناں پریوں کے دیس میں جا بسا کیوں وہ مجھ سے روٹھ کے چلا گیا۔)

ان سب مثالوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ اساطیر فن پارے پر غالب ہو کر خود ہی دلچسپی کا باعث نہیں بنتیں بلکہ یہ اشعار کے معنی میں کسی نہ کسی طرح سے اضافہ کرتی ہیں۔ چنانچہ مہجور ایک نغماتی LYRICAL شاعر تھا لہذا اُسکی شاعری میں ہم معنی کی پیچیدگی اور کثیر الجہتی کی امید نہیں کر سکتے۔

روایتی اور معروف اساطیر کو اپنے ذاتی تجربوں کا وسیلہ بنانے کے علاوہ مہجور عام طور پر اساطیر کی مدد ایک اور طریقے سے بھی حاصل کرتے ہیں۔ جسکی طرف میں پہلے ہی اشارہ کر چکا ہوں۔ یعنی وہ ذاتی اساطیر وضع کرتا ہے۔ وہ آس پاس کی عام اور معروف اشیاء کے رنگ و بو اور سائز میں نہ الجھ کر اشیاء میں پوشیدہ قوت کو

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

محسوس کرتا ہے۔ یہ قوت درحقیقت شاعر کے ذہن میں ہوتی ہے، لیکن شاعر اسطرح سے اسے اشیاء کے اندر دریافت کرتا ہے کہ یہ قوت ان اشیاء کی ایک لازمی خاصیت معلوم ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں غیر فطری چیزیں بھی فطری محسوس ہونے لگتی ہیں۔ عام لوگ جہاں چیزوں کی قریبی خاصیتوں مثلاً رنگ، بو، جسامت، حرکت اور ہیئت پر ہی اکتفا کرتے ہیں، ایک اسطور ساز شاعر ان خاصیتوں سے پرے بھی دیکھنے کی کوشش کرتا ہے اور ان کی پوشیدہ روح کو سامنے لاکر انہیں ایک قریبی خاصیت کی صورت میں پیش کرتا ہے یہ پوشیدہ روح کولرج کی اصطلاح میں "NATURA NATURANS" ہے۔ ایک شے کی شاعرانہ حقیقت ہے جو عام لوگ محسوس نہیں کرسکتے کیونکہ یہ اشیاء زیادہ مشاہدے کی وجہ سے مُردہ اور بے کشش بن جاتی ہیں۔ شاعر ان ہی معروف اور عام مشاہدے کی چیزوں کو اسطرح پیش کرتا ہے کہ پڑھنے والا محسوس کرنے لگتا ہے کہ جیسے اس نے ان چیزوں کو پہلی دفعہ دیکھ لیا ہو۔

تھزرِ پیٹھ چھس نظراہ نژاوان
باغس کُن ژھِتھ راوان چھُس
روشہ روشہ نیران وُچھ منے پوشہ کاروان

(میں نے جب اونچائی سے باغ کی طرف دیکھا تو یہ دیکھ کر حیران و پریشان ہوا کہ پھولوں کا کارواں دھیرے دھیرے رخصت ہو رہا تھا۔)

تمہِ نورٕ روشن گژھِ آکاشس	گلالہٕ لولِ چہ مشالہِ زالن
شنگرمالن پیو پراگاشس	مس وُگل شبنمک مس بھرِ پیالن

(گلِ لالہ اپنی مشعلیں روشن کرلیگا جنکے نور سے سارا آکاش چمک اٹھے گا۔ نرگس شبنم کی شراب پیالوں میں بھر رہی گی کہسار کی چوٹیاں منور ہوچکی ہیں)

زونم مئے وند سوریو پرتو ژو وشونت کالن[2]	نیہ کتہ گوس بیدار کنن ژھ یولن گوم

---

[1] کلیات مہجور (مرتبہ محمد یوسف ٹینگ) میں یہ مصرع یوں درج ہے۔ "یمبرزل شبنمک مس پھرِ پیالن" (ادارہ)

[2] "کلیات مہجور" (مطبوعہ کلچرل اکیڈیمی) میں یہ مصرع یوں درج ہے۔

زونم زٕوند سوریو دپرتو تژو وشونت کالن (ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(صبح کی مدھم روشنی میں جب میری آنکھ کھلی تو میں نے ابابیل کی چہک سُنی۔ میں نے یہ جان لیا کہ سرما بیت گیا ہے اور بہار آ چکی ہے)

ایک سچے شاعر کے سامنے چیزوں کی اس فلسفیانہ تقسیم کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی جسکے مطابق فطری دنیا الگ ہے اور مافوق الفطری دنیا الگ۔ مثلاً پھول، پتھر، پودے، پہاڑ، دریا، گھاس وغیرہ الگ ہیں اور بھوت پریت، جن، پری، دیو وغیرہ الگ ـــ شاعری میں یہ تقسیم و تفریق مٹ جاتی ہے۔ حال ہی میں مشہور ماہر اسطوریات اور بشریات جوزف کیمپ بیل (JOSEPH CAMPBELL) نے اپنے ایک انٹرویو میں اسطوریات کی ایک جامع اور خوبصورت تعریف پیش کی ہے، جسکا حوالہ دے کر بات اور واضح ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا ہے

"A. MYTHOLOGY IS A SYSTEM OF IMAGES THAT INCORPORATES A CONCEPT OF THE UNIVERSE AS A DIVINELY ENERGISED AND ENERGISING AMBIENCE WITHN WHICH WE LIVE" (SPAN, MAY 1983)

ایک اسطور ساز شاعر کے سامنے پھر یہ دنیا ساکن اور مردہ چیزوں کا عجائب گھر نہیں رہتی بلکہ متحرک مظاہرات کا ایک تھیٹر۔ لہٰذا وہ صرف بھوتوں اور پریوں کی کہانیاں نہیں لکھتا۔ صرف SUPER NATURAL کی تلاش میں نہیں رہتا ـ PRETERNATURAL کی تلاش میں بھی جسکو اب منا (MANA) بھی کہا جاتا ہے چیزوں کی یہ خاصیت دراصل شاعر خود ہی چیزوں کو بخشتا ہے۔ اسلئے کولرج نے کہا ہے۔

"سوچنے کے دوران جب میں فطرت کی چیزوں کی طرف دیکھتا ہوں، مثلاً شبنم سے آلودہ ملائم کھڑکی کے شیشے میں سے دور چمکتے ہوئے چاند کی طرف مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میں تلاش کرتا ہوں یا جیسے چاند مجھ سے مانگتا ہو۔ اس بات کیلئے ایک علامتی زبان جو پہلے ہی اور ہمیشہ کیلئے موجود ہے، اسکے بجائے کہ میں کسی نئی چیز کا مشاہدہ کروں۔ اگر بعد کی صورت بھی ہو تو مجھے ایک ایسا مبہم احساس ہوتا ہے کہ جیسے وہ نیا منظر دھیرے دھیرے کوئی بھولی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

لبسری اور پوشیدہ سچائی میری داخلی فطرت میں جاگ رہی ہو۔[1]

یا شاعری میں کولرج نے کہا ہے:

O LADY! WE RECEIVE BUT WHAT WE GIVE AND IN OUR LIFE ALONE DOES NATURE LIVE:

یہی وجہ ہے کہ مہجور کی شاعری میں اکثر ہمیں PERSONIFICATION ملتی ہے۔ وہ فطرت کی چیزوں کو انسانی خاصیتیں بخش کر ان کو کرداروں کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ چیزیں محسوس کرنے لگتی ہیں، چیزیں جذباتی بنتی ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو بھی کرتی ہیں۔

واو صُبحک شلہ اوس ااران
تنبہ بتھو نُت کس تام ژھاران
خندِ پوشو کرِس جبا یہ جائیے
پاپہ بڈ مشیانہ یاوَن رلیتے

(صبح کی ہوا بہت سویرے بھاگ رہی تھی اور ہانپتے ہوئے کسی کی متلاشی تھی لیکن پھول اس پر خندہ زن تھے اے میرے بلند مرتبہ محبوب) "وزمل" نظم میں بجلی کو، جو ہوا ایک انسانی کردار کی صورت میں پہچان لیا گیا ہے۔

شامہ ژھایہ اوٚبر دار جامہ وُلہ وُلیے
واری ونیتھ چھکھ بییہ نہ گژھان
بییہ چھکھ مالِیُن گژھان ژٔڈ ژٔلیے
لوٚڑ زٔلیے پوٚرھا و پان
درشنا ہوو تھ بردِ تلہ تلیے
نظرا کہ وُچھتھن سوٚرے جہان
پان ژھایہ تھوو تھ بییہ وُلہ وُلیے

---

[1] ANIMA POETAE

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

لۆڈ٘روزملیۓ پوٚژھاوٚ پان

جالنے یہ عالم زوٗنتھ رنگہٕ وٚلییے

پھپھری پھپیری کیاز چھکھ یور کٔن وچھان

درسہٕ کُس لوٚگب چھےٗ کراں مسولییۓ

لوٚڈ٘روزملیۓ پوٚژھاو پان

(شام کی پرچھائیوں میں تونے بادلوں کے لباس اوڑھ لئے ہیں۔ تو سُسرال سے گھڑی بھر کیلئے آتی ہے اور پھر سے واپس میکے آجاتی ہے۔ اے پیکرِ نور (بجلی) ذرا اپنا پورا جلوہ تو دکھا۔ تو نے ہمیں پس پردہ درشن دئے اور ایک نظر میں سارا جہاں دیکھ لیا۔ اور پھر جلدی سے تن کو ڈھانپ لیا۔ اے بجلی۔ ذرا اپنا پورا جلوہ تو دکھا اگر تو نے ہماری اس دنیا کو اچھا نہ جانا تو پھر کیوں بار بار اسکی طرف دیکھتی ہے۔ یہ کون کی سی کامنا ہے جو تجھے کھینچ لاتی ہے۔ اے بجلی۔ ذرا اپنا پورا جلوہ تو دکھا۔)

مہجوؔر پھولوں، دریاؤں، بجلیوں، بہاروں اور جانوروں سے ہمکلام ہو کر ان سے انسان کے حالات معلوم کرنا چاہتا ہے۔ انسانی مسایل کا حل بھی وہ انہی غیر انسانی اشیاء سے پوچھتا ہے اور آخر میں فطرت کی سادگی اور ہارمنی میں ہی انسانی سماج کا حل ڈھونڈ لیتا ہے۔ مہجوؔر کے اساطیری نظام میں مرکزی حیثیت محبوب کی شخصیت کو ہے جسے وہ کئی رنگوں اور کئی صورتوں میں دیکھ لیتا ہے۔ لیکن عام طور پر محبوب کی پیکر تراشی میں وہ ماضی پرست ہے اور اپنے محبوب کو اس صورت میں پیش کرنا چاہتا ہے جو صورت روایتی قصوّں کہانیوں میں ہمیں ملتی ہے۔ مثلاً ان اشعار میں ہمیں محبوب کا ایک دلکش الف لیلوی سراپا ملتا ہے۔

بالہٕ پیٹھٕ لاییَے نادو

پلوٚت پھیرِ وہا شہزادو

موٗڑل گگڑ پال وعدو

پوشے متہٕ حبانانو

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(میں پہاڑ پر چڑھ کر تجھے زور زور سے پکاروں گی "اے شہزادے واپس آ۔ اسطرح مجھے چھوڑ کر نہ جا۔ پہلے اپنا وعدہ تو نبھالے۔ اے پھولوں کے متوالے۔ مت جا)

پوٚت زوٗنہِ وٚژرا یتھ یارِ بل
ژُھنتھ کمنٛد ہتھ دٔرِ بغل
ننٛدرِ اکہِ بٔنٛد گوو لولہِ ژوٗر
دُردانہ موہ سیٖم دوٗر دوٗر

(رات کے پچھلے پہر تو نکلا۔ پر اتری بغل میں حسن کی کمند تھی۔ ایک ہی چال سے یہ محبت کا چور گرفتار ہوگیا میری موتی جیسی محبوب مجھے چھوڑ کے نہ جا)۔

کاہُ نٕھنا گژھِ وٕنِس بے عارس[ل]
کیاسا خبر ہیز بیمارس
ہیٚر کٲژاہ دارِ کر ہیے
سوز دِل میٚون بوزِ وَن ہٲرکی ییے

(کاگا اس بے رحم (محبوب) تک میرا یہ پیغام تو لے جا کہ وہ بیمار کی عیادت کو آئے۔ ایسی بھی کیا دشمنی ہم سے۔ مینا! ذرا میرا سوز دل تو سُن)

مہجور کی شاعری کی اساطیر علام اساطیر کی طرح بے ساختہ سادہ اور نامیاتی ہیں۔ ان کی اختراع میں کسی شعوری کوشش کا دخل نہیں ہے۔ چونکہ مہجور کی شاعری میں ہمیں پیچیدہ اور فکری سطح پر گہرے موضوعات نہیں ملتے بلکہ اسمیں لوک گیتوں کی سی شیرینی، روانی اور سادگی ہے۔ اسلئے شاعر نے کسی پیچیدہ اور SYSTEMATIC اسطور کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی ہوگی۔

[ل] کلیات مہجور (مطبوعہ کلچرل اکیڈیمی) میں یہ بند یوں لکھا ہوا ہے۔

کاہُ نٕھنا گژھِ وٕنِس بے عارس — کیاسا خبراہ ہیٚز بیمارس
ہیٚر کٲشراہ دُشمن دارِ کر ییے — سوزِ دِل میٚون بوزی وَن ہٲرکی ییے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

بشر بشیر

مہجور کا جمالیاتی شعور

شاعری کو "بہترین اور مسرور ترین لمحات کی دستاویز" کہہ کر شیلی نے شاعری کے جمالیاتی عمل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شاعری کی اس تعریف کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بجا ہوگا کہ ہر کوئی جینوئین (GENUINE) فنکار فطرتاً جمال پسند ہوتا ہے۔ مہجور کے منفرد جمالیاتی شعور کا تجزیہ کرتے ہوئے ہمیں مہجور سے قبل کشمیری شاعری کی روایت کے پس منظر میں ان کے انفرادی اسلوب کو ایک مختلف زاویۂ نگاہ سے پرکھنا ہوگا تاکہ ان کے ذاتی تخلیقی شعور کی جلوہ گری جب ان کے مختلف النوع اسالیب شاعری میں جمالیاتی عناصر کی نشاندہی کی جائے۔ موضوع کی گہرائی کو ہم پہلے چند اہم عنوانات کی روشنی میں مطالعہ کرنے کے لئے سمیٹنے کی کوشش کریں گے۔

(الف) مہجور کی شاعری کی ہیئت

(ب) مہجور کا شاعرانہ آہنگ

(ج) مہجور کی شاعری میں غالب موضوعی رجحانات

(د) مہجور کی شاعری میں مناظر فطرت کے حسن کا اظہار

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

جیساکہ پہلے ہی اشارہ کیا گیا کہ مہجور سے قبل کشمیری شاعری کی ایک عظیم روایت ہے جسمیں ہیئت کے اعتبار سے پد، واکھ، شرکی، وژن، غزل، مثنوی اور نظم جیسی شاعرانہ اصناف بہت ہی اہمیت کی حامل ہیں۔ مہجور کا کلام بھی ہمیں وژن، غزل اور نظم کی صورت میں ہی ملتا ہے بہ بقول عبدالاحد آزاد" مہجور نے مثنوی کی صنف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ اس طرح سے یہ کہنا بے جا نہیں کہ مہجور نے صنفوں کے لحاظ سے روایات سے کوئی انحراف نہیں کیا ہے تاہم اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو روایات کی حدود میں رہ کر ہی مہجور کے ہاں ہمیں ہیتی اعتبار سے تبدیلیاں نظر آئیں گی۔ چنانچہ مہجور کی شاعری میں موسیقی اور لے کا باقاعدہ اہتمام ملتا ہے جسکا براہ راست اثر ہیت پر ناگزیر بن گیا ہے۔ اور بقول محمد یوسف ٹینگ" مہجور سماع کا کافی شوقین تھا۔ مہجور نے کئی ابیات کے ساتھ یہ خود ہی تحریر کیا ہے کہ یہ ابیات کن مختلف زبانوں کے ابیات کی طرز پر اس نے تحریر کئے ہیں۔ کئی صورتوں میں اس نے ہم قافیہ الفاظ کو پہلے ہی ترتیب دیکر پھر انہیں شاعری میں استعمال کیا ہے۔ اس طرح اس نے کشمیری شاعری کی ہیت میں نئے تجربے کر کے اسے ایسی وسعت اور کشادگی عطا کی جو مہجور کی شاعری کی مقبولیت کا سبب بن گئی۔ چنانچہ بقول ٹینگ صاحب یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مہجور پہلے یہ دیکھ لیتے تھے کہ آیا اس کا مطلع "منیکھ ناری" کی دھن پر پورا اترتا ہے کہ نہیں پھر پوری غزل تحریر کرتے تھے۔ کئی ابیات مہجور نے ان نظموں کی طرز سے متاثر ہو کر تحریر کئے ہیں جو عوامی مقبولیت کے حامل رہے تھے۔ چنانچہ عبدالاحد آزاد مہجور کی شاعری کی ابتدا کے متعلق رقمطراز ہیں:

"مہجور ۱۹۳۶ء کے موسم بہار میں ایک دن صبح کے وقت نالہ دودھ گنگا کے کنارے کنارے پانی کی روانی اور لہلہاتے ہوئے کناروں کے دلکش نظارے کا لطف اٹھاتے چلے جا رہے تھے۔ اس وقت کچھ دیہاتی عورتیں لکڑی لانے کو جنگل جا رہی تھیں۔ حبہ خاتون کی غزل ع

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

"گوشن منز ہاو تھہ راوے   وٲلو میانہِ پوشے مدنو

سریلی اور لطیف آوازمیں گارہی تھیں۔ جنگل میں یہ غزل انکی سریلی آواز اور لطیف طرزِ ادا سے مل کر ایک عجیب ہی کیفیت پیدا کر رہی تھی۔ بہار کا موسم، نالہ دودھ گنگا کا لہلہاتا کنارہ، حبہ خاتون کی ولولہ انگیز غزل، عورتوں کی سریلی آواز اور جنگل، مہجور کا عالم تنہائی میں کمال انبساط کے عالم میں ٹہلتے ٹہلتے اس غزل کا پُر کیف اور شیرین آواز میں سننا گویا قسام ازل نے ملکہ حبہ خاتون، مسز بھوانی داس اور میر شاہ آبادی کے کشمیری غزل کی چوتھی بار جنم لینے کا یہی موقع مقدر کر رکھا تھا"

(کشمیری زبان اور شاعری۔ جلد سوم)

پھر مہجور نے حبہ خاتون کا کلام حاصل کر کے اسکا مطالعہ شروع کیا اور اسی کیف و مستی میں مہجور نے اسی غزل کی طرز پر یہ مشہور غزل موزوں کی ؎

"ژول ہمارو شے روشے   پوشے متہ جانانو"

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ مہجور نے بہت سی مقبول دھنوں اور طرزوں پر غزلیں لکھیں اور کئی ایسی طرزوں کے متعلق خود بھی اشارات فراہم کئے ہیں جنمیں کشمیری غزلیات کے علاوہ اردو غزلیات اور فلمی طرزیں بھی شامل ہیں۔ مثلاً احمد بٹواری کی غزل ؎

"ہنہ ہنہ تنہٕ گٲم ینگار مدنو   زا ژنتھس نہٕ اوے ناعار مدنو"

(میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے انگارے بن گئے۔ مجھے بھسم کر ڈالا اور تمہیں رحم بھی نہ آیا)

کی طرز پر اپنی یہ مقبول و مشہور غزل لکھی ؎

روز ورروز بوزوٕنیم زار مدنو   داد چانہٕ گیہ سو بیمار مدنو

(میرے محبوب ذرا ٹھہر اور میری حالت زار سن۔ تیرے عشق میں میں بیمار ہو گئی)

ٹینگ صاحب نے کلیاتِ مہجور کے دیباچے میں اس ضمن میں کئی مثالیں فراہم کی ہیں مثلاً:

"باگی ژون تے دلبرس" ———— (سکھی تو دلبر کو کہدے)

بطرز "جس نے دیا ہے درد دل"

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

"ازروز وسانے دلبر مشیانے ؎ (میرے محبوب آج ہمارے ہاں قیام کر)

بطرز " انکھیاں ملاکے جیا برما کے چلے نہیں جانا" (فلم ۔ رتن)

موسیقی اور لَے مہجور کی شاعری کی ایک نمایاں خصوصیت ہے ۔ اگرچہ اولاً مہجور نے شعوری طور اپنی شاعری کو موسیقی سے آراستہ کیا ہے لیکن یہی خصوصیت بعد میں مہجور کی تمام تر شاعری پر چھائی رہی جسے مہجور کی جمال پسندی سے ہی تعبیر کیا جا سکتا ہے ۔ مختلف بحروں اور اوزان کا استعمال جس خوش اسلوبی سے مہجور نے کیا ہے کشمیری شاعری میں شاید ہی اسکی نظیر مل سکتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مہجور کی کسی بھی غزل میں لَے پر گاتے ہوئے الفاظ کی ہئیت شاذ ہی بگڑ جاتی ہے یعنی الفاظ کو اپنی مشخص آواز کے اعتبار سے طول دیکر یا مختصر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ۔

مہجور کی دوسرے دور کی شاعری میں موضوعی تقاضوں کے پیش نظر ہئیتی اعتبار سے نظم پر زیادہ زور ہے جنہیں روانی تو ضرور ملتی ہے لیکن موسیقیت کسی حد تک اثر انداز ہوئی ہے ۔ کشمیری شاعری کی روایت میں ہئیتی اور موضوعی اعتبار سے یہ ایک اہم تبدیلی مہجور کے ہاتھوں ہوئی کشمیری میں نظمیں مہجور سے پہلے بھی کئی صوفی شعرا نے تخلیق کی تھیں لیکن مہجور کے ہاتھوں یہ صنف پروان چڑھی مہجور نے نظم کے قالب میں نہ صرف ترقی پسند خیالات اور موضوعات کو موزوں کیا بلکہ "باغ نشاط کے گلو" اور "گریسی کور" جیسی نظموں میں فطرت کی رعنائیوں اور جلوہ گری کی خوشنما عکاسی کی ۔ کشمیری نظموں میں پہلی بار مہجور کے ہاں ایک فطری اور تخلیقی ارتقاء ملتا ہے ۔

عام طور پر فنکار کی جدت پسندی اور تجربہ شناسی اسے اپنے عہد کیلئے اجنبی بنا دیتی ہے لیکن مہجور کشمیری ادب کی تاریخ میں غالباً پہلے شاعر ہیں جنہیں کافی حد تک اپنے ہی عہد میں شہرت نصیب ہوئی ۔ اسکی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ مہجور کا تخلیقی اور جمالیاتی شعور دوسرے کشمیری شعرا کی نسبت فطرت اور عوام کے زیادہ قریب ہے ۔ مہجور کی جمالیات اور جمال پسندی کی متعدد قسموں کے اظہار ملتے ہیں ۔ اگر ایک طرف رومانی طرز اظہار ہے تو دوسری طرف زندگی کی کھردری حقیقتوں کی عکاسی بھی ہے اور دونوں میں جمال کا تصور بالکل جداگانہ انداز اور ڈھنگ سے واضح ہے ۔ گویا شاعر کا ایرو چ اپنے الگ اور منفرد

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

انداز سے مختلف تصورات اور حقیقتوں سے حسن یا بدصورتی کے پہلو کو اجاگر کر کے عام روش اور روایت سے جداگانہ ہے۔ تبھی تو مہجور کے ہاں باقی کشمیری شعراء کے برعکس پہلی بار "تل پاتال" اور "بیت الامان" کی پریوں اور حسیناؤں کے بجائے ایک الھڑ دیہاتی لڑکی (گرلیس کور) اپنی تمام رعنائیوں اور فطری حسن کے سمیت جاذب توجہ بن جاتی ہے۔ اور آزادی کا حسین تصور ایک حقیقت کی صورت میں ڈھل کر مزید سوچ کا متقاضی بن جاتا ہے۔ یہ تصور مہجور کی نگاہ میں کبھی خوشحالی کی صورت میں اور کبھی محض ایک کھوکھلی داستان کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔

(ا) بایہ متیانہ غم ترا و منا و شادی — آسی وُچھو ئیز کالی آزادی
آزادی پچھئے سانی آبادی — آسی وُچھو ئیز کالی آزادی
موکلہ وۆنی ظلمک تہ لوٹک دور — وُڈدار تہ چکدار گژھن کمزور
خوشخبر بوزاسہ گیہ شادی — آسی وُچھو ئیز کالی آزادی

ترجمہ (ا) (میرے بھائی غم نہ کر خوشیاں منا — ہم بہت دیر بعد آزادی دیکھیں گے
آزادی ہی ہماری خوشحالی ہے — ہم بہت دیر بعد آزادی دیکھیں گے
اب ظلم اور لوٹ کا دور ختم ہو جائیگا — سود خوار اور چکدار کمزور ہو جائیں گے
خوشخبری سنی اور ہمیں خوشی ہوئی — کہ ہم بہت دیر بعد آزادی دیکھیں گے)

(ب) لڈان ییلہ ہالی تے چکدار چھ والان اکھ اکس رتھ تم
تماشا چھکھ وُچھان لوہ تیر پاٹھی ہر روزتھ چھایہ آزادی
غریبی مفلسی بے بوج عستی ہینتھ خانہ ویرانی
امی ہرزتہ ترایہ اسہ پیٹھ آیہ ترا وان سایہ آزادی

(ب) (کسان اور چکدار ایکدوسرے سے لڑتے ہیں تو ایکدوسرے کو لہولہان کر دیتے ہیں
اور آزادی چوری چھپے خاموشی سے انکا تماشہ دیکھ رہی ہے
غریبی مفلسی بے پرسش اور ساتھ ہیں خانہ ویرانی
اسی اچھے ڈھنگ سے ہم پر سایہ بکھیرتی آزادی آگئی)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مہجور کی مقبولیت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اُس کے جذبات اور تاثرات محض فرد کی حیثیت نہیں رکھتے چنانچہ "گریسی کوُر" "آزادی" یا "باغ نشاط کے گلو" مہجور کیلئے حسین ہو یا نہ ہو لیکن عام لوگ جو کچھ بھی ان چیزوں کو در حقیقت محسوس کرتے ہوں وہی اُن کے لئے پُر کشش ہے۔ گویا یہاں پر فنکار مہجور ذاتی وابستگیوں کو ایک عوامی شعور عطا کرتا ہے۔ اسکے منفرد جذبات اور احساسات اجتماعی اور غیر شخصی جذبات و احساسات میں ڈھل کر ایک آفاقی یا عوامی دلچسپی کا باعث بن جاتے ہیں اور یہی وہ فنی قدر ہے جو فن میں عوام و خواص کیلئے جمالیاتی حظ حاصل کرنے کا جواز فراہم کرتی ہے۔ مہجور کے ہاں ایسے اشعار کی کافی تعداد ملتی ہے جو عصری شعور بیان کی سطح سے اوپر اٹھ کر ماورائی تجربات کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

تخلیقی عمل محض ذہنی یا عقلی کاوشوں کا نتیجہ نہیں بلکہ تخلیق کار خارجی حالات سے متاثر ہو کر اپنے تاثر کو تجربے کی صورت میں بیان کرتا ہے لیکن ضروری ہے کہ خارجی محرکات شاعر کے احساسات اور تخیل کو متحرک کریں جس سے کہ تجربہ تخلیقی منازل سے گذر کر تخلیق کی ہیئت میں ڈھل جاتا ہے۔ خارجی محرکات تخلیق کار کو ہمارے گرد و پیش سے ہی ملتے ہیں پھر اسکے ذاتی تخلیقی شعور کی بدولت تجربات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں لہٰذا فنکار کی تخلیق اسکی شعوری یا غیر شعوری احساساتی قوتوں کی منظہر بن جاتی ہے جسمیں اسکی جمال پسندی کا براہ راست دخل ہوتا ہے۔ اس نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو مہجور ایک جمال پسند شاعر کی حیثیت سے کشمیری قوم کا ایک مکمل ترجمان نظر آتا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس نے ان جذبات کو پہلی بار زبان دی جو صدیوں تک اظہار نہ پانے کی وجہ سے دب کر رہ چکے تھے اور جب مہجور نے اِن دبے جذبات کو ظاہر کیا تو پوری قوم نے اسے اپنی ترجمانی محسوس کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس قسم کی تخلیقی لغاوتوں کو یہاں کے عوام نے گلے لگایا۔ کیونکہ بقول شاعر ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

غور سے دیکھا جائے تو مہجور کا شاعرانہ آہنگ حبہ خاتون اور رسول میر کی غزل اور

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مقبول شاہ کرالہ واری کی "گلریز" کے نین الگ منفرد شاعرانہ رنگوں کی ترتیب سے ایک منفرد رنگ اور آہنگ ہے کہ جو حبہ خاتون کے نسوانی لہجہ معصوم احساسات سہل اور آسان انداز بیان مقبول شاہ کرالہ واری کے لطیف جذبات اور منظر نگاری اور رسول میر کے البیلے پن سے نکھر کر اسکے ذاتی اور جمالیاتی شعور کو ترتیب دیتا ہے۔ چنانچہ حبہ خاتون کا اظہار تخاطب اگرچہ فطری ہے۔ لیکن مہجور نے دیگر کشمیری شعراء کی طرح جذبات کو عورت کی طرف سے بیان کیا ہے اور اکثر کشمیری مثنویوں میں بھی موقعہ محل کو زیر نظر رکھتے ہوئے شعراء نے یہی انداز اپنایا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ مہجور نسوانی لہجے کو کردار کی تمام خصائل اور نزاکتوں سمیت فن کے سانچے میں ڈھالتے ہوئے مکمل طور پر کامیاب ہوئے ہیں۔ یہی وہ خصائل ہیں جنکی بدولت ایک پژمردہ نسوانی کردار کسی ہم جنس کردار کی بربادی کو دیکھ کر یوں لوٹ پوٹ جاتی ہے۔

وُہُنہ تہ ژھینڈر ژمژ مسول وناں چھےٚ واوس
دامانہ میثون سیٚمہ چھوٚل تَس زانہہ قرار آسیا

(بھیگی بھیگی پژمردہ چنبیلی ہوا سے کہتی ہے کہ جس نے میری عیب جوئی کی کیا اسے کبھی سکون مل سکتا ہے؟)

یہ ایک نفسیاتی رجحان ہے کہ متقابل کے جنس اور کردار میں ہی حسن اور جمال کی تابناکیوں کا بھرپور نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مہجور کا معصوم احساس محبت غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر خلوص جذبات اور البیلے عشق کے ساتھ محبوب کی راہوں میں یوں بازی لگانے پر آمادہ ہے ؎

کامہ دِوِ کرِ سأل ڈل بوزم شبس گژھ نبیل بل
درشنس آبس اندر پمپوش لاگِتھ پیٚرار ہا

(سنا ہے کہ کامدیو (محبوب) ڈل کی سیر کریگا اور رات کو نیل بل جائیگا میں اسکے درشن کیلئے پانی میں پمپوش (کنول) بن کر انتظار کرنا چاہتا ہوں)

نسیمہ بوزم تہ بالہ دامنہ کمندہ ہیتھ چھکھ شکار ژھانڈان
یُہ شوقہ چانے شکار اندر نمُہ یہ سر ہیتھ تر یے بالا لُو

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(نسیم (باغ) میں سنا کہ تو پہاڑ کے دامن میں کمند لیکر شکار ڈھونڈ رہا ہے۔
(میرے محبوب) میں تمہارے شوق کی خاطر کشتی میں اپنا سر لے کر آدٔں گا)

تجربے کے حصول کیلئے مشاہدے کی وسعت ایک اہم ضرورت ہے۔ مہجور کی شاعری کو عوامی مقبولیت اور جمالیات کے قومی اور مجموعی شعور سے ہم کنار کرنے میں انکے گہرے مشاہدے کو کافی دخل ہے۔ چنانچہ کشمیر اور کشمیر کی خوبصورتی کا انکی شاعری میں اکثر اور برملا اظہار ہے۔ اس حسن کے اظہار میں مہجور کا مشاہدہ انہیں تخیل کی موشگافیوں کے ساتھ ارضی نیرنگیوں کی طرف ہی مرکوز کرتا ہے جس سے کہ مہجور کی شاعری میں ایک منفرد خاصیت پیدا ہوئی ہے۔ منظر نگاری کا منفرد انداز مہجور کو اسی خارجی مشاہدے اور ذاتی داخلی کیفیات کی وجہ سے نصیب ہوا ہے۔ میں یہاں پر مقبول شاہ جیسے کامیاب منظر نگار اور جذبات نگار کشمیری شاعر کی اس کوتاہی کا بھی ذکر کرنا چاہوں گا کہ کس طرح مشاہدے کی کمی کی وجہ سے انہوں نے "بہارنامہ" میں بہار کا ذکر کرتے ہوئے خزاں میں کھلنے والے پھولوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن مہجور کے ہاں اس قسم کی کوئی کوتاہی شاید ہی نظر آتی ہے تبھی تو وہ باغِ نسیم سے گزر کر ڈل جھیل کے پرے محبوب کو کمند لئے ہوئے کشتی میں سر لے کر اسکے پاس جانے کی آرزو کرتے ہیں۔ ایک طرف اگرچہ تخیل کی بلند پروازی ایک مبالغہ یا قول محال کو جنم دیتی ہے تو دوسری طرف اسے عشق کے البیلے پن اور جذبۂ محبت سے تعبیر کر کے ایک تخلیقی یا فنی حقیقت کا جواز پیدا کیا جا سکتا ہے۔
ہر فنکار کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اپنے گہرے احساس اور قوتوں کی بنا پر زندگی کی نیرنگیوں، المناکیوں اور بوالعجبیوں کا بھرپور سامنا کر کے تخلیقی تحریک حاصل کر پائے جو اسکی داخلی زندگی میں جذباتی ردِ عمل کے سلسلے میں وقوع پذیر ہوتی ہے۔ تحریک اور ردِ عمل کا نتیجہ تخیل ہوتا ہے اور تخیل ابھر کر علامتوں، تشبیہات اور استعارات کی صورت میں ہی اظہار پاتا ہے چونکہ ردِ عمل ذاتی ہوتا ہے اسلئے فن میں علامت تشبیہات اور استعارات جیسے صنایع کسی بھی فنکار کی ذات اور شخصیت کے داخلی جذباتی رویے کے ترجمان ہوتے ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو مہجور بحیثیت فطری عاشق، حسن پسند اور رومانی شاعر کے ایسی موجودات کو ہی اپنی شاعری میں ان صنایع کے طور استعمال کرتے ہیں کہ جو عام حالات میں بھی پُر کشش

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہیں مثلاً شبنم، پھول، چمن، بلبل، موتی، بہار وغیرہ

جیساکہ پہلے ہی اشارہ کیا گیا ہے کہ مہجور کی شاعری میں موسیقیت کا باقاعدہ اہتمام ملتا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں مہجور نے کشمیری لوک گیتوں کی طرز سے استفادہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں آسان الفاظ کا استعمال و تکرار ان کی شاعری میں داخلی موسیقیت کو جنم دیتا ہے۔

دل میون تھوی تون منز پھولدان	یہ میلیو سُنبلستان منز
اُمی کُر بندگی غنچہ دہانن	جائے تم کرٹ پرستان منز
(میرے دل کو پھولدانوں میں رکھ دو	اسنے سنبل کے چمن میں پرورش پائی ہے
اسنے غنچہ دہنوں کی بندگی کی	اسنے (محبوب نے) پرستانوں میں قیام کیا)

اس بند میں "ن" کا سولہ بار بہ تکرار استعمال اور ہاتوں کے علاوہ شعر میں موسیقیت اور آہنگ کا ایک ایسا جادو جگا دیتا ہے کہ ایسا شخص بھی اس سے محظوظ ہو پاتا ہے جو اس کے معنی بھی سمجھ نہ سکے۔ اسکے علاوہ موضوع ہیئت اور تجربہ بجایہ خود شعر کی داخلی فضا کو ایک حسین تصور کی صورت میں ابھارتے ہیں۔ یہاں پر میں ایک اہم نکتے کی طرف بھی اشارہ کرنا چاہوں گا کہ وژن کی صنف میں اکثر کشمیری شعرا کے ہاں ایک عام قسم کی کوتاہی نظر آتی ہے کہ ہر بند کا آخری مصرعہ جو پورے وژن میں دہرایا جاتا ہے عام طور پر پہلے تین مصرعوں سے معنی کے اعتبار سے ربط نہیں رکھتا لیکن مہجور کے ہاں نہ صرف ان مصرعوں میں داخلی ربط ہے بلکہ اکثر صورتوں میں پہلے تین مصرعے بھی آخری مصرعے کے معنی سے ترتیب و تہذیب پاتے ہیں جیساکہ اوپر کی مثال سے واضح ہے کہ دل کی بے قراری کو شدت سے بیان کیا گیا ہے لیکن بے قراری کا سبب صرف اسی تکرار کے مصرعے سے ہی واضح ہو جاتا ہے۔

موضوعی اعتبار سے مہجور کی شاعری کو بہ آسانی دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے دور میں مہجور محض ایک رومانی شاعر کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں جسمیں حبہ خاتون، رسول میر اور مقبول شاہ کرالہ واری کے تین منفرد رنگوں کی آمیزش نظر آتی ہے۔ لیکن دوسرے دور میں مہجور ترقی پسند خیالات کے ترجمان کی حیثیت سے ابھرتے ہیں۔ حالانکہ اس قسم کی شاعری میں پہلے پہل مہجور کا علامہ اقبال کی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

طرف کافی حد تک جھکاؤ ہے۔ اولاً تو مہجورؔ نے اردو میں بھی شعر کہنے کی کوشش کی تھی اور اس دور کی اولین کوششوں میں بھی انکا میلان کشمیری تمدن اور قومیت کی طرف تھا۔ چنانچہ بقولِ محمد یوسف ٹینگ "مہجور کی اردو نظم "خطاب بہ مسلم کشمیر" کشمیری تاریخ کے محاکات سے پُر ہے:

ترے اسلاف وہ تھے جن کے علم و فضل کے
آگے ادب سے جھکتے تھے دانشورانِ ہند و ایرانی
شہنشاہِ معظم شاہ زین العابدین بڈشاہ کیا
اکبر نے جس سے کسبِ آئینِ جہاں بانی
بخوبی یاد ہے اب تک سخن سنجانِ عالم کو
غنیؔ کی خوش بیانی اور صرفیؔ کی سخندانی (وغیرہ)

جیسا کہ پہلے ہی بتایا گیا ہے کہ موضوعی تقاضوں کے پیش نظر مہجورؔ نے اس دور میں زیادہ تر نظم جیسی صنف میں طبع آزمائی کی ہے لیکن شعوری یا غیر شعوری طور انہوں نے اس منفرد شاعرانہ آہنگ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے جسکی بنا پر کشمیری ادب کی تاریخ میں مہجورؔ کی ایک مسلمہ انفرادی حیثیت ہے حالانکہ اس منفرد آہنگ کو کئی تنگ نظر ناقدین نے انکی فنی کوتاہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ روایتی (وزن نما) آہنگ جو کہ مہجورؔ کی شاعری کا ایک اہم عنصر ہے اسے بھی مہجورؔ کی کوتاہیوں ... شمار کیا گیا ہے۔ ... میں مہجورؔ کی حقیقت پسندی کو یہ دلیل دیکر چیلنج کیا گیا ہے کہ "گریسی کور" جیسی نظم میں مہجورؔ (گریسی کور) کے متعلق اپنی رائے دیتے ہیں اور کردار اپنے عمل سے اپنی انفرادیت کو روشن نہیں کرپاتے۔ اس پر ستم ظریفی یہ کہ بلا ... سوچے سمجھے اس نظم کی فنی صورت کو یہ دلیل دیکر کم پایہ ثابت کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے کہ جدید شاعری میں ذاتی تجربہ کو الگ کرکے صداقت بیان کی جاتی ہے اور اس طرح اسمیں حقیقت نگاری اور کردار کی انفرادیت عیاں ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ انسان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ وہ حقیقت ... کر سکے لیکن آج تک کوئی بھی کامیابی حاصل نہ ہوئی ہے اور شاید ہو بھی نہیں سکتی۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس قسم کی تنقیدی کوتاہیوں میں تخلیقی عمل کی بھی نفی ہوجاتی ہے۔ ایسے ناقدین جدیدیت

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کے نادان دوستوں کی حیثیت سے ایک طرف اس بات سے متفق ہیں کہ جدید نہج حقیقت بیان کرنے میں اپنی نظیر نہیں رکھتی تو دوسری طرف یہ دعوا کرتے ہیں کہ اس قسم کی شاعری میں معنی کے مختلف امکانات صرف اس لئے روشن ہو جاتے ہیں کہ شاعر اپنے رسمی جذبات کو الگ کر کے حقیقت بیان کرتا ہے۔ اس بحث سے قطع نظر کر کے صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ مہجور کی دوسرے دور کی شاعری میں اگرچہ قومیت اور وطن پرستی کا زبردست احساس ملتا ہے لیکن اس قسم کی شاعری میں بھی انہوں نے فنی قدروں کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے اور اپنی شاعری کو محض نعرہ بازی نہیں بننے دیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ انکے زبردست قومی شعور نے انہیں گلیوں، بازاروں، کھیتوں یہاں تک کہ "وہ لو ہا باغوانو" کہہ کر سیاسی سٹیجوں تک کی شہرت دلائی۔ غور سے دیکھا جائے تو مہجور کی شاعری میں علامتی پیکریت کا نمایاں عنصر اس دور کی شاعری میں زیادہ تر ملتا ہے:

چمن وآران رِوان شبنم ژٹتھ جامہ پریشان گُل

گُلن تہ بُلبُلن اندر دُبارٕ جان پیدا کر

زمینس شاعری ہندِس کرِتھ مہجور گل پیدا

وۄں اَتھ رنگین باغس بلبل نالاں پیدا کر

(چمن ویران ہے شبنم زار زار رو رہی ہے گل پیراہن چاک کر کے پریشان ہیں

گلوں اور بلبلوں میں دوبارہ جان ڈال دے

شاعری کی زمین میں مہجور تو نے نئے گل پیدا کئے

اب اس رنگین باغ کیلئے بلبل نالاں پیدا کر)

مہجور کی قومی شاعری میں اس علامتی پیکریت اور داخلی موسیقیت کی وجہ انکا ذاتی جمالیاتی شعور ہے جسکی بنا پر وہ مختلف تصورات کو اپنی ذاتی سوجھ بوجھ سے پرکھ کر اپنی احساساتی قوتوں اور صلاحیتوں سے رنگ کر یوں پیش کرتے ہیں کہ پیچیدہ اور کھردرے تجربات بھی مانوس اور شیریں لگتے ہیں۔ گوناگوں تجربوں اور مشاہدے کی گہرائی کسی بھی فنکار کا مختلف موجودات یا تصورات کے متعلق

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اپروچ متعین کرنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ کسی بھی تصور کے متعلق مثبت یا منفی رویہ ایک ذاتی اور شخصی پسندیدگی یا ناپسندیدگی پر انحصار رکھتا ہے۔ لیکن ایسے تصورات جب غیر متوقع طور بدلتے ہیں تو انسان کی شخصیت تضاد (CONTRADICTION) کا شکار ہوتی ہے۔ تاہم مہجور کی ندرت بیانی اس قسم کے تضاد کی شدت کو اپنے طنزیہ لہجے سے زایل کر دیتی ہے۔ چنانچہ "گلالس کن" عنوان کی نظم میں مہجور نے گلِ لالہ کی وساطت سے بلواسطہ طور ان سماجی بیماندگیوں کا اظہار کیا ہے جو مہجور کے زمانے میں اپنے عروج پر تھیں

لوزکُ وٲنجہٕ کمُو وآری دانن واتہٕ نووُے ژنٕتےٚ آزار
تتہٕ تہٕ چھایتہٕ چی ہش بے راہی تتہٕ تہٕ چھا یُتھے گٹہٕ کار
تتہٕ تہٕ چھا گوُبناتھ صُبس ونان راتھ ارکھس ونان دلیودار
تتہٕ تہٕ چھا مہجور تنہا بہتھ کو کرن چھ کان موختہٕ ہار

(تمہارے نازک دل کو کس واردات نے اذیت پہنچائی
کیا وہاں بھی ایسی ہی بے راہ روی اور ایسی ہی اندھیر نگری کا عالم ہے؟
کیا وہاں بھی شعراء صبح کو رات اور "ارکھل" (ایک جھاڑی) کو دلیودار کہتے ہیں؟
کیا وہاں بھی مہجور تنہارہ کر نااہلوں کو بات سمجھانے کی کوشش کرتا ہے)

مہجور کی اس دور کی شاعری کا بنیادی محرک قومی اور وطنی شعور ہے جسکی بنا پر ان کی شاعری میں بلواسطہ یا بلاواسطہ کشمیر کا بار بار ذکر آیا ہے۔ اگرچہ انہوں نے اس سلسلے میں مختلف علامات کا استعمال کیا ہے تاہم ان کی علامات جانی پہچانی ہیں اور ان سے ہمارے حسین تصورات وابستہ ہیں۔ عام طور پر مختلف علامات کو انکی ضد کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے انہوں نے اپنے مثالی وطن کے تصور کو واضح کر دینے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ مہجور کے پہلے دور کی شاعری میں بھی محبت کے حسین تصورات کو بیان کرنے کیلئے فطرت سے مختلف مناظر مستعار لینے کی قابل تحسین کوششیں ملتی ہیں ایک طرف مہجور نے مختلف مقامات کو بحیثیت مجموعی انکے تمام حسن اور

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

آرائش سمیت اپنی شاعری میں جگہ دی ہے تو دوسری طرف قدرت کو ایک منفرد انداز میں ترتیب دیکر مجرد اور مابعدالطبیعاتی تاثرات قائم کرنے کی کوشش کی ہے جسمیں وہ کامیاب بھی رہے ہیں۔

پژاران چمن چھ گُل ہیتھ کریہ سُہ لالہ مس چیتھ
یَنبرزلن اَتھن کیتھ ہُری ہُری چھ جام ہیہ کر

(چمن پھولوں کو لئے انتظار میں ہیں کہ کب وہ لاڈلا (محبوب) مے نوش کر کے آئے
نرگس (کے پھول) ہاتھوں میں بھرے بھرے جام لئے ہیں کہ کب وہ آ پائے)

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر فنکار اپنے جذبات بیان کرنے کیلئے مختلف وسائل سے کام لیتا ہے۔ زبان انہی اہم وسائل میں سے ایک ہے۔ لیکن مہجور کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ جن معروضات کو انہوں نے اپنی شاعری میں استعمال کیا ہے یا جو الفاظ انہوں نے شاعری میں برتتے ہیں، وہ اُن معروضات کی ترجمانی کرتے ہیں جنکے متعلق ہمارے حسین تصوّرات وابستہ ہیں اور جسے مہجور کی جمال پسندی سے ہی تعبیر کیا جا سکتا ہے ————— ٥

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ٹی این کول

مہجور اور اُن کا فن

مہجورُن شٲعری ہُنٛد اثر چُھ زِندٕ پٲٹھۍ ہٮ۪نٛدٕ ستام
یِم زمانٕ نِش زٕ چُھ پیوٚنٛ کُنہِ بٕرٛۍ کُنہ زاو

مہجور کا کلام اُن کے ایک عظیم شاعر، مُحبِ وطن اور انسان دوست ہونے کا ضامن ہے۔ غیر ضروری اُلجھاؤ پیدا کرنے سے اجتناب اور اُسلوب کی سادگی کے موجب ایک عام آدمی بھی اُن کے فن سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سادگی میں رچی بسی فنی نزاکتوں اور باریکیوں کو سمجھنے کے لئے اور ان کے فن سے پوری طرح فیض یاب ہونے کے لئے اُن کے فن و فلسفہ اور اس کے محرکات کی تہہ تک جانا ناگزیر ہے۔ وہ کشمیر کے واحد شاعر ہیں جنھوں نے انگریزی کے نامور شعراء ورڈس ورتھ، شیلے اور کیٹس (Keats) کی طرح عشق و محبت، فطرت اور انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے اسرار و رموز کو نہایت ہنرمندی اور خوبصورتی سے اُجاگر کیا ہے۔ ان کی مشہور نظم "گرِیسی کوٗر" کا انگریزی ترجمہ پڑھ کر رابندر ناتھ ٹیگور اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے مہجور کو کشمیر کا ورڈس ورتھ قرار دیا۔ (اس نظم کا انگریزی ترجمہ ٹیگور کو ان کے شاگرد اور نامور ہندوستانی ادیب دیویندر ستیارتھی نے پیش کیا تھا)۔ ٹیگور نے مہجور کی "گرِیسی کوٗر" اور ورڈس ورتھ کی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

"سولٹری ریپر" (Solitary Reaper) میں بہت زیادہ یکسانیت محسوس کی۔ دونوں نظموں میں تخیل کی جامعیت اور اندازِ بیان کی خوبصورتی و چابکدستی دیکھ کر کچھ دیر کے لئے لگتا ہے کہ ان کا تخلیق کار ایک ہی ہے۔

اس سے پہلے کہ مہجور کے فن کا تفصیلی تجزیہ کیا جائے، یہ مناسب ہوگا کہ ہم اُن سے پہلے کے حالات اور کشمیر کے ادبی و تمدنی پس منظر کا ادراک حاصل کریں تاکہ ہم واضح طور جان لیں کہ انہوں نے کن روایات کو اپنایا اور انفرادی طور پر کشمیری ادب کو کیا دیا۔

کشمیر کے نامور نظم گو جیسے لل دید (۱۴ صدی)، حبہ خاتون، ارنیمال (۱۸ صدی)، محمود گامی اور پرمانند (۱۹ صدی) اپنے اپنے عہد کے رُوحِ رواں تھے۔ ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجود ان کے کلام سے انفرادی اور اجتماعی طور پر ایک ہم آہنگی کا احساس ملتا ہے۔ انسان کی ازلی بے چارگی اور بے کسی کی کیفیت کے تاثر کے علاوہ ان کی شاعری میں اس بے چارگی اور بے بسی کا ازالہ کرنے کے لئے خدا کی ذات پر کامل بھروسہ اور قانونِ قدرت کی لامحدود وسعتوں میں ضم ہونے کی خواہش بھی ان کی شاعری کا ایک اہم اور مرکزی جزو ہے۔ یہاں ہمیں جوش و ولولہ اور خوشی و مسرت کے تیز رنگ نہیں ملتے ہیں۔ اس کی وجہ شاید اُس وقت کے غیر مستحکم سماجی و سیاسی حالات ہیں۔ حالانکہ موضوع اور اسلوب کے لحاظ سے انیسویں صدی تک کشمیری شاعری میں کوئی خاص تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ پھر بھی مشاہدے سے پتہ چلتا ہے کہ اٹھارویں صدی ہی میں یہاں کی شاعری میں کچھ نیا پن ظہور پذیر ہو رہا تھا۔ شعراء کی سوچ بنیادی طور زیادہ حقیقت پسند ہوگئی تھی اور شاعری تصوف کے دائرے سے نکل کر انسانی زندگی کے روزمرہ کے مسائل اور پیچیدگیوں کو اپنے اندر سمونے کی سعی میں مصروف نظر آنے لگی تھی۔ اس دور کے شعراء نے ایسے گیت اور نظمیں مرتب کرنا شروع کیں جن میں عام لوگوں کو اپنے دل کی دھڑکنوں کی بازگشت سنائی دینے لگی۔ اس شاعری میں انہیں ایک خوشگوار اور درخشاں مستقبل کی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کرنیں پھوٹتی ہوئی دکھائی دیں۔

جب مہجور کشمیری ادب کے اُفق پر نمودار ہوئے اس وقت کشمیری شاعری دو حصوں میں بٹ کر رہ گئی تھی۔ ایک مُسلم شعراء کی فارسی آمیز صوفی شاعری، دوم ہندو شعراء کی بھکتی بھاونا پر مشتمل سنسکرت آمیز شاعری۔ اس وقت کی یہ شاعری موضوع اور اسلوب دونوں کے لحاظ سے اتنی مبہم تھی کہ اس تک عام قاری کی رسائی ناممکن تھی۔ اُن دنوں کشمیری ادب کے ساتھ یہاں کے لوگوں کا لگاؤ نفی کے برابر تھا۔ کشمیری زبان بھی کسی اہمیت کی حامل نہ تھی۔ سکولوں اور کالجوں میں بھی اس زبان کی درس و تدریس نہیں ہوتی تھی۔ پڑھے لکھے کشمیریوں کو اپنی مادری زبان کو روزمرہ کی بول چال میں بھی استعمال کرنا گوارا گذرتا تھا۔ کشمیری عوام بہت ابتری کی حالت میں گذر بسر کر رہے تھے۔ اور لوگ اپنی ریاست سے باہر رہنے کو ترجیح دیتے تھے، جہاں وہ مقابلتاً بہتر محسوس کرتے تھے۔ ناساز گار حالات کے ایسے ماحول میں مہجور کشمیری زبان میں نظمیں لکھ کر فضا میں ایک خوشبو سی بکھیرنے لگے۔ انہوں نے ایک عام فہم اور سلیس زبان اپنا کر کشمیر کے فطری حُسن کو لفظی پیکر عطا کئے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہاں کے صابر اور حلیم لوگوں کے درد و غم کی بھی عکاسی کی۔ انہوں نے اپنی شاعری میں عام لوگوں کی زبان اور کشمیری تہذیب و تمدن کی جس شاندار روایات کا ایک حسین امتزاج پیدا کیا وہ قابل ستائش بھی ہے اور قابل تحسین بھی۔ انہوں نے اپنے کلام میں لوگوں کے نازک سے نازک جذبات و احساسات کی ایک عام فہم زبان میں ترجمانی کر کے کشمیری شاعری کو ایک نئی جہت، جدت اور رعنائی بخشی۔

شروع میں مہجور نے عشق و محبت کے موضوع پر بہت ساری نظمیں لکھیں۔ ایسی نظمیں اُن سے پہلے کے شعراء نے بھی لکھی تھیں۔ لیکن جیسا کہ پہلے بھی کہا جاچکا ہے کہ مہجور کے اسلوب کی جیسی سادگی، طرز بیان کی شگفتگی اور عاشق کے جذبات کی پُر خلوص ترجمانی اُن شعراء کے یہاں نہیں ملتی ہے۔ کشمیری شاعری میں "عاشق" عموماً

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

عورت ہوتی ہے۔ اپنے محبوب کے حسن پر فریفتہ ہو کر ایک دوشیزہ کہتی ہے:

یَیلہِ چانہِ حُسنک شوہر پیو ۔۔۔ بوزِ بتہ یہ دِل دیوانہ گو
لاران پتہ آسے دَرحو ضرور
دِردانہ سمہ سیم دورِ دور

اور اس کے بعد دکھ سکھ کی کیفیت سے بے نیاز ہو کر اپنے محبوب پر نچھاور ہو جاتی ہے:

اَسِس نیٖنارے ہٹرے ۔۔۔ نہ اَڑس چانہِ خُذمژے
لولہِ چانہ رادیم رائژے
پوشے مَتہ جانانو

اپنا ایک نظم "اتہِ لولہِ باغس" میں مجبور کہتے ہیں کہ عشق دنیا کی ساری نقل و حرکت اور رونق کا محرک ہے۔ اس نظم سے یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ انہیں فطرت کے مناظر اور دیگر پہلوؤں کا بھرپور اور گہرا مشاہدہ تھا:

لولیہ پوشہِ سُتھرلولہِ چہ رنگہِ تہ بو لولکی زنان اسرار
لولک داو دوت لشِ لولہِ پوشِ لولس کران نو بہار

وہ اس بات کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ عشق و محبت کے مقدس جذبے کی آبیاری صرف قربانی اور تیاگ سے ہو سکتی ہے:

گُل مولہِ ناوان پان تھر پیٹھ دِل چھُ پردس تل
گُل تھاوِ بُلبُل لولہِ ہوت دِل ترہاوِ محبت
تتہ پادشاہن تاج پنُن بخش تقدیس
ٹار کھیتہ داراہ لوٗ دِچھِم دربارِ محبت

محبوب کے بے مثال حسن کی پیکر تراشی کتنے لطیف اور شاندار انداز میں کی گئی ہے:

چیرن خط و خال شوبہ دِن چال تے ڈھال

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

حۆز سۆرگیہ وُچھ وُچھ گیہ بے حال
سورُے عالم لوپہٕ ناگٕ تھاے مُدنو
ولو کرٕ لیہ لعلہ مُنتہٕ لاے مُدنو

محبوب کے ناز و انداز اور عاشق کی ناز برداری اور یاس و اُمید کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

شامَن اَیہوم سانے   کوزس سامنے دِل ہوائے
پھیرِتھ شہر ندا و کالے   ہیتِہ لعل آم پیہ کر

○

گاہ چھیم سو گُس سار کرناوان   حوزن دوٗرِ کنہ پاوان چھس
گاہ چھیم خاکس ستہ میلہٕ ناوان   پوشن مالہِ کرناوان چھس

○

قندِ تنہ نابد اَلہ شُپاری   تھاوس ہیتھ بُرہ یارِ ہے
پیہو نا یہ کرس ہند پرۂ آری
لگہ لیو بال یاری یاری ہے

○

مہجور کی عشقیہ شاعری میں فراق کی حالت کا بیان بہت دلگداز اور موثر انداز میں کیا گیا ہے۔ اپنے محبوب کی جُدائی میں عاشق کے دل و دماغ میں جو خیالات و جذبات موجزن ہوتے ہیں اور اسے جن جن کیفیات سے دوچار ہونا پڑتا ہے شاعر کا قصور ان خیالات و جذبات اور کیفیات کی تہہ تک جا کر قاری کے سامنے ایک جامع تاثر و تصویر پیش کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ معشوق کے سامنے آہ و زاری کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے

موٗر وشن متے موٗر وشن پہ نوشہ الہِ جُدا آیی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

گرٕ جان فِدا پان پَننئُے مارٕ اُتی روز

o

بالہٕ پیٹھ لائیے نادو   ییتھ پھیر ناشاہزادو
موٗرٕل گوٕ ڈِیال وادو
پوشے مَتہٕ جانانو

o

فرقت کی راتوں میں عاشق کو کِن کرب ناک لمحات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اُس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں ؎

یِکھنا حالہٕ دِل بارٕے   زوٗو مُت سینہٕ ناوٕے
تیٚلہٕ یِکھا ییٚلہٕ بوراوٕے
پوشے مَتہٕ جانانو

o

مےٚ چھُونہٕ سو شبراہ خوٗنہٕ دِلہٕ چھے رچھان رونہٕ رس بہٕ راتی راتس
تھٕے یم سمبالتھ نٕش نہٕ بایتھ تمےٚ ترٕیہٕ نالس چھرٕسے نالالو

o

غوان گوم جارٕنا اوٚنش نارٕی نارٕی
پھلہٕ پھلہٕ گوم مو ختہٕ ہارٕ دتو
عاشق کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا محبوب کسی اور کی زلف خمدار کا اسیر ہو چکا ہے ؎

یہ پرٕیس یارٕ کمی چھیوٗ گُکھ ترٕ غارٕن سستی ملہٕ نوٗ کُھ
کرٕتھ تعویذ برٕ ہمہٕ روعٔ گُکھ کمیٚو آرٕ وٕلے بنٕو مبرٕ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اتنا کچھ ہوتے ہوئے بھی عاشق چاہتا ہے کہ اس کا محبوب اس کے پاس آ بیٹھے تو وہ اس کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرکے اپنے وجود کی تکمیل کرے ؎

یہ ہمنا حالِ دِل باوے گچھ گنٹھ تو سہ وتھراوے

یَنُن زُو پیشکش تھاوے منے پانس شرِ ژے لُو ممبر

جدائی کی غم انگیز کیفیت سے دوچار ہونے پر عاشق کے جذبۂ عشق میں زیادہ وسعت اور پختگی آجاتی ہے۔ مہجورؔ کی عشقیہ شاعری میں اس کا اشارہ بار بار ملتا ہے۔

مہجورؔ کی شاعری کا ایک اور پہلو فطرت نگاری ہے۔ فطرت کے گوناگوں پہلوؤں کی دلفریب تصویر کشی اور انسانی جذبات سے ان کی ازلی وابستگی کا مؤثر اور پُرلطف بیان مہجورؔ کی فطرت نگاری کا جوہر ہے۔ اپنی ایک نظم "سونت" میں شاعر نے فطرت کی رعنائیوں اور انسان کے جذبۂ عشق کا کتنا حسین امتزاج پیدا کیا ہے ؎

بخشتھ ژ ٹے آرن آبشارن زِ ر دِ سوز رِک ساز

افسانہ لولکی دِہ ناوان آکھا بہار و

اپنی ایک اور نظم "لو کہ چار" میں مہجورؔ نے بچپن کے حسین اور بے فکری کے بیتے دنوں کی یاد کی پیکر تراشی کے لئے فطرت کو نہ صرف ایک پس منظر بلکہ ایک دلکش استعارے کے طور پر بھی استعمال کیا ہے ؎

میون لو کہ چار دِہ کُے اوس دِلوطر	لعبہ زِ ری یا چھاوان تازِ سبزار
منتو ژٹم ہا تس بزاروہو	نو بہار و میانہ لو کہ چار و ہو
میون لو کہ چار زِ ہرون آبہ رنبہ آر	گو نیر تھ پھیر تھ ون چھ دُشوار
کولہ راذان دِ ذِ بہ سبزاروہو	نو بہار و میانہ لو کہ چار و ہو

مہجورؔ کو فطرت کے متعدد پہلوؤں کے اسرار و رموز کا کس قدر تیز مشاہدہ تھا اور انہیں الفاظ کے قالب میں ڈھالنے اور استعاروں کے طور پر استعمال کرنے کی کتنی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مہارت تھی اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اشعار سے ہوتا ہے ؎

صُبحکہ واو وُچھکھ زِ تھدِ شانئے راز گُل کرمتے نِش بیانئے بوز
پوشں اَسہ ناوی تھکہ کمہ بہانئے بُلبُلہ شندی افسانئے بوز

٥

پوشنگ مرتبہ کُنٹھو کتیا زانِن دانا زَن چھ ناداتن منز
اَکی سِہے ناے کیاہ اکھ اَکس مانن جاے تموٗرٹ پرستانن منز

فطرت کی دلکش پیکر تراشی اور حُسن و عشق کی پُر کیف نغمگی کے علاوہ مہجور کی شاعری میں ہمیں فلسفیانہ گہرائی بھی ملتی ہے۔ مہجور کو دنیاوی زندگی کی عارضی خوشیوں و مسرتوں اور اس کی ہنگامہ خیزی کی بے ثباتی کا بھرپور احساس تھا ؎

یُس راجہ حُمنگ پاجہ دِ ایان تس چھ جانا وار
شہ تہ کتیاہ زِ ژھتہ جامہ پریشان چھپتھ گو

اُن کی نظر خارجیت کے پردوں کو چاک کرکے باطن کی اصلی اور دائمی حقیقت کی متلاشی تھی ؎

پوشہ پھولی مِتو وارِ کینژن رنگ کینژن رنگ و بُو
روزِ نہ مُون یُس گُل چھ باغس سُے گُلو منزِ ترایہ ہا

اُن کو موت کے بعد عمل اور دائمی زندگی پر یقین کامل تھا ؎

گُل ہرِ و ہران، سونتہ بیِیہ زِ بارِ کران دور
مرِ مرِ چھپٹے پھیران زندگی بسو اُس مرنگ تراو

وہ مذہب کی تنگ حدود سے نکل کر انسانی سطح پر تمام رشتوں کو سمجھنے کے قائل تھے۔ انسان کو اپنے اندر دل میں ڈوب کر اپنی حقیقت اور اپنے خالق تک پہنچنے کا راستہ خود تلاش کرنا ہوتا ہے ؎

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کس کران چھکھ پورشہ پُوزا کور گُن تاجبتہٕ نہ سمارٕ
بندگی کرہ اُنی یانس کعبہٕ ژھے بُت خانہٕ ژھے

مہجور کی زندگی اور شاعری میں ایک ایسا بھی دور آتا ہے جب انہیں اس بات کا شدت سے احساس ہوجاتا ہے کہ ان کے فن کی پوری طرح قدر نہیں ہوتی ہے :

ژیہتہٕ مہجورس دارِ آزماوُتھ — وزِ وزِ سمکھان چھ ہوی گڑاکھ
تہٕ یہٕ زِنتہٕ لن چھُپہٕ کانہہ ہیکان پرزناوِتھ — ژِکتیو ژھوک راوراوُتھ آکھ

کہیں کہیں تو صاف اشارہ ملتا ہے کہ وہ جو کچھ بھی کہنا چاہتے تھے' کچھ بندشوں کی بنا پر وہ سب کچھ نہیں کہہ پائے ہیں :

نہ چھیم کینہہ زیر کی ہاوُنی نہ چھیم ناماوُری پاوُنی
شیقن' دودِ دلُن یینہٕ نیتھ دِلک اَدِحال باوُن چھم

٥

دِہتہٕ جایہٕ وچھہٕ ہا داپہ نظرن رَاچھ چھم کم تام
بوزِم ودتی کرتم رَاچھ دلہٕ چھے رایہ ونے کنیاہ

اس کی ایک وجہ یقیناً اُس وقت کے ناموافق سیاسی حالات بھی رہے ہوں گے۔ اُن کی ایک نظم "صبح" سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے :

ہم گُلی جدِ کھوتہٕ تیاز شاخ کہائن — تمہ نے چھُہ باغوان ہوان تراش
دمہ دمہ رَاچھو کرپہٕ ژٹن نیالن
سنگرمالن پیو پراگاش
مایہ تار مہجور سنزن مثالن — نُنہ یتھ دنہٕ ہے سر گژھہ ناش
مانا یوزن یہ نادان ٹالن
سنگرمالن پیو پراگاش

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

آزادی کے بعد حالات میں بہتری آئی تو مہجور خوشی سے چلّا اٹھے ؎

مہجور مُبارک واو بہار گی ہشند کمر　　　　　ییڑتہ یورو واُچھکہ ژ خود مختار

دِل چھُے حاکم زلو چھُس نوکر

پوشن کراو کرچھاو گلزار

مہجور کی شاعری کا ایک اور نمایاں دور اُس وقت شروع ہوتا ہے جب انہوں نے سماجی و سیاسی معاملات میں بھرپور دلچسپی لینا شروع کی۔ توہم پرستی، غربت، معاشی اور سیاسی استحصال کی وجہ سے کشمیری عوام بہت اذیت ناک حالات سے دوچار تھے۔ مہجور نے محسوس کیا کہ عوام کو اس حالت غیر سے نجات کا کوئی راستہ دکھانا ہے۔ انہیں اس بات کا احساس دلانا ہے کہ آیا وہ آزادی سے سوچنے سمجھنے اور زندہ رہنے کا مکمل حق رکھتے ہیں؟ ان دنوں ہندوستان میں تحریک آزادی نے جڑ پکڑ لی تھی اور کشمیر میں بھی اس کا پرتو پڑ چکا تھا۔ نیشنل کانفرنس کے جھنڈے تلے مہاراجہ کے ظلم و جبر کے خلاف ایک تحریک شروع ہو چکی تھی۔ مہجور نے اپنے طور پر اس کا بھرپور اثر قبول کر کے کشمیری عوام کے تئیں اپنا حصہ ادا کیا۔

کسانوں کی ابتر حالت کا ذکر یوں کرتے ہیں ؎

کیاؤ لئے وُری لیس ججھتھ زینتھ یہ روزِس فاقہ مس

بیاز رو وانیو یہ سو نرو غاب کرمو انبار میانی

o

دوہس زُوِ جان ژٹھ بتھ ناٹس آٹہ سے زوو ٹہ چھم وان نالک

کمس رافی یہ شتہ میانس غس تن عارہ آسن گوتھ

پھر ساتھ ہی وہ لوگوں کو اس پستی کی حالت سے نکلنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ وہ اُن کے دِلوں میں جوش و ولولہ پیدا کر کے اُنہیں مشکل حالات سے مردانہ وار لڑ کر اپنی تقدیر بدلنے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پر آمادہ کرتے ہیں ؎

کری کُس بُلبلہ آزاد پنجرس منز ژ نالان چھکھ
ژ پننہِ نے وستہ پننہِ مُشکلن آسان پیدا کر
اگر ہُونا وہن لُستی گُلمن ہنز تزاد زیرو بم
بُنیل کر، واو کر، گگرایہ کر، طوفان پیدا کر

مہجور ہمیشہ سماجی و مذہبی بھائی چارہ کے روادار تھے۔ جب آزادی کے وقت سارا بھارت فرقہ وارانہ آگ میں جل رہا تھا تو انہوں نے کس پُر خلوص لہجے میں لوگوں کو ایسی محبت اور اتحاد کی تلقین کی :

ژ ہ چھ مُسلم ہیونہ چھ شکر صاف صاف
عرتہ وتہ پننہ شکر رلاوِ یانہ واُنی
ہنیاری رتُھ تم کھوٗر وانین اہلِ دین
ناو پننہ مُلکج چلاوِ یانہ واُنی

مہجور ایک تابناک مستقبل کا یقین دیتے ہوئے ایک عام آدمی کے دل کو ہمت و حوصلہ اور اُمید کی آرزو سے پُر نُور کر دیتے ہیں :

ڈلہ منز ڈلگل کھالن جواہر — نہ لہرکہ سہ دریاُتہ موضتہ گوتم ظاہر
ژھارنہ پننہ اکھ جہاز — تھاو توکن ماہتہ لالو لولگ وُنے اُفسانا

یہاں اس بات کا ذکر نامناسب نہیں ہوگا کہ سماجی و سیاسی نابرابری اور استحصال کے متعدد زاویوں اور پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہوئے بھی مہجور کی شاعری میں پروپیگنڈہ کی کوئی علامت نظر نہیں آتی ہے۔ اس کے برعکس مہجور نے اپنی شاعرانہ انفرادیت اور عظمت کو برقرار رکھا ہے۔

بھارت کا بٹوارہ ہوتے ہی ہند و پاک کے عوام کو جن الم ناک حالات کا سامنا کرنا پڑا اُس سے مہجور بہت زیادہ پریشان اور بے چین ہو گئے۔ چنانچہ اپنے دُکھ کا اظہار یوں کرتے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہیں ؎

یہ آزادی گوڑنی سیلہ دژایہ ئنز ہندوستانس منز
لچھو پاٹھو آیہ انسانن تلاش تاپہ کرایہ آزادی
غریبی مفلسی بے بوج ستی بیتھ خانہ نہ آرامی
امی رزترایہ امیر پیٹھ آیہ ترأوان سایہ آزلوی

کشمیر پہ قبائلی حملہ ہونے پر مہجور نے "شیروانی" نام کی نظم لکھی جس میں انہوں نے بارہمولہ کے نوجوان شیروانی کو اپنے وطن کے لیے جان کی قربانی دینے پر خراجِ عقیدت پیش کیا۔

آزادی کے بعد مہجور کو حکومت کے ساتھ بہت امیدیں وابستہ تھیں۔ انہیں خیال تھا کہ اب عام لوگوں کو راحت و آرام میسر ہوگا لیکن انہیں یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا کہ عمل میں آزادی کا ثمر کچھ گنے چنے طبقوں کے لوگوں میں آیا ہے اور صرف وہی لوگ زندگی کی آسائشوں کا مزہ لے رہے ہیں۔ اس ناانصافی پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

یہ آزادی چھنے کو کراہ جانان سو نہ ئسندی ٹھول کینہہ تراوان
تمے کینہہ ٹھول ہیتھ ودنی بیٹھ مرثیتیہ پتراپہ آزادی
یہ آزادی چھنے سورچ حور پھیریا خانہ پتہ خانے
فقط کینژن گران اندر چھ مانان گرایہ آزادی

عوام کے تئیں حکومت کی سرد مہری اور افسر شاہی کے غرض مندانہ رویے پر یوں طنز کرتے ہیں ؎

غریبن دارسی کرہن مگر چھپہ حاکمن فرصتھ
تمو لب موٹرن اندر زمان تھدِ پایہ آزادی

مہجور سماج میں غیر ضروری طبقاتی نظام اور ناانصافی سے بالکل ناخوش تھے اور اس

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کے لئے زمہ دار افراز کو تنبیہہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ہ

موّت گوکھ تھزِ، زٲژ بیہ چانژ اَس   کرِ چھِی بام آسمانس سٕتی

انسان نظرو چھ غریب انسانس

پئے لبز لئے نھاوِ زمانس سٕتی

زوہ تار زعوِ ماز ساز و سامانس   بُتھ چھے کام طوفانس سٕتی

ٹکھ لپس چانس اتھ ویوان خانس

پئے لیہ زلئے نھاوِ زمانس سٕتی

مہجور نے اشعر طرزِ فکر اور انداز بیان کے لحاظ سے کشمیری شاعری کو ایک نئی سمت دی۔ اس کا ذکر اپنی نظم بہ عنوان "نوو دُنیا" میں اِس طرح کرتے ہیں ہ

وُچھتہ مہجورنس کُنی نوو دے زنگاہ یوان ہاوُن

نُوس سُمیُس نُوس دورُس نوو دِے گُفتار آسن گوڑھ

اس نظم میں مہجور نے ایک ایسے پاک و صاف نظام و سماج کا تصور پیش کیا ہے جو تمام ترگندگیوں اور آلائشوں سے مُبرا ہو، جہاں ہر آدمی ایک دوسرے کے دُکھ سکھ میں برابر کا شریک ہو۔

اپنی ایک اور شاہکار نظم میں مہجور نے ایک 'بُلبُل' کی کربناک حالت کو ایک استعارے کے طور پر استعمال کر کے ایک کمزور اور لاچار انسان کی بے بسی کی المناک تصویر کھینچی ہے۔ ایک طویل نظم "زوُن" میں وہ اپنے ملک و قوم کی قدیم اور شاندار روایات کو یاد کرتے ہوئے ماضی کے دھندلکوں میں کھوئے جاتے ہیں۔ چاند کی بے قراری اور دائمی سفر کو وہ ایک عاشق کے اپنے محبوب کی تلاش میں سرگرداں ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔ نظم انتہائی جاذب اور پر محل تشبیہات و استعارات سے معمور ہے۔ نظم "نندہ مالہ" میں مہجور ایک بار پھر ایک ماہر پیکر تراش ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ اِس نظم سے اُن کے تخیل کی جامعیت

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

جمالیت کی بھی بھرپور مثال ملتی ہے۔ برق کو ایک نئی نویلی دُلہن سے یوں تشبیہہ دیتے ہیں:

شامہ ژھایہ اُنہ سِندار جامہ تُلتھ وولی یے وارِ وُتھِتھ چھکھ بیہتھ گژھان
ہیتِھ چھکھ مالِنۍ گژھان زُلی زُلی یے
ژٕ ژٕ مُسلو یے پوٗز ماز یان

دِرشن ہاوتھ پردٕ تُلی یے نظرِ اکِہ وُچھتھ سورُی جہان
یانہ ژھایہ تھوٕ تھ ہیٔنہ زُلی زُلی یے
نوٗرٕ ووزُ مُلی یے پوٗز مادٕ یان

کیا ورڈسورتھ یا ٹینیسن (Tennyson) اس سے زیادہ خوبصورت اور مؤثر انداز میں برق کو اس نئی پیکر میں تراش سکتا تھا۔؟ یہ بات اکثر قیاس آرائی کا موجب ہو سکتی ہے۔

کشمیری ادب میں مہجور کی انفرادیت و عظمت کا اعتراف ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ وہ عوام کے دل کی دھڑکنوں میں بسنے والے شاعر تھے۔ اُن کی معطر اور پُربہار شاعری سُن کر اور پڑھ کر آدمی اپنے آپ کو ایک پُرکیف فضا میں سانس لیتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ اُن کی پُرجوش اور ولولہ خیز انقلابی شاعری آدمی کو درد و غم اور مایوسی کی حالت میں بے بس پڑے ہوئے ایک نیا حوصلہ اور ہمت بخشتی ہے۔ ٥

انگریزی سے ترجمہ

٥ —— مترجم: پرویز احمد نقاش

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

شاہد بڈگامی

فلم مہجور - چند یادیں

کشمیری زبان کے عوامی شاعر غلام احمد مہجور کی زندگی سے متعلق "شاعر کشمیر - مہجور" نام سے کشمیری اور اردو زبانوں میں ایک FULL LENGTH فیچر فلم کی تیاری جموں و کشمیر کے مرحوم وزیر اعلیٰ خواجہ غلام محمد صادق اور فلم سٹار و ادیب بلراج ساہنی کا ایک ایسا کارنامہ ہے جسے کشمیری زبان، ادب اور تمدن کے پرستار ہمیشہ فخر سے یاد کریں گے۔

برصغیر ہند و پاک میں مرزا غالب پر ایک (تجارتی) فلم کے بغیر کسی بھی بڑے شاعر کی زندگی کو اس اہتمام سے رنگین فیچر فلم کا موضوع نہ بنایا جا سکا جس طرح مہجور کی ولولہ انگیز زندگی پر ریاستی حکومت کی مالی معاونت اور سرپرستی سے ایک فلم بنائی گئی۔

کشمیری زبان کی اس اولین رنگین فلم کو سری نگر میں مرحوم صادق صاحب نے ۱۱ ستمبر ۱۹۷۰ء کو نمائش کے لئے ریلیز کیا تھا۔

میں فلم شاعر کشمیر مہجور میں بلراج ساہنی اور اس کے ہدایت کار پربھات مکرجی کے خصوصی معاون کی حیثیت سے وابستہ رہا۔ اس کے علاوہ فلم کے ہیرو پریکشت ساہنی اور آنجہانی سوم ناتھ سادھو کے ساتھ میں نے فلم میں ایک چھوٹا سا رول بھی ادا کیا تھا۔ فلم شاعر کشمیر مہجور کی تیاری میں معاونت اور اداکاری کے تعلق سے مجھے اس فلم کے پروڈکشن PRODUCTION سے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

وابستہ فن کاروں تکنیکی عملے اور کلکتہ اور بمبئی اور کشمیر کے سرکردہ اداکاروں سے کم وبیش پانچ سال تک قریب رہنے کا موقعہ ملا تھا۔ اس لئے فلم کی تیاری سے لاتعداد خوبصورت یادیں وابستہ ہیں جن کا تذکرہ یہاں طوالت کا باعث ہوگا۔ فلم شاعر کشمیر مہجور کی خوبیوں کو اُجاگر کرنا بھی اپنے منہ میاں مٹھو بننے کے مترادف ہوگا۔ کیوں کہ میں اس پروجیکٹ سے خود بھی وابستہ تھا۔ فلم کی اُن خامیوں سے متعلق بھی جن پر اس کے ریلیز ہوتے وقت شدید نکتہ چینی کی گئی تھی اور جنہیں ہمارے کئی قدردانوں نے اخبارات کے لاتعداد کالموں میں بڑھا چڑھا کر پیش کیا تھا، میں صرف اتنا کہوں گا کہ وہ محض تنقید برائے تنقید تھی اور کچھ بھی نہیں۔ البتہ میں یہ ضرور کہوں گا کہ اگر آج یعنی اُس فلم کی شروعات سے ۱۹ سال بعد اسے دوبارہ بنانا ہوتا تو آج کے فلمی معیار کے مطابق یہ فلم واقعی اُس سے کہیں زیادہ شاندار بنائی جا سکتی تھی کیوں کہ آج کل اسے زیادہ شاندار بنانے کے امکانات روشن ہیں۔

بس فلم شاعر کشمیر مہجور کے بارے میں یہ بات بھی وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس فلم میں بلراج ساہنی اور ان کے بیٹے پریکشت ساہنی اور کشمیری فن کاروں اور اداکاروں نے کسی مالی فائدے کے بغیر کشمیری کلچر اور مہجور سے بے پناہ محبت کے جذبات کے زیر اثر بے حد محنت کی۔ تجارتی فلموں کے برعکس کشمیری اداکاروں کو فلم میں کام کرنے کے عوض بہت ہی کم معاوضہ دیا گیا۔ میرے ساتھی کشمیری اداکاروں میں سے اکثر نے پہلی بار کیمرے کا سامنا کیا تھا۔ انکی خداداد صلاحیتوں سے کلکتہ اور بمبئی کے فلم اسٹوڈیوز میں انڈور شوٹنگ کے دوران وہاں آنے والے سرکردہ فلم ساز اور اداکار بے حد متاثر ہوئے تھے۔

سورگیہ جگن ناتھ ساقی کو فلم میں ایک بہت ہی قلیل مدتی رول (BIT ROLE) دیا گیا تھا جو نصف منٹ سے بھی کم کا تھا لیکن اس نے ایسا تاثر چھوڑا کہ بمبئی کی فلم لیبارٹری میں ڈبنگ کرتے وقت وہاں پر موجود ٹیکنیشنز اور کئی فلم ساز اس بوڑھے کشمیری اداکار کا شاندار کام دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے اور بعد میں کئی فلم سازوں کی طرف سے اسے OFFERS بھی ملے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

تھے ۔ بلراج ساہنی، پریکشت ساہنی، کلپنا، گیتانجلی، ببیتا، چیترجی، رجنی، گپتا وغیرہ کے ساتھ جن بیسیوں کشمیری اداکاروں نے اس فلم میں اہم رول ادا کئے ان میں پران کشور، امکار ایمہ (آنجہانی) سوم ناتھ سادھو، لشکر بھال، ساجدہ ضمیر احمد، کشوری کول، کشن کمار، امکار خزانچی، راجا حمید پشکر ریبہ، محمد سلطان، عبدالمجید وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں۔ ان سب اداکاروں نے اپنی قابلیت اور صلاحیت کا لوہا منوالیا تھا۔ پران کشور فلم کی تیاری میں منتظم اعلیٰ کے طور پر سرگرم عمل رہے تھے۔

فلم کا کام ۱۹۶۵ء میں شروع کیا گیا اور کم و بیش پانچ سال میں مکمل ہوا۔ اس کے اردو روپ کے لئے مہجور کے گیتوں کو کیفی اعظمی نے اردو کا جامہ پہنایا اور ان کی موسیقی پریم دھون نے ترتیب دی تھی۔ اوشا منگیشکر، سمن کلیان پور اور مناڈے وغیرہ نے ان گیتوں کو اپنی آوازوں میں لافانی بنادیا تھا۔ اردو روپ کے کئی گانے کافی HIT ہوئے۔ کشمیری فلم کی موسیقی موہن لال ایمہ نے ترتیب دی تھی اور اسے سری نگر کے علاوہ وادی کشمیر کے قصبات میں کافی مدت تک دکھایا گیا اور عوام نے اسے بے حد اشتیاق سے دیکھا اور پسند کیا تھا۔

کشمیری زبان میں رنگین فلموں کی تاریخ فلم شاعر کشمیر مہجور سے ہی شروع ہوئی ہے۔ وہ بھی ایک ایسے شاعر کی زندگی سے جو خود ہمارے دور سے وابستہ ہے۔ اس لحاظ سے مہجور کی زندگی پر ایک آرٹ فلم بنانا کافی مشکل کام تھا اس لئے کہ اس فلم کے ہر زاویہ پہ عوام الناس کی نظر یں لگی ہوئی تھیں اور وہ لوگ ابھی بقید حیات تھے جنہوں نے بچشم خود مہجور کی زندگی کے نشیب و فراز اور اسکے گرد تحریک حریت کے شب و روز دیکھے تھے حقیقت میں یہ ایک جراتمندانہ اور بابو قار RISK تھا۔ اس جراتمندانہ قدم کی پیچیدگیوں اور خطرات کا احساس صرف ان لوگوں کو ہوگا جو فلمی صنعت کی مبادیات سے واقف ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۹۷۰ء سے آج تک فلم مہجور کے بعد کشمیری زبان میں کوئی رنگین یا سیاہ و سفید فیچر فلم نہیں بنائی جاسکی ہے۔ ٹیلی ویژن کے لئے حبہ خاتون اور رسول میر جیسی چھوٹی T.V.

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

فلمیں بنا کر کشیر بڈگامی نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ کشمیری نوجوانوں میں عمدہ فلمیں بنانے کی بھرپور صلاحیتیں موجود ہیں لیکن یہ اور بات ہے کہ اس خطۂ ارض میں فلم آرٹ یا صنعت کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا ہے۔ ہندوستان کی دیگر علاقائی زبانوں کے مقابلے میں کشمیری زبان میں فلمیں بنانے کا عمل نفی کے برابر ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں تجارتی فلموں پر سرمایہ لگانے کے لئے کوئی بھی آگے آنے کا RISK نہیں لیتا اور آرٹ فلموں کی تیاری کے لئے کوئی ادارہ موجود نہیں ہے۔ اس طرح کشمیری زبان میں رنگین یا سیاہ و سفید فیچر فلمیں بنانے کا مستقبل قریب میں بھی کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ اس اعتبار سے اولین رنگین کشمیری فلم شاعرِ کشمیر مہجور کی تیاری بجائے خود کشمیری زبان اور کشمیری شاعر مہجور کے تئیں عقیدت کا والہانہ اظہار ہے جس کے لئے (آنجہانی) بلراج ساہنی (مرحوم) صادق صاحب اور کشمیری اداکار اور فنکار سبھی لائق صد آفرین ہیں۔ ان کی اس مشترکہ کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جانا چاہئے۔

اس فلم کے پرنٹ محکمہ اطلاعات جموں وکشمیر کے پاس پڑے ہوئے ہیں جنہیں آسانی سے لوگوں کو خود محکمہ اطلاعات اپنے ذرائع سے دکھا سکتا ہے۔ ان کی راہ میں کیا مشکلات حائل ہیں اس بارے میں وہی بہتر طور پر جانتے ہیں۔ فلم ڈسٹری بیوشن کے طریقہ کار کی مشکلات کی وجہ سے یہ فلم ابھی تک اکثر لوگ نہیں دیکھ سکے ہیں اور یہ ڈبوں میں بند پڑی ہوئی ہے۔

سورگیہ بلراج ساہنی نے فلم کا کشمیری روپ ریلیز ہونے کے ساتھ ہی اس فلم سے متعلق سرکردہ لوگوں کی رائے جاننے کے لئے سینکڑوں خطوط لکھے تھے اور اہل نظر کی آرا کی روشنی میں ضروری ترامیم و اضافے کے لئے وہ اردو روپ کو ہر لحاظ سے عظیم الشان بنا کر پورے ملک میں ریلیز کرنے کے علاوہ اسے انگریزی اور جرمن زبان میں ڈب کرانے کا منصوبہ بنا چکے تھے جس سے کشمیری کلچر اور کشمیری شاعر مہجور عالمی سطح پر متعارف ہوتا لیکن صادق صاحب کے انتقال اور پھر خود داعئ اجل کو لبیک کہنے کی وجہ سے ان کی آرزو پوری نہ ہو سکی۔ مختصر یہ کہ فلم شاعر کشمیر مہجور کی تیاری سے کشمیر میں فلم آرٹ کی جو بنیاد ڈالی جا چکی ہے اس پر مستقبل میں ہمارے نوجوان ایک عظیم الشان عمارت تعمیر کر کے اس قوم کو چار چاند لگا سکتے ہیں۔ — ٥

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

محمد یوسف ٹینگ

مہجور کا پُشت پناہ — ابنِ مہجور

علامہ اقبال کے مکالمہ جبرئیل ابلیس میں ابلیس کی زبان سے یہ مشہور منظوم مکالمہ ادا ہوتا ہے ؎

آہ اے جبریل تو واقف نہیں اس راز سے
قصۂ آدم کو رنگین کر گیا کس کا لہو

غلام احمد مہجور کی کہانی کا یہ راز بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اس کی ہنگامہ خیز مقبولیت اور شہرت کے پس پردہ کس شخص کی ذہانت اور صلاحتیں خاموشی مگر پُرکاری سے کارفرما تھیں۔ محمد امین مہجور صاحب کی اکلوتی اولاد تھے۔ نہ کوئی بھائی اور نہ کوئی بہن۔ لیکن ادب اور تحقیق میں مہجور اور ابن مہجور کا رشتہ صرف باپ اور بیٹے کی حیثیت سے موجود نہیں رہیگا۔ جن لوگوں کو حالات کا پتہ ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ابنِ مہجور اپنے نامور باپ کے معیار بھی تھے اور اُن کے "وزیرِ خارجہ" بھی جسے ادبی منیجر کی اصطلاح سے بھی یاد کیا جاسکتا ہے۔ مہجور کے قصۂ شہرت میں اسکی اکلوتی اولاد کی رنگینی کس قدر موجود ہے۔ اسکا علم اگرچہ اِس وقت بھی بہت سے معاصرین کو ہے۔ لیکن ابنِ مہجور کی فروری ۱۹۸۰ء میں اچانک موت سے اِس پر جود بعیز پردہ پڑ گیا۔ شاید اس کے نیچے اصل ماجرا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھپ گیا ہے اور اب اسکی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کتنی ہی پرتیں کبھی بھی نہ کھولی جا سکینگی لیکن یہ معاملے کا صرف ایک پہلو ہے۔ محمد امین ابنِ مہجور کی شخصیت اُن کے قدآور والد کی نسبت کے علاوہ بھی اپنا جوہر اور جولانی رکھتی ہے۔ اس نے والد کی زندگی میں ہی اپنی امتیازی شخصیات کے نقوش کی اچھی خاصی جھلک دکھادی تھی لیکن والد کے بعد اٹھائیس سال کی زندگی میں اُس نے اپنی انفرادیت کے ایسے مظاہرے دکھائے کہ کشمیر کی تمدنی زندگی میں اس کے کسی مبسوط تحریری کارنامے کی عدم موجودگی کے باوجود اسے ایک شاندار جوہر شناس اور چلتے پھرتے قاموس کی حیثیت سے بہت دیر تک یاد کیا جائیگا۔ شاید ان ہی خصوصیات کا ثمر یہ تھا کہ اسے جموں و کشمیر بینک کے علاوہ جموں و کشمیر کلچرل اکادمی نے بھی خلعت فاخرہ سے نوازا لیکن ابنِ مہجور کے اصل امتیاز کا ثبوت یہ خلعتیں نہیں ہیں۔ اسکا سب سے بڑا ثبوت اور شہادت اُسکی اپنی ذات تھی اور عمر

اک شمع تھی دلیل سحر سو خموش ہے

محمد امین ایک بڑی ہی پیچیدہ اور تہہ دار شخصیت کا مالک تھا۔ اسمیں علم و عمل کے ذخیرہ کرنے والے شاداب نخلستان تو بہت زیادہ تھے لیکن اسمیں کجی اور ٹیڑھ کے پہلو بھی شانہ بشانہ تھے اور اُسے ایک مکمل "بشر" بناتے تھے۔ جب وہ زندہ تھا اور ملازمت سے وظیفہ حسنِ خدمت بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اس وقت ہمیں یہ معلوم تھا کہ وہ سنہ ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوا ہے۔ اسکو سنن اور تاریخوں کا جو شمار ازبر تھا۔ اُس کے زیر نظر کس کا جگر تھا کہ اسے چیلنج کرتا۔ مگر اُس کے اِس دروغ مصلحت آمیز پر قدرت نے بھی گویا خاموشی سے آمنا کہہ کر توثیق کی مُہر ثبت کی تھی۔ وہ آخری دنوں میں زیادہ تر ننگے سر نظر آتا تھا۔ اور اُس کے سر کے گنتی کے چند بال ہی چٹے نظر آتے تھے۔ اُسکا چہرہ جھریوں سے قطعاً عاری تھا۔ وہ اپنے لمبے وجود کے ساتھ الف کی مانند سیدھا کھڑا ہوتا تھا اور اسکی چال میں کسی مستِ شباب نوجوان کی اُستواری موجود تھی۔ اس لئے جب اُسکی وفات کے بعد میں اس کے گھر متری گام گیا۔ اور وہاں اس کے نجی کاغذات پر نظر ڈالی تو یہ دیکھ کر میں اچھنبے میں پڑ گیا کہ اس نے ایک نہ دو پورے دس سال اپنی عمر میں سے نکال دیئے تھے اور کسی کو شک کرنے کا موقع بھی دیا نہ تھا۔ محمد امین ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوا تھا اور اس نے دس سال چھپا کر اسی لحاظ سے سرکاری آنکھوں میں خاک جھونکی تھی اور پورے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پینسٹھ برس کی عمر میں ریٹائیر ہوا تھا۔

محمد امین کی تعلیم کا بھی کسی کو ٹھیک سے معلوم نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس نے میٹرک کی رکاوٹ بھی پار نہیں کی۔ لیکن یہ خیال رکھنا بڑی سخت جانی اور کسی حد تک حماقت کی پیداوار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ محمد امین کے پاس بہت سے طالب علم آتے تھے۔ جو پی ایچ ڈی کی آزمائش میں مبتلا ہو کر کر رہتے تھے۔ محمد امین اتنی آسانی سے ان کی علمی گرہیں اور گانٹھیں کھولتا تھا۔ جیسے کوئی کنڈر گارٹن کے بچے کو گنتی سکھاتا ہے۔ اس کے پاس جاپان سے لے کر جرمنی اور فرانس کے بڑے بڑے سکالر آتے تھے اور اسکے بحرِ علمی میں غوطہ لگا کر اپنی مشکل تو حل کرتے تھے لیکن اس عجیب آدمی کی گہرائی کا اندازہ کر کے محو حیرت ہو جاتے تھے۔ جین ناڈو سے لے کر محی الدین صوفی تک کتنے ہی سکالر اُسکی علمی رسائی کا اعتراف تحریری طور کر چکے ہیں۔

محمد امین جب عالمِ بلوغ کو پہونچا تو غلام احمد مہجور فارسی اور اردو کے خاردار صحراؤں میں اپنی آواز کے قدم مجروح کر کے نڈھال ہو چکا تھا اور اب اپنی مادری زبان کے بنفشہ زار میں آکر اپنے لہجے پر پھاہا رکھ رہا تھا۔ ابتداء کی بات تو نہیں معلوم لیکن ۳۲-۳۳ء کے بعد محمد امین نے اپنی نکتہ دانی اور اپنی عملی فراست سے اپنے والد کو متاثر ہی نہیں بلکہ مرعوب بھی کر دیا تھا۔ یہ بات مجھے خود ابنِ مہجور نے بتائی ہے کہ جب مہجور کوئی نئی غزل یا "وژن" کہتا تو ابنِ مہجور اسکا معیار (SOUND SCREEN) بنتا تھا۔ یعنی وہ اس "وژن" یا غزل کے ہر بول اور ہر لفظ کو الٹ پلٹ کے دیکھتا اور اسکے صوتی اور معنوی امکانات کو پرکھتا رہتا تھا۔ اگر کوئی لفظ اسکی سمعی کے اندازے میں زرا ناہموار یا غریب لگتا تھا تو ابنِ مہجور فوراً شاعر کی توجہ اس طرف دلاتا تھا۔ شاعر پر اسکا ایسا جادو چل گیا تھا کہ فوراً اس لفظ والے مصرعے یا بند کو واپس لے کر اسکی تراش خراش کا عمل شروع کر دیتا تھا۔ کبھی کبھی یہ عمل بہت تکلیف دہ ہوتا کہ یہ شاعر کی طبیعت کے بہاؤ کے خلاف ہوتا۔ لیکن وہ اپنی اولاد کے سامنے ایک سعادت مند بچے کی طرح زانوئے ادب تہہ کرتا۔ جب تک محمد امین کی گردن اثبات میں نہ ہلتی۔ شاعر کے مشقِ سخن کی چکی ٹھکروں کو سپلٹ کر کے زندہ لفظ کی نرمی اور گرمی عطا کرنے کے لئے گھومتی رہتی۔ کلام مہجور کے ابتدائی نسخے مہجور کے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اپنے دستخطوں میں موجود ہیں اور ان کا گہرائی سے مطالعہ کر کے اس موضوع پر بڑی دلچسپ روشنی ڈالی جاسکتی ہے
ابن مہجور کی سب سے بڑی مصلحت اُس وقت شاعرانہ نہ تھی۔ وہ کشمیر میں اپنے والد کو سب سے مقبول شاعر بنتے دیکھنا چاہتا تھا۔ جو اسکی شہرت کے ساتھ ساتھ اسکی دولت کا ذریعہ بھی بنے۔ محمد امین کو نئے زمانے کی ٹکنالوجی پر بے حد اعتبار تھا۔ عقایدکے اعتبار سے میں نے اسے ہمیشہ ایک AGNOSTIC پایا۔ جب کبھی میں چرار شریف جاتا اور ابن مہجور ہمارے ساتھ ہوتا تو ہم پہلے زیارت میں جانے اور اسکے کتبوں اور دوسرے تواریخی معاملات پر غور کرتے۔ میں گنہگار اس درگاہِ عالیہ میں نماز کے وقت سر بسجود ہونے میں سعادت سمجھتا۔ لیکن جب میں اپنے اردگرد نظر ڈالتا تو ابن مہجور کو غائب پاتا۔ پھر اُسکی تلاش شروع ہوجاتی تو اکثر اُسے گاڑی میں پناہ گزین پایا جاتا تاکہ کوئی اس سے نماز کے بارے میں استفسار نہ کرے۔ خیر یہ بات تو بیچ میں آگئی۔ ابن مہجور کو جدید تکنیک کی سحر کاریوں کا اندازہ تھا۔ اس نے مہجور کی غزلوں کے ریکارڈ تیار کروانے کے لئے پشاور کا سفر اختیار کیا اور ہاٹ ماسٹر کمپنی کے ذریعے مہجور کے ترانے "باغِ نشاط کے گلو" اور دوسرے گیت گراموفون ریکارڈوں میں بھر کر اسے کشمیر کے طول و عرض میں پھیلا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک تو مہجور کی غزل ساری وادی میں گرجنے لگی دوسری طرف کشمیری زبان کے نام لیواؤں کا احساسِ کمتری کسی حد تک کم ہونے میں مدد ملی۔ یہ بات بہت سے لوگوں کو معلوم ہے کہ مہجور تازہ اور کامیاب فلموں اور گراموفون ریکارڈوں کی مقبول عوام دھنوں پر غزل اور "وژن" لکھتا تھا لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ دھنیں ابنِ مہجور چُنتا تھا اور جب مہجور اپنی غزل مکمل کر لیتا۔ تو ابن مہجور اسکو ہاکروں کے ذریعے یا گراموفون ریکارڈوں پر چڑھا کے انکی نشر و اشاعت کا اس وقت وسیع انتظام کرتا جب کہ ابھی کشمیر میں نہ ریڈیو آیا تھا اور نہ اخبارات و رسایل شاعری کے پھیلاؤ کا ذریعہ بن سکے تھے۔ ابن مہجور نے مہجور کا ایک اور ناپسندیدہ سلسلہ اپنے ذمے کیا تھا۔ یعنی مقدمہ بازی۔ جب ہاٹ ماسٹر کمپنی کے ساتھ معاوضے، رائلٹی وغیرہ پر جھگڑے اٹھے تو ابنِ مہجور نے میدان میں ڈٹ کر انکا احاطۂ عدالت میں ایسا قافیہ تنگ کیا کہ وہ بریت کے لئے اُسکی منتیں کرنے لگے ___ ابن مہجور مقدمہ بازی کے فن میں ایسا مشاق ہوگیا تھا کہ اس نے اپنی عمر کے آخری برسوں میں مرحوم شمیم احمد شمیم جیسے جگادری سے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

معافی نامہ حاصل کیا۔ شمیم نے اپنے اخبار آئینہ میں بس یہ لکھا تھا کہ ابن مہجور اب اپنے والد کے مزار کا مجاور بن کے اُنکی ہڈیاں بیچ رہا ہے۔ ابن مہجور کی رگِ حمیت پھڑکی۔ اس نے عدالت میں شمیم کے خلاف ازالہ حیثیتِ عرفی کا مقدمہ دایر کردیا۔ شمیم کے خلاف عدالتی کیس کرنا کوئی آسان کھیل نہ تھا۔ وہ خود وکیل اور بڑا زبردست جرح باز اور "قانونیا" تھا۔ وہ ان دنوں پارلیمنٹ کا ممبر تھا اور اسکا طوطی چاروں طرف بولتا تھا۔ اسے یہی جھگڑا مول لینے میں خواہ مخواہ لطف آتا تھا اور مقدموں کو ایک SPORT سمجھتا تھا۔ اسکی انا "اتنی پھولی ہوئی تھی کہ وہ بڑے بڑوں کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔۔۔ پھر ہتکِ عزت کا مقدمہ، جو معشوق کی کمر ثابت کرنے کے برابر مشکل مرحلہ ہے اور جس میں خود مقدمہ باز کی دھجیاں اڑانے کا امکان رہتا ہے۔ خیال یہ تھا کہ اب ابن مہجور کے پرزے اُڑ جائینگے۔ لیکن ایک چیز امین صاحب کے پاس ایسی تھی جس سے شمیم عاری تھا یعنی صبر و تحمل اور استقلال TENACITY امین مہجور نے تقریباً عدالت میں ہی دھونی رما دی۔ جب سمن کی تعمیل کا وقت آتا تو وہ ہرکارے کے ساتھ خود شمیم کے سامنے اٹھ کھڑا ہو جاتا اور اس سے تعمیل کرواتا۔ سال دو سال کے عرصے میں شمیم اتنا زچ ہو گیا کہ اس نے محمد امین سے مفاہمت کی درخواست کر دی۔ شرط صرف یہ تھی کہ ہتھیار ڈالنے کی یہ خبر اخباروں میں نہ آئے۔ ابن مہجور نے ایک۔۔۔ فیاض حریف کی طرح اس شرط کو قبول کیا۔ اور اس طرح شمیم نے معذرت کرکے اپنا دامن چھڑا لیا۔ ابن مہجور نے ریڈیو کشمیر کے ساتھ بھی ایک بڑا یدھ لڑا۔ اگرچہ تکنیکی طور پر فتح اُسی کی ہوئی۔ لیکن یہ فتح حاصل کرتے ہوئے خود مہجور اور اسکی امیج کو کتنا خسارہ اٹھانا پڑا وہ ایک الگ داستان ہے۔ ابن مہجور کا مطالبہ یہ تھا کہ ریڈیو کشمیر سے مہجور کے گیت نشر کرنے کے لئے وہی فیس ادا کی جائے جو ملک کے سب سے بڑے شاعر اور ادبی کالوسس ٹیگور کے وارثوں کو ملتی ہے۔ ابن مہجور کا استدلال مسکت تھا یعنی کہ ٹیگور نے خود مہجور کے کلام کو سراہا اور کہا تھا کہ "میرے اور مہجور کے نغموں میں بڑی مشابہت اور مماثلت موجود ہے" اس لئے مہجور کی فیس کم کرنا خود ٹیگور کے معیارِ ادب کو مسترد کرنا ہے۔ اس کے علاوہ اگر ٹیگور کا رتبہ ہندوستان کی تحریکِ آزادی اور اس کے لیڈروں سے تعلق کی وجہ سے بڑا تسلیم کیا جاتا ہے۔ تو مہجور اس معاملے میں بھی پیچھے نہیں۔ اس کے نغمے تحریکِ حریت کشمیر کے ترانے بنے اور اسکا تحریکِ آزادی کشمیر کے لیڈروں سے بہت گہرا تعلق رہا۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ریڈیو کشمیر کے روایت پسند حکام کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ کسی مقامی زبان کے شاعر کا کیسے مہا کوی سے موازنہ کیا جائے۔ یہ معاملہ دس پندرہ سال چلتا رہا اور اس دوران ریڈیو کشمیر سے مہجور کا ایک شعر بھی براڈکاسٹ نہ ہو سکا۔ وہی مہجور جو گراموفون کے لانچنگ پیڈ پر چڑھ کر کشمیریوں کے اعصاب پر سوار ہو گیا تھا آہستہ آہستہ بھلایا جانے لگا۔ لیکن ہار آخر کار ابنِ مہجور کو نہیں بلکہ ریڈیو کو ماننی پڑی۔ مہجور کشمیر کا سب سے زیادہ معاوضہ حاصل کرنے والا شاعر بن گیا اور اسطرح پھر ہوا کے دوش پر اسکے نغمے سوار ہونے لگے۔ ورنہ اس سے پہلے تو صرف "آزاد کشمیر ریڈیو" نے ہی اسکی اجارہ داری حاصل کر لی تھی۔ اس لئے کہ بیچ میں جنگ بندی لائن حائل تھی اور ابنِ مہجور کے قانونی داؤ پیچ وہاں اپنے چمتکار نہ دکھا سکتے تھے۔ ابنِ مہجور نے ساہتیہ اکادمی کے کشمیری انتخاب کے لئے بھی مہجور کا کلام شائع کرنے کے لئے ایسی ہی شرائط رکھیں اور منوالیں۔

ابنِ مہجور ایک زبردست عملی اور اشتہاری ذہن کا مالک تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ کبھی کبھی اس کی تدبیریں الٹی اور داؤ غلط ہو جاتے تھے۔ جب حضرت مہجور کا انتقال ہوا تو ابنِ مہجور شامی دیر تک سرینگر سے کسی قاصد کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ قاصد نہ آیا تو مہجور صاحب کے جسد کو ڈب پر آسودہ کیا گیا۔ دوسرے روز نائب وزیرِ اعظم بخشی غلام محمد متری گام آئے انہوں نے مہجور کے جسد کو سرینگر لے جا کر مہجور کے ہی دکھائے ہوئے مزارِ شعراء میں دفن کرنے پر اصرار کیا۔ محمد امین نے اس تجویز کے امکانات کو فوراً بھانپ لیا۔ سرینگر میں مہجور کا جسد توجہ کا باعث بن سکتا تھا۔ اس نے فوراً ہاں کر لی۔ اسطرح مہجور کے جسد کو ۱۱ اپریل ۵۲ء کی رات کو قبر سے جہاں وہ بہ حیثیت امانت دفن کیا گیا تھا، نکالا گیا۔ خانقاہ معلی لایا گیا۔ جہاں اسے تقریباً IN STATE رکھا گیا اور پھر سرکاری اعزاز کے ساتھ اتھہ واجن میں دوسری بار دفن کر دیا گیا۔

خلافِ توقع چند سال کے اندر مہجور کے مزار کو بھلا دیا گیا۔ جس بخشی صاحب نے اسے متری گام سے لایا تھا۔ وہ اپنے عروج و اقبال کے دنوں میں اسکو بھول گئے۔ یہ مزار سڑک کے بیچوں بیچ واقع ہے اور ابنِ مہجور کی دور بین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ نہ صرف یہ کہ مہجور اپنے گاؤں سے ہٹ کر گمنامی کے مزار میں ڈوب رہا تھا ——— متری گام میں تو اسکی زیارت بن گئی ہوتی۔ اسکے ایک رات اور ایک دن کے مدفن پر بھی وہاں ۹ اپریل کو ابھی سے عرس لگنا شروع ہو گیا ہے جس میں پندرہ سے بیس ہزار تک عقیدت مند

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

شامل ہوتے ہیں ـــــ بلکہ کسی وقت وقت کے جلال یا سٹرک کی کشادگی کے نتیجے میں یہ قبر بہہ جانے کا بھی امکان پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ اپنے آخری دنوں میں وہ ایک دلیرانہ مہم منظم کرنے کی طرف لگا ہوا تھا یعنی کہ مہجور کے جسد کو اس کی دوسری آرام گاہ سے برآمد کر کے راتوں رات پھر متری کام پہنچا کر آسودہ کر دیا جائے اور پھر کئی دنوں کے بعد کشمیریوں کو یہ خبر دی جائے۔ ابن مہجور اپنے بہت سے ارمانوں کی طرح یہ خواہش بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ اسمیں شک نہیں کہ اب مہجور اپنی دوسری آرام گاہ میں حفاظت کے احساس کے ساتھ خوابیدہ رہ سکتا ہے۔

ابن مہجور میں عجیب ملکہ تھا کہ وہ جس میدان کی طرف اپنی طبیعت کی بھاگ دوڑ دیتا۔ اسمیں جھنڈے گاڑ دیتا۔ وہ ایک زبردست ماہر آثار قدیمہ تھا اور اسکو فوٹو گرافی کا بہت شوق تھا۔ مہجور کی وفات کے کئی سال بعد اس نے انکی ایک خوبصورت تصویر نکالی۔ اسکی اپنی نگرانی میں رنگ آمیزی کرائی۔ اس کو نہایت نفیس فریم میں جوڑ دیا اور پھر صادق صاحب سے ایک سرکلر نکالا جسمیں سرکاری اداروں سے کہا گیا تھا کہ وہ مہجور کی یہ تصویر خریدلیں۔ اسی لئے آج بہت سے تعلیمی تمدنی اور رابطۂ عامہ کے دوسرے اداروں میں مہجور کی نہایت خوبصورت تصویریں ملتی ہیں۔ ابھی تک کسی اور کشمیری ادیب یا شاعر کی ایسی تصویر نہ بنائی گئی اور نہ بکی گئی۔ ابن مہجور نے اسطرح اپنی منفعت کا ذریعہ بھی نکالا۔ مہجور کی پبلک ریلیشنز بھی کیں اور کم از کم ایک کشمیری شاعر کو ہیروں کے دوعظمائے رجال کے ساتھ نگارخانوں میں سجانے میں کامیابی حاصل کرلی۔

اوپر جو اشارے کئے گئے ہیں۔ وہ ابن مہجور کی شخصیت کی ضمنی لکیریں ہیں۔ وہ تواریخ کشمیر کا ایسا شناور تھا کہ اس کے جیتے جی اس موضوع پر کسی کو اس کے سامنے دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ رام چندر کاک محمد الدین فوق۔ پی این کے بامزئی۔ آرنکے، پدمو۔ محب الحسن وغیرہ سبھی اس کی گہری علمیت اور نکتہ آفرینی کے قائل تھے۔ محمد الدین فوق اور جی ایم ڈی صوفی کو تو وہ باقاعدہ معلومات فراہم کرتا رہتا تھا۔ جی ایم ڈی صوفی جب "کشیر" کے لئے مواد جمع کر رہا تھا تو ابن مہجور اس کے گائیڈ کی صورت میں سرگرم تھا اور صوفی اسکو اپنی محنت کے لئے باقاعدہ مشاہرہ ادا کرتا تھا۔ اس نے صوفی کے ساتھ گھوڑے کی پیٹھ پر لداخ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اور کشمیر کا سفر کیا۔ صوفی کے اس کے نام بہت سے خطوط اس کے کاغذات میں موجود ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ صوفی کی "کشمیر" میں اسکا حصہ کتنا ہے۔ مہجور خود کشمیر کی تواریخ اور اسکے تمدن کا بڑا عاشق اور محقق تھا معلوم نہیں کہ ابن مہجور کو یہ چاٹ اپنے والد سے پڑی یا اس کے دو دوستوں محمد الدین فوق، جی ایم ڈی صوفی اور آنند کول بامزئی کی صحبت سے لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس کو کم عمری میں ہی تواریخ کشمیر میں ایسا ملکہ ہو گیا تھا کہ مہجور اسُ کی رائے اور توجیہ کو ہمیشہ اپنی تاویل پر ترجیح دیتا تھا۔ مہجور کا گھرانا اس کی والدہ اور والد دونوں کی جانب سے ایک علمی گھرانا تھا اور اسمیں کچھ نادر کتابیں موجود رہتی تھیں۔ خود مہجور نے اسمیں اچھے اضافے کئے اور کچھ سکّے وغیرہ بھی جمع کئے۔ لیکن ابنِ مہجور نے اسکو ایک باقاعدہ میوزیم اور ادارہ بنالیا۔ اس نے کشمیر سے متعلق کتابوں۔ مخطوطات۔ سکوں۔ مورتیوں، مشاہیر کے دستخطوں، شاہی فرمانوں اور دوسری دستاویزات کا ایسا گنجینہ تیار کیا تھا کہ منتشر ہونے سے پہلے وہ اس موضوع پر سب سے مستند اور معتبر گنج بے بہا بن گیا تھا۔ ابن مہجور ایک جوہری کی نظر رکھتا تھا۔ اُسے اپنی اکھٹا کی ہوئی نوادرات کی قیمت کا بخوبی اندازہ تھا۔ اس کے پاس اسکی زندگی میں اندرون او بیرون ملک سے بڑے بڑے لوگ آئے اور انہوں نے اپنی دلچسپی اور مطلب کی چیزوں کے حصول کے لئے اسے بڑی بڑی قیمتیں پیش کیں۔ لیکن وہاں اسکی علمی شان اور درویشانہ استغناء کا مظاہرہ ہوا اور اس نے اِن پیش کشوں کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ وہ اصل وہ چاہتا تھا کہ مہجور کے شنگی کدل والے مکان کو مہجور کے نام پر ایک میوزیم میں تبدیل کیا جائے اور یہ ساری چیزیں وہاں "مہجور گلشن" کے نام سے رہیں۔ خواجہ غلام محمد صادق کے وقت یہ بیل منڈھے بھی چڑھنے لگی تھی لیکن صادق صاحب کے انتقال نے معاملے کو تقریباً دفن کر ڈالا۔ ابن مہجور کوئی آسودہ حال شخص نہیں تھا۔ لیکن وہ اس گنجینے کے انتشار کو کسی بھی قیمت پر قربان کرنے کو تیار نہ تھا۔ افسوس کہ اس کے انتقال کے بعد یہ جواہر پارے جن میں "کشمیریت" کا شیرازہ ملکہ وحدت پیدا کرتا تھا۔ کئی اداروں نے آپسمیں بانٹ لیا اور اب اُسکی اپنی الگ حیثیت قائم نہیں۔ ابنِ مہجور کے خواب کی کرچیاں بکھر کر اپنا حسنِ تناسب کھو چکی ہیں ؏

دل کے آئینے کو بغل بیچ لئے پھرتا ہوں
کچھ علاج انکا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ان کتابوں پر ابن مہجور کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے نوٹ اور حاشیے ایسا قیمتی مواد ہیں کہ ان کے بغیر ان کتابوں کی اہمیت آدھی رہ جاتی ہے۔ اگر صرف یہ حاشیے مرتب ہو کر شایع کیے جاتے تو ابن مہجور کی فکر و نظر کی دھاک بیٹھ جاتی۔

ابن مہجور نے یہ لاجواب گنج دولت سے نہیں بلکہ شوق سے حاصل کیا تھا اور دکھا دیا تھا کہ عمر شوق ہے سامان طرازِ نازشِ اربابِ عجز۔ اُسنے مجھے بتایا کہ کنشک کے زمانے کی ایک TERRACOTA مورتی حاصل کرنے کے لئے اُسے ایک سادھو کا بھیس بدلنا پڑا تھا۔ اسی طرح اُسے نویں صدی عیسوی کے مشہور کشمیری مفکر اُتپل دیو کی ایک نادر تصنیف کے اوراق حاصل کرنے کے لئے گھر کی ان پڑھ گرہستن سے رابطہ قایم کرنا پڑا۔ وہ اس وقت اس گھر میں جاتا۔ جب وہاں کوئی خواندہ شخص موجود نہ ہوتا۔ اسنے مکی کے بھٹوں سے متوتنگ کی سوغات اس نیک سیرت اور سادہ منش کشمیری پنڈتانی تک پہونچا کر اُسکا اعتماد حاصل کر لیا اور اُس سے دس دس بیس بیس کر کے پرانے کاغذ کے یہ ورقے حاصل کر لئے۔ جب پنڈتانی اُس سے کہتی کہ یہ ردی کاغذ تمہارے کس کام آتے ہیں۔ تو وہ معصوم صورت بنا کر جواب دیتا کہ مجھ سے پیر نے کہا ہے کہ ان کاغذوں میں رکھا گیا پانی تمہارے روگ کا علاج ہے۔ سادہ منش پنڈتانی خوش ہو کر اسے یہ اوراق دیتی یہ سلسلہ کئی ماہ جاری رہا۔ یہانتک کہ وہ ساری کتاب لانے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ اتپل دیو کی اس خاص تصنیف کا دنیا بھر میں واحد معلوم شدہ نسخہ بنا۔

ابن مہجور کشمیر کے نباتات۔ پھولوں۔ جانوروں، تصویروں وغیرہ کا ایسا ماہر تھا کہ اس کے ساتھ چند منٹ رہ کر آدمی کو اپنی بے بضاعتی کا احساس کاٹنے لگتا تھا۔ وہ بندوقوں کی ساخت اور ان کی تاریخ گھوڑوں کی اصل اور ان کے کوائف وغیرہ وغیرہ کے بارے میں ایسی معلومات رکھتا تھا کہ اس کے سامنے ان کی بات کیجئے تو جانکاری کا دبستان کھل جاتا تھا۔ دوائیوں کے بارے میں اسکی معلومات کا حال یہ تھا کہ ایک وقت جب میں ہاضمے کی دوا کھا رہا تھا تو وہ آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ PEPSIN جو اس دوائی کا ایک جزو ہے۔ دراصل سور کے معدے سے نکالا جاتا ہے۔ میں دوا کیا کھاتا۔ میں نے اس بوتل کو اسی کے سامنے چور چور کر ڈالا۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

یہ مضمون ابن مہجور پر مہجور کے توسط اور نسبت سے لکھا جا رہا ہے لیکن اُس پر الگ اور آزاد مضمون لکھنے کی مجھ میں اس وقت ہمت نہیں۔ مجھے اِس وقت کشمیر کی تاریخ کے ایک نامور جوہر شناس صاحبزادہ حسن شاہ کا اسکے R.P.D پر لکھا ہوا یہ جملہ یاد آرہا ہے۔

"ابن مہجور کشمیر کی تواریخ کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ کشمیر سے متعلق جو چیزیں وہ جانتا ہے۔ وہی جاننے کے قابل ہیں۔ جو چیزیں وہ نہیں جانتا۔ وہ اس قابل نہیں کہ انکی طرف توجہ کی جائے"

اس کے امتیازات کی صرف ایک بات کہہ کر میں اِس مشکل موضوع کو پھر کسی وقت کے لئے اٹھا رکھتا ہوں اور وہ یہ کہ وہ کشمیری زبان کے اولین اخبار "گاش" کا پرنٹر، پبلشر اور ایڈیٹر تھا۔ ابن مہجور کی دلچسپیوں کا دائرہ اتنا وسیع تھا کہ اس کے سامنے بیٹھ کر ایک محدود نقطۂ نظر کا آدمی چکرا جاتا تھا۔ وہ لکھتا بہت کم تھا اور اسی لئے اسکا علم زیادہ تر اس کے جسم کی فصیل کے اندر ہی مُقید رہا لیکن اس کی کامرانیوں کی داستان اس کے نہ لکھنے کے باوجود ہر ایک کو معلوم تھی۔ مجھے وہ دن بہ خوبی یاد ہیں کہ جب تاریخ کشمیر کا کوئی نازک مقام آتا تھا تو کس طرح بڑے بڑے جگادری تواریخ دان اس کے دروازے پر دستک دیتے تھے۔ ریڈیو پر کوئی ٹاک لکھنی ہو یا سیمنار پر کوئی مضمون۔ لوگ اس کے پاس چلے جاتے اور ابن مہجور کسی کتاب کو کھولے بغیر حسب مطلب عبارت DICTATE کرا دیتا ــــ اسکا حیران کن حافظہ اسکی بہت بڑی متاع تھا۔

ابن مہجور نے رسمی تعلیم تقریباً پائی ہی نہیں تھی۔ لیکن وہ کشمیری۔ اردو۔ فارسی اور عربی کی ایسی جانکاری رکھتا تھا جو اس کے کام کے لئے ضروری تھی۔ کسی قبر کا کتبہ دیکھنا ہو یا کسی پرانے مخطوطے کا خاتمہ COLOPHON اسکی نظر فوراً عقدوں کو حل کر دیتی تھیں۔ اس نے شاردا اور ناگری رسم الخط میں بھی اتنی شُدھ بُدھ حاصل کر لی تھی کہ متعلقہ حوالے دیکھ اور نقل کر سکتا تھا۔

ابن مہجور کا دعویٰ تھا کہ اس نے کنشک کی چوتھی عالمی بودھی کانفرنس کی کارروائی پر مبنی تامر پتروں کا سراغ لگا لیا ہے۔ اُسکا کہنا تھا کہ اس نے ہبون ساتگ اور تارا ناتھ وغیرہ کے نشاندہی شدہ اشارات سے کنڈل ون بہار کا پتہ چلا لیا ہے۔ اس کانفرنس کی سربراہی شہرہ آفاق بودھ فلسفی اور شاعر ناگ ارجن نے کی تھی اور چھ مہینے کے غور و خوض کے نتیجے میں "ترپٹکا" کا وہ نسخہ ترتیب دیا گیا تھا جو بعد میں مہایان

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

فرقے کی سند بنا۔ کننگ اعظم نے اس ساری کارروائی کو تانبے کی تختیوں (COPPER PLATES) پر کندہ کروا کے "کنڈل وان" عبادت میں آنے والی نسلوں کے لیے مدفون کرا دیا تھا اور وصیت کی تھی کہ ان تختیوں کو کبھی کشمیر سے باہر نہ لیا جانا چاہیئے۔ بلکہ ان کا فیض کشمیر ہی میں رہ کر ہی عام ہونا چاہیئے۔ ابن مہجور نے کننگ کے زمانے کی مورتیوں۔ سکہ جات وغیرہ اس "خفیہ" جگہ سے حاصل کر لئے تھے۔ لیکن اسکا اصرار تھا کہ وہ اس وقت تک یہ راز کسی کو نہ بتائیگا جب تک کہ اسے یہ ضمانت نہ دی جائے کہ اسکی دریافت کا سہرا اس کے سر باندھا جائیگا اور علامتی طور اسے ایک لاکھ روپے کی ادائیگی کی جائیگی ــــــ سابق وزیر اعلیٰ خواجہ غلام محمد صادق نے یہ شرط سنی تو ان کا ذوق جستجو بیدار ہو گیا۔ انہوں نے محمد امین سے کہا کہ میں یہ شرط لیا اس صورت میں منظور کرونگا اگر آپ کم از کم مجھے وہ جگہ پہلے دکھا دیں۔ ابن مہجور کا رد عمل بڑا دلچسپ تھا اس نے صادق صاحب کو کہا کہ اس صورت میں آپ کے ساتھ وہی سلوک کرونگا۔ جو الف لیلیٰ کی مرجانہ نے علی بابا والے دوزی کے ساتھ کیا تھا۔ صادق صاحب نے پوچھا کیا؟ ابن مہجور نے بتایا کہ میں آپ کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر آپ کو موقعے پر پہنچا دونگا۔ وہاں آپ کی پٹی کھولدونگا۔ پھر آپ کی پٹی دوبارہ باندھ دی جائیگی اور جب آپ اپنے گھر پہنچیں تو پھر کھول جائیگی۔ صادق صاحب قہقہہ لگا کر خاموش ہو گئے۔ میں اس معاملے کے ساتھ وابستہ اور راز کا محرم بن گیا تھا اور اپنی وفات کے چند ماہ پہلے صادق صاحب نے مجھے بتایا تھا ابن مہجور کو منظر لیسہ بھیجا تھا کہ انہوں نے حفریات علم اندرا گاندھی کے ساتھ اس معاملے کا ذکر کیا ہے اور جلد ہی کارروائی ہوگی۔ لیکن اس کے بعد صادق صاحب کی علالت اور وفات نے دو ہزار برس پرانے اس سربستہ راز پر ایک اور پردہ چڑھا دیا۔

ابن مہجور شاید کشمیر میں وہ آخری تقویم دان تھا جس کی کشمیر کے مقامی سن لوکک کیلنڈر کی نزاکتوں پر نظر تھی۔ وہ یہ کیلنڈر ترتیب دینا جانتا تھا اور میں نے بیجبہاڑہ کے بیسیوں مولویوں کو اس کے پاس آکر کشمیری "جنتری" کی گرہیں کھلواتے دیکھا ہے۔ ابن مہجور کے بعد اس فن کا کیا ہوگا۔ مجھے اسکا اندازہ کر کے بے حد کوفت ہوتی ہے۔ ابن مہجور کے ساتھ آخری ملاقات کی یاد میرے ذہن میں نقش ہے۔ دفاتر جموں منتقل ہونے والے تھے۔ ابن مہجور نے مجھ سے کہا کہ آپ ایک ایسی تقریب

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کا اہتمام کیجئے۔ جس میں عالم اور طالب علم مجھ سے تاریخ کشمیر کے کسی بھی گوشے سے متعلق سوالات پوچھیں۔ میں اپنی علمی گہرائی کا اندازہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت ابن مہجور کا چہرہ ایک باطنی اعتماد سے تمتا رہا تھا میں نے کہا کہ سردی شروع ہوگئی ہے۔ انشاء اللہ وفاتر سرینگر آنے پر یہ محفل منعقد کریں گے۔ جب مجھے حیدرآباد میں اس کے انتقال کی خبر ملی تو میں سر پیٹتا رہ گیا۔ ع

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق

میں یہاں پر صرف ایک خط کا اقتباس دے رہا ہوں جو مرحوم مہجورؔ نے ابن مہجور کے نام لکھا اور جس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ علمی اور ادبی معاملات میں وہ اپنے بیٹے پر کس قدر انحصار کرتے تھے

نیو دہلی

۲۱، فروری ۵۱ ء یوم بدھوار

۱۰ ، پھاگن ۔ سمہ

عزیز ارجمند سلمہ اللہ تعالےٰ

کل ایک مفصل خط روانہ کرچکا ہوں۔ یہ لسٹ ڈاکٹر پنڈت رادھا کشن پارمو کی مرتب کردہ ہے اس نے ایک کتاب بنام "کشمیر فرام شاہ میر ٹو شاہ جہاں" انگریزی میں لکھی ہے۔ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ شیخ صاحب کا خیال ہے اسکو سرکاری طور پر شائع کرینگے۔ اردو ترجمہ بھی ہوگا۔ یہ لسٹ اسی کتاب سے لی گئی ہے۔ چونکہ یہ کتاب صرف مسلم عہد حکومت کیلئے ہے۔ تاہم مصنف کی محنت قابل داد ہے اب یہاں مشورہ ہوا کہ اس لسٹ میں جو کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری ہے اسکی نقل یا اصل حاصل کرنیکی کوشش کی جائیگی۔ لہذا فلمی ہے کہ آپ فوراً بواپسی ڈاک مطلع کردیویں کہ اس فہرست میں سے کس کس کتاب کی ہمیں ضرورت ہے اصلی لسٹ آپ اپنے پاس رکھیں۔ جو جو کتاب آپ کو مطلوب ہو ان کی فہرست ایک ہی دن میں مرتب کرکے بذریعہ رجسٹری میرے پاس بھیج دیویں۔ بالکل درنگی یا غفلت نہ کریں اور اگر انڈکس تاریخ کشمیر آپ نے جدید طیار کرلیا ہوگا۔ تو وہ بھی ساتھ ہی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

بھیجدیویں۔ تاریخ کشمیر کے لئے آپ نے جس قدر مواد جمع کیا ہے اس سے میں لاعلم ہوں۔ خصوصاً انگریزی ریکارڈ کی مجھ کو کچھ علمیت نہیں۔ اس لئے یہ لسٹ آپ کے پاس بھیج دی گئی۔ ڈاکٹر پارمو نے بہارستان شاہی لنڈن سے منگوایا تھا۔ اسکی نامکمل نقل بھی اس کے پاس موجود ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اوراق آپ کو دکھاؤنگا شیخ صاحب کل روانہ جموں ہو گئے۔ میں نے یہاں ہی ٹھہرنا ہے اب آپ کے جواب کا انتظار ہے۔ جواب آنے پر ان کتابوں کی تلاش شروع ہوگی۔ اس لئے جسقدر ممکن ہو لسٹ بھیج دیویں۔

مہجور کاشمیری معرفت ٹریڈ کمشنر صاحب

ریاست جموں و کشمیر

۵ پرتھوی راج روڈ۔ نیو دھلی

ابن مہجور کی آخری ملاقات کا ذکر آیا ہے تو اس کے ساتھ میری پہلی ملاقات کا ماجرا بھی میرے صفحۂ ذہن پر ابھر آیا ہے۔ یہ ۵۳ء کی بات ہے۔ میں شوپیان سے چند ہی ماہ پہلے سرینگر آیا تھا اور میں نے کچھ لکھنے پڑھنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیئے تھے۔ سرینگر کے وضع دار لوگ مجھے کیا خاطر میں لاتے۔ ہاں اپنے دوست شمیم احمد شمیم کی سفارش سے مجھے ریڈیو کشمیر سے ایک بات چیت کا کنٹریکٹ مل گیا۔ شومئی قسمت سے موضوع 'ارنی مال' تھا۔ ارنی مال پر ویسے بھی بہت کم مواد ملتا ہے۔ (کشمیری ڈیپارٹمنٹ کشمیر یونیورسٹی نے تو وژنوں کے اپنے مجموعے سنگلاب' میں اسکا نام ہی حذف کر دیا ہے جہاں اسمیں عبدالاحد آزاد کے دریاؤ جیسی نظم کو وژن کے عنوان کے تحت شامل کیا گیا ہے۔ وہاں ارنی مال کا کوئی وژن اسمیں درج نہیں۔ جب میں نے کتاب کے مرتبین سے اسکی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ مرتبین کا خیال ہے کہ ارنی مال کے نام سے جو کلام منسوب کیا گیا ہے۔ وہ دراصل دوسرے شاعروں خاص طور حبہ خاتون کا ہے) بہرکیف۔ ان دنوں عبدالاحد آزاد کی کشمیری زبان اور شاعری بھی شایع نہ ہوئی تھی۔ مجھے ریڈیو میں ہی مشورہ دیا گیا کہ ابن مہجور سے ملو۔ وہ ایسی بیماریوں کی دواء بیچتے ہیں۔ میں نے بڑی مشکل سے ان کے ٹھکانے کا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

والے دکان کا سراغ نکالا۔ کئی بار گیا لیکن مجھے باہر سے ہی ٹرخا دیا گیا۔ آخر جب میں نے پیچھا نہ چھوڑا تو مجھے ابن مہجور کے کمرے تک باریابی مل گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی سر کے اوپر چادر کا پلو پہنے ہوئے بیٹھا ہے بڑی بے رخی سے میرے آنے کا مقصد پوچھا۔ میں نے عرض مدعا کیا۔ تو تقریباً حقارت سے مجھے چند معلومات عطا کیں۔ لیکن یہ تمہید ہمارے ایسے تعلق کی بنیاد ثابت ہوئی جو اُس کی وفات تک قائم رہا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ میں ان کا سب سے قریبی اور سب سے بے تکلف دوست بن گیا۔ وہ اپنے کنبے کے حالات اور اپنی پریشانیوں کے متعلق تک مجھے اعتماد میں لیتا تھا اور مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ کشمیریات سے شغف کا شوق میرے دل میں اس نے ہی اُبھارا۔ میں نے شہنشاہ کنشک[1] کے نام پر نزول سے متعلق اسکی تحقیق کے اشتہار کے لئے اسے تیار کیا اور میری ہی وساطت سے یو این آئی خبر ایجنسی نے اسکا وہ انٹرویو شائع کیا۔ جس نے اس وقت سارے ملک میں تہلکہ پیدا کیا تھا۔ اور اس نے مجھے اپنے اندازے کے "کنڈل ون" وہار کا راز بھی بتایا۔ ہوا یوں کہ اس معاملے کے متعلق وہ بار بار مجھ سے تذکرہ کرتا رہا۔ اور اس سلسلے میں اپنے تحقیقی دوروں کی حکایات مزے لے کر بیان کرتا رہا۔ لیکن وہ مجھ سے کبھی براہ راست جائے وقوع کا ذکر نہ کرتا۔ مگر اس کے بیانات کے دھاگے جوڑ کر میں نے اپنے ذہن میں اس جگہ کا نقشہ تیار کر لیا۔ ابن مہجور کہا کرتا تھا کہ وہاں آج بھی ایسے آثار موجود ہیں کہ صاف لگتا ہے اگر کھدائی کی جائے تو ایک بنا بنایا ٹیکسیلا منظر عام پر آئیگا۔ اس نے مجھے گفتگو کی روانی میں اس نواح کے چند مضافات کا نام لیا۔ شاید اسے اعتماد تھا کہ مجھ میں اس جگہ کی تلاش کی لیاقت اور ہمت نہیں۔ میں ان دنوں اس قسم کے تحقیقی دوروں میں ہمیشہ سرکاری گاڑی میں ابن مہجور کو ساتھ لیا کرتا تھا۔ ایک دن میں اس کے بغیر ہی چل دیا۔ ان دنوں ہماری تقریباً ہر روز شام کو ملاقات ہوا کرتی تھی۔ اس دن ملے۔ تو اس نے کہا کہ آپ آج کہاں چلے گئے تھے۔ میں نے جواب دیا "کنڈل ون وہار دیکھنے"۔

وہ بے اعتباری کے لہجے میں بولا۔ "کہاں۔ کس جگہ"

جب میں نے جگہ کا نام لیا۔ تو وہ عالم دیدنی تھا۔ ابن مہجور کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس

---

1. کنشک کو بعض دوست مہاراجہ کنشک لکھتے ہیں۔ حالانکہ اس کے سکوں پر خروشٹی میں یہ عبارت درج ہے۔ "کنشکو شہنشاہو کشان شہارو" اسمیں شہنشاہ کے علاوہ شہر بہ معنی سلطنت کا استعمال موجود ہے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ اس نے ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح تفکّن آمیز لہجے میں پوچھا "تمہیں یہ سُراغ کیسے ملا"۔ میں اسکی اس حالتِ زار کا تماشا بڑے لُطف کے ساتھ کر رہا تھا۔ کیونکہ میری بسیار کوششوں اور عرض داشتوں کے باوجود اس نے مجھے اپنے راز میں شریک نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اب اسکے سپر ڈالنے کے موقع پر میں نے ایک فاتحانہ قہقہے کے ساتھ کہا کہ "تم نے ــ تم نے"۔

وہ پھر بولا "کب؟ میں نے تو نہیں بتایا"۔

میں نے اسکے بیان کے ان ٹکڑوں کو دُہرایا جن کو جوڑ کر میں منزلِ مراد تک پہنچا تھا۔ ابن مہجور نے ایک سچے کھلاڑی کی طرح ہار تسلیم کر لی اور کہا "میں تو تمہیں بہت UNDERESTI-MATE کر بیٹھا تھا۔ تم تو چھپے رستم نکلے۔ اب مجھے باور ہوگیا کہ میرے بعد اس معاملے کو آگے لیجانے والا پیدا ہوگیا ہے"۔ مجھے اسُ وقت تو اسُ جیسے لفظوں کے کنجوس کی زبانی یہ ستائشی الفاظ سُن کر بڑا لطف آیا۔ لیکن دراصل وہ اپنی پہلی غلطی کو معکوس کر رہا تھا یعنی اب مجھے UNDERESTI-MATE کرنے کی بجائے OVERESTI-MATE کر رہا تھا۔ خیر بات آئی گئی۔ لیکن ابن مہجور کا اندر کا شاطر کچھ دنوں کے بعد پھر بیدار ہوگیا اور وہ مجھے CONFUSE کرنے کے لئے کہنے لگا کہ میں اب دوبارہ غور کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ کنڈل ون کے بارے میں میرا پہلا تاثر غلط تھا۔ یہ دراصل دوسری جگہ پر ہے اور اس نے کئی جگہوں کے نام SELL کرنے کی کوشش کی۔ پورے استدلال کے ساتھ۔ لیکن میں اسکی گھاتیں جان گیا تھا۔ اس لئے اس جال میں نہ پھنسا۔ آخر اس نے مجھ سے رازداری کا حلف لے لیا اور کہا کہ یہ راز اسی وقت فاش کرنا جب میری عاید کی ہوئی شرائط پوری کی جائیں۔ مجھے اسکا خیال آتا ہے تو حالی کے مرثیہ غالب کا یہ شعر بھی یاد آتا ہے۔

تھا بساطِ سخن میں شاطر ایک

ہم کو چالیں بتائیگا اب کون

یہاں شاید یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ ابن مہجور میں ایک سیاستدان کی سی فراست موجود تھی۔ انہوں نے اس صدی کی چوتھی دہائی میں نمایندہ تنظیم مسلم کانفرنس کے امیدوار کے خلاف بڈگام سے الیکشن بھی لڑا تھا جس میں وہ ہار گیا تھا۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ابنِ مہجور کو اپنی صلاحیتوں پر ایسا اعتماد تھا کہ وہ مجھے بتاتا تھا کہ جاپان میں دستور ہے کہ جس طرح کسی کتب خانے یا آثار قدیمہ کو قومی ملکیت میں لیا جاتا ہے اسی طرح بے مثال علم رکھنے والے انسانوں کو بھی قومی اثاثہ قرار دیا جاتا ہے۔ جنہیں NATIONAL TREASURE کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کی تمام ضروریات سٹیٹ پورا کرتی ہے اور یہ آرام سے اپنے علم و نظر سے قوم کو بہرہ ور کرتے ہیں۔ جب میں اس سے سوال کرتا کہ اس تذکرے کی اس وقت تک کیا ہے؟ تو اس کے جواب سے پہلے مجھے معلوم ہوتا کہ وہ دراصل اپنی بات کہہ رہا ہے۔ بالکل برنارڈ شا کی طرح جس سے کسی نے پوچھا تھا کہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا آدمی کون ہے؟ شا نے پلک جھپکائے بغیر جواب دیا تھا "آئن سٹائین دوسرے درجے پر آتا ہے"۔ ابنِ مہجور کو آخری عمر میں RECOGINTION کی بڑی پیاس تھی اور یہ امر بالکل فطری تھا۔ میرا سرا سبات کو یاد کرتے ہوئے فخر سے تن جاتا ہے کہ ۱۹۷۶ء میں میں نے اپنی حقیر کوششوں سے جموں و کشمیر کلچرل سنگم کی طرف سے اسے خلعت کا اعزاز دلوایا تھا۔ جب ۱۹۷۶ء میں اُسے اکادمی کی طرف سے خلعت اعزازی عطا کیا گیا۔ تو مجھ پر چند حلقوں نے کھسر پسر کے انداز میں یہ الزام عاید کیا کہ میں نے ابنِ مہجور کا FETISH بنا لیا ہے اور میں دراصل احباب نوازی میں ملّوث ہوں۔ لبعد میں جب اسکی ریٹائیرمنٹ کے بعد اسے اکادمی کے انسائیکلوپیڈیا شعبے میں ملازم مقرر کیا گیا۔ تو یہ کھسر پسر کھلے الزامات کی شکل میں سامنے آئی۔ اس سلسلے میں اِس وقت بڑا محظوظ ہوتا ہوں جب کچھ وہ لوگ میرے سامنے ابنِ مہجور کی شان میں مدح سرا ہوتے ہیں۔ جو اس کے جیتے جی میری جانب سے اسکی قدر دانی کو ناپاک گٹھ جوڑ کہتے تھے۔ بہر حال۔ اس معاملے میں آخری فیصلہ وقت پر ہی چھوڑا جانا چاہیئے۔ لیکن اِس جگہ اس توصیف نامے کی عبارت نقل کرنا بے محل نہ ہوگا۔ ۱۹۷۶ء میں جو اکادمی کی طرف سے خلعت فاخرہ عطا کرتے ہوئے جناب شیخ محمد عبداللہ کی موجودگی میں ابنِ مہجور کی شان میں پڑھا گیا۔

"جناب محمد امین مہجور صرف اپنی ذاتی حیثیت کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ اپنے حسب و نسب کی بنا پر بھی ممتاز ہیں۔ آپ شاعرِ کشمیر حضرت مہجور کے اکلوتے فرزند ہیں۔ آپ ۱۹۲۱ء میں متری گام (پلوامہ) میں پیدا ہوئے۔ اپنے فاضل والد کی نگرانی میں انکی صلاحیتوں کی مناسب آبیاری ہوئی ۱۹۴۰ء میں انہوں نے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پہلا کشمیری اخبار "گاش" نکالا۔ ابن مہجور کشمیری زبان و ادب اور آثارِ قدیمہ سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ کشمیر کے نادر سکوں، کتبوں، اور مخطوطات کے بارے میں ان کی معلومات سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہیں منشی محمد الدین فوق، رام چندر کاک اور غلام محی الدین صوفی جیسے مورخوں اور محققوں کے ساتھ کام کرنے کا شرف حاصل ہے۔ اور ان شخصیات نے کشمیری تاریخ و ثقافت کے لئے انکی خدمات کو سراہا ہے۔ کشمیری تقویم کی ہئیت پر انہوں نے گہری اور بامقصد تحقیق کی ہے۔ ۱۹۵۶ء میں حکومت جموں و کشمیر کی طرف سے انہیں کشمیری رسم الخط اصلاح کمیٹی کا ممبر بھی نامزد کیا گیا تھا۔ ابنِ مہجور نے کشمیریات کے مختلف شعبوں کی ترتیب اپنا کاروبارِ شوق بنایا ہے اور اس وقت ان کے پاس کشمیر کے قدیم سنسکرت فارسی اور کشمیری مخطوطات سکوں شاہی فرمانوں وغیرہ کا ایسا نادر ذخیرہ ہے۔ جسکی علمی اہمیت کا اعتراف جاپان سے لے کر جرمنی فرانس اور انگلستان کے نادر شناسوں نے بھی کیا ہے۔

ابن مہجور کی زندگی کا سب سے بڑا شغل شہنشاہ کنشک کے وقت دفن کی ہوئی ان تانبے کی تختیوں کی تلاش ہے۔ جو آج تقریباً دو ہزار سال سے ناپید ہیں۔ ابنِ مہجور نے اس عظیم تہذیبی خزانے کی تلاش کے سلسلے میں جو کاوش کی ہے۔ اس نے ایک بار پھر علمی حلقوں کی نگاہیں۔ اس علمی خزانے کی دریافت پر مرکوز کر دی ہیں"۔

ابن مہجور کی میری ساتھ ایسی گاڑھی چھنتی تھی کہ جب مجھے سال بھر کے لئے محکمۂ اطلاعات کا ناظم بنا لیا گیا۔ تو اس نے اپنا صدر مقام میرے دفتر میں ہی منتقل کر دیا۔ میں ریذیڈینسی روڈ پر واقع اپنے دفتر پہنچتا تو کچھ ہی دیر بعد وہ بھی وہاں آ کر براجمان ہوتا۔ یہ منظر ان دوستوں کو یاد ہوگا جو ان دنوں محکمۂ اطلاعات میں آنے کی زحمت گوارا کرتے تھے۔ یہیں ابنِ مہجور نے بیٹھے بیٹھے اس ساری لائبریری کو چاٹ لیا۔ جو محکمۂ اطلاعات کے پاس ہے۔ اور جسمیں کشمیر پر کچھ نادر کتابیں بھی شامل تھیں۔ دن بھر میں اسکی تواضع میں مصروف رہتا لیکن جب اُسے موقع ملتا تو وہ میرے گھر جا کر وہاں انہیں میری رنگین مصروفیات کی ایسی کہانیاں سُناتا کہ دوسرے روز میرے گھر میں گھمسان کا رن پڑتا۔ حالانکہ انمیں سے اکثر کہانیاں اس کے خلاق ذہن کی پیداوار ہوتیں۔ لیکن مجھ غریب کی کوئی نہیں سُنتا۔ لطف یہ ہے کہ آخر میں ان

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

جھگڑوں کا ثالث بھی وہیں بنتا اور وہیں اپنی جگہ گنگنانے لگتا ؏

انصاف ہے کہ حکمِ عقوبت سے پیشتر

اکبار سوئے دامنِ یوسف تو دیکھئے

اس تعلق میں ایک واقعہ کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ ایکدن امین صاحب اور میں امیرا کدل پار کرکے اپنے اپنے گھروں کو جا رہے تھے کہ امین صاحب کی نظر پھل بیچنے والے کی دکان پر پڑی۔ جہاں تازہ گچھیاں آگئی تھیں۔ امین صاحب نے کہا کہ یہ موسم کی نئی سوغات ہے چلو خریدتے چلیں۔ ہم نے ایک ایک سیر گچھیاں خریدیں اور ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ مجھ سے راستے میں ایک شناسا کی ملاقات ہو گئی اور اس نے لفافے کو مجھ سے چھین لیا۔ میں گھر خالی ہاتھ پہنچا۔ بات آئی اور گئی لیکن چند دن کے بعد میرے گھر میں ہنگامہ مچ گیا اور مجھ سے گچھیوں کے بارے میں استفسار ہونے لگے۔ پہلے میری سمجھ میں بات نہ آئی لیکن بعد میں پتہ چلا کہ امین صاحب کو میرے چھینا جھپٹی کرنے والے شناسا نے بتا دیا تھا کہ ٹینگ کا لفافہ اس کے گھر نہیں پہنچا۔ چنانچہ امین صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ وہ میری غیر موجودگی میں میرے گھر چلے گئے۔ وہاں اپنا مخصوص قہوہ نوش کرنے کے دوران انہوں نے بڑے پیرایے سے دریافت کیا "گچھیاں پسند آئی تھیں یا نہیں"۔ جب میری گھر والی نے لاعلمی کا اظہار کیا تو امین صاحب نے ایسا افسانہ تراشا کہ میں کئی مہینوں گھر میں مجرم کی صورت بنا رہا۔

میں نے ان معمولات میں امین صاحب کی شخصیت کو چوطرفہ پیچدار تھی رنگینی اور سادگی کے امتزاج سے ابھارنے کی کوشش کی ہے وہ خطِ مستقیم کی شخصیت نہ تھا اور اسکی تعمیر میں اقبال کے اس شعر کی سی کیفیت تھی۔ ؎

سلسلۂ روز و شب تارِ حریرِ دو رنگ

جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات

جب تک دو رنگوں کی اس کارفرمائی کو اجاگر نہ کیا جائے۔ اس بہت ہی دلچسپ اور بہت ہی شاندار آدمی کی تصویر ابھر نہیں سکے گی۔ اس نے اپنے کارناموں کی صورت میں بہت کم چھوڑا ہے اور اس کے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

متعلق بہت کم لکھا گیا ہے۔ لہذا میں نے یہ اپنا فرض جانا کہ آیندہ کے لئے اسکی قریب بہ حقیقت تصویر پیش کروں۔

مجھے یہ مضمون ۱۹۸۱ء کے اوائل میں لکھنا چاہیئے تھا۔ جب اسکی موت واقع ہوئی۔ لیکن میں اُس پر قلم اٹھانے کے خیال سے ہی سہمتا رہا۔ یہ میری گردن پر ایک بڑا قرض تھا اور مجھے یوں لگتا ہے کہ آج میں نے اس قرضے کی پہلی قسط دیر سے ہی سہی، مگر ضرور ادا کی ہے۔

محمد امین ابن مہجور کی حقیقت پسندی اور تواریخی ادراک کا ایک واقعہ بیان کر کے میں اس مضمون کو ختم کرونگا۔ جب ۷۷ء میں کلچرل اکادمی ایک وفد لے کر میں بسوک یوسف شاہ چک کی قبر پر لوح نصب کرنے گیا۔ بسوک (بہار) لئے پہنچا تو وہاں اچانک یہ پتہ بھی چلا کہ حبہ خاتون بھی یوسف شاہ کی جلاوطنی کے بعد بسوک آگئی تھی اور وہیں پر دفن ہے۔ چنانچہ گاؤں کے معمّر لوگوں نے اسکی قبر کی نشان دہی بھی کی۔ جب ہم واپس پہنچے تو مسئلہ یہ در پیش ہوا کہ حضرت مہجور نے اپنی زندگی میں انھواجن کے نزدیک ایک قبر کو حبہ خاتون کا مزار قرار دیا تھا۔ یہ دراصل امین صاحب کے ہی زرخیز ذہن کی پیداوار تھی۔ چنانچہ بعد میں اسکا نام مزار شعراء رکھ دیا گیا اور مہجور کو وہیں دوبارہ دفن کر دیا گیا۔ میں نے امین صاحب کو اپنی دریافت کا ماجرا سنایا اور بسوک کے لوگوں کی صدا بند آوازیں بھی سنائیں جنہوں نے حبہ خاتون کے وہاں دفن ہونے کی تصدیق کی تھی۔ امین صاحب نے یہ سارا کچھ سنا۔ مجھ سے کچھ استفسار کئے اور پھر بلا جھجک کہا کہ "تحقیق میں درستی کی ہر وقت گنجائش ہوتی ہے۔ حبہ خاتون انھواجن میں نہیں بسوک میں ہی دفن ہے"۔ میں امین صاحب کو خوب پہچانتا تھا۔ میں نے کاغذ اور قلم نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ اور ان سے کہا کہ وہ یہ لکھ کر دیں۔ امین صاحب نے میرے چہرے کو تاکا۔ ہلکا سا تبسّم کیا اور لکھ دیا۔ جسے بعد میں ہم نے ان ہی کی زندگی میں شایع کر دیا۔ عمر

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

موتی لال ساقی

امین صاحب

امین صاحب چلے گئے اور ان کے ساتھ وابستہ یادوں کا کاروان بھی ٹھٹھک کے رہ گیا۔ ان کی ذات ایک انجمن سے کم نہیں تھی۔ وہ جہاں بھی بیٹھتے تو ایک سماں بندھ جاتا تھا۔ انسان کہنے سے زیادہ ان کی گفتگو کا لطف اٹھانے میں محو ہو جاتا تھا۔ وہ چلے گئے اور انجمن سونی سونی سی لگتی ہے۔ وہ چلے گئے حالانکہ ہمیں ابھی ان کی ضرورت تھی۔ موت کے بے رحم ہاتھوں نے ایک بیش بہا خزانہ ہم سے چھین لیا۔ ایک ایسا خزانہ جو بار بار ہاتھ نہیں آتا۔ امین صاحب جو محفلوں میں ابن مہجور کے نام سے زیادہ متعارف ہے، ایک کھلی کتاب تھے، ایک ایسی کتاب جس کا ایک ایک لفظ ان کی کشمیر شناسی کی داستان سناتا تھا۔ صوفی غلام محی الدین سے لے کر محمد اسحاق خان تک کشمیر کی تاریخ اور تمدن کے ساتھ شغف رکھنے والے ہر شخص نے اس کتاب سے استفادہ کیا، جھولی بھر لی اور اپنی راہ لی۔

یار لوگ سوچتے ہوں گے کہ مہجور نمبر میں امین صاحب کا گزر کیا۔ مگر امین صاحب نے مہجور صاحب کے لئے جو کچھ کیا، ہر ادیب یا شاعر کا بیٹا اس کا اہل نہیں ہو سکتا۔ کلام مہجور سے لے کر کلیات مہجور کی اشاعت تک جو کام شاعر کشمیر کی شاعری اور شخصیت کے بارے میں ہوا وہ سب کام امین صاحب کی وساطت سے ہوا۔ امین صاحب کی اپنی انفرادیت

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

تھی، کام کرنے کا اپنا مخصوص ڈھنگ تھا۔ انہوں نے مانگے کے اجالے سے اپنی شخصیت سنواری نہیں تھی۔ انہوں نے اپنے والد بزرگوار کے لئے وہ کام کیا جو مہجور صاحب خود نہیں کر سکتے تھے گراموفون ریکارڈ بھروانے کا کام ہو یا کتاب کی اشاعت کا معاملہ، مہجور صاحب یہ سب کام امین صاحب پر چھوڑ دیتے کیوں کہ انہیں یقین تھا کہ جو کام امین صاحب کے سپرد کیا گیا اُسے وہ بدرجہ احسن انجام دیں گے۔ مگر یہ سب کام امین صاحب کی شخصیت کا ایک مختصر سا پہلو ہے۔ یہ کام تو اُن کی انتظامی قابلیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ امین صاحب اور بھی بہت کچھ تھے۔ ماہر ضربیات، ماہر کتبہ جات و مسودہ جات، نسب نامے مرتب کرنے میں مہارت رکھنے کے علاوہ وہ تاریخ شناس تھے۔ ان کے پاس نوادرات کا جو نادر و نایاب گنجینہ تھا اس کا بدل مشکل سے ہی مل سکتا ہے۔ تاریخ شناسی اور نوادرات کو جمع کرنے کا شوق اگرچہ انہیں اپنے والد سے وراثت میں ملا تھا مگر ان دونوں شعبوں میں امین صاحب نے وہ دسترس حاصل کی تھی کہ سب لوگوں سے اپنا لوہا منوا لیا تھا۔ ان کے سکوں کے خزینے میں یونانی بادشاہوں سے لے کر ڈوگرہ دور تک کے تقریباً ان تمام حکمرانوں کے سکے موجود تھے جنہوں نے کشمیر پر حکومت کی یا جن کی سلطنت میں کشمیر شامل تھا۔ ان کے سکوں کے مجموعے میں پہلا سکہ ہند سیتھی بادشاہ زیرس کا تھا جو ۵۰ ق۔م میں شمال مغربی ہندوستان کا حکمران تھا۔ جن دوسرے بادشاہوں کے سکے ان کے پاس موجود تھے اُن میں زینوبس (ہند پارتھی بادشاہ۔ ۵۰ء ۶) کدپھیس (کشن حکمران) کنشک، واسدیو، توریان، آتیل پیڈ، اونتی ورمن، شنکر ورمن، سوگندا، گوپال ورمن، پارتھ ندمن، چکر ورمن، شرورمن، کھیم گپت، دیدا، اننت راج، کلش راج، اُچل راج، شمس راج، جے سمہا، جگدیو، سلطان سکندر، سلطان زین العابدین، سلطان حسن شاہ، سلطان محمد شاہ، سلطان فتح شاہ، سلطان ابراہیم شاہ، نازک شاہ، اسماعیل شاہ، حسن شاہ، علی شاہ چک، ہمایوں، اکبر، شاہ عالم، تیمور شاہ دُرانی، زمان شاہ دُرانی، محمد شاہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

دُرّانی، شجاع الملک وغیرہ کے سکّے قابلِ ذکر ہیں۔ ان سکّوں میں اکثر سکّے تانبے کے تھے اور چند ایک سکے چاندی کے ڈھالے تھے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ سکّوں کا یہ قابل قدر ذخیرہ اب کشمیر سے باہر نیشنل میوزیم کی تحویل میں ہے کیونکہ کچھ لوگوں نے ان سکوں کے حصول میں روڑے اٹکائے اور اس طرح یہ قیمتی ذخیرہ ریاست سے باہر چلا گیا۔

سکّوں کے علاوہ ان کے ذخیرے میں سلطان فتح شاہ (۱۴۹۵ء) کے زمانے کا ایک کتبہ بھی تھا جس پر سلطان فتح شاہ کا نام بطور بادشاہ کندہ ہے۔ نوادرات میں بھگوان بُدھ کے دھیان مُدرا میں دو خوبصورت مجسّمے بھی شامل تھے۔ ان مجسموں کا تعلق کشن دور سے تھا۔ ان سبھی چیزوں کو نیشنل میوزیم نے امین صاحب کے وارثوں سے خرید لیا۔

اُن کا ذاتی کتب خانہ بھی ایک نگار خانے سے کم نہیں تھا۔ ان کے جمع کئے ہوئے مخطوطوں کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈک محسوس کرتی تھیں۔ ان کے کتب خانے میں جو مصوّر مخطوطات موجود تھے ان میں بھگوت گیتا ترجمہ (فارسی نثر)، فتوح الحرمین، گلشن عندلیب، گلزار بلبل، دیوانِ رفیق خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ان مخطوطات کے علاوہ جو دوسرے اہم مخطوطے ان کے کتب خانے کی زینت تھے ان میں ذخیرۃ المُلوک، تاریخ نامہ کشمیر، رسالہ سلطانیہ، کتاب البقراط مع تفسیر جالینوس، روضۃ الاحباب، قصیدہ غسلیہ یوسف شاہ چک شامل ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے کچھ سنسکرت مخطوطات بھی حاصل کئے تھے۔ سنسکرت مخطوطوں میں سب سے اہم اتپل دیو کی کتاب "ایشور پرتیگیا وِورتی وِمرشنی" کا وہ نسخہ ہے جس کی شرح مشہور عالم شیوی فلسفی ابھنوگپت نے لکھی ہے۔ ابن مہجور کے پاس جو نسخہ محفوظ تھا وہ سولہویں صدی میں کسی شالی رازدان نے بھوج پتر پر شاردا میں لکھا ہے۔ یہ مخطوطہ ۱۱۶۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ مخطوطات کے علاوہ امین صاحب نے مختلف ادوار کی قلمی دستاویزیں جمع کی تھیں جو تاریخی اور تحقیقی نقطۂ نظر سے کافی اہم ہیں۔ اُنکے ذخیرہ نوادرات

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہیں کُل ملا کر اس قسم کی ۲۸ دستاویزات موجود تھیں۔

اب امین صاحب کی تاریخی بصیرت اور فہم و فراست پر ایک نظر ڈالیئے، اور فیصلہ کیجئے کہ انہوں نے کتنے اختصار کے ساتھ اپنی بات کو واضح کیا ہے "تحفۃ الاحباب" اور "بہارستان شاہی" کا تقابلی مطالعہ انہیں مندرجہ ذیل نتائج اخذ کرواتا ہے :-

یکسانیت

(الف) دونوں کتابوں کے مصنفین نے اپنے نام کو چھپایا ہے۔

(ب) اندرکوٹ کو دونوں نے اندرکول لکھا ہے۔

(ج) سید مبارک خان بیہقی کے مرشد میر بذل اللہ کا تذکرہ دونوں نے کیا ہے۔

(د) مجالس عزا کا حال دونوں میں نہیں ہے۔

(ہ) ملا جعفر بدخشی کی تصنیف خلاصۃ المناقب کا دونوں نے تذکرہ کیا ہے۔

(و) میر شمس الدین عراقی کے ورود کشمیر کی تاریخ تقریباً دونوں میں یکساں ہے۔

(ز) دونوں نے لکھا ہے کہ میر شمس الدین عراقی سید محمد بیہقی کی موت کی خبر سن کر غمگین ہو گیا۔

(ح) میر شمس الدین عراقی کے مذہبی کارناموں کو دونوں نے سراہا ہے۔

تضاد

(الف) سلطان محمد شاہ و فتح شاہ کے درمیان وہ معرکہ کہ جس میں سید محمد مارا گیا، مطابق بہارستان شاہی میدان ترنیہ گجی اور مطابق تحفۃ الاحباب متصل موضع چاڈورہ لڑا گیا۔

(ب) تحفۃ الاحباب نے بحالے بتاں پر سلطان زین العابدین کو خوب کوسا ہے لیکن بہارستان شاہی میں اس واقعہ کے متعلق نرم زبان استعمال کی گئی ہے۔

"انسائیکلو پیڈیا کشمیریانا" ترتیب دینے کا خیال امین صاحب کے دل میں بہت دیر سے موجود تھا۔ چنانچہ ۱۵ جون ۱۹۸۱ء کو ایک عرضداشت میں آپ نے مرحوم غلام محمد صادق، چیف

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

منسٹر کے نام لکھا ہے:۔

"عرض خدمت یہ ہے کہ کشمیر سے متعلق چند معلوماتی اور تحقیقی کتابیں لکھنے کے بارے میں جناب والا کے ساتھ جو بات چیت آج سے کچھ عرصہ قبل ہوئی تھی اُس میں "گزیٹیئر" اور "ببلوگرافی آف کشمیر" لکھنے کا خصوصی طور پر تذکرہ ہوا تھا۔ لیکن نیاز مند اپنی جگہ پر بہت غور و خوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ کشمیر سے متعلق ایک جامع اور معلوماتی کتاب "انسائیکلوپیڈیا" کے طرز پر مرتب کرنے کی اشد ضرورت ہے جس میں دیگر مضامین کے علاوہ مذکورہ گزیٹیئر اور ببلوگرافی کے مضامین بھی اپنی اپنی جگہ پر مدغم ہو جائیں گے۔

اس مجوزہ کتاب کا نام "انسائیکلوپیڈیا آف کشمیر" ہوگا اور یہ کتاب حروف تہجی کی ترتیب سے اس قسم کی ایک مشہور عالم اور عظیم کتاب یعنی "انسائیکلو پیڈیا برٹانکا" کے طرز پر لکھی جائے گی۔ اس میں دس ہزار کے قریب معلوماتی عنوانات ہوں گے، یعنی کشمیر کے ساتھ کسی نہ کسی صورت میں تعلق رکھنے والی تمام شخصیات، کشمیری اور کشمیر سے تعلق رکھنے والے غیر کشمیری مصنفین کی مشہور تصانیف، تاریخی مقامات، مشہور ذاتیں، حیوانات، نباتات، جمادات، امراض، عادات، فنون، قومی تمدن، مذہبی، سماجی روایات، رواج، رسوم، اقوال وغیرہ وغیرہ کا علیحدہ علیحدہ مختصر لیکن کارآمد اور معلوماتی تذکرہ ہوگا"۔

امین صاحب کو سوچ کے گھوڑے دوڑانے میں ید طولی حاصل تھا۔ مگر لکھنے سے وہ اکثر کتراتے تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ انہیں لکھنا آتا نہیں تھا، وہ بہت ہی شستہ اور رواں اردو نثر لکھتے تھے۔ مگر کاہلی آڑے آکر انہیں ہمیشہ کام کرنے سے روکتی تھی۔ مجھے امین صاحب کے ساتھ بہت کم وقت گزارنے کا موقعہ ملا، مگر اس مختصر سے وقت میں ہی میں نے محسوس کیا کہ اُن کے علم اور مشاہدے کی جھولی بھری پڑی ہے۔ مگر کوئی ایسا نہیں جو اس جھولی سے دامن بھر لے۔ میں نے انہیں اس بات کے لئے آمادہ کر لیا تھا کہ اُن کے مشاہدات، تجربات

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اور مطالعے سے اخذ کیے گئے نتائج کو قلمبند کرلیا جائے' اور میں آس لگائے بیٹھا تھا کہ امین صاحب مجھے سندیشہ بھیج دیں گے اور کام شروع ہو جائے گا۔ مگر ایسا ہوا نہیں۔ میں دہلی سرکاری دورے پر گیا اور امین صاحب سری نگر سے متری گام چلے گئے۔ میں جب واپس آیا تو امین صاحب سدھار چکے تھے اور میرے تمام خواب چکنا چور ہو کے رہ گئے۔

امین صاحب غلط ملک میں پیدا ہوئے تھے۔ جس ملک میں ہر چیز کو روپے کے ترازو میں تولا جاتا ہو اس ملک میں امین صاحب کی کیا قدر ہوتی۔ یہاں تو ایسے لوگوں کو سنکی کہا جاتا ہے' ان پر آوازے کسے جاتے ہیں مگر احمقوں کی دنیا میں عقل اور علم کے دیئے روشن کرنا گھاٹے وارے والا معاملہ ہے۔ انہوں نے بہت سارے دیئے روشن کئے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی ضوفشانی سے امین صاحب کو کچھ بھی نصیب نہیں ہو سکا۔ وہ محرومیوں اور قدر ناشناسی کے شکار ہوئے مگر انہوں نے کبھی اُف تک نہیں کی۔ ہم نے ان کو کچھ دیا تو نہیں مگر اُن سے بہت کچھ پایا۔

اپنے دور کے مورخین اور قلم کاروں کے ساتھ امین صاحب کی مراسلت بھی رہی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر جی۔ ایم۔ ڈی۔ صوفی اور محمد الدین فوق کے ساتھ اُن کے ذاتی مراسم تھے۔ مراسلت سے پتہ چلتا ہے کہ "تاریخ اقوام کشمیر" کے لکھنے میں مہجور صاحب کے علاوہ امین صاحب بھی اس کے مددگاروں میں شامل رہے ہیں۔ امین صاحب کے تاریخ کے ساتھ لگاؤ کا اعتراف محمد الدین فوق نے بھی کیا ہے۔ اپنے ایک طویل خط (مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۴۳ء) میں فوق صاحب رقمطراز ہیں:۔

"آپ کو اپنا عزیز سمجھتا ہوں خصوصاً تاریخی ذوق کے لحاظ سے مجھے آپ کے ساتھ بڑی وابستگی ہے"۔

آگے چل کر اسی خط میں فوق صاحب لکھتے ہیں:۔

"ایک شخص کے حالات دو صفحے کے ہیں لیکن اس کی ذات گوت کی اصلیت

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پر دس صفحے کا مضمون ہے ۔ ان تین صفحوں سمیت یہ کل مضمون آپ نے ۱۶ صفحوں پر لکھا ہے ۔ آپ کو خوب معلوم ہے کہ اقوام کشمیر کا صفحہ ۳۰×۲۰/۱۶ ہے صفحہ میں ۲۱ سطر اور سطر میں ۱۳/۱۴ الفاظ کا اندازہ ہے ۔ اس لحاظ سے آپ کا یہ مضمون بیس صفحوں میں آئے گا ۔ شجرہ کا خلاصہ آپنے مضمون میں ارسال کیا ہے اب ضرورت نہیں "۔

اس اقتباس سے واضح ہے کہ "تاریخ اقوام کشمیر" کی تحریر میں امین صاحب کا حصّہ خاصا اہم رہا ہے اور اس میں جو شجرہ ہائے نسب درج ہیں ان کی ترتیب و تدوین ان کی مرہونِ منت رہی ہے ۔

امین صاحب کس طرح دوسروں کی مدد فرماتے تھے اس ضمن میں "کشمیر" کے مصنف جی ایم ڈی صوفی کا یہ خط قابلِ غور ہے :-

" محمد بلڈنگ کفشرج روڈ

کولابہ ۔ بمبئی ۵

سہ شنبہ ۱۹ جنوری ۱۹۴۳ء

جناب امین صاحب ۔ السلام علیکم ۔ کیوں حضرت پھر "خشکیت" کا دورہ آپ پر آ سوار ہوا ؟ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ نے تصاویر روانہ نہ فرمائیں ؟ آپ نے جواب نہ دیا مکتوبات کا ۔ آپنے دھرم ارتھ کے بارے میرا کچھ نہ لکھا ؟ اب تو آپ "ابن ہجوم" سے محقق الملک ہو گئے ۔ جب کسی مصنف کا حوالہ دو ، ہمیشہ صفحہ ، جلد ، سنہ طباعت بھی ضروری ہے ۔ اکبر کے بارے میں مثلاً لاہور کی لائبریری کا نسخہ Beweridge کا اور تھا اور یہاں بمبئی میں اور ۔ بمبئی والے نسخے سے جو سری نگر جیسا ہے خلاف اکبر اشارے ہیں ۔ لاہور والے میں نہ ملنے سے مجھے تردد تھا ۔ نمبر (۲) ، مرزا کمال الدین سے ملاقات ہوئی ؟ میں نے ان کو ایک کارڈ لکھا تھا لیکن جواب ندارد ۔ فون کر کے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پوچھئے تو؟ (۳) آثارِ قدیمہ والے تصویریں روانہ نہیں کرتے حالانکہ میں نے روپیہ پیشگی دے رکھا ہے۔ معلوم کر کے لکھو بات کیا ہے؟ (۴) پنڈت جگموہن کول کو کمٹھ کا مال دلایا تھا؟ (۵) آج ڈاکٹر ورما کا خط جموں سے آیا فرماتے ہیں کہ پیراج بھٹ نے فتح شاہ کی تاریخ لکھی۔ ۹۹ برس تک حکومت کا ذکر ہے حالانکہ جونراج کے ہمراہ شری ور نے ۶۲ برس تک کی تاریخ (لکھی) ہے۔ ۶۲-۹۹ یعنی ۳۷ برس کا فرق ہوتا ہے پیراج بھٹ اور شری ور میں، اور تاریخ انتقال ندارد ہے" اب آپ بتلائیے کہ آپ نے کیا پتہ لگایا تھا تاکہ حقیقت معلوم ہو (۶) آپ ڈاک سے جو (جواب) روانہ کریں اس کے خرچ کا میں ذمہ دار۔ سری نگر حاضر ہو کر ادا کروں گا (۷) برف کا کیا حال ہے؟ (۸) پنڈت پرتھی ناتھ بامزئی صاحب نے ایک گالی نامہ مجھے لکھا اور لکھا کہ "قلمی تاریخ حسن اس لئے نہیں دی کہ امین نے منع کیا تھا کہ میں دبا بیٹھوں گا حالانکہ ان مہاراج کو معلوم نہیں کہ امین کی والدہ صاحبہ کا قلمی نسخہ کئی ہفتہ تک میرے پاس رہا۔ خیر (۹) آپ لاہور جانے والے ہیں یا نہیں؟ (۱۰) آپ کو جو جو کتابیں درکار ہوں ان کی فہرست مجھے مارچ میں روانہ کریں تاکہ اپریل میں ہمراہ لاؤں اور ستمبر اکتوبر میں واپس لے آؤں تاکہ ڈاک کا خرچہ بچ جائے (۱۱) خواجہ غلام محی الدین لیکچرر عربی جموں سے اور کشمیری شاعروں کے حالات ملے (۱۲) پنڈت پریم ناتھ بزاز یکم فروری تک سرینگر واپس ہوں گے (۱۳) آپ کے جواب کی اُمید رکھوں؟ یا پھر ذوقؔ صاحب کا قول یاد آئے گا۔ والسلام

غلام محی الدین صوفی

یہ تھی امینؔ صاحب کی شخصیت کی ایک جھلک۔ مگر ہم اُن کی قدر نہیں کر سکے۔ ایسے افراد کی قدر زندہ قومیں ہی کرتی ہیں۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

امین صاحب کو اس بات کا دعویٰ بھی تھا کہ انہیں اس مقام کا پتہ ہے جہاں پرکنشک کے زمانے میں ہوئی بودھ کانفرنس کے فیصلہ جات تانبے کے تختوں پر کندہ کر کے دفن ہیں۔ مورخین نے اس جگہ کا نام کنڈل ون وہار بتایا ہے۔ تارا ناتھ نے اس کنڈل ون کا محل وقوع کیا ہے امین صاحب نے اپنی زندگی میں اس راز کو افشا نہیں کیا۔

امین صاحب نہیں رہے۔ انہوں نے اچھا ہی کیا کہ چلے گئے۔ کیونکہ وہ لوگ جن کو انہوں نے کشمیریات کی ابجد خوانی سے آگاہ کیا بعد میں منہ پھیر گئے مگر ان کی یاد میرے دل میں ہمیشہ فروزاں رہے گی۔

○

حواشی

۱ یہ بات اس لئے ابھرا پسیح ہے کیونکہ ابن مہجور کو لکھنے پر آمادہ کرنے کیلئے ہم نے بہت سی کوششیں کیں۔ انہیں ریٹائرمنٹ کے بعد اکادمی کی ملازمت میں لے لیا گیا۔ "انسائیکلوپیڈیا کشمیریانا" کے ساتھ منسلک کردیا گیا اور وہ اسی کے سٹاف پر تھے جب انہیں اجل کا پیغام آگیا۔ لیکن ان کی افتادِ طبع ایسی تھی کہ وہ پڑھتے تو بہت تھے لیکن لکھتے بہت ہی کم تھے۔ (ادارہ)

۲ ساقی صاحب کا یہ کہنا بڑی حد تک صحیح ہے لیکن کلچرل اکیڈیمی کو اس الزام سے بری کرنا چاہیئے کہ اس نے اپنی بساط کے مطابق تھوڑا بہت کرنے سے گریز نہیں کیا۔ اکیڈیمی نے نہ صرف انہیں ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے کنبے کا فرد بنایا اور وفات تک اکیڈیمی کے سٹاف پر رہے بلکہ انہیں خلعتِ فاخرہ سے بھی نوازا حالانکہ اس وقت بعض حلقوں نے اکیڈیمی کے اس اقدام کو پسند نہیں کیا اور اسے جانبداری پر محمول کیا گیا۔ اس کے علاوہ اکیڈیمی نے ان کی وفات کے بعد ان کے قیمتی کتب خانے کو حاصل کرنے کی سعی کی جو کچھ ایسی وجوہات کے سبب جن کے یہاں کہنے کا محل نہیں ہے کامیاب نہیں ہوئی لیکن اس کے باوجود اس کتب خانے کی بہت سی چیزیں اکیڈیمی کے پاس آگئیں۔

ابھی وہ لوگ موجود ہیں جن کے سامنے اور تو اور ساقی صاحب نے بھی ابن مہجور کے سلسلے میں اکیڈیمی کے "نرم گوشے" پر سرگوشیاں میں باتیں کی تھیں۔ (ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

غیر مطبوعہ
نثر ــــ نظم

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مہجور کی سرکاری مُلازمت

ایک معنی خیز اور عبرت انگیز روئداد

یہ روئداد مہجور کے کاغذات میں ان کے اپنے دستخط میں موجود ہے۔ اسمیں مہجور نے ۱۶ ستمبر ۱۹۳۱ء کو اُن الزامات کا جواب دیا ہے جو اُنپر "شورش" میں ملوث ہونے کے سلسلے میں عاید کئے گئے تھے۔ لیکن اس ضمن میں انکی ملازمت کی ساری تلخیاں اور محرومیاں بیان ہوئی ہیں۔ اس سے اہم بات یہ ہے کہ اسمیں اس وقت کے کشمیر اور خاص طور اس کے دیہات (جو مہجور کی کارگاہ تھے) کی زندگی انتظامیہ اور عوام کی مظلومیت کے کتنے ہی پہلو محفوظ ہو گئے ہیں۔ اسمیں ان تعصبات و توہمات کی گھناؤنی تصویر بھی موجود ہے جو اُس وقت کے حکمران طبقہ میں بیماری کی طرح سرایت کر گئے تھے۔ اسی دباؤ اور ستم ایذائی کا لاوا ۱۹۳۱ء میں پھوٹ پڑا اور خود مہجور کا یہ بیان اس سربستہ نُطق کی برف پگھلنے کا سراغ دیتا ہے جو غلامی کی شبِ تاریک نے کشمیریوں کے لب و دہن پر جما دی تھی۔ اس روئداد کی ایک تواریخی دستاویز کی حیثیت بھی ہے اور یہ مہجور کے ان قصیدوں کی شانِ نزول بھی بیان کرتی ہے جو انہوں نے وقت کے حاکموں کے حضور میں پیش کئے۔ چنانچہ اس یادداشت میں اس کے بارے میں واضح اشارات موجود ہیں۔ اس یادداشت کے بعض حصے اکادمی کی طرف سے شایع ہونے والی کُلیات مہجور کے دیباچے میں نقل ہو چکے ہیں۔ لیکن اسکو مکمل طور پر شایع کرنے کی نوبت اب آئی ہے۔ (محمد یوسف ٹینگ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام احمد مہجورؔ

میں باوجود باشندہ سری نگر ہونے کے بوجہ ملازمت مفصلات میں زندگی بسر کر رہا ہوں۔ ۶ر جون ۳۱ء سے تاریخ امروز تک مجھے کبھی سری نگر جانے کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے ۱۳ر جولائی ۳۱ء یا اس کے بعد کے افسوسناک واقعاتِ سرینگر کی نسبت کوئی چشم دید شہادت پیش نہیں کر سکوں گا۔ مگر ۱۳ر جولائی کو فساد کی جو آگ سرینگر میں مشتعل ہوئی اسکی ایک چنگاری نے ۶۴ میل کے فاصلہ پر میرے پیراہن امن میں رخنہ پیدا کر دیا ہے اور اس سے مجھے حق پیدا ہوا ہے کہ میں موجودہ ایجی ٹیشن کے متعلق کچھ عرض کروں۔ چونکہ میری عمر کا بیشتر حصہ زمینداران میں ہی بسر ہوا ہے اس لحاظ سے میں پہلے یہی بیان کروں گا کہ کن وجوہات نے زمینداروں کے دلوں میں موجودہ طرزِ حکومت کی بدظنی اور بیزاری پیدا کر دی ہے اور کن اسباب نے انکو موجودہ شورش سے متاثر ہو کر ایجی ٹیٹروں کی آواز پر لبیک کہنے پر تیار کیا ہے۔ میں اپنے بیان میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں کروں گا جسکا ناقابل تردید ثبوت اور مصدقہ ریکارڈ میرے پاس موجود نہ ہو۔

مفصلات کشمیر میں ۹۹ فیصدی مسلمان آباد ہیں جو کہ سب کے سب زراعت پیشہ اور تقریباً سب جاہل ہیں۔ سرکاری محکمہ جات سے محکمہ مال کے ساتھ انکے زیادہ تعلقات وابستہ ہیں بوجہ دراز

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

سے جو تقاضات زمینداروں پر چلے آتے ہیں انکا سر چشمہ یہی محکمہ ہے اسکی اہم وجہ یہ ہے کہ ایک چپراسی سے لیکر مشیر مال تک اس محکمہ پر غیر مسلموں کا قبضہ ہے۔ جنکے دلوں میں اس جفاکش اور فلاکت زدہ طبقہ کی ہمدردی ایک ذرہ کے برابر بھی موجود نہیں۔ موجودہ فرماں روائے کشمیر سری مہاراجہ صاحب بہادر جب گدی نشین ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلے "بیگار" کی بندش کا خسروانہ فرمان نافذ فرمایا جو کہ عرصہ دراز سے اس قبیح ترین طرز عمل نے زمینداروں کا کچومر نکال دیا تھا۔ اس عنایت خسروانہ سے وہ بیحد مسرور ہوئے اور ان کے دلوں میں اپنے نیک دل اور رعایا پرور مہاراجہ صاحب بہادر کی بے انتہا محبت پیدا ہو گئی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ بیگار عملاً بند نہیں ہوا۔ تو انکی تمام شادمانی یاس سے تبدیل ہوئی انکے پاس تحصیل کا ایک چپراسی آتا ہے تو خورد و نوش اور دیگر ضروریات ان سے جبراً اور مفت حاصل کر لیتا ہے۔ پٹواری مفت خوراک کھانے کے علاوہ اپنے حلقہ کے دیہات میں اپنا ڈیرہ اور بستره مفت زمینداران سے اٹھواتا ہے۔ جب اسکو کوئی سرکاری یا پرائیویٹ ڈاک یا کوئی چیز بھیجنی ہوتی ہے تو وہ جبراً زمینداران کے ذریعہ یہ کام بلا معاوضہ کراتا ہے۔ ایک گرداور قانونگوئے کے ساتھ دو تین آدمی اور ایک گھوڑا ہوتا ہے۔ اور وہ سال کے سارے ایام زمینداران ہی کے گھروں میں گزار دیتا ہے۔ کسی جگہ وہ اپنی خوراک کی قیمت نہیں دیتا۔ ڈاک رسانی کا کام بھی بذریعہ زمینداران بلا معاوضہ کراتا ہے۔ حالانکہ ایک ایک ڈاک پر ایک ایک زمیندار کے چار چار دن ضایع ہو جاتے ہیں۔ یہی حال نائب تحصیلدار صاحبان و تحصیلدار صاحبان کا ہے۔ البتہ بعض تحصیلدار صاحبان و وزیر وزارت صاحبان اپنی اپنی ذات کا زر خوراک اور ذاتی بستروں کی مزدوری دیتے ہیں۔ مگر انکے ساتھ محرران، چپراسیان، مہمانان و جلوداران کی جو فوج ہوتی ہے انکا ہر ایک کام (خوراک۔ بار برداری وغیرہ) زمینداران سے بلا معاوضہ حکماً کیا جاتا ہے۔ محکمہ مال کا جو عملہ ہیڈ کوارٹر تحصیل پر رہتا ہے انکے ضروریات کی چیزیں دیہات سے جبراً اور بلا قیمت مہیا کی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض اوقات زمینداران سے قیمت اشیا کی فرضی رسیدیں بھی حاصل کی جاتی ہیں۔

رشوت ستانی کی عام شکایت ہے۔ تمام سرکاری محکمہ جات۔ محکمہ مال، جوڈیشل، پولیس، جنگلات،

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

محکمہ تعلیم۔ ملبری کلچر۔ زمینداری بنک وغیرہ کے اہل کاران زمینداران سے رشوت لیتے ہیں۔ دیگر محکمہ جات کی رشوت ستانی کے طریق عمل سے میں پورا واقف نہیں ہوں۔ البتہ محکمہ مال کے متعلق کسی قدر وضاحت سے عرض کرونگا۔ ایک زمیندار کے خلاف تحصیل میں رپورٹ پیش ہو جاتی ہے کہ اس نے درخت اخروٹ کی ایک شاخ بلا حصول اجازت ضابطہ کاٹی ہے۔ یہ درخت زمیندار مذکور کی کھیت میں واقع ہے اور اس درخت کا مالیہ وہی ادا کرتا ہے۔ تو تحصیل سے زمیندار کی طلبی کا حکم جاری ہوتا ہے۔ چپراسی زمیندار کو ڈراتا ہے کہ تم پر جرمانہ ہوگا اور ممکن ہے۔ کہ تم کو قید بھی ہو جانا پڑے۔ سادہ لوح زمیندار خوف کے مارے دو روپیہ تک رشوت دیکر سمن پر لکھاتا ہے کہ "طلبیدہ گھر پر موجود نہیں ہے" یا چپراسی سمن ہی تلف کر دیتا ہے۔ ادھر جب تاریخ مقررہ پر دہ مثل تحصیلدار صاحب کے پیش ہو جاتی ہے۔ تو اس پر حکم لکھا جاتا ہے کہ کوئی حاضر نہیں نہ اطلاعیابی شامل ہے۔ مکرر بتاریخ فلاں سنہ فلاں طلب کیا جائے۔" بلکہ جسقدر امثلات مال روزانہ تحصیلدار صاحب کے پیش کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ۹۰ فیصدی امثلات پر یہی حکم لکھا جاتا ہے۔ دوبارہ سمن جاری ہو جانے پر بھی یہی کاروائی کی جاتی ہے اور کبھی اسامی کے بار بار گھر پر موجود نہ ہونے یا سمن کے تلف ہو جانیکا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اہلکار اجرا کنندہ سمن یا چپراسی سے کوئی بازپرس ہوتی ہے۔ اسطرح سال ہا سال گزر جانیکے بعد جب اسامی رشوت دے کر تنگ آجاتی ہے۔ تو ۱۲ سے ۲۰ تک طلبانہ دیکر سمن پر اطلاعیابی کرتی ہے۔ بیچارہ زمیندار لرزاں و ترساں تاریخ مقررہ پر صبح کے آٹھ بجے ہی احاطہ تحصیل میں حاضر ہو جاتا ہے۔ شام کے وقت ایک روپیہ سے پانچ روپیہ تک نذرانہ ادا کرکے اسکو اس شرط پر لمبی تاریخ دیجاتی ہے۔ کہ وہ دوسری تاریخ پر اہلکاران و چپراسیان تحصیل کیلئے فرمائشی چیزیں ہمراہ لیکر آئے۔ اس مرحلہ پر بھی یہ مثل تحصیل میں سال ہا سال تک دائر رہتی ہے۔ بلکہ تحصیل میں اس قسم کی ہزار ہا مثلیں چار چار پانچ پانچ سال سے زیادہ عرصہ کی دائر ہیں جن سے عملہ تحصیل ناجائز مفاد اٹھا رہا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ سری سرکار والا مدار نے حکم جاری فرمایا تھا کہ گمنام درخواست ہائے پر کوئی کاروائی نہ کی جائے مگر مفصلات میں اس حکم کی مطلق تعمیل نہ ہوئی۔ سینکڑوں گمنام درخواست ہائے پر تحصیل میں کاروائیاں ہوتی ہیں۔ باقاعدہ امثلات دائر ہیں۔ بلکہ شریر الطبع لوگوں نے عموماً اور اکثر اہلکاران سرکار نے خصوصاً اس

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

فن کو مستقل طور پر ذریعہ انتقام جوئی و جلب منفعت قرار دیا ہے۔ ایک سادہ کاغذ پر کسی غیر معروف شخص کے ہاتھ سے کوئی بناوٹی کہانی بصورت درخواست زید کے خلاف لکھا کر اسکے نیچے بکر کا فرضی نام درج کراتے ہیں اور رسمی لفافہ میں ڈال کر محکمہ متعلقہ کو بھیجدیتے ہیں اور بعد میں اس پر محکمانہ کاروائی شروع کر کے خوب ہاتھ گرم کراتے ہیں۔ زمینداران رقبہ خالصہ سے نوتور کرتے ہیں تو رپورٹ ہوتے پر انکو سالہا سال تک تحصیل کی آستان بوسی کرنی پڑتی ہے۔ رقبہ کا بچراری، کوہل، سڑک وغیرہ سے جو نوتور ہوا ہے ایک طرف تو اس پر جمع قائم ہوئی ہے۔ دوسری طرف رپورٹ پیش ہو جانے پر جرمانہ کی تجویز ہوتی ہے اور کہیں ضبطی فصل نوتور کی کاروائی کیجاتی ہے اور نوتور کنندہ کو رقبہ نوتور سے بیدخل کیا جاتا ہے۔ زمیندار اس لئے قبضہ نہیں چھوڑتا کہ اسے اس رقبہ کا مالیہ دینا پڑتا ہے۔ اہلکاران متعلقہ کو پھر رپورٹ کرنی پڑتی ہے۔ سری سرکار والا مدار کی تاج پوشی پر اعلان ہوا تھا کہ رقبہ خالصہ بطور شاملات زمینداروں کو عطا کیا گیا۔ پانچ سال گزر گئے ابھی تک اس اعلان کا تصفیہ یا عملدرآمد نہ ہوا۔ زمینداران تاریخ اعلان سے بسرعت رقبہ خالصہ کو آباد کر رہے ہیں۔ پٹواریان کی رپوٹوں پر خلاف ورزی کی صدہا مثلیں انکے خلاف دایر ہوجاتی ہیں نتیجہ سوائے پریشانی و بربادی زمینداران اور کچھ بھی نہیں۔

انسداد شادی صغرسنی کا قانون تین سال سے جاری ہے۔ سرکار والا مدار نے محض بہبودی رعایا کیلئے اسکو نافذ فرمایا۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس میں مسلم آبادی کا خیال رکھا گیا ہے۔ لیکن اس قانون نے زمینداران کی پریشانی اور مصیبت میں ایک اور باب کا اضافہ کیا جس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس قانون سے پہلے زمیندار کو اپنی لڑکی کے نکاح پر گاؤں کے نمبردار اور چوکیدار کو بطور نذرانہ کچھ دینا پڑتا تھا جسکی شرح علے الترتیب ایکروپیہ سے پانچ روپیہ تک اور ۸ آنے سے دو روپیہ تک ہوتی تھی۔ حالانکہ وہ قانوناً بیاہ شادیوں میں دخل دینے کے مجاز نہ تھے۔ اب انکو مداخلت کے اختیارات قانوناً مل چکے ہیں۔ اس لئے اگر زمیندار کی لڑکی ۲۰ سال کی بھی ہوگی تو وہ نمبردار، چوکیدار، بلکہ ذیلدار کی کامل رضامندی حاصل کرنیکے بغیر اپنی لڑکی کی شادی انجام نہیں لاسکتا۔ یہ سب کچھ برداشت کر کے بھی اکثر اوقات کسی معمولی شخص کی رنجیدگی سے ایک گمنام درخواست کی بنا پر صاحب دختر کو مع اپنی معصوم لڑکی اور

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

داماد کے عدالت میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔ بدقسمتی سے اگر کوئی شخص بحیثیت مخبر عدالت میں کھڑا ہوگا پھر تو تمام متعلقین کو برسوں عدالت کی خاک چھاننی پڑیگی۔ اس طرح ایک زمیندار کیلئے لڑکی کی شادی خانہ بربادی کا باعث بن جاتی ہے۔

انسدادِ رشوت ستانی کا انتظام بھی مکمل نہیں۔ ایک چپراسی اگر رشوت لیتا ہے تو محض اس وجہ سے کہ اسکی تنخواہ قلیل اور ضروریات زندگی اسکو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ناجایز ذرایع سے اپنے اخراجات پورے کرے۔ بخلاف اسکے ایک تحصیلدار اگر رشوت قبول کرتا ہے تو صرف ہوس زر طلبی کیلئے اپنے اختیارات کو فروخت کر کے اپنی اعلے پوزیشن کی توہین کرتا ہے۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ سزا تجویز کرتے وقت دونوں راشیوں کی نیتوں کو ملحوظ رکھا جائے۔ الا قانون نے دونوں کیلئے ایک ہی سزا تجویز کی ہے۔ جب سزا دینے کی نوبت پونچتی ہے تو عملاً اس قانون اور انصاف کے برعکس کاروائی کیجاتی ہے۔ یعنی سزا صرف غریب چپراسی کو دی جاتی ہے۔ تحصیلدار کے ساتھ خاص طور پر نرم سلوک کیا جاتا ہے۔ علاوہ اسکے رشوت ستانی کے مقدمات میں محکمہ مال غیر معمولی طوالت دیتا ہے جس سے جاہل اور سادہ لوح مدعی تنگ آکر پیروی مقدمہ سے دست کش ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی فریق ثانی کو بھی اپنے بچاؤ کا کافی موقعہ مل جاتا ہے۔

تحصیل ہندوارہ کے زمینداران عام طور پر صرف تین مہینے (کانگ۔ مگھر۔ پوہ) تک پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں۔ دوسری سہ ماہی میں صرف ۶۰ فیصدی اور تیسری سہ ماہی میں ۴۰ فیصدی چوتھی اور آخری سہ ماہی میں صرف پانچ فیصدی لوگوں کو دو وقت کھانا میسر ہوتا ہے۔ باقی زمیندار وڈا اور سود پر قرضہ لا لا کر پیٹ پالتے ہیں۔ جب وہ بھی نہیں ملتا تو میوہ جات جنگلی، توت وغیرہ پر گزارہ کرتے ہیں۔ اسکے بعد میدان اور جنگل کے گھاس بوس پر نوبت پونچتی ہے۔ اس پر بھی وفاداری اور امن پسندی کا یہ عالم ہے کہ اس حالت میں بھی مالیہ سرکار مہیا کر کے ادا کرتے ہیں۔ اگر انکو کوئی حادثہ بھی پیش آجاتا ہے تو سرکاری طور پر انکی کوئی مدد نہیں کی جاتی۔ مثلاً سال ۱۹۲۹ء میں سیلاب نے زمینداران کا بڑا نقصان کیا۔ محکمہ مال نے ایک سپیشل وزیر وزارت کے ذریعہ دیہہ وار فہرست ہائے نقصان باضابطہ مرتب کرائے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اور ستم رسیدہ زمینداران کو وعدہ دیا گیا کہ رقبہ جات آمدہ زیر سیلاب کا مالیہ معاف کر دیا جائیگا آجتک دو سال کا عرصہ گزر گیا کوئی معافی انکو نہیں ملی۔

محکمہ مال میں مسلمان ملازم آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ زمینداران کا ان میں بھی خفیف حصہ ہے۔ چنانچہ تحصیل ہذا میں پانچ چھ زمیندار لڑکے عرصہ سے بطور امیدواری کام کر رہے ہیں۔ کوئی انکو پوچھتا بھی نہیں۔ خصوصاً موضع ہندوارہ صدر مقام تحصیل کے معزز نمبردار کا لڑکا عبداللہ بانڈے ایک اچھا تعلیمیافتہ نوجوان ہے۔ موجودہ محرران تحصیل سے لیاقت اور محررانہ قابلیت میں ممتاز ہے اور وہ عارضی سلسلوں میں اپنی قابلیت دکھا چکا ہے۔ مگر اسکو ملازمت نہیں دی جاتی۔

اگر کوئی مسلمان تعلیم یافتہ سرکاری ملازمت کی خواہش کرتا ہے تو عرصہ تک اسکو مختلف محکمہ جات کی خاک چھاننی پڑتی ہے۔ خوش قسمتی سے اگر اسکو کہیں جگہ مل جاتی ہے۔ تو وہ بھی کسی خاص سفارش یا کسی مسلمان افسر کی مہربانی۔ یا کافی سے زیادہ رشوت سے۔ ملازم ہو کر اسکو کبھی ترقی نہیں دی جاتی۔ اگر وہ کوشش کرے، تو سینیارٹی اور جونیارٹی کا سوال پیدا کیا جاتا ہے۔ اگر مسلمان سینئر ہوگا تو لیاقت وتجربہ کا مسئلہ پیش ہوتا ہے۔ لیاقت کی سرٹفیکیٹ افسر نگران کا خیال ہے۔ مگر ایک غیر مسلم افسر کبھی کسی مسلمان کی اعلےٰ قابلیت کا قایل نہیں ہو سکتا۔ اسطرح ایک مسلمان ملازم ترقی سے محروم رکھا جاتا ہے۔ ساتھ ہی مسلمان ملازم کے موقوف ہو جانیکی ہر وقت کوشش رہتی ہے۔ بس مسلمان ملازم اپنی بے بسی و بیکسی سے مجبور ہو کر اپنے افسران کو رشوتیں دیتا ہے۔ یا اپنے مذہب اور اپنے ضمیر کے خلاف کرتوتوں سے اپنے غیر مسلم افسر کو خوش رکھکر ایام زندگی بسر کرتا ہے۔ بعض غیر مسلم افسران اپنے کسی مسلمان ماتحت سے اپنے حق میں مفید پروپیگنڈا کرا کر مسلمانوں کو خوب لوٹتے ہیں۔ اگر اسکی مسلم کشی کے خلاف مسلم آواز بلند ہو جائے تو اس وقت وہ اپنے ماتحت مسلمان سے سپر کا کام لیتا ہے۔ اب اگر کوئی مسلمان اپنی قوم کا ہمدرد ہوگا تو اس پر بناوٹی اور فرضی مقدمات بنا کر اسکو تھوڑے عرصہ کے اندر نکال دیتے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کی بین مثالیں میں اپنی سرگزشت میں پیش کرونگا۔

۱۹۲۵ء میں چوہدری خوشی محمد صاحب سٹلمینٹ آفیسر صاحب نے مجھ کو چھ روپے کا پٹواری بنا دیا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

تھا۔ آج ۲۲ سال کے بعد بارہ روپیہ کا پٹواری ہوں۔ گویا میں نے بحالت مجموعی ۱۱۲ سالانہ ترقی پائی ہے۔ ۱۹۰۵ء میں میرے ساتھ جو لوگ بحیثیت پٹواری کام کرتے تھے ان میں سے بطور نمونہ چند اشخاص کے نام پیش کرونگا۔ جو کہ ابھی تک زندہ ہیں۔

(۱) پنڈت ولیشنہ بٹ۔ (۲) پنڈت گوبند بٹ (۳) پنڈت آنندرام (۴) پنڈت دینا ناتھ۔

(۵) پنڈت مکندرام۔ (۶) پنڈت گواشہ کول۔

ان میں سے نمبر ۱ آجکل وزارت بارہمولہ کا صدر محاسب ۳۰ روپے ماہوار پر۔ اور نمبر ۲ لغایت ۴ ویلی کشمیر میں ۲۵ روپے سے ۴۰ روپے ماہوار تک تنخواہ پانیوالے گرداور قانگویان ہیں۔ نمبر ۵ و ۶ نائب تحصیلداران ہیں۔ اہلکاران مذکور کی عملی لیاقت کسی صورت میں بھی مجھ سے زیادہ نہیں ہے۔ بلکہ بلحاظ کارکردگی، تجربہ و محررانہ قابلیت کے میں ان سے بدرجہا بہتر ہوں۔ میں نے بھی ترقی کے لئے ہر وقت کوشش کی تھی مگر ایک گرداور قانگوئے سے سیٹلمینٹ آفیسر تک تمام افسر غیر مسلم تھے۔ اس لئے مجھے کبھی ترقی نصیب نہوئی۔

۱۹۱۵ء میں جنگ یورپ پر کشمیر میں رنگروٹنگ بھرتی کا سوال پیش ہوا۔ مگر کشمیر کے مسلمانوں نے کسی خاص وجہ پر بھرتی ہونے سے انکار کیا۔ پنڈت اننت رام صاحب بی۔ اے اسسٹنٹ سیٹلمینٹ آفیسر کشمیر (موجودہ کمشنر صاحب بہادر جموں و کشمیر) نے مجھے کہا کہ اگر تم کشمیری زبان میں کوئی ایسی نظم بناؤ گے جس سے یہ رکاوٹ دور ہوجائے تو ہم تمکو فوراً ترقی دینگے۔ میں نے کشمیری زبان میں ایک دلآویز نظم دیہاتی لے پر زمیندارہ نقطہ نگاہ سے تیار کرکے پیش کی۔ اسکی اشاعت کیلئے مجھے دیہات میں پھرنیکا حکم ہوا۔ مگر پنڈت صاحب نے فرمایا کہ سرکاری طور پر جانے سے ایک تو تمہاری نظم مقبول نہوگی اور تم آن ڈیوٹی تصور نہ ہونگے۔ تمہاری کارگذاری کا تمہیں کوئی صلہ نہیں ملیگا۔ پس میں ایک ماہ کی بلا تنخواہ رخصت لیکر پرائیویٹ طور پر دیہات میں پھرتا رہا اور نظم سنا کر زمینداروں کو بھرتی کا شوق دلاتا رہا۔ اس نظم میں گزشتہ حکومتوں کے نظمات انگریزی راج اور ڈوگرہ حکومت کے برکات بیان کرکے جنگ میں بہادری دکھانیکے فوائد بتلائے گئے تھے۔ تھوڑے عرصہ کے اندر وہ نظم کشمیر

---

۵ چار آنے ایک پائی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کے زمینداروں میں پھیل گئی اور بچہ بچہ کے زبان زد ہوئی۔ پنڈت نرنجن لعل صاحب فارسٹ اسٹنٹ سٹیلمنٹ آفیسر (موجودہ وزیر وزارت لداخ) نے اس نظم کا انگریزی ترجمہ مسٹر ایل۔ ایم سٹو صاحب کمشنر بندوبست بہادر کے پیش کیا اور وہ بہت خوش ہوئے۔ آخر کشمیری مسلمان ہزاروں کی تعداد میں بھرتی ہوئے۔ رخصت گزار کر جب میں اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوا تو میں نے ترقی کے لئے درخواست کی۔ جواب ملا کہ تم اپنے ساتھ رنگروٹوں کی کوئی جماعت بھرتی کیلئے نہیں لائے۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ جو لوگ اب تک بھرتی ہوئے انکو تمہاری ہی نظم نے متاثر کر دیا تھا۔ آخر یہ حکم ہوا کہ تم چند آدمیوں کو پیش کرو جو کہ یہ کہکر بھرتی پر آمادہ ہوں، کہ ہمکو اس شخص کی نظم نے متاثر کر دیا ہے چنانچہ میں نے تین آدمی پنڈت صاحب کے پیش کئے جو کہ بذریعہ مہتہ کرپا رام صاحب تحصیلدار بندوبست تحصیل خاص و خواجہ سلام شاہ صاحب نقشبندی تحصیلدار تحصیل خاص (حال وزیر وزارت) بھرتی ہوئے۔ اس بارہ میں پنڈت اننت رام صاحب، مہتہ کرپا رام صاحب، خواجہ سلام شاہ صاحب کے سرٹیفکیٹ ہائے میرے پاس موجود ہیں، مگر افسوس ہے کہ مجھے حسب وعدہ کوئی ترقی نہ دی گئی۔ حالانکہ میں دیر تک واویلا کرتا رہا مگر میری ترقی نہونی تھی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ مجھے کسی نے مستقل پٹواری بھی نہیں بنایا۔ ترقی سے مایوس ہو کر اب میں صرف مستقل پٹوار کی کوشش میں معروف تھا، مگر عرصہ تک میری یہ آرزو بھی پوری نہ ہوئی۔ آخر جب سال ۹۰ ب میں آغا سید حسین صاحب سٹیلمنٹ آفیسر مقرر ہوئے تو میں نے انکے پاس جا کر اپنی حق تلفی کا رونا رویا۔ صاحب ممدوح نے مجھے درخواست دینے کا حکم دیا۔ مگر چونکہ صاحب موصوف کے محکمہ کی مشین غیر مسلموں کے ہاتھ میں تھی انہوں نے میری طاقت سے بڑھکر مجھ سے رشوت مانگی۔ نتیجہ سوائے میری ناکامی کے اور کچھ نہ نکلا۔ انہی ایام میں معلوم ہوا کہ شیخ عبدالقیوم صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی (موجودہ جج ہائی کورٹ کشمیر) فارن سیکرٹری مقرر ہوئے ہیں۔ میں انکے بنگلہ پر حاضر ہوا اور ایک اردو کتاب اپنی تصنیف کی اپنی محررانہ قابلیت کے ثبوت میں پیش کر کے اور اپنی حالت زار عرض کر کے ان سے امداد کا طالب ہوا۔ شیخ صاحب میری حق تلفی سے متاسف و متاثر ہو کر بہ نفس نفیس دو اسپہ فٹن پر آغا صاحب

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کے پاس دو دفعہ تشریف لے گئے۔ آغا صاحب نے مجھے خاص طور پر اپنی جگہ فرمایا۔ کہ "میں تمہاری قابلیت کا معترف ہوں۔ مگر میں غیر مسلموں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہوں۔ اگر تمہیں ترقی دونگا تو یہ مجھے اذیت پونچائینگے اور تمکو بھی خراب کرینگے۔ البتہ اگر تم مستقل پٹوار چاہتے ہو تو میں تمکو درجہ سیوم کا پٹواری بنا دونگا۔" اسوقت میری تنخواہ ۱۵/- الاونس ۷/۱۲ کل ۲۲/۱۲ تھی۔ آغا صاحب نے مجھے ۱۲/- روپیہ اصل للہ الاونس کل ۱۲/- روپیہ کا پٹواری بنا دیا۔ گویا ۱۰/۱۲ کا تنزل برداشت کر کے مجھے پٹوار کا عہدہ مستقل پندرہ سال کے بعد ملا۔ آغا صاحب نے اپنے فیصلہ میں میرے دیرینہ سروس اور میری علمی قابلیت ولیاقت کا پرزور اعتراف کیا۔ تاکہ غیر مسلم حضرات انکو اس خاص مسلم نوازی وقوم پروری کے لئے متہم نہ کریں۔ چنانچہ اس فیصلہ کی کاپی میرے پاس موجود ہے۔

حکمہ بحال میں آکر تحصیل سری پرتاب سنگھ پورہ میں۔ میں نے خاموش زندگی گزارنی شروع کی۔ آیندہ ترقی سے مایوس ہو کر میں نے اپنا پرائیویٹ وقت شعروشاعری اور تصنیف وتالیف پر لگا دیا۔ تاریخ تصوف، اخلاق، غزلیات کے مضمونوں پر کشمیری، اردو زبانوں میں چھوٹے چھوٹے رسالہ جات بنا کر شایع کرتا رہا۔ اس شغل سے میری مالی کمزوریاں بھی کسی حد تک دور ہوا کرتی تھیں۔ سال ۱۹۵۸ء میں میں نے اپنی تصنیف کی ہوئی چھوٹی سی ایک تاریخی اردو کتاب اپنے افسر مقامی پنڈت رگھناتھ منٹو صاحب تحصیلدار کے پیش کی۔ اس کتاب کے دیباچہ میں میں نے ضمناً کشمیری مسلمانوں کی گزشتہ برتری اور موجودہ پستی کا مختصر الفاظ میں نقشہ کھینچا تھا۔ پنڈت صاحب نے دیباچہ کو بغور پڑھا اور خاص انداز سے دیکھا۔ اس واقع کے چند ہی یوم بعد میرے حلقہ کے چند زمینداران خصوصیت کے ساتھ تحصیل پر بلائے گئے۔ انکی واپسی پر مجھے معلوم ہوا کہ میرے خلاف تحصیل میں ایک گمنام درخواست پہنچی ہے۔ کہ پٹواری زمینداروں پر ظلم کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ مگر زمینداران نے درخواست دینے سے انکار کیا اور مضمون درخواست کی پرزور تردید کی۔

انہی دنوں میں سیلاب عظیم آیا۔ دریائے جہلم کی طغیانی نے متصلہ دیہات میں کافی نقصان کیا۔ پنڈت بلہ کاک صاحب سپیشل وزیر وزارت نے مجھے خاص طور پر سرینگر منگایا۔ حالانکہ میرا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

حلقہ پٹوار دریائے جہلم کے کنارے سے ۱۲ میل دور تھا۔ مجھے حکم دیا گیا کہ سرینگر سے پانپور تک ۱۵ میل ستھو کی پیمائش ۲۰ یوم کے اندر اندر کر کے بشرح ذیل نقشہ بنا کر پیش کرو۔ جدید ستھو اور سابقہ ستھو کا طول۔ ایک ایک جریب کے بعد دونوں ستھوں کا جدا جدا عرض اور بلندی۔ وہ مقامات جہاں سیلاب نے سابقہ ستھو کو کاٹا ہے۔ تھوڑے تھوڑے فیصلہ پر دریا کا لیول۔ سیلاب کا پانی۔ بہار کا رسمی پانی۔ موجودہ پانی۔ جدید ستھو کی بلندی سیلاب کے پانی سے۔ اس کام کے لئے مجھے کوئی سرکاری امداد نہیں ملی تحریری حکم ملا کہ اگر ۲۰ یوم کے اندر اندر یہ کام ختم کر کے نہ دو گے تو بلا اخذ جواب معطل کئے جاؤ گے چنانچہ وہ اصل حکم میرے پاس موجود ہے۔ بہر حال میں نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر وقت پر حسب ہدایت نقشہ مکمل کر کے دیدیا۔ بعد اسکے دس کاپیاں رنگ البتہ مجھے دستی بنانی پڑیں۔ اس واقعہ کے دو تین ماہ کے بعد اچانک تحصیل سے ایک حکم میرے پاس پہنچا کہ فوراً اپنا چارج دوسرے پٹواری کو دیکر سیٹلمینٹ آفیسر صاحب بہادر ضلع مظفر آباد کے پاس حاضر ہو جاؤ۔ جب میں چارج دیکر تحصیل میں پہنچا اور میں نے تحصیل دار صاحب سے وجہ تبدیلی دریافت کی تو انہوں نے افسوس کرتے ہوئے حیرانی اور لاعلمی کا اظہار کیا۔ یہاں پر یہ عرض کرنا غیر موزوں نہ ہوگا کہ بوجہ غیر پنشنیبل پوسٹ ہونیکے ویلی کشمیر کے پٹواریان قانوناً فرانٹیر یا پہاڑ تبدیل نہیں کئے جا سکتے ہیں۔ صرف کسی سخت جرم کی باداش میں بطور سزا آویلی میں بھی تبدیلی پٹواریان کا کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہے۔ اگر کوئی پٹواری تبدیل بھی کیا جاتا ہے تو کسی خاص مصلحت کے تحت۔ ورنہ اسوقت بھی دس دس پندرہ پندرہ سال سے بعض پٹواریان ایک ہی جگہ مقیم ہیں۔ کوئی انکو تبدیل نہیں کرتا۔ آخر میں نے گورنر صاحب بہادر کے اجلاس میں درخواست دی کہ مجھے اس حکم کی نقل عنایت فرمائی جائے جسکی رو سے مجھے تبدیل کیا جاتا ہے۔ وہاں جواب ملا کہ یہ کانفیڈنشل معاملہ ہے۔ اسکی نقل نہیں مل سکتی ہے۔ چونکہ بعض خاص مجبوریوں کی وجہ سے پہاڑ جانیکے قابل نہ تھا اسلئے میں نے کوشش شروع کی کہ کس طرح میری تبدیلی ملتوی ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ بدر الدین ٹیلر ماسٹر بازار امیرا کدل پنڈت رامچند صاحب دوبے گورنر کشمیر کا درزی اور خاص معتبر بلکہ دلال ہے۔ میں نے بدر الدین کو اپنی مجبوری سے آگاہ کیا۔ کافی بحث و مباحثہ کے بعد ایکسو دس روپیہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پر فیصلہ ہوا۔ چنانچہ میں نے بذریعہ خواجہ رحمان جو آخون ٹیلر ماسٹر کوٹھی باغ بدرالدین درزی کو ایکسو روپیہ گورنر صاحب بہادر کیلئے اور دس روپیہ انکے ریڈر پنڈت آنند کول صاحب کیلئے دیئے اور اسکے ساتھ ایک درخواست اس مضمون کی لکھکر کہ "سر دست میرا تبادلہ پہاڑ ملتوی فرمایا جاوے اور جس شکایت پر میری تبدیلی ہوئی ہے اسکی باضابطہ تحقیقات کے بعد بشرط ثبوت میں ہر ایک سنگین سزا برداشت کرنے کیلئے تیار ہوں"۔ بدرالدین کے ہمراہ میں بھی گورنر صاحب بہادر کے بنگلہ پر گیا اور بدرالدین دیر تک انکے ساتھ تنہائی میں باتیں کرتا رہا۔ بعد میں مجھے بدرالدین نے اطمینان دلایا کہ ایک دو یوم تک تمہارا کام حسب مدعا ہو جائیگا۔ اس زمانے میں میرا جائیننگ ٹائم ختم ہوا اور مجھے مجبوراً اسٹیلمنٹ آفیسر صاحب بہادر ضلع مظفر آباد کے پاس حاضر ہونا پڑا۔ صاحب موصوف نے مجھے تحصیل کرناہ میں تعینات فرمایا اور میں بعد حاضری چند ایام کی رخصت حاصل کر کے سرینگر آیا اور گورنر صاحب بہادر اور بدرالدین درزی کے دنبال رہا۔ ایک دن مجھے خود گورنر صاحب بہادر کے روبرو پرائیویٹ طور پر جانیکا موقع ملا۔ انہوں نے فرمایا کہ "تم ایک مصنف شاعر اور مسلم قوم کے ریفامر ہو۔ تمہیں نوکری کرنیکی کیا ضرورت ہے۔ میں نے پنڈت روگناتھ مٹو تحصیلدار کے پاس تمہاری ایک کتاب دیکھی ہے"۔ بعد میں میری عجز وزاری پر فرمایا کہ "تمہارے معاملہ میں غور کر رہا ہوں تمکو بہلدی ویلی میں واپس لاؤنگا"۔ اسی دوران میں خلاف توقع اور اچانک پنڈت رامچند صاحب موصوف ریٹایر کئے گئے۔ میں نے بدرالدین سے کہا کہ چونکہ گورنر صاحب میرا کام نامکمل چھوڑ کر چلے گئے۔ اس لئے میری دی ہوئی رقم مجھے واپس دیدو۔ اسنے کہا کہ "گورنر صاحب نے کاغذات میں نوٹ رکھا ہے۔ تمکو عنقریب ویلی میں واپس تبدیل کرینگے"۔ جواب تسلی بخش نہ تھا۔ اسلئے میں نے رائے زادہ دولارام صاحب تحصیلدار شہر خاص کو تمام ماجرا سنایا۔ وہ مجھے بخشی گوکل چند صاحب سیکرٹری گورنر صاحب بہادر کے پاس لے چلے۔ دونوں صاحبان نے بذریعہ لعل خان چپراسی بدرالدین کو اپنے سامنے بلایا اور اسکو کہا کہ اسکو اپنی رقم واپس دلاؤ۔ کیونکہ اسکا کام نہیں ہوا ہے۔ مگر بدرالدین بدستور لیت ولعل کرتا رہا۔ پھر رائے زادہ دولارام صاحب نے کچھ دن کے بعد یہ واقع پنڈت دینا ناتھ صاحب وزیر بار ہمولہ کو سنایا۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

انہوں نے بھی بدرالدین سے دریافت کیا۔ مگر وہ رقم لینے سے انکاری ہوا۔ وزیر صاحب نے مجھ سے شہادت طلب کی۔ اس پر میں نے خواجہ رحمان جو ٹیلیر ماسٹر کو پیش کیا۔ اسوقت وزیر صاحب دیوان امرناتھ صاحب کے مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ وزیر صاحب نے شام کے وقت بدرالدین ورزی کو بلایا اور بالمواجع گفتگو ہوئی۔ بدرالدین کو آخر رقم ماننی پڑی۔ اور کہا کہ "رقم تو گورنر صاحب کھا گئے۔ اب میں اپنی گرہ سے دیدونگا۔ اس سے چند یوم پیشتر قادر جو چوہدری بازار امیرا کدل نے ایک سادہ درخواست کرنیل جنگ سنگھ صاحب مشیر مال کو بذریعہ ڈاک بھیجدی تھی۔ کہ ایک غریب پٹواری سے گورنر صاحب بہادر نے اس قدر رقم بطور رشوت لی ہے۔ تحقیقات فرمائی جائے" مگر مشیر مال صاحب نے اس درخواست کو ردی کی ٹوکری میں پھینکدیا اس دوران میں پنڈت دینا ناتھ صاحب وزیر وزارت بارہمولہ ان کا غذارت کی خفیہ طور پر تحقیقات کر رہے تھے جنکی رو سے قبل ازوقت مجھے پہاڑ تبدیل کیا گیا۔ جب میں پہلی دفعہ وزیر صاحب موصوف سے ملا۔ اور انکو اپنا حال سنایا۔ تو انہوں نے کہا کہ میں آجکل قصبہ سوپور کی تعمیر میں مصروف ہوں۔ مسلمانان سوپور نے میرے خلاف حکام کے پاس شکایتیں کی ہیں اور مسلم اخبارات میں میرے برخلاف مضامین دیئے جاتے ہیں اور میری بدنامی دور دور تک پہنچی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ایک مصنف اور فن تحریر میں قابلیت رکھتے ہو۔ چنانچہ میں نے تمہاری ایک کتاب پنڈت رگھناتھ مٹو صاحب کے پاس دیکھی ہے جسمیں تم اپنی قوم کو راہ راست پر لانیکی کوشش کرتے ہو۔ اگر تم اپنے زور قلم سے اخبارات میں مضامین دیکر میرے حق میں مفید پروپیگنڈا کراؤ گے تو میں تمہاری مدد کراونگا۔ اسکے بعد وزیر صاحب نے مجھے چند واقعات واعداد کا نوٹ کرادیا اور میں نے اس پر ایک مضمون کی دو کاپیاں مختلف الفاظ و عبارت اور جداگانہ انداز بیاں سے تحریر کیں۔ یہ ہردو مضامین کو اخبار کشمیری لاہور نے ۲۱/۲۸ جون ۲۹ء کے پرچہ میں اور اخبار عام لاہور نے ۲۹ جون ۲۹ء کے پرچہ میں شایع کیا۔ دونوں مضامین شایع شدہ میرے پاس موجود ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد لالہ ملک راج صاحب صراف بی۔ اے ایڈیٹر اخبار "رنبیر" جموں کشمیر آئے۔ وزیر صاحب نے انکے ساتھ میرا تعارف کرایا۔ وزیر صاحب

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

نے سرکاری ریکارڈ سے اعداد و شمار دیکھ اور حالت و واقعات نوٹ کراکر تعمیر قصبہ سوپور پر ایک مضمون لکھنے کا حکم دیا۔ میں نے ایک لمبا مضمون بنا کر "اونکار برادرز" بازار امیرا کدل کی دکان پر وہ مضمون ایڈیٹر صاحب "رنبیر" کو دیا۔ جو کہ ۳ اسوج ۸۶ء کے رنبیر میں شایع ہوا جسکی چھاپ شدہ کاپی میرے پاس موجود ہے۔ ایڈیٹر صاحب نے مضمون سوپور سے خوش ہو کر اخبار "رنبیر" میرے نام پر مفت جاری کر دیا جو کہ اخیر تک جاری رہا۔ اس سلسلہ میں جسقدر مضامین مجھ سے لکھا کر شایع کرائے گئے۔ ان میں پنڈت دینا ناتھ صاحب وزیر بارہمولہ کی بے انتہا تعریفیں اور مسلمانوں کی مذمت درج ہے۔ اس مرحلہ پر پہنچکر میرا دماغ اس نتیجہ پر پہنچا کہ جس کتاب کے دیباچہ میں میں نے کشمیری مسلمانوں کی زبون حالی کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ سب سختیاں مجھے اس مضمون کی عوض برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اس سے پہلے میں عرض کر چکا ہوں کہ میں ضلع مظفرآباد سے چند یوم کی رخصت لیکر آیا تھا۔ یہاں پونہچکر مجھے اپنی رخصت میں توسیع کرنی پڑی۔ مجھے افسران ہر وقت یہ کہتے تھے کہ چند یوم کے اندر اندر تمہارا فیصلہ ہو جائیگا۔ اس لئے میں نے دو ہفتہ یا ایک ماہ سے زیادہ عرصہ کیلئے کبھی درخواست نہیں بھیجی۔ گو میری رخصت بلا تنخواہ ہوا کرتی تھی مگر سٹیلمنٹ آفیسر صاحب کا خاص حکم تھا کہ ہر ایک درخواست کے ساتھ ایک ایک ڈاکٹری سارٹیفکیٹ لایا کرو۔ ورنہ ملازمت سے موقوف کئے جاؤ گے۔ مجبوراً آٹھ ماہ کے عرصہ میں پنڈت نیلہ کنٹھ صاحب انچارج صدر ہسپتال سرینگر سے بے شمار سرٹیفکیٹیں بادائی فیس بشرح دس روپیہ فی سرٹیفکیٹ حاصل کرنی پڑیں۔ خدا خدا کر کے پنڈت دینا ناتھ صاحب نے میرے کاغذات اپنی رپورٹ کے ساتھ گورنر صاحب کے پاس بھیجدیئے۔ کچھ عرصہ کی خاموشی کے بعد رائے زادہ ترلوک چند صاحب گورنر کشمیر نے ان کاغذات پر آخری فیصلہ صادر فرمایا۔ فیصلہ کے آخری الفاظ یہ ہیں "وزیر صاحب کی رپورٹ مکمل ہے جو کہ پٹواری کو تمام الزامات سے بری کر دیتی ہے۔ میں انکی تحقیقات کے ساتھ متفق ہوں۔ چونکہ پٹواری کے خلاف کوئی معقول شکایت ثابت نہیں ہے۔ اسواسطے اسکو ویلی میں دوبارہ تبدیل کرتا ہوں۔"

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

یہ فیصلہ تو گورنر صاحب نے ظاہر طور پر صادر فرمایا جسکا عملدرآمد بھی جلدی ہوا۔ مگر مخفی طور پر جو حکم صاحب موصوف نے جاری فرمایا اسکا نتیجہ دو سال کے بعد نکلا۔ بہر حال کامل آٹھ ماہ کی پریشانی کے بعد میری تبدیلی تحصیل ہندوارہ میں ہوئی۔ مگر میرے دل میں اس بات کا سخت افسوس رہا کہ آیا میرے برخلاف کیا شکایت تھی اور کس جرم کے پاداش میں میرے ساتھ اسقدر سختی کا سلوک ہوا اسلئے ہندوارہ جانے سے پہلے میں نے اصل مثل دیکھنے کی کوشش کی آخر گورنر صاحب کے کانفیڈنشل کلرک کو دس روپیہ نقد اور ایک لوئی دیکر اس بات پر راضی کیا کہ وہ پرائیویٹ طور پر ایک دو گھنٹہ کیلئے مثل دکھائے۔ پس میں نے مثل کو دیکھا۔ اور ضروری باتوں کی نقل لی۔ مختصر واقعات مثل یہ ہیں کہ کسی محبوب شاہ" نامی شخص نے صاحب انسپکٹر جنرل پولیس کو ایک سادہ درخواست بدیں مضمون بھیجدیا ہے کہ "یہ پٹواری (راقم) پہلے منشی غلام محمد کے نام سے اننت ناگ میں پٹواری تھا۔ کسی جرم میں موقوف اور سزایاب ہوا۔ پھر غلام احمد نام رکھ کر دوبارہ پٹوار حاصل کیا ہے۔ یہ پٹواری پنجاب کے لیڈران کے ساتھ خط و کتابت رکھتا ہے۔ اور کشمیر میں گاندھی تحریک پھیلاتا ہے۔" اس درخواست کے ساتھ کاغذ کا ایک ورقہ شامل ہے۔ جس پر حسب ذیل عبارت درج ہے۔

" مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۲۲ء جناب قبلہ گاہ صاحب۔ جناب حاجی لارڈ فاروق دو تین دن سے سرینگر آیا ہے۔ لہذا آپکو اطلاع رہے۔ کیونکہ سنا گیا ان کو جلدی واپس جانا ہے۔ محمد امین"

اس پر محکمہ پولیس کو کانفیڈنشل طور پر تحقیقات کرنے کا حکم ملا۔ پنڈت سمار چند سب انسپکٹر پولیس تھانہ بڈگام نے بعد تحقیقات ۲ کتک ۱۹۸۰ حسب ذیل رپورٹ کی کہ:-

(۱) یہ پٹواری اخبارات ذیل اخبار کشمیری لاہور۔ اخبار کشمیر امرتسر۔ اخبار عام لاہور۔ رسالہ قوس قزح منگواتا ہے۔ بعض اوقات زمینداران کو بھی مضمون اخبارات سناتا ہے۔

(۲) یہ پٹواری اچھا تعلیم یافتہ اردو فارسی کا ہے۔ انگریزی خواندہ نہیں۔ شاعر بھی ہے۔ رعایا کے ساتھ اسکے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ جنٹلمین ہے۔ دیگر پٹواریوں کی طرح نکما نہیں ہے۔

(۳) اس پٹواری کا لڑکا سرینگر میں تعلیم پاتا ہے جس نے اسکو لکھا تھا کہ کوئی یوروپین صاحب آیا ہے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

فوراً سرینگر آجاؤ۔

(۴) سنا گیا یہ پٹواری اخبارات میں مضمون دیتا ہے۔

(۵) سنا گیا کہ اس پٹواری کو محمد الدین فوق ایڈیٹر اخبار کشمیری لاہور کے ساتھ خط وکتابت ہے۔

سب انسپکٹر پولیس کی اس ذاتی رائے کے ساتھ جملہ افسران پولیس وسی۔ آئی۔ڈی نے اتفاق کیا۔ اور کاغذات جنرل انسپکٹر صاحب بہادر پولیس کے پیش کئے گئے۔ تمام کاروائی ایک کانسٹیبل سے لیکر جنرل انسپکٹر تک غیر مسلموں کے ہاتھ سے ہوئی کسی ایک الزام کے تائید میں کوئی ثبوت بہم نہیں پہنچایا گیا اور نا ہی "محبوب شاہ" اصلی درخواست دہندہ کی شخصیت کا کوئی سوال پیدا ہوا۔ جنرل انسپکٹر صاحب نے مجھے گورنمنٹ کشمیر کے لئے ایک خطرناک ہستی تصور کرتے ہوئے ایک ڈی۔ او کے ذریعہ مشیر مال صاحب بہادر کے جذبات اس قدر برانگیختہ کئے کہ انہوں نے قبل از تحقیقات میرے کشمیر سے نکالے جانے کے واسطے گورنر صاحب بہادر کو ایک ضروری حکم بھیجا۔ آخر جب وزیر وزارت صاحب بارہمولہ نے کاغذ نکل تحقیقات کی تو انہوں نے بھی شعنی نیز وجہ کے باعث ابتدائی درخواست دہندہ محبوب شاہ کی شخصیت پر روشنی نہیں ڈالی۔ حالانکہ اس نام کا کوئی شخص اس حلقہ میں موجود نہیں تھا جب کاغذات وزیر صاحب نے گورنر صاحب بہادر کے پاس بھیجدیئے تو صاحب موصوف نے جنرل انسپکٹر صاحب بہادر سے دریافت کیا کہ عاید شدہ الزامات پٹواری پر عاید نہیں ہوگئے۔ اسکے علاوہ کوئی ریکارڈ اس کی مجرمیت کے ثبوت میں اگر آپکے پاس موجود ہے تو اس سے مطلع فرما دیں۔ جنرل انسپکٹر صاحب بہادر جواباً مورخہ ۹ ستمبر ۲۹ء زیر نمبر ۱۵۸۲/۸۱۲ تحریر فرماتے ہیں۔ "کہ اس سے زیادہ اس پٹواری کے مجرمیت کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ اسکو محمد الدین فوق ایڈیٹر اخبار کشمیری لاہور کے ساتھ خط وکتابت ہے"۔ باوجودیکہ مثل میں اس خط وکتابت کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔

اب میں تقریباً دو سال سے تحصیل ہندوارہ میں کام کررہا ہوں۔ گزشتہ آٹھ ماہ کی بیکاری کا قرضہ تقریباً تین سو روپیہ میرے ذمہ واجب الادا ہے۔ بہت سا بڑا صدمہ مجھے یہ پہنچا کہ ۱۹۲۶ء میں میرا لڑکا مڈل میں پڑھتا تھا۔ میری پریشانی اور مالی کمزوری نے اسکو تعلیم سے باز رکھا۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

سال گزشتہ میں میں نے ایک درخواست بغرض اندراجِ نام بزمرۂ امیدواران عرائض نویسی وعطائے اجازت شمولیت امتحان بہ پابندی قواعد بوساطت محکمہ مال گذارش کی تھی۔ تحصیل اور وزارت کی پرزور سفارش کے ساتھ جب کاغذات گورنر صاحب بہادر کے پیش ہوئے تو انہوں نے کاغذات بدیں حکم واپس فرمائے کہ "محکمانہ سفارش نہیں کیجا سکتی ہے۔ سائل براہ راست محکمہ متعلقہ میں درخواست پیش کرے۔

سال رواں کے آغاز بہار میں سری مہاراجہ صاحب بہادر کی ولایت سے مع الخیر واپسی تشریف آوری پر سرینگر میں ٹی پارٹی دینے کی تیاریاں ہوئیں۔ پہلے تمام کشمیریوں کی مشترکہ ٹی پارٹی کمیٹی کے پریذیڈنٹ پنڈت بلہ کاک صاحب عرف وزیر وزارت بارہمولہ نامزد ہوئے جسکے بعد میں مسلمانوں کی ینگ پارٹی نے پنڈت صاحب کی صدارت سے انکار کرکے اپنا علیحدہ انتظام کرنا شروع کیا۔ سری سرکار والا مدار جوکہ فرقہ وارانہ کارروائیوں کو ناپسند فرماتے ہیں۔ انہوں نے جداگانہ ٹی پارٹیاں منظور نہ فرمائیں۔ پنڈت صاحب کو اس بات کا سخت رنج ہوا کہ مسلمانوں نے ان کے رئیس اعظم کی توہین کی۔ رفتہ رفتہ یہ رنج بڑھتا گیا۔ میں چونکہ فطرتاً ہندو مسلم اتحاد کا قائل ہوں میں نے اس تفرقہ کو تمام کشمیریوں کے لئے خطرناک تصور کرکے کشمیر کے ہندو مسلم اتحاد پر ایک کتاب بنام "آئینہ اتحاد کشمیر" لکھنی شروع کی۔ اس کتاب میں کشمیر کے ہندو مسلمان کے قومی اتحاد کی پانسو سالہ تاریخ پر منصفانہ تنقید و تبصرہ کے بعد اس کے مکمل وجوہات مسلمہ فوائد اور موجودہ عہد کے وجوہات افتراق اور اسکے دونوں پہلوؤں کے نتائج پر بحث کرکے کشمیریوں کو اتحاد باہمی کی پرزور تعلیم دی گئی۔ یہ کتاب خاتمہ کے قریب تھی کہ سرینگر میں ۱۳ جولائی ۳۱ء کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ ۱۷ جولائی کو اس کتاب کا خلاصہ مع مختصر فوائد اتحاد ایک اشتہار کی صورت میں پریس میں بھیجدیا گیا اور اخبارات ذیل میں شائع ہوا۔ اخبار کشمیری لاہور ۲۱ جولائی۔ اخبار کشمیر امرتسر ۲۱ جولائی۔ اخبار عام لاہور ۵ اگست۔ اخبار [illegible] لاہور ۱۲ اگست۔

سب سے پہلے یہ اشتہار ۲۱ جولائی کو اخبارات میں شائع ہوا۔ ۳ اگست کو پنڈت بلہ کاک صاحب بہادر وزیر وزارت بارہمولہ نے مجھے معطل کردیا۔ اور چارج دیکر مجھے وزارت کے ہیڈ آفس میں بمقام بارہمولہ حاضر ہوجانے کا حکم ہوا۔ اس تاریخ تک شمالی کشمیر کے قصبہ جات بارہمولہ سوپور ہندواڑہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

یا دیہات میں سرینگر کے ایجی ٹیشن کا کوئی اثر نہیں پہنچا تھا۔ نہ ان مقامات میں کبھی ہڑتال ہوئی تھی اور نہ سرینگر کا کوئی ایجی ٹیٹر یہاں آیا تھا۔ بعد میں نہ ہی اس طرف کا کوئی آدمی سرینگر جانے کی جرأت کرتا تھا۔ آخر جب میں بارہمولہ پہنچا تو مجھے آٹھ یوم تک حاضر وزارت رہنا پڑا۔ مجھ سے کوئی جواب نہیں لیا گیا۔ میں نے کئی درخواستیں دیں کہ میں یہاں پریشان ہوں مجھے بتانا چاہیے کہ میں کس جرم کی پاداش میں معطل ہوا ہوں۔ مگر درخواستوں پر صرف یہ حکم دیا جاتا تھا کہ سایل حاضر رہے۔ اس اثنا میں مجھے معلوم ہوا کہ میرے خلاف جو شکایت ہوئی ہے۔ اس میں مرزا غلام قادر بیگ انسپکٹر زمیندار بنک ہندوارہ اور ماسٹر غلام نبی ہیڈ ماسٹر سکول ہندوارہ کا تذکرہ بھی ہے اور عنقریب وہ بھی زیر عتاب آنے والے ہیں۔ بعض پنڈت اہلکاران نے مجھ سے کہا کہ وزیر صاحب کا خیال ہے کہ پٹواری بے قصور معلوم ہوتا ہے۔ اسکو بحال کر دینگے۔ بشرطیکہ وہ مرزا غلام قادر اور سکول ماسٹر کے خلاف شہادت دے۔ میں نے جھوٹی شہادت دینے سے انکار کیا۔ آٹھ یوم کے بعد میری درخواست پر مجھے وزیر صاحب نے بلایا۔ ان کے کلام سے بھی اشارتاً وکنایتہً اوپر کا خیال مترشح ہوا۔ میرے انکار پر مجھے ہندوارہ جاکر تحصیلدار صاحب کے پاس جواب دینے کا حکم ہوا۔ چونکہ مجھے کامل آٹھ یوم بارہمولہ ٹھہرنے کا موقعہ ملا۔ مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ نے کتاب "آئینہ اتحاد کشمیر" کے اشتہار مطبوعہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے میری معطلی کی خبر کو حیرت و استعجاب سے سنا۔ میں نے محسوس کیا کہ قصبہ کی تمام مسلم آبادی میں اس واقعہ سے ایک خاص قسم کی سنسنی پھیل گئی۔ بازاروں اور گھروں میں اس بات کا چرچا ہونے لگا۔ میرے بارہمولہ پہنچنے سے چند یوم پیشتر قصبہ بارہ مولہ میں زیر صدارت تحصیلدار صاحب ذیلداران وسفید پوشان وممبر داران کا ایک جلسہ منعقد ہوا تھا۔ انکو کہا گیا تھا کہ وہ ایک ریزولیشن بالاتفاق اس مضمون کا پاس کریں کہ ہمکو مسلم نمایندہ گان سرینگر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اپنے ذاتی مفاد کے لئے کر رہے ہیں۔ حاضرین میں سے ایک سفید پوش مسلمان قاضی عبدالغنی شاہ ساکن دلبنہ نے کھڑے ہو کر کہا۔ کہ "ہمکو سرینگر کے مسلمانوں کے جایز مطالبات سے پورا پورا اتفاق ہے"۔ اس پر پولیس نے زیر دفعہ ۱۰۷ قاضی عبدالغنی کا چالان عدالت منصفی میں کر دیا۔ ۱۰ اگست کو یہ مقدمہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

میری موجودگی میں بارہمولہ میں پیش ہوا۔ حاضرین گواہان استغاثہ کا انتظام وزیر صاحب نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ چنانچہ وزیر صاحب نے بعجلت غیر حاضری نمبردار موضع دہلنہ کو اسی دن معطل کیا۔ اور ایک ذیلدار کے خلاف روبکار قایم کی۔ ان واقعات نے تمام مسلمانان قصبہ و دیہات میں غم و غصہ کی ایک لہر دوڑادی۔ ۱۳ اگست کو میں بارہمولہ سے روانہ ہندوارہ ہوا تو قصبہ بارہمولہ کی مسلم آبادی کو "کشمیر ڈے" منانے پر تیار دیکھا۔ حالانکہ سرینگر کی گزشتہ مسلسل ہڑتالوں پر قصبہ بارہمولہ نے ایک دن بھی ہڑتال نہیں منائی تھی۔ آج وہ مکمل ہڑتال پر تیار تھے۔ جب میں بارہمولہ سے سوپور آیا۔ تو وہاں بھی اس بات کا چرچا تھا۔ شام کو میں ہندوارہ پہنچا تو یہ دیکھکر مجھے حیرانی ہوئی کہ مسلمانان ہندوارہ کو میرے ساتھ غیر معمولی ہمدردی پیدا ہوگئی ہے۔ یہاں بھی کشمیر ڈے منانے کی تیاریاں اعلےٰ پیمانہ پر ہو رہی تھیں۔ دوسرے دن مکمل ہڑتال ہوئی۔ ہندوارہ اور دیگر دیہات کے مسلمان ہزاروں کی تعداد میں جامع مسجد ہندوارہ میں جمع ہونے لگے۔ حکام نے بذریعہ ذیلداران لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے سے روکا۔ جب اسطرح پوری پوری کامیابی نہ ہوئی۔ تو پولیس اور ملٹری کی نمائش کی گئی۔ اس سے مسلمانوں میں زیادہ بے چینی پھیل گئی۔ اسکے بعد ہر سہ مقامات بارہمولہ سوپور۔ ہندوارہ کے مسلمانوں نے بعض غیر مسلم اہلکاران کے اشتعال انگیز حرکات سے برگشتہ ہوکر مسلم نمایندگان سرینگر کے ساتھ رابطہ و اتحاد پیدا کرنا شروع کیا۔ دونوں جانب سے رسل ورسایل اور آمدورفت کا سلسلہ شروع ہوا۔ آخر نمایندگان سرینگر کی ہدایت پر ہر جگہ لوکل نمایندے منتخب و مقرر ہوئے۔ بارہمولہ سے واپس آکر جب میں جواب دہی کیلئے حاضر ہوا۔ تو حسب ذیل سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

(س) (۱) کیا آپکو سرینگر کی موجودہ شورش کے ساتھ کوئی تعلق ہے؟ (ج) بالکل نہیں!

(س) (۲) کیا سکول ماسٹر ہندوارہ اور انسپکٹر بنک ہندوارہ آپکے ڈیرہ پر اس قسم کے خیالات کا تبادلہ کرتے تھے؟ (ج) بالکل نہیں!

(س) (۳) کیا آپ نے کسی افسر کے پاس یہ ظاہر کیا ہے کہ مسلمانوں کو بیگناہ گولیوں کا نشانہ بنایا گیا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے؟ (ج) بالکل نہیں!

(س۱۱ الف) کیا آپ نے کسی افسر کے پاس سرینگر کے بلوائیوں کی ہمدردی کا اظہار کیا ہے؟ (ج) بالکل نہیں!

س (۵) کیا ہندوارہ میں آپ نے اس معاملہ میں کوئی دلچسپی لی ہے؟ (ج) بالکل نہیں!

جواب دیتے وقت مجھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ آیا میرے خلاف کس شخص نے رپورٹ دی ہے۔ اور اس معاملہ میں غیر معمولی طوالت کیوں دی گئی۔ بعد میں دریافت ہوا کہ آج سے دو سال پیشتر جب گورنر صاحب نے میرا تبادلہ بہار منسوخ فرما کر مجھے ہندوارہ تبدیل کیا تھا تو خفیہ طور پر تحصیلدار صاحب اور محکمہ پولیس کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ میرے نقل و حرکات کا خاص خیال رکھا کریں۔ چنانچہ اس خفیہ حکم کی تعمیل میں میری معطلی عمل میں آئی۔ حالانکہ گورنر صاحب نے مجھے اپنے فیصلہ ظاہری میں بیگناہ قرار دیا تھا۔ آخر جب سرینگر میں سمجھوتہ ہوا تو تحصیلدار صاحب نے حسب ہدایت وزیر صاحب بارہمولہ مجھے مضمون ذیل کی تحریر پیش کرنے کا حکم دیا: — "میں آئندہ ایجی ٹیشن میں حصہ نہیں لونگا" اس پر میں نے کسی قدر اضافہ اسطرح تحریر پیش کی۔ "میں نے آجتک ایجی ٹیشن میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ نہ آئندہ لونگا" مگر میری یہ تحریر یہ کہکر واپس کر دی گئی۔ کہ اگر حسب ہدایت تحریر پیش نہ کروگے۔ تو تمہارا بحال ہو جانا ناممکن ہے۔" مجبوراً میں نے مجوزہ تحریر پیش کر کے کامل ایک ماہ کی معطلی اور پریشانی کے بعد ۲ ستمبر کو بحالی کا حکم حاصل کیا۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

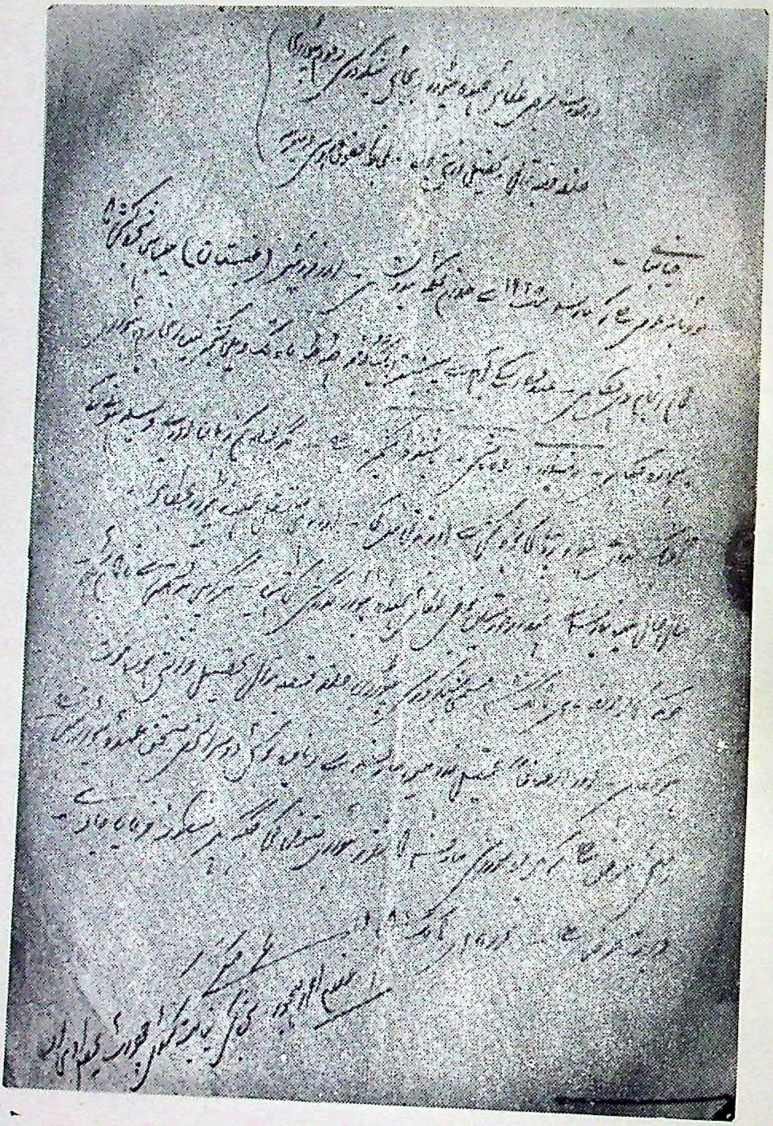

(۱) نقل عرضی بخط مہجور

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

[illegible] پرتاب میگزین سری نگر کا کشمیری حصہ پر ایک نظر [illegible]

ملک الشعراء عالم جناب ٹیگور کو ادیب ثابت کرنے والا کشمیری ایڈیٹر۔

از قلم ۔ ابو رشید کاشمیری۔

میرا ایک مضمون بعنوان "پرتاب میگزین پر ایک سرسری نظر" ۔ ۳۱ جولائی [illegible] کے "ہمدرد" میں شائع ہوا ہے جس میں میں نے پرتاب میگزین بابت ماہ دسمبر [illegible] کے کشمیری حصہ پر ریویو لکھتے ہوئے پنڈت نند لال ایڈیٹر [illegible] ایڈیٹر کشمیری حصہ کو چند ادبی نقائص سے آگاہ کر کے مدیرانہ لب و لہجہ اور مشفقانہ انداز آئندہ احتیاط کا دوستانہ مشورہ دیا تھا۔ میگزین کا پرچہ بابت ماہ جون [illegible] کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ پنڈت نند لال نے میری حق گوئی کی کوئی قدر نہ کی۔ بلکہ پہلے سے زیادہ بے باک، غیر مہذب اور گستاخ ہو گئے ہیں اور گند اچھالنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ البتہ ایک جانب پانچ صفحوں کی اپنی لکھی کی ایک ہی غزل درج رسالہ کر دی ہے۔ چونکہ نند لال نے میگزین میں عامیانہ بازاری اور گندی زبان استعمال کی ہے۔ اور بزرگوں کا پاس ادب بے بنیاد ہو۔ [illegible] ناظرین بھی کسی قسم احترام کے پابند نہ سمجھیں۔

صاحب تو یہ دشنام [illegible] دین را [illegible] این زر قلب [illegible]

سر ورق پر لکھا ہے۔ ایڈیٹر۔ ایس۔ ایل۔ [illegible] ۔ بی۔ اے۔ [illegible]

چونکہ ایڈیٹر [illegible] کشمیری حصہ میں اپنا [illegible] زور [illegible] صرف کر دیا ہے تو غیر [illegible] الفاظ کشمیری [illegible] ۔ [illegible] اس کو [illegible] حق حاصل ہے [illegible] اسی طرح [illegible]

لوازِ تلخ نثری زن ......

ایک پرانا ادبی معرکہ

(پرتاپ میگزین کے کشمیری حصہ پر ایک ناقدانہ نظر)

شانِ نزول

یہ مضمون ایک پچاس سالہ پرانے ادبی معرکے کی یاد تازہ کرتا ہے جیسا کہ مضمون کے متن پر نظر ڈال کر اندازہ ہوگا کہ اس صدی کی چوتھی دہائی میں سری پرتاپ کالج کے میگزین "پرتاپ" کے کشمیری حصے کے اس وقت کے ایڈیٹر نند لال امباردار نے کلام مہجور پر چھینٹے اڑائے تھے۔ اس کے جواب میں یہ مضمون ہفتہ وار "البرق" میں ابو رشید کاشمیری کے نام سے شائع ہوا تھا اور اس میں بیچارے امباردار کی خوب خبر لی گئی تھی۔ اسی شمارے میں مرزا عارف کا وہ مضمون شامل ہے جس میں انہوں نے اس بارے میں ذکر کیا ہے۔ ہم نے اس مضمون کو جس مسودے سے نقل کیا ہے وہ مہجور کے اپنے دستخط میں ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھنے کے علاوہ جب اس مضمون کے باخبر اور عالمانہ لب و لہجے اور الفاظ و اصطلاحات کے محل استعمال کو بھی زیر غور لایا جائے تو اس نتیجے پر پہنچنے میں دقت نہیں ہوتی کہ "ابو رشید" مصلحت کے تحت اختیار کیا گیا فرضی نام تھا اور پردۂ زنگاری کے پیچھے جو معشوق جلوہ گر تھا وہ خود مہجور ہے۔ دراصل یہ مقالہ مہجور کی ہی ذاتی تحریر ہے۔ اس لحاظ سے یہ مہجور کی تنقیدی دستگاہ اور کشمیری زبان و ادب کے مختلف معاملات پر اُن کے خیالات کا بڑا دلچسپ مُرقع ہے۔ آج اس مقالے کو لکھے ہوئے تقریباً نصف صدی کا زمانہ گذرا ہے لیکن اس کی اہمیت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے ذاتیات سے متعلق جملوں کو الگ کر کے مہجور کے منطقی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

استدلالی، ان کی زبان شناسی، سخن فہمی، وُسعتِ مطالعہ، کثرتِ معلومات اور تنقیدی بصیرت کا یہ گراں بہا نمونہ ان کے فکر و نظر کے مختلف گوشوں کو سامنے لاتا ہے۔ لُطف کی بات یہ ہے کہ زمانے نے مہجور کے موقف کو دُرست ثابت کر دیا ہے۔ کشمیری زبان میں فارسی اور دوسری زبانوں کے مناسب الفاظ لانے کے متعلق ان کا نظریہ درست ثابت ہوا ہے لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ اس بار اس کی تنقید کے بعد وہ اپنی شاعری میں الفاظ کے دُروبست میں زیادہ محتاط ہو گئے تھے اور انہوں نے زیادہ سے زیادہ خالص کشمیری الفاظ استعمال کرنے کی سعی کی۔ روزمرّہ اور کتابی زبان کے استعمال کے بارے میں انہوں نے شیخ علی حزیں اور سراج الدین خان آرزو کے مباحثے کا جو تذکرہ کیا ہے وہ ان کی وسعتِ مطالعہ کا آئینہ دار ہے۔ اس تحریر میں رسول میر اور خود مہجور کی شاعری کے متعلق جو تبصرے کئے گئے ہیں وہ اگرچہ برسبیل تذکرہ آئے ہیں لیکن وہ کشمیری شعر پر تنقید کی اولین اور بصیرت افروز کرنوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ بات بہت پُرلطف ہے کہ وہ اپنے شعری اور لسانی فتوحات کی نوعیت سے آگاہ تھے۔ مہجور نے اپنے کلام کی تعریف میں رابندر ناتھ ٹیگور کا جو اقتباس دیباچہ میں دیا ہے اس کے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے لیکن اس سے بہر حال یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ اُن کے نام ٹیگور کے کسی خط سے ماخوذ نہیں ہے۔ اس طرح سے "کلیاتِ مہجور" کے دیباچے میں راقم الحروف نے ان خطوط کے افسانہ ہونے کا جو استدلال قائم کیا تھا، وہ اور مستحکم ہو جاتا ہے۔

بہر حال یہ تحریر مہجور کے شعری پیمانوں اور ان کے قوتِ استدلال کی ایک نہایت نادر صورت پیش کرتی ہے اور چونکہ یہ اب تحقیق نگاروں کی دسترس میں نہیں ہے۔ لہٰذا اسے غیر مطبوعہ تحریرات کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

(محمد یوسف ٹینگ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ابو رشید کاشمیری

پرتاپ میگزین کے کشمیری حصّہ پر ایک ناقدانہ نظر

میرا ایک مضمون بعنوان "پرتاپ میگزین پر ایک سرسری نظر" ۳۱ جولائی ۱۹۳۷ء کے "ہمدرد" میں شائع ہو چکا ہے جس میں میں نے پرتاپ میگزین بابت ماہ دسمبر ۳۶ء کے کشمیری حصّہ پر ریویو لکھتے ہوئے پنڈت نندلال امبار دار سوپوری، ایڈیٹر کشمیری حصّہ کو چند ادبی نقائص سے آگاہ کر کے مہذبانہ لب و لہجہ اور مشفقانہ انداز سے آیندہ احتیاط کا دوستانہ مشورہ دیا تھا۔ میگزین کا پرچہ بابت ماہ جون ۳۷ء کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ پنڈت نندلال نے میری حق گوئی کی کوئی قدر نہ کی۔ بلکہ پہلے سے زیادہ بے باک، غیر مہذب اور گستاخ ہو گیا ہے اور گند اچھالنے پر آمادہ ہوا ہے۔ البتہ اب کے بجائے پانچ غزلوں کے اپنی تصنیف کی ایک ہی غزل درج رسالہ کر دی ہے چونکہ نندلال نے میگزین میں عامیانہ، بازاری اور کمینہ زبان استعمال کی ہے اور بزرگوں کے پاس ادب سے بے نیاز ہوا ہے اس لئے ناظرین مجھے بھی کسی خاص احترام کے لئے پابند نہ سمجھیں ؎

عائب تو بہ دشنام میالائے دہن را　　ایں زر قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

سرورق پر لکھا ہے "ایڈیٹر۔ این۔ ایل۔ امبار دار۔ سوپوری۔ بی اے۔ سٹوڈنٹ"۔

چونکہ ایڈیٹر نے کشمیری حصّہ میں اپنا سارا زور اس بات پر صرف کر دیا ہے کہ غیر ملکی الفاظ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کشمیری زبان سے خارج کئے جائیں۔ اس لئے اس کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ اس طرح اپنا نام اور پتہ لکھے۔ کیونکہ یہ ساری عبارت غیر ملکی الفاظ کی بنی ہوئی ہے۔ ایڈیٹر نے خود قاعدہ پیش کیا ہے کہ جس غیر ملکی لفظ کے لئے کوئی کشمیری لفظ نہ ملے اس کی صورت بگاڑ کر اس کو کشمیری بنانا چاہیئے۔ پس ایڈیٹر کو لازم ہے کہ وہ آیندہ میگزین کے سر ورق پر اپنا نام اور پتہ اس طرح سے لکھا کرے:

"اڈیٹر۔ نندلال۔ ڈھیر وول۔ سوپہ رک۔ چودا ہمہ ہیوند تراٹھ"

سب سے پہلے اس بات کا افسوس ہے کہ اس نابالغ اڈیٹر نے کشمیری زبان کے لئے جو رسم الخط اختیار کیا ہے وہ نہایت بے ہودہ، غلط اور سرتاپا لغو ہے۔ بعض الفاظ اور جملے اس طرح لکھے گئے ہیں کہ کوئی ماہر زبان کشمیری ان کا مفہوم نہیں سمجھ سکتا۔ بعض الفاظ کا مطلب صرف قیاساً ہی معلوم ہو جاتا ہے۔ رسم الخط یا طرز تحریر پڑھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ مثلاً "شکر چھو کوز اسں کن"۔ کشمیری زبان میں "کوز ات" کوئی لفظ نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ سندھ ہجو کا کوئی مخفی مطلوب ہو۔ "امر الاوہ پھو غلام محی الدین ٹاکہ"۔ "پھو" کا مطلب بھی فہم سے بالا تر ہے۔ کشمیری زبان میں "پھیو" کے معنی پیٹ چاک کرنے کے ہیں۔ معلوم نہیں ہوتا کہ غلام محی الدین ٹاکہ کا کس لئے پیٹ چاک کیا جائے گا۔ اسی طرح فقرات ذیل "لیوند کلام" "تشریح سان وکرح" "کیت ولہ دریہ" "اجہ گنیکہ یا تس" "اجہ ٹیکہ لیس" وغیرہ کے معانی اور مطالب معمّا ہیں۔ لیوند، وکرح، ولہ وزیہ، گنیکہ۔ ٹیکہ کشمیری زبان میں استعمال نہیں۔ نہ معلوم کہ اڈیٹر نے یہ کس نمانہ ساز ڈکشنری سے لئے ہیں۔ ادبی نکتہ نگاہ سے بھی کشمیری حصہ قابل ستائش نہیں بلکہ قابل مذمت اور ننگ کشمیریت ہے۔ زبان بالکل سفیہانہ اور ملایانہ استعمال کی گئی ہے۔ بزرگوں اور برگزیدہ ہستیوں کے احترام کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ ان کی تحقیر کی گئی ہے۔ نظمیں اور مضامین ادبی خوبیوں سے بالکل خالی ہیں۔ اس پر بھی ایڈیٹوریل میں خودستائی کا حق ادا کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "پرتاپ کا کشمیری حصہ اس درجہ پر پہنچنے لگا کہ سب یار کہتے ہیں کہ کشمیری زبان زندہ ہونے لگی ـــــ"۔ کشمیری زبان کی شعر و شاعری کا سلسلہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کشمیر میں ۳۷۰ سال سے فارسی شاعری کی بحر و عروض پر جاری ہے اور اس کی اشاعت پچاس سال سے ہو رہی ہے ۔ اس طویل عرصہ میں کشمیری زبان نے سینکڑوں شاعر پیدا کئے ۔ اب تک ہزارہا کتابیں ہر مذاق، ہر مذہب، ہر ملت، ہر فن کی شائع ہوئی ہیں ۔ ان ہزاروں کتابوں کی نشر و اشاعت سے تو کشمیری زبان کو زندگی نہیں ملی، البتہ جب سے پرتاپ میگزین نے دو تین پرچوں کے چند صفحات غلط اندر سیے ہوئے کشمیری نویسی کے لئے وقف کئے ہیں، اور خصوصاً جب سے اس کو "سوپرک اڈیٹر" نصیب ہوا ہے، کشمیری زبان آسمان پر چڑھ گئی ہے ۔

کشمیری زبان تمام مشرقی زبانوں سے زیادہ شیریں، مہذب اور اخلاقی زبان مانی گئی ہے ۔ ایران کا مشہور شاعر ملا ظہوری کشمیری زبان کی نمکینی کی قسم کھاتا ہے ؎

بہ ترکان غارت گر صبر و ہوش   بہ کشمیریان ملاحت فروش

اسی کشمیری زبان کو جس رسوائے عالم صورت میں ہمارے دار العلوم کے ادبی آرگنائزر نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ اس کے اڈیٹر نالائق کا دیدہ ور ان کا ہی حصہ ہے ۔

میں نے قبل ازیں پرتاپ میگزین بابت ماہ دسمبر ۳۶ء پر ریویو لکھتے ہوئے نندلال کو فہمائش کی تھی "وہ شاعر نہیں ہے" خواہ مخواہ کی بے ہودہ شعر گوئی سے کشمیری زبان کو بدنام نہ کرے ۔ مگر اس پر اثر نہ ہوا ۔ اس لئے آج کی صحبت میں اس طفل بے ہودہ گو کی شاعری کا راز طشت از بام کر دیا جاتا ہے ۔ کشمیری حصہ کی پیشانی پر کشمیری زبان کی ایک رباعی درج ہے جو کہ نند لال کی طبع زاد ہے ؎

کاشیر سو تھریا یئے   کتھ مدرتہ دِلہ سن یئے
ملہ لشہ تھوون پرین یئے   کاشر ہیچھو پرادونی !

معلوم نہیں کہ آیا یہ رباعی ہے، قطعہ ہے یا دو بیتی ۔ اپنی طرف سے تو پہلے تین شعروں کا ردیف و قافیہ ملا دیا ہے، چوتھے کا علیحدہ ۔ لیکن پہلے تین مصرعوں کا ردیف ابھی غلط

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے۔ "مرینا" کشمیری زبان میں کوئی لفظ نہیں۔ اس سے تو شعر بے معنی ہو جاتا ہے۔ البتہ دُلہن کو کشمیری زبان میں مہرین (مہارانی) کہتے ہیں۔ مرینا کو مہرین تصور کر کے اس رباعی کا ترجمہ یہ ہے ؎

اے کشمیری سونے کی دُلہن زبان کی میٹھی، دل کی رُوکھی

میل سے اس کو صاف رکھو کشمیری پڑھنا سیکھو

یا پُرانی کشمیری سیکھو

کشمیری سونے کی دُلہن کو کہتا ہے کہ تو تو صرف زبان کی ہی میٹھی ہے، اندر سے تیرا دل کھوٹا ہے۔ ناصاف ہے، میلا ہے۔ مصرعہ سوم میں کہتا ہے کہ اس کو میل سے صاف رکھ یعنی کیا ہوا اگر تیرا دل صاف نہیں تو اُوپر یا باہر کی صفائی رکھ۔ کشمیری دلہن کیا ہوئی یہ تو کسی طوائف کی تعریف ہو رہی ہے۔ مصرعہ سوم میں سلسلہ کلام ٹوٹ جاتا ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ کس کو صفائی کا حکم دیا جاتا ہے اور کس کی صفائی کے لئے حکم ہے۔ دولہن اور پھر سونے کی دلہن کو میل سے صاف رکھنے کی تجویز کیا معنی رکھتی ہے۔ پھر کہتا ہے کہ یہ سب کچھ کر کے کشمیری پڑھنا سیکھو یا پُرانی کشمیری سیکھو۔

نہ معلوم کہ اس ننگ شاعری تک بند کو کشمیری دلہن، اس کی شیریں بیانی، پھر دل کی ناصافی اور، پر تاکید صفائی کے مضامین باندھ کر کیوں کشمیری زبان کی ترغیب دینے کی ضرورت پڑی۔

نندلالہ نے اپنی تصنیف کردہ ایک کشمیری غزل بہ عنوان "نازل" جو بحر مضارع مثمن الضرب، مفعول، فاعلاتن پر لکھی گئی ہے، زرچ میگزین کی ہے۔ غزل چہار مصرعی ہے ہر تین مصرعوں کے بعد "نارن چھ گرایہ دورن" کا مصرعہ بار بار آتا ہے۔

نندہ جو مہجور کی شاعری پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مہجور نے غزل ۱۳۳ کے مطلع کا مصرعہ ثانی کشمیری شاعر حقانی سے چُرایا ہے۔ حقانی کشمیر کا ایک مشہور شاعر، عالم، مورخ اور صوفی تھا۔ مہجور اس کا ہم صحبت تھا۔ جب مہجور نے یہ غزل لکھی، حقانی زندہ تھا،

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کوئی اعتراض پیدا نہ ہوا۔ نندہ لالہ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے یہ سرقہ نہیں بلکہ حسن توارد ہے۔ اور اگر بغور دیکھا جائے تو حقانی اور مہجور کے اس مشترکہ مضمون یا تخیل میں نقش اول اور نقش دوئم کا فرق نمایاں ہے۔ طوطیٔ ہند امیر خسرو دہلوی کے کلام میں اس قسم کی اکثر مثالیں موجود ہیں کہ انہوں نے مولانا نظامی گنجوی کے اکثر ابیات و قصائد کو دُہرایا ہے۔ مگر نقادانِ فن نے امیر خسرو کو سارق قرار نہیں دیا اور نہ اُن کے وقار میں فرق آیا۔ مگر افسوس ہے کہ دارالعلوم کشمیر کے انڈر گریجویٹ اور دوسروں کی پگڑیاں اُچھالنے والے بلند بانگ شاعر نندہ لالہ نے سری نگر کے ایک مشہور طنبوری 'گداپیشہ'، 'تنگ بند' ناخواندہ شاعر "غفار کادہ ڈاری" جیسے غریب کے مال پر دست تطاول دراز کر دیا ہے۔ "غفار کادہ ڈاری" ۳۰۔۴۰ سال سے فوت ہوا ہے سری نگر میں اس کے جاننے والے اب بھی اکثر موجود ہیں۔ وہ رباب نوازوں کی ایک جماعت کو ہمراہ رکھ کر سری نگر کے بازاروں میں اپنے طبع زاد اشعار سنایا کرتا تھا اور اس طرح اپنا پیٹ پالتا تھا۔ حق یہ ہے کہ وہ باوجود ان پڑھ ہونے کے ہمارے نندہ لالہ سے بہتر شعر کہا کرتا تھا۔ اس کی ایک مشہور غزل کا یہ شعر خصوصاً اس کا مصرعہ اول ملاحظہ ہو ؎

"ڈوُرلن ماران گبایہ حوٗرو کھیو اُرانو
یم ڈوُرہ زلفن ژھایہ پائے میون کرو جانانو"

اس انڈر گریجویٹ سارق نے شاید غفار کادہ ڈاری کے کلام کو لاوارث سمجھ کر اس پر قبضہ جمایا ہے ؎

فلک نے لوٹ کے لٹوا دیا حسینوں سے
سمجھ لیا ہے کسی مُردے کا مال مجھے

بحر و عروض اور ردیف و قافیہ کے لحاظ سے بھی غزل صحیح نہیں۔ "چھس مایہ بھر بیتہ ہن ہن" "بھر بیتہ" کو غیر متحرک پڑھنے سے شعر ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر متحرک پڑھا جائے تو غیر فصیح، پھر "شور ہتیں" "تو لر ہتیں" کے مقابلہ پر "تھر ہتیں" "چشمہ کڑ کڑ" "بھڑ بھڑ" کے مقابلہ پر "ولہ زریہ" "برگن موہٹھ" "کرگن موہٹھ" کے ساتھ "زلیس روٹ" باندھنا کس قدر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

غلط ہے ۔اب ذرا خیالات کو دیکھئے ۔غزل کا مطلع ہے ؎

چھتن بیبنانی نازل مارن چھ گر ایسہ دُورن　　　　چھیہ تھایہ تھایہ دُورن مارن سو گرایہ دُورن

مصرع اول میں شاعر نے اپنے آپ کو مذکر اور معشوق کو مؤنث قرار دیا ہے ۔مصرع ثانی میں اپنے آپ کو مذکر اور معشوق کو بھی مذکر باندھا ہے ۔

"دُور" کشمیری زبان میں آویزہ کو کہتے ہیں ۔یہ دراصل دُر (موتی) ہے ۔دُر سے "دُور" مشہور ہوا ۔کیوں کہ زمانہ گذشتہ میں آویزہ کی جگہ موتی استعمال کیا جاتا تھا ۔موتی کی جس قدر تعریف کی جائے بجا ہے ۔مگر اس کو آج تک شاعروں نے مختلف رنگوں میں پیش نہیں کیا ۔مگر "عاشقانہ غزلیں" کا شاگرد معشوق کو دُرسیاہ ، دُرِ سبز ، دُرِ رنگین ، دُر ملائی باندھتا ہے ؎

کرہنین تہ سبز دُورن　　　　رنگین ملایہ دُورن

معشوقہ کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے ؎

چھیہ تیہ نارہ نزل ہیر بون چھیہ تل ژے چھل

بانہ زونہ چھس پدن تل مارن چھ گرایہ دُورن

ترجمہ: دیکھو اس برق آتش فشاں کو ، اوپر سے نیچے تک شعلہ نور کا ٹکڑا ہے ، اس کے پاؤں تلے بارہ چاند ہیں ۔

معشوقہ برق آتش فشاں ، پھر وہی پیکر نور ، اس کے پاؤں تلے "بارہ چاند" ۔ بارہ چاند کا مفہوم سمجھ میں نہیں آیا ۔اگر ناخن پا سے مراد ہے تو وہ دونوں پاؤں کے صرف دس ہی ہیں ۔پھر مشکل یہ کہ وہ پاؤں تلے نہیں ، پاؤں کے سامنے ہوا کرتے ہیں ۔ممکن ہے کہ مدوحہ کی معشوقہ کے پاؤں کی چھ چھ انگلیاں ہوں ، جیسا کہ اکثروں کی ہوا کرتی ہیں ۔لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ناخن کو ہلال سے تشبیہہ دی جاتی ہے چاند سے نہیں ؎

ہلالے کہ بر آسماں جائے اوست　　　　تراشیدہ ناخن پائے اوست

" آدج نہ زاد جی تن　　　　گردن چھ پوشہ لٹہ ہن " ؎

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

معشوقہ کی گردن کو ڈمِ گل سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ یہ جدت ہے۔ آج تک تو شعرائے فارسی و ہند نے گردنِ معشوق کو صرف صراحی، دستۂ عاج، بیاض، گردنِ آہو سے اور شعرائے کشمیر نے "گردنِ تاز" سے تشبیہہ دی ہے۔ ڈمِ گل کی جدید تشبیہہ کا پیدا کرنے والا صرف "عقّار طنبوری" کا فضلہ خوار شاعر ہی ہو سکتا ہے۔ کشمیری زبان میں کسی ضعیف یا بیمار شخص کی گردن کو ڈمِ ناشپاتی سے تشبیہہ دی جاتی ہے۔ ناشپاتی حاملِ گل ہے اس لئے اس تشبیہہ سے جو تصور سُننے والے کی آنکھوں میں آجائے گا وہ محتاجِ صراحت نہیں۔

"چھا نورہ چھ کمانی" "یا ارجنہ یہ گاتی" "ہیچ ہچ وۄچھم پکانی"

ترجمہ: کیا یہ نور کی کمان ہے یا ارجن کی گاتی ہے" میں نے اس کو ٹیڑھی چال چلتے دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ زندہ لالہ کی معشوقہ کسی ارجن یا اس یا ارجن بٹ کی ..... ہے اور اس کی ایک آنکھ میں نقص ہے۔ اس لئے وہ ٹیڑھی چلتی ہے۔ گہنا ہے اگر ارجن کی ..... بوجہ آشوبِ چشم کج رفتار ہے تو کیا ہوا۔ عاشق کی نظروں میں تو وہ ایک نور کی کمان ہے۔ کانی عورت کی کج رفتاری کو کمانِ نور سے تشبیہہ دے کر جو ندرت اس شعر میں پیدا ہوئی ہے وہ قابلِ داد ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی پرانے زمانے کا سخن فہم، دقیانوسی فارسی شاعری کا دلدادہ اعتراض کر بیٹھے کہ معشوقہ کے محاسن بیان کرتے ہوئے کیوں معائب بھی ساتھ ہی ظاہر کئے گئے۔ مگر ان کو معلوم ہو جانا چاہیئے کہ یہ گلستان و بوستان کی شاعری نہیں۔ یہ دورِ جدید کی شاعری بلکہ انگریزی شاعری کی نقل ہے۔ یورپین شعراء ایک نظم میں واقعیت کو دوسری باتوں پر ترجیح دیتے ہیں۔

"بادام چشمہ کڈ کڈ" "پیالے شرابہ بھر بھر" "ولیس یہ کیت دلہ درہ"

ترجمہ: بادام جیسی آنکھیں نکال کر، شراب کے بڑے بڑے پیالے" آخری مصرعہ معمّا ہے اس لئے اس کا ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ اس شعر کی تشریح غیر ضروری ہے۔ خود ہی ترجمہ بتا رہا ہے کہ اس کامنڈاری شاعر کے خوشہ چینوں نے فصاحت و بلاغت میں کیا کمال دکھایا ہے۔

"یلہ ترا وۄسا پریشان" "لوشن چھ ہوش ڈلان"

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ترجمہ: جب وہ بال بکھرا دیگی، پھولوں کے ہوش بگاڑ دیتی ہے۔

پہلے تو اس شعر میں ربط کلام نہیں۔ پہلا مصرعہ شرطیہ ہے کہ جب وہ بال بکھرا دیگی کیا ہوگا چاہیئے تو یہ تھا کہ پھولوں کے ہوش بگڑ جائیں گے۔ مگر نہیں۔ ہمارے ادبی رسالہ کا اوڈیٹر کشمیر کے قدیم وجدید شعراء کا نکتہ چین، "عفار طبنوری" کا ترجمہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب وہ بال بکھرا دیگی تو پھولوں کے ہوش بگاڑ دیتا ہے۔ شعر میں کس قدر مناقضہ ہے۔ یوں بھی تشبیہہ غلط ہے۔ معشوقہ کے بال کھلے چھوڑ دینے سے پھولوں کا حواس باختہ ہو جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ بالوں کو پھولوں سے کیا نسبت ؟ کیا سندہ جو نے کہیں کا لا گلزار تو نہیں دیکھا۔ ؟

"کرنیدی باگہ پتئے" "کرسے بونالہ ہتنے" "لاگس پوپوشہ پھتنے"

معلوم نہیں کہ "نیدی" کا کیا مطلب ہے۔ کشمیری زبان میں ایسا کوئی لفظ نہیں۔ قیاس کے بنا پر یہاں اگر "نیری" پڑھیں گے تو شاید مطلب پورا ہوگا۔

ترجمہ: کب وہ (معشوقہ) باغ کے پچھلے طرف نکلے، میں اس سے ہمکنار ہو جاؤں گا اور پھول چڑھاؤں گا۔

عاشق باغ میں ہے، اس کی معشوقہ بھی وہیں پھرتی ہے۔ عاشق چاہتا ہے کہ اپنی معشوقہ سے بغلگیر ہو جائے۔ مگر وہاں تماشہ بین موجود ہیں۔ اب وہ تمنا کرتا ہے کہ کاش! میری معشوقہ باغ سے باہر دیوار باغ کے پیچھے نکل جائے تو میں اس سے ہمکنار ہو جاؤں اور اس پر پھول نثار کروں۔ کیا خلاف تہذیب اور مکروہ جذبہ ہے۔ کیسی پست خیالی ہے۔ ناظرین غور فرمائیں۔ یہ ہماری سب سے بڑی درس گاہ کے ادبی رسالہ کے مدیر کے خیالات ہیں۔ اسی تربیت گاہ میں ہمارے معصوم بچے علم الاخلاق کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ کار طفلاں تمام خواہد شد ؎

"پرتھ ساتہ چھم اچھن تل" "مے دیوہ سرچ یمبرزل" "لاگن چھ سانگ ڈامبل"

ترجمہ: ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ دیوہ سرکی یمبرزل" (نرگس) بہانہ کرتی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے کشمیری ڈانب کرتی ہے ۔

"ڈیوہ سر" تحصیل کولہ گام میں ایک پرگنہ ہے اور ایک گاؤں کا نام بھی "ڈیوہ سر" ہے کشمیری زبان میں "نرگس ڈیوہ سر" کوئی محاورہ نہیں اور نہ شاعر کو بظاہر "ڈیوہ سر" سے کوئی نسبت ہے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حسن جبین کو ہمارا گریجویٹ شاعر دل دے چکا ہے، وہ "ڈیوہ سر" کی رہنے والی ہے۔

نندہ جو کی غزل کے پندرہ بند ہیں۔ ایک بند یا ایک شعر بھی نقائص سے خالی نہیں۔ بلکہ ایک ایک مصرعہ میں ایک سے زیادہ معائب ہیں۔ اگر تفصیل کے ساتھ لکھوں تو ایک دفتر تیار ہو جائے گا۔ البتہ اگر نندہ جو پرتاپ میگزین میں میرے اس مضمون کو شائع کرنے کا وعدہ کرے تو میں ضرور لکھوں گا۔ اور پھر اس شرط پہ لکھوں گا کہ اگر ان نقائص میں سے ایک بھی غلط ثابت ہو جائے تو میں دس روپے فی غلطی کے حساب سے رقم ہرجانہ میگزین فنڈ میں داخل کر دوں گا اور آئندہ کے لئے نندہ جو کا شاگرد بنوں گا۔ اب نندلال کی غزل کا صرف خلاصہ مضمون درج کیا جاتا ہے۔

نندہ لال ایک عورت پر عاشق ہوا ہے اس کا نام "یمبرزل" ہے۔ وہ "ارجن داس" یا "ارجن بٹ" ساکن "ڈیوہ سر" تحصیل کولہ گام کی ..... ہے۔ اس کی ایک آنکھ میں ذرا سا نقص ہے۔ اس کی گردن شوکھی ہوئی ہے۔ وہ اچھے اچھے کپڑے زیب تن کرتی ہے۔ کبھی کبھی کھلے بال چھوڑ کر فریفتہ کر دیتی ہے۔ طالب علموں کو پڑھنا بھول جاتا ہے۔ اس کے کانوں میں کئی رنگ کے آویزے ہیں۔ کبھی کبھی وہ ڈاشتی بھی ہے۔ اس سے خیالات بچپن ابھی دور نہیں ہوئے۔ اس میں عاشق کی محبت ضرور ہے مگر وہ اپنے آپ کو قابو میں نہیں دیتی۔ وہ بہانہ جو اور مکارہ ہے۔ اس کی آواز میٹھی ہے۔ کاش! وہ ایک دفعہ باغ کے پیچھے میرے تالو آجائے تاکہ میں اس سے دلی مراد پورا کروں۔ کوئی دوست عاشق کو ملامت کرتا ہے کہ تجھے کیا ہوا۔ وہ کہتا ہے ع "وچھ کو نہ چھک وچھاتی"

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

دیکھو! کیوں نہیں دیکھتا کہ آیا جس پر میں فریفتہ ہوں، وہ کیا ہے؟

سانی وان تو نندہ لالس بندگی ۔ گنہ گی وان وان تجن شرمندگی

نندہ لالہ کی شاعری کا کمال تو آپ نے دیکھ ہی لیا۔ اسی بل برتے پر آپ مہجور کی شاعری کی شاعری پہ معترض ہیں۔ چنانچہ آپ نے ایک مضمون بہ عنوان "مہجور نیہ خامیہ" یعنی مہجور کی خامیاں درج میگزین کیا ہے۔ پہلے عنوان ہی حرف بہ حرف سرقہ یا نقالی ہے۔ ہندوستان میں کسی نے ایک مضمون بہ عنوان "اقبال کی خامیاں" لکھا ہے۔ کشمیری شاعری اور کشمیری زبان کو رسوا کرنے والا اڈیٹر یہی عنوان قائم کرتا ہے۔ مضمون میں صرف اس بات پر زور قلم صرف کیا گیا ہے کہ مہجور نے اپنے کلام میں فارسی الفاظ کثرت سے استعمال کئے ہیں۔ چونکہ خالص کشمیری کلام نہیں اس لئے اس کی کچھ وقعت نہیں۔ چاہے بہ لحاظ تخیلات، مضمون آفرینی، جدت و ندرت کے وہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو۔ نندہ جو نے فارسی الفاظ کا نام ناجائز فارسی رکھا ہے۔ مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ اگر خود نندہ لالہ یا اس کا کوئی دوست "شاہ پریم نگری" یا "پرتھوی ناتھ ملا" فارسی یا غیر ملکی الفاظ استعمال کرے تو وہ جائز ہیں۔ "جی ایم صابر" اور "محمد عثمان فاضلی" کا کلام اس لئے ٹھیک نہیں کہ انہوں نے فارسی الفاظ استعمال کئے ہیں۔ کیا شاہ پریم نگری نے صبح، شام، دلارام، مستانہ بے پروا، نوبہار، دوان، جوانی، فارسی الفاظ استعمال نہیں کئے۔ کیا مستانہ بے پروا سالم مصرعہ فارسی نہیں۔ کیا پرتھوی ناتھ کے کلام میں عالم، یاری، غم، بازاری، دل، کاری، شوق، یاری، گلزاری، بیداری، گلنادی فارسی الفاظ نہیں ہیں؟ کیا ان الفاظوں کے عوض ان کو کشمیری الفاظ نہیں مل سکتے تھے؟ کیا وجہ ہے کہ نندہ لالہ نے بحیثیت اڈیٹر ان کے کلام کے نیچے نوٹ درج نہیں کئے۔

نندہ جو نے اپنے کلام میں سینکڑوں غیر ملکی الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اپنی کمزوری کو زیر پردہ رکھنے کے لئے بعض فارسی الفاظ کی ظاہری صورت تبدیل کر دی ہے۔ اکثر غیر ملکی الفاظ ایسے استعمال کئے گئے ہیں جو کہ کشمیری زبان سے اس قدر غیر مانوس ہیں کہ خواندہ اصحاب بھی ان کے معانی و

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مطالب اچھی طرح نہ سمجھیں گے مثلاً سکشتی، ادبی، ڈراما، خوش اندام، شانت من، ناگوان، بحر، عروض، کریر، نگران، پروفیسر، تنقید وتبصرہ، سمجی گوئی، التصور، جملہ، مفہوم، ادبی نکتہ نگاہ، ادبی گوشہ، دوشنہ، وچار۔ میں نندہ لالہ سے پوچھتا ہوں کہ اس نے اس قدر غیر ملکی، غیر مانوس الفاظ کیوں استعمال کیے۔ اگر ان الفاظ کے عوض اس کو کشمیری الفاظ نہ ملے تو اس کو ماننا پڑے گا کہ ہماری زبان ابھی تک اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل نہیں ہے۔ اظہار مطالب کے لیے کشمیری زبان کو ضرور دوسری زبانوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی شاعر مجبوراً غیر ملکی الفاظ استعمال کرتا ہے تو تنگ خیال اور کم ظرف آدمی بڑے کی پیٹ میں کیوں درد پیدا ہوجاتا ہے۔ میں نندہ جو کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر اس کے استعمال کردہ الفاظ مندرجہ صدر کے معانی سری نگر کا ایک خواندہ آدمی یا کشمیری کر ان بیان کرے تو میں اس کو منہ مانگا انعام دوں گا۔ بخلاف اس کے غلام محجور کے وہ فارسی الفاظ جن کو نندہ لالہ نے غیر مانوس اور مشکل قرار دیا ہے ان میں سے الفاظ ذیل دلدار، شیوہ، دامان، مرگ، بلبل، گلزار، نان، کالہ شہمار، کینہ واری، زمزم وغیرہ کے معانی و مطالب اگر ایک ناخواندہ کشمیری کے سمجھ میں نہ آئیں تو نندہ لالہ مستحق انعام ہے۔

حقیقی شاعر کا طائر تخیل جب پرواز پر آتا ہے تو وہ قواعد عروض کے سلاسل اور لفاظی کی قید و بند سے آزاد ہو کر اُڑتا ہے۔ وہ ایک پیامبر ہے اس کے لیے یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ اصل مدعا کو حسن لفاظی پر قربان کرے۔ جناب ٹیگور اپنی سوانح عمری میں خود لکھتا ہے:

"عروض کے قواعد، الفاظ کے استعمال اور اظہار خیالات کے میدان میں، میں نے اپنے آپ کو بے لگام تخیل کے حوالہ کر دیا تھا۔ تب فاضل نقادوں نے مجھ پر سخت چوٹیں کیں اور مذاق اڑانے والوں نے فلک دوز قہقہے لگائے۔ میری کم سوادی اور بے راہ روی نے مجھے ادبی مجرم بنا دیا۔ جب میں نے شعر کہنا شروع کیا، میں مضحکہ انگیز طور پر چھوٹا تھا۔ انگریزی دانی کا مجھے تمغہ حاصل تھا نہ عمر کی سند" — ملاحظہ ہو سوانح

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ڈاکٹر ٹیگور رصفحہ ۹، مطبوعہ وشوا بھارتی بک شاپ، کلکتہ۔ ۳۱ کارنوالیس اسٹریٹ۔

پرتاپ میگزین کا کشمیری اڈیٹر (ایڈیٹر) کلام مہجور کی نسبت رقمطراز ہے کہ:۔

"ناخواندہ اور کشمیری زبان سے ناواقف باہر (بیرون کشمیر) کے لوگ اندھوں کی طرح کہتے ہیں کہ (مہجور کا کلام) اچھا ہے"۔

اب یہ سوال حل طلب ہے کہ بیرونِ کشمیر کے کن لوگوں نے کلام مہجور کو اچھا سمجھا ہے اور نیز لالہ مدیر کشمیری حصہ پرتاپ میگزین کا اشارہ کن لوگوں کی طرف ہے۔ جہاں تک واقعات کا تعلق ہے کشمیر اور بیرون کشمیر کی ادبی دنیا اس واقعہ سے بخوبی آگاہ ہے کہ ایشیا کی مایہ ناز ہستی، مشرق کے بے نظیر سخنور، بنگال کے مہاپرش جناب "ٹیگور" نے مہجور کاشمیری کے کلام کو پسند فرمایا ہے۔ ایک غیر زبان کے شاعر نے کشمیری زبان کے ایک غیر معروف شاعر کی شاعرانہ قابلیت کا کیوں اعتراف کیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مہجور کاشمیری کی غزل[1] کے چند ابیات کا ترجمہ کسی صاحب نے بنگال کے مشہور ادبی رسالہ "ماڈرن ریویو" انگریزی میں شائع کرایا تھا۔ جب وہ مضمون حضرت "ٹیگور" کی نظر سے گذرا تو انہوں نے اسے بےحد پسند فرمایا۔ اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ انہوں نے اپنے پیرو خاص، شانتی نکیتن کے معلم، پروفیسر ڈاکٹر دیویندر ستیارتھی صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی، ڈائرکٹر آل انڈیا فوک سانگس مشن، کو ۴۴-۱۹۴۵ء کے موسم سرما میں مہجور کاشمیری کا سارا کلام اور دیگر حالات فراہم کرنے کے لئے کشمیر بھیج دیا۔ چنانچہ ستیارتھی صاحب نے کشمیر میں ایک ماہ تک قیام فرما کر مہجور کاشمیری کا سارا کشمیری کلام فراہم کیا اور اس کا بامحاورہ ترجمہ کشمیر کے کہنہ مشق ادیب اور فاضل مورخ اور محقق زبان، جناب پنڈت آنند کول صاحب بامزئی" کے ذریعہ کرایا۔ اور مہجور کے دیگر حالات بھی لکھے۔ یہاں سے واپس جا کر جب ستیارتھی صاحب نے اپنا کارنامہ پیش کیا تو دنیائے شاعری کے فاتح اعظم "جناب ٹیگور" نے مہجور کاشمیری کی شاعری کے متعلق خیالات ذیل کا اظہار فرمایا:

"کشمیر کا یہ گمنام شاعر، مشرق اور مغرب کے بہترین شعراء سے زیادہ خوبصورت انداز میں

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

نہایت باریک چیزیں پیش کرتا ہے۔ مہجور اور مجھ میں زیادہ فرق نہیں۔ صرف یہ کہ میں بہت دیر سے لکھنے کی وجہ سے عوام میں روشناس ہو چکا ہوں اور مہجور اپنے دیس کے باسیوں کی ناقدردانی کی وجہ سے گمنامی کے دن کاٹ رہا ہے"۔

اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نند لال مدیر کشمیری پرتاپ نے بیرون کشمیر کے طرح خواناں مہجور کو اندھا تو قرار دیا ہے۔ مگر یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ اس کا روئے سخن جناب ٹیگور کی طرف ہی ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ بیرون کشمیر کے کسی شاعر یا ادیب نے جناب "ٹیگور" کے سوا کلام مہجور کی ستائش نہیں کی۔ اگر کسی اخبار رسالہ یا اخبار نے کچھ لکھا بھی تو وہ ٹیگور صاحب کی تقلید ہے۔ علاوہ اس کے نند لال خود ہی اس شبہ کو رفع کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ اس کا روئے سخن کس کی طرف ہے۔ جیسا کہ وہ خود لکھتا ہے:

"ٹیگور کی خوشامد سے مت ڈرو۔ کیوں کہ وہ انگریزی اور بنگالی زبان کا شاعر ہے۔ اس کو کشمیری زبان سے کوئی واقفیت نہیں۔ اس کے علاوہ بڑے ڈاکٹر ٹیگور نے ابھی تک یہ نہیں سنا ہے کہ مہجور کہتا ہے (اپنے محبوب سے) میں تیرے لئے بھیڑ ذبح کر کے رکھوں گا"۔

افسوس اور صد ہزار افسوس کہ پرتاپ میگزین کے بدزبان اور بداخلاق کشمیری ایڈیٹر نے ملک الشعراء عالم جناب ٹیگور کی تحقیر کی، ان کا نام حقارت سے لیا اور ان کو اندھا ہونے کا ناپاک الزام دیا۔ تاریخ کشمیر میں یہ واقعہ کشمیری زبان کے لئے ہمیشہ باعث ندامت و شرمندگی ثابت ہوگا کہ یہاں کے دارالعلوم کی ایوانِ عالیہ سے آسمانِ ادب کے مہر درخشاں فخر ایشیا کی محترم ذات کے خلاف تحقیر کی آواز بلند ہوئی۔ صرف اس گناہ پر کہ اس نے کیوں ہمارے ایک ملکی شاعر کی ادبی قابلیت کا اعتراف کیا۔ دنیا کی ادبی تاریخ میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا حسرتناک واقعہ ہے۔

نند جو غیر کشمیری ادیب اعظم کو اس لئے اندھا قرار دیا کہ وہ کشمیری زبان سے ناواقف ہے۔ مگر کشمیری زبان کے مایہ ناز ادیباں اور محترم علم دوست حضرات اور ماہران زبان جناب

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پنڈت آنند کول صاحب بامزئی، جناب پنڈت کشپ بندھو صاحب، جناب پردیسی صاحب، جناب پنڈت پریم ناتھ صاحب اکنہ ایڈیٹر روزنامہ مارتنڈ، جناب پنڈت ایس۔ این کول صاحب کیسری اور مدیر البرق جناب ایم۔ لے صابر صاحب اور جناب پنڈت گاشہ لال صاحب مدیر کشمیر ٹائمز نے بھی ان کی شاعری کو تسلیم کیا ہے اور ان کی زبان دانی اور ادبی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ ان کے متعلق نندہ جو کی کیا رائے ہے اور وہ کس سزا کے مستحق ہیں؟

نندہ لالہ کہتا ہے کہ "کشمیر کے شعرا متقدمین میں سے صرف حبہ خاتون، مسز بھوانی داس، پرمانند متن، نورالدین کا کلام ہی لائق اور اس قابل ہے کہ درج پرتاپ میگزین کیا جائے۔ "ناظم حقانی، رسول میر، کرشنہ رازدان، مقبول شاہ کا کلام زبان کے لحاظ سے بلند نہیں۔ "فارسی سے پُر ہے اس لئے ان کے کلام کا انتخاب گاہ گاہے درج میگزین ہوگا۔ زیادہ تر وچنات کا کشمیری کلام درج ہوگا۔ کیوں کہ اس میں سچا لطف ہے اور اچھی زبان ہے۔ پرتاپ میگزین میں پرانے اساتذہ کا کلام زیادہ درج کرنے کی گنجائش نہیں۔ کیوں کہ ہمارا مقصد بازاری زبان کو فروغ دینے کا نہیں بلکہ پاک اور صاف ادبی کشمیری کو آج سے ۲½ سو سال پیشتر "حبہ خاتون" نے موجودہ کشمیری غزل کی بنیاد قائم کی۔ اس بنیاد پر "مسز بھوانی داس" نے دیواریں بنائیں۔ مگر اس بنیاد پر جو قصر رنگین تیار ہوا وہ "رسول میر شاہ آبادی" کی پختہ خیالی، جادہ بیانی اور دماغی محنت و عرق ریزی کا نتیجہ ہے۔ گویا میر شاہ آبادی کو شعرائے کشمیر میں بلحاظ غزل گوئی وہی مرتبہ حاصل ہے جو کہ ایرانی شعرا میں سعدی اور حافظ کا ہے۔ کشمیری زبان کو فخر ہے کہ اس نے رسول میر جیسا نازک خیال شاعر پیدا کیا۔ یہ درست ہے کہ محمود گامی کے بعد جس قدر شعرا کشمیری زبان نے پیدا کئے وہ بجائے خالص کشمیری زبان استعمال کرنے کے فارسی آمیز کلام کی طرف راغب ہوئے۔ یعنی ضرورت سے زیادہ غیر مانوس فارسی الفاظ کشمیری زبان کے اشعار میں استعمال ہوئے۔ میر شاہ آبادی علی الاعلان ریختہ گو شعرا کے علمبردار رہے۔ ان کے بعد سینکڑوں شاعر پیدا ہوئے اور وہ سب ریختہ گو پائے گئے۔ ہمیں ضرور ان کی ریختہ گوئی سے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اختلاف ہے اور آیندہ کے لئے ان کی تقلید کشمیری زبان کے لئے سودمند نہیں ہے۔ لیکن کشمیری زبان کی جو خدمت ان لوگوں نے کی ہے اور جو ذخیرہ کشمیری لٹریچر کا انہوں نے چھوڑا ہے اسے ہم دریا بُرد یا ضائع نہیں کرسکتے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کی قدر کریں۔ حبہ خاتون، مسز بھوانی داس، پرمانند، نورالدین کی چند غزلیات اور متفرق کلام ہی کشمیری زبان کی چہار صد سالہ شاعری کا سرمایہ تصور نہیں ہو سکتا۔ نندہ جو کہتا ہے کہ میگزین میں گاؤں کی کشمیری درج ہوگی۔ اس مہمل فقرہ کا مطلب سمجھ نہیں آتا۔ اگر گاؤں کی کشمیری سے دیہات کے رہنے والے شعراء کا منظوم کلام مراد ہے تو وہ کون سے شعراء ہیں۔ آیا زمانہ ماضی کے یا زمانہ حال کے۔ اگر زمانہ ماضی کے ہیں تو میں افسوس سے کہتا ہوں کہ جن شعراء کا کلام میگزین کے لئے ناپسند ہوا، وہ سب دیہات کے رہنے والے ہیں۔ اگر موجودہ شعرائے کشمیر کا کلام درج ہوگا تو آج کل دیہات میں کوئی مسلّمہ شاعر نہیں ہے۔ البتہ عبلی ڈار لوگام، سری نگر کے بازاروں میں روزانہ رباب نوازوں کی ٹولی کے ساتھ لوگوں کو اپنا تازہ کلام سناتا ہے اور نندہ لال کے استاد معنوی عفار کا دہ ڈاری کی یاد تازہ کر رہا ہے۔ شاید اسی کا پاکیزہ کلام آیندہ ہمارے ادبی رسالہ میں درج ہوگا۔ نندہ جو کو بازاری اور مروجہ کشمیری زبان سے نفرت ہے، وہ پاک و صاف ادبی کشمیری پیش کرنا چاہتا ہے۔ لیکن پاک و صاف ادبی کشمیری گذشتہ شعراء کے ہاں نہیں۔ شاید پاک و صاف ادبی کشمیری سے نندہ لال کا اپنا کلام مراد ہے جس کا نمونہ آپ نے غزل "نازل" میں پیش کیا ہے۔ کہنے کو تو نندہ جو کو بازاری زبان سے نفرت ہے۔ مگر جو زبان آپ نے میگزین میں استعمال کی ہے وہ تو سوپور کے مانجیوں کی معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو: ہکھ (حق) لایکھ (لائق) ماشوکھ (معشوق) وغیرہ وغیرہ

دارالعلوم کشمیر کے طفلِ نادان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کسی زبان کی وہی شاعری صحیح اور مکمل تصور کی جاتی ہے جو کہ بازاری اور مروجہ زبان میں ہوگی۔ اس غرض کے لئے اس کو شیخ علی حزین ایرانی اور سراج الدین خان آرزو اکبرآبادی کا مباحثۂ زبان پڑھنا چاہیئے۔ اگر وہ دستیاب نہ ہو سکے تو مہرشی "جناب ٹیگور" کی سوانح حیات کا بہ غور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کلام مہجور پر اعتراض کرتے ہوئے نند لالہ کہتا ہے کہ "کینہ واری کی ترکیب واہیات ہے" ـــ "کینہ" کشمیری اور "واری" فارسی ہے۔ اس سے زیادہ بے ہودگی کس کو کہتے ہیں۔

ناظرین دانا ہیں کہ معترض ہمارے دار العلوم کی ہائی کلاس کا طالب علم ہے۔ عنقریب فارغ التحصیل ہونے والا ہے۔ "کینہ" اور "واری" کے جداگانہ معانی نہ معلوم کہ کس کتاب یا ڈکشنری سے لئے گئے ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ "کینہ ور" فارسی لفظ ہے۔ "کینہ ور" سے کینہ وری ہوا یہی لفظ کشمیری زبان میں بگڑ کر کثرت استعمال سے "کینہ واری" بنا۔ نندہ جو کی غزل کا عنوان "نازل" ہے۔ "ناز" فارسی اور "ل" نسبت کشمیری ہے۔ جیسا کہ "یڈ" ۔"یڈل" ۔ "زود" ۔ "زول" ۔ "کتھ" ۔ "کتھل" ۔ "ٹروپ" ۔ "ٹرپل" آتا ہے۔ اسی طرح "سوپوری" لفظ ہے۔ "سوپور" کشمیری اور یائے نسبت فارسی ہے۔ کیا مجھے اجازت ہے کہ میں عرض کروں کہ اسی کو کہتے ہیں کہ "والدہ سوپیہ کی اور ابا جان شیراز" کے۔ نندہ جو کی علمی قابلیت اور زبان دانی پر یہ مثال صادق آتی ہے کہ

؎ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا الا یا ایہا الساقی ادر کاساً وناولہا

نندہ لالہ کہتا ہے کہ مہجور نے ؎ "یتہ تھاوے برہ مار مارئے" لکھ کر اپنے جان کی قربانی کے عوض معشوق کو بھیڑ کی قربانی پیش کی ہے"۔ لیکن اس خیال کو آج سے صدہا سال پیشتر "اسی حبہ خاتون" نے نظم میں باندھا ہے جس کی شاعرانہ قابلیت کا نندہ جو کو اعتراف ہے ؎

دل تار کوٗرتھم دلبرہ ون تہ ترٗہ ونی دٗن کہہ برہ
ازتم برہ مارے برہ کریو لوپشن انبرہ
یہ چانہ شادکشراہ برہ ون تو ترٗہ ول دل کہہ برہ

(ملاحظہ ہو کتاب موسیقی فارسی و کشمیری 'مقام سہ گاہ' مرتبہ یوسف شاہ چک بادشاہ کشمیر در سال سنہ ۹۸۱ ہجری)

کشمیری زبان کے محقق اور نقاد نندہ لالہ کو یہ سن کر ضرور رنج ہوگا کہ "حبہ خاتون"

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کی سوانح عمری معہ ترجمہ و تشریح کلام آج کل انگریزی میں زیر نگرانی جناب ٹیگور شانتی نکیتن میں شائع ہو رہی ہے۔[1] اس میں غزل مندرجہ صدر کی پوری تشریح درج ہے۔ باقی رہا مہجور کا مصرعہ زیر بحث، اس کا مفہوم نہایت بلند اور پاکیزہ ہے۔ اگر نندہ جو کو سننے کا شوق ہے تو وہ شاگردانہ حیثیت سے جناب مہجور کاشمیری کے پاس نہیں بلکہ میرے پاس حاضر ہو جائے۔ اگر میں اس کو قائل نہ کرا سکا تو مبلغ بیس روپے ہرجانہ ادا کروں گا۔

کلام مہجور کی مقبولیت کے متعلق نندہ لالہ نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ:۔

"مہجور کا کلام آسان ہے اور راگ (ترنم) سے پُر۔ اس لئے لوگوں کو پسند ہے۔

اس میں کانوں کا سکھ ہے علمی خوبی نہیں"۔

نندہ لالہ کے لئے لازم ہے کہ وہ پہلی فرصت میں کسی اچھے ڈاکٹر سے اپنے دماغ کا ملاحظہ کرائے۔ کیونکہ ان کے بے ربط اور پریشان کلام سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کو مالیخولیا کی علت پیدا ہو گئی ہے۔ پہلے اس بات کا رونا رویا گیا ہے کہ کلام مہجور مشکل اور فارسی سے پُر ہے۔ کوئی کشمیری اس کے اشعار کے معانی و مطالب نہیں سمجھ سکتا۔ پڑھنے والے کو قیامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دور از کار اور غیر مانوس فارسی الفاظ جا بجا استعمال کئے گئے ہیں۔ ملکی زبان کو برباد کر رہا ہے۔ کلام محض بے ہودہ ہے۔ ایسی شعر گوئی تو ایک بچہ بھی کر سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اب کہتا ہے کہ "کلام آسان ہے اور اس میں ترنم ہے"

غزل کی مقبولیت میں راگ اور ترنم کو ضرور دخل ہے۔ مگر یہی ایک وصف تنہا غزل کی ہر دلعزیزی کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ کشمیری شاعروں کی ہزار ہا غزلیں ملک میں موجود ہیں۔ کیا ان میں سے کسی ایک غزل میں بھی ترنم نہیں؟ کیا وجہ ہے کہ کلام مہجور کی طرح ملک میں ان کی گونج نہیں؟ نندہ جو کے استاد ازلی "غفار کا وہ ڈاری" کے پیش رو رباب نواز شاعر ہر روز سری نگر کے گلی کوچوں میں ساز و سامان اور سُر تال کے ساتھ لوگوں کو

---

[1] یہ سوانح یا کلام حتیٰ خالدن شانتی نکیتن سے شائع ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ یہ شاید کوئی ایسا منصوبہ تھا جو ادھورے کا ادھورا رہ گیا —— (اٹینگ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اپنا طبع زاد کلام سنایا کرتے ہیں۔ کیا اس میں ترنم نہیں؟ کیا وجہ ہے کہ لوگ ان غزلوں کو یاد کر کے اپنی جگہ اپنا شوق پورا نہیں کرتے؟ مہجور پیشہ ور شاعر نہیں، نہ اس کو گانا آتا ہے اور نہ اپنا کلام لوگوں کو سناتا ہے، نہ اس کو اتنی فرصت ہے کہ وہ لوگوں کو اپنا کلام یاد کرائے، یا یاد کرانے کی ترغیب دے۔ با ایں ہمہ اس کے کلام کی مانگ اور قدر و منزلت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ کشمیر کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی زبانوں پر اس کے اشعار بے اختیار جاری رہتے ہیں، نندہ لالہ کے سر پیٹنے سے کیا ہوگا ؎

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند

نندہ لالہ مہجور کی علمی قابلیت کے متعلق کہتا ہے کہ "تعلیم یافتوں کی شاعری اور ہے گلستان بوستان پڑھ کر شاعر بننا اور بات۔ ایسی شاعری تو ایک بچہ بھی کر سکتا ہے"۔

یہ درست ہے کہ صحیح شاعری تو گریجویٹ بن کر ہی آتی ہے۔ آیندہ اگر کسی کو ذوقِ شاعری ہو تو وہ سری نگر کے پرتاپ کالج سے اس فن کو حاصل کرے، وہاں ٹریننگ ملتی ہے کہ کس طرح "شاعر کادہ ٹواری" کے شاعرانہ سرمایہ پر ڈاکہ مارنا چاہیئے۔ اگر نمونہ دیکھنا ہو تو ہمارے ملک کے "جعفر زٹلی" اور ہمارے کالج کے طفلِ بے شعور شاعر کی تازہ غزل "نازل" کا ملاحظہ بہ غور کیا جائے۔ کیا تاریخ دان نندہ جو بتا سکتا ہے کہ اس کے پسندکردہ شعراء حبہ خاتون، مسز بھوانی داس، پرمانند، نورالدین کی تعلیمی کوالیفکیشن کیا ہے؟ کس کالج سے انہوں نے سندیں حاصل کی ہیں؟ اور کب تک وہ بی اے سٹوڈنٹ رہے ہیں؟ ممکن ہے کہ نندہ لال ان کا زاہد و عابد اور خدا دوست ہونا ان کی بزرگی کی سند میں پیش کرے۔ مگر اس طفلِ ہیچمداں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ فنِ شاعری اور چیز ہے زاہد و عارف ہونا اور چیز۔

غزل کے لوازمات، زبان کی فصاحت و سلاست، حسنِ ادا، جوشِ بیاں، سوز و گداز، تخیلات کی بلندی، ترنم ہیں۔ اگر غزل میں ان سامانوں میں سے کوئی سامان موجود نہیں ہے۔ تو غزل مقبول نہیں ہو سکتی۔ میر شاہ آبادی کے کلام میں یہ سب کچھ موجود ہے مگر زبان ذرا نامانوس

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے۔ غزل ہمیشہ ملک کی مروجہ اور بازاری زبان میں ہونی چاہیئے، نہ ہی قبولِ عامہ کا شرف حاصل کر سکتی ہے۔ مہجور کا شمیری نے غزل کے لئے مروجہ بازاری زبان اختیار کی ہے۔ ان کی ابتدائی دو تین غزلیں ضرور ریختہ گوئی کا نمونہ ہیں۔ وہ انہوں نے کشمیر کے شعراء متاخرین کے تتبع میں لکھی ہیں۔ لیکن جلدی اس راہ سے قدم ہٹا کر اس نے اپنی شاعری کے لئے ایک نئی شاہراہ پیدا کر لی۔ کشمیری غزل میں آپ نے ہی نئی تشبیہیں ندرت و جدت، تخیل آفرینی، صنائع و بدائع اور نئے محاورات داخل کئے۔ کشمیری شاعری میں ملکی مناظر کی خوبیاں اور دل آویزیاں بیان کیں۔ غرض کشمیری شاعری کو ان باتوں سے روشناس کرایا جن کی اس میں کوتاہی اور کمی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مہجور کی غزلیں انتہا سے زیادہ مقبول ہیں۔ اب تک شاید مہجور کی تیس ہی غزلیں شائع ہو چکی ہیں۔ یہی غزلیں ملک کے بچہ بچہ کی زبان پر جاری ہیں۔ اگر اس کلام میں مبہم، غیر مانوس، دور از فہم اور ثقیل الفاظ ہوتے تو ہرگز یہ کلام اس قدر مقبول نہ ہو جاتا۔ بہرحال مہجور ہی وہ ہستی ہے جس نے موجودہ عہد میں کشمیری زبان کو دوبارہ زندہ کیا۔ مہجور کے کلام کا ہی یہ معجزہ ہے کہ اہلِ ملک کے دل سے اپنی مادری زبان کی دیرینہ نفرت دور ہوئی۔ کلام مہجور کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ اہلِ ملک کے علاوہ غیر ملکی گانے والوں نے کشمیری گانا یاد کیا اور شوق سے گایا۔ کلام مہجور کا ہی یہ کمال ہے کہ کشمیر کے دار العلوم[1] کا ادبی رسالہ کشمیری حصہ شائع کرنے پر مجبور ہوا۔ یہ اور بات ہے کہ کشمیری حصہ کا "اڈیٹر" احسان فراموشی اور کور مذاقی کا حق ادا کرتے ہوئے بجائے شکر گذاری کے بدزبانی اور تحقیر سے پیش آ رہا ہے۔ کلام مہجور اہلِ کشمیر کے لئے باعثِ فخر ہے۔ ہر ایک پہلو سے پاکیزہ اور بلند ہے۔ نوجوان محاسن کو معائب کی صورت دے کر پبلک میں پیش کر رہا ہے۔ اس کا جواب مختصر الفاظ میں سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

---

[1] اشارہ سری پرتاپ کالج کے میگزین "پرتاپ" کی طرف ہے۔ اس وقت یہ کالج وادی کی سب سے بڑی درسگاہ تھا، اور یہ رسالہ کشمیریوں کے ادبی اظہار کا واحد وسیلہ۔ (ٹینگ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

آئینۂ اتحادِ کشمیر

کشمیر کی پانچ صد سالہ تاریخ کی روشنی میں

یہ کتابچہ مہجور نے ۱۹۳۱ء کے اوائل میں تحریر کیا تھا اور ۲۱۔ جولائی ۱۹۳۱ء کو اسکا اشتہار شایع ہوا۔ مہجور اس سلسلے میں رقمطراز ہیں۔

"میں چونکہ فطرتاً ہندو مسلم اتحاد کا قایل ہوں میں نے اس تفرقہ کو تمام کشمیریوں کے لئے خطرناک تصور کر کے کشمیر کے ہندو مسلم اتحاد پر ایک کتاب بنام آئینۂ اتحادِ کشمیر لکھنی شروع کی۔ اس کتاب میں کشمیر کے ہندو مسلمان کے قومی اتحاد کی پانسو سالہ تاریخ پر منصفانہ تنقید و تبصرہ کے بعد اس کے مکمل وجوہات مُسلّمہ فوایداور موجودہ عہد کے وجوہات اور اس کے دونوں پہلوؤں کے نتائج پر بحث کر کے کشمیریوں کو اتحاد باہمی کی پُرزور تعلیم دی گئی۔ یہ کتاب خاتمہ کے قریب تھی کہ سرینگر میں ۱۳۔ جولائی ۱۹۳۱ء کا افسوسناک واقع پیش آیا"۔

کتاب اب تک غیر مطبوعہ ہے۔ ہم نے کوشش کی تھی کہ پوری کتاب کو شایع کیا جائے لیکن وارثانِ مہجور سے ہمیں پہلے دو ابواب سے یہ اقتباسات ملے جنہیں شایع کیا جارہا ہے۔ یہ کتاب کشمیریوں کی قومی رواداری کے بہت سے پہلو روشن کرتی ہے۔ یہ ڈرامے کے روپ میں تحریر کیا گیا ہے اور اس لحاظ سے مہجور کے فن کی ایک نئے جہت پیش کرتا ہے۔ کیا عجب کبھی یہ سٹیج پر بھی پیش ہوجائے ——————— (ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام احمد مہجور

آئینہ اتحادِ کشمیر

میرے اس واقعہ کو ۱۲۳۴؁ء ہجری سے تعلق ہے۔ یہ وہ سال ہے جبکہ کشمیر زیر حکومت افاغنہ تھا اور اس وقت کابل کے تخت پر محمود شاہ درانی نبیرۂ احمد شاہ ابدالی جلوہ افروز تھا اور تاج کابل کی طرف سے سردار محمد عظیم خان صوبیدار کشمیر تھا۔ کشمیر کا دارالخلافہ اسوقت بھی قلعہ شیر گڈھی میں تھا جو کہ آج سے پچاس سال پیشتر امیر خان جوان شیر کے ہاتھوں تعمیر ہوا۔ دریا بہت کے کنارے خشت وچوب کی بلند عمارتیں تھیں، جن پر چونہ کی سفیدی کا پلستر تھا۔ دروازوں اور دریچوں کو کشمیر کے کاریگروں نے صنعت نقاشی سے نہایت دلفریب بنایا تھا۔ اسی میں کشمیر کا خود مختار صوبیدار سردار محمد عظیم خان اجلاس کر رہا تھا۔ ایک بلند و بالا چبوترہ پر ایرانی قالینوں کا فرش تھا اور دریا کی طرف ایک مرصع تخت سونے اور چاندی کی ملمع کاری کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ صوبیدار نہایت شان و تجمل سے بیٹھا تھا اور دائیں طرف سرداران کابل سردار عبداللہ خان اچک زئی سپہ سالار کشمیر سردار روح اللہ خان وزیر اعظم سردار فتح محمد خان۔ سردار سلطان محمد خان۔ سردار خانان سردار عبد الرحمان خان۔ سردار امیر محمد خان۔ سردار ولی خان۔ آخون زادہ ملا رفیق، عالم دربار۔ اور بائیں طرف عہدہ داران والاشان دیوان پنڈت سہج رام در۔ مدار المہام صوبہ کشمیر پنڈت واسہ کاک ہرکارہ (سپرنٹنڈنٹ پولیس)، ملا عبد الخالق مصاحب دربار، مولوی نظام الدین محمد مولوی امیر الدین کلان قاضیان کشمیر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پنڈت بیردر، پنڈت میرزادہ، پنڈت سوکھ رام افسران وصولی مالیہ نہایت ادب سے بیٹھے ہوئے تھے۔ تخت کے چاروں طرف لمبی داڑھی اور مونچھوں شاناشی، گول عمامے اور اونچی زرین کلاہیں، لمبی قبائیں اور تیغ و تلوار سے آراستہ سپاہی کھڑے تھے اور اسی طرف سے تخت کے بائیں والے دروازہ کے باہر ڈیوڑھی پر بھی ایسے ہی سپاہ کھڑے تھے۔ تمام دربار میں سناٹا تھا۔ رعب جلال سے کوئی آنکھ بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔ دربار کی زبان فارسی تھی۔ آخر صوبیدار نے دیوان سہج رام کو مخاطب کرکے یوں فرمایا۔

صوبیدار:۔ میں نے حکم دیا کہ نسبت وصولی مالیہ ایک رپورٹ میرے پیش ہونی چاہیئے۔ کیا وہ رپورٹ مکمل ہے؟

دیوان صاحب:۔ قبلہ عالم (ایک جزدان میں سے چند کاغذ کے فرد نکال کر) حساب مکمل ہے، پیش حضور کرتا ہوں۔

صوبیدار:۔ بتاؤ کیا حساب ہے کس قدر مالیہ سرکار وصول ہوا ہے اور کسقدر باقی؟

دیوان صاحب: ظل سبحانی۔ بروئے تشخیص جس قدر مالیہ مقرر ہوا تھا۔ وہ تو ادا ہو چکا ہوا ہے۔ صرف ایک لاکھ روپے بقایا رہتا ہے۔ جو کہ تاہنوز وصول طلب ہے۔

صوبیدار:۔ (ذرا تعجب سے) ایک لاکھ روپے! یہ کس کے پاس باقی ہے؟

دیوان صاحب: جہاں پناہ (پنڈت بیردر، پنڈت میرزادہ، پنڈت سوکھ رام کی طرف اشارہ کرکے) اہلکاران دفتر دیوان حاضر ہیں۔

(اس پر ہر سہ پنڈت صاحبان استادہ ہوتے ہیں اور آداب بجا کر پنڈت بیردر یوں عرض کرنے لگتا ہے)

بیردر:۔ قبلہ عالیاں۔ بروئے تشخیص جسقدر مالیہ مقرر ہوا ہے۔ وہ زمینداراں سے وصول ہوکر داخل خزانہ سرکار کیا گیا ہے۔

صوبیدار:۔ بروئے کاغذات سرکار جب تمہارے ذمہ بقایا نکلتا ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ تمہاری تقریر کا کیا مطلب ہے؟

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

بیردر:- خداوند- (پنڈت سوکھ رام کے جزدان سے ایک فرد ہاتھ میں لیکر) جسقدر وصولی زمینداران سے ہوئی ہے وہ رقم داخل خزانہ کرچکا ہوں۔ اگر اس میں سے ایک کوڑی بھی فقیر کے ذمہ باقی نکلے گی تو حضور کو میرے جان و مال پر اختیار رہے۔

صوبیدار:- (دیوان سہج رام کی طرف دیکھکر) میں بیردر کے مطلب کو نہیں سمجھ سکا۔

دیوان سہج رام:- حضور انور! جو تشخیص مالیہ کا مقرر ہوا ہے اس پر جسقدر رقم وصول ہوئی ہے۔ اس کو مہیا کرکے ایک لاکھ روپیہ باقی نکلتا ہے۔ مگر پنڈت صاحب وہی رقم قابل ادائے تصور کرتے ہیں جو ان کو ملک سے وصول ہوئی ہے۔ باقی ماندہ رقم کے لئے ان کا جواب ہے کہ وہ قابل وصول نہیں ہے معاف ہونی چاہیئے۔

سردار روح اللہ وزیر:- جو رقم بروئے تشخیص مقرر ہوئی ہے اس کا وصول کرنا عملہ دیوانی کا فرض ہے اگر سالم رقم وصول نہیں ہوئی تو وہ عملہ دیوانی کی کوتاہی ہے۔ معاف کس طرح ہوسکتی ہے۔

بیردر:- جناب وزیر صاحب۔ سال گزشتہ میں بوجہ قبل از وقت بارش برف کے فصل خام رہا اور پختہ نہیں ہوا۔ زمیندار مفلوک الحال تھے۔ ایسی صورت میں تشخیص کے برابر وصول نہ ہوسکی۔

صوبیدار:- یہ عذر نامعقول اور بعد از وقت ہے سال گزشتہ کا فصل درو ہونے کے وقت ایسی کوئی رپورٹ ہمارے پیش نہیں ہوئی عرصہ دراز گزر چکا ہے۔ اب معاف نہیں ہوسکتی۔

بیردر:- حضور والا۔ میر چودھریاں مقدمیاں و قانون گویاں نے بروقت رپورٹیں کیں اور یہ خاکسار بھی وقتاً فوقتاً گذارش کرتا رہا۔ بعد از وقت نہیں ہے۔

صوبیدار:- جو تشخیص مقرر ہوا ہے۔ اس رقم کی ادائیگی کے تم ذمہ دار ہو۔ اگر وصولی میں کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو وہ تمہارا قصور ہے حکومت ذمہ دار نہیں ہے اور نہ معاف ہوسکتی ہے۔

بیردر:- حضور والاشان! جو تشخیص مقرر ہے اس کی ادائی کے تو ہم بے شک ذمہ دار ہیں، مگر آفات ارضی و سماوی سے منجانب اللہ ہیں اس کی تو بہرحال مجرائی ہونی چاہیئے۔

.... جاری

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

باب دوئم

تین یوم سے فوج قزلباش بیردر کے مکان پر وصولی بقایا کیلئے تعینات ہے۔ قانون مروجہ کے مطابق سپاہیوں کے گھوڑوں سے اترنے کا طلبانہ فی کس ایک ایک روپیہ بیردر کو ادا کرنا پڑا اور وصولی بقایات تک ان کے اخراجات کا ذمہ دار ہے۔ اور جب تک وصولی نہ ہوگی سپاہی واپس نہیں جائیں گے۔ شام کیوقت سے بعد دیگرے چند پنڈت صاحبان روسا شہر پنڈت بیردر کے مکان پر آئے اور تھوڑی دیر میں ایک خاص کمرہ میں ایک پرائیویٹ مجلس منعقد ہوئی۔ اس مجلس کے ممبر حسب ذیل تھے۔

پنڈت بیردر۔ پنڈت مرزادر۔ پنڈت سکھورام، پنڈت راجہ کاک در۔ پنڈت تلک چند منشی۔ پنڈت گنبہ در۔ پنڈت سورج بھان۔ پنڈت کول تھجان۔ پنڈت ہمت جو فوطہ دار۔ پنڈت شنکر جو کوترو۔ مجلس میں اداسی اور مایوسی چھائی ہوئی ہے۔ سب اہل مجلس پریشان اور مغموم نظر آتے ہیں۔ خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ کوئی زبان نہیں ہلاتا۔ آخر پنڈت مرزادر نے خاموشی ان الفاظ سے توڑی۔

مرزادر۔ آج صبح کے وقت میں شیر گڑھی میں گیا تھا۔ صوبیدار نے مجھ سے پوچھا کہ بیردر کہاں ہے اور بقایا اس نے کیوں ادا نہیں کیا۔ میں نے کہا کہ گھر پر ہی ہے اور رقم کی تلاش میں سرگردان ہے۔ تہی دست ہے۔ کوئی اس کو اس وقت قرضہ بھی نہیں دیتا۔ صوبیدار نے کہا کہ شاید وہ بھاگنے کا ارادہ رکھتا ہوگا۔ میں نے کہا کہ حضور انور جیسے بادشاہ سے کہاں بھاگ جائے گا۔ یہ کسی نے حضور کو غلط اطلاع دی ہے۔ اس کو حضور کے رحم وکرم کی بڑی امید ہے۔ غریب نان شبینہ کا محتاج ہے۔ اس سرد موسم میں کہاں بھاگ جائے گا۔ حضور مطمئن رہیں۔ خدانخواستہ اگر وہ بھاگ بھی گیا تو یہ عاجز ذمہ دار ہے۔

بہرحال ان الفاظ سے صوبیدار مطمئن اور متسلی ہوا۔

پنڈت بیردر۔ صوبیدار کو یہ بات ذہن نشین ہے کہ رعایائے کشمیر عموماً اور پنڈتان کشمیر خصوصاً مجھ سے ناراض ہیں اور کشمیر میں کسی نئی حکومت کے دیکھنے کے خواہشمند ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ہم پر تنگ طلبی کرتا ہے اور ہماری حرکات وسکنات کو بدگمانی کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پنڈت سکھ رام :۔ ممکن ہے کہ صوبیدار کے موجودہ جابرانہ سلوک کی علت غائیتی ہے۔ سازش اور بغاوت کا خیال ہو۔ مگر میرا تو ذاتی تجربہ ہے کہ صوبیدار حد سے زیادہ لالچی اور حریص ہے۔ محض پیسہ بٹورنے کے لئے یہ سختی کا سلوک کر رہا ہے۔

پنڈت مرزا :۔ بے شک صوبیدار طامع ہے۔ مگر حصول زر کے لئے وہ اور بھی کئی ذرائع اختیار کر سکتا تھا۔ کیا یہ غلط ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ والئی پنجاب کو کشمیر فتح کرانے کی یہی قوم باعث تھی۔ اگر صحیح نہیں تو قتل دیوان ہیرا داس کے کیا وجوہات ہیں (یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ دیوان سہج رام مدار المہام کشمیر مجلس میں داخل ہوئے۔ سب لوگ تعظیم کیلئے سرو قد استادہ ہوئے۔ نمستے و نمسکار اور خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد دیوان صاحب کو اوپر کی گفتگو کا ماحصل سنایا گیا اور وہ یوں گویا ہوئے)۔

سہج رام :۔ صاحبان! زیادہ باتوں سے کیا فایدہ ہے۔ صوبیدار ہمارے خون کا پیاسا ہے وہ ہمیں کشمیر کیا صفحۂ ہستی سے معدوم کرنا چاہتا ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر پر کیا چڑھائی کی، گویا ہم کو مصیبت میں گرفتار کیا۔ اگر وہ کامیاب ہو جاتا تو شائد ہم کو اس طوفان سے نجات مل جاتی۔

پنڈت سورج بھان :۔ کشمیر میں پہلے ہی ہماری آبادی آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ ایسا خونخوار حاکم اگر ارادہ کرے تو دنوں میں ہماری صفائی ہو سکتی ہے۔ موجودہ تظلمات ہماری تباہی کے لئے کیا کم ہیں۔ اگر یہی لیل و نہار رہے تو تھوڑے عرصے کے اندر کشمیر میں پنڈتوں کا نام و نشان نہ رہیگا

دیوان سہج رام :۔ افغان حکومت صرف پنڈتوں کے لئے ہی زہر ہلاہل نہیں ہے۔ کشمیر کے مسلمان بھی ان کے تظلمات سے نیم جان ہو رہے ہیں۔ یہ ایسے خود غرض ہیں کہ بوقت ضرورت مذہبی رعایت کو بالائے طاق رکھتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ ہم پر اس لئے سختی نہیں کرتے کہ ہم ان سے مذہباً جدا ہیں اور کشمیر کے مسلمان بوجہ ان کے ہم مذہب ہونے کے ان سے پُرامن زندگی بسر نہیں کرتے۔

جاری ......

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ناول عزیز

چند اوراقِ منتشر

مہجور کے ایک اُردو ناول "عزیز" کا اشتہار ان کی ایک تالیف میں چھپا تھا جس کی عبارت یوں ہے:

"ایک کشمیری رئیس زادے کی عیاریاں۔

قیمت — ۴ر"

اس کے جو مسودات مہجور کے کاغذات میں موجود ہیں ان کی ابتداء باب سوئم سے ہوتی ہے۔ یہ باب اُن کے مسودے میں کاغذ کے نصف سے شروع ہوتا ہے' اس کے اُوپر یہ ادھوری عبارت درج ہے:

"بعد ایں وایں عزت و آبرو اور خاندانی جاہ و حشم کو ایکدم خیرباد کہہ کر اس قدر تکلیف اپنے سر پر لیتا ہے' اور ذرا بھی کسی کی پروا نہیں کرتا۔

اے عشق تو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا
جس گھر سے سر اُٹھایا اوسکو رولا کے چھوڑا ہے
راجوں کے راج چھینے' شاہوں کے تاج چھینے
گردن کشوں کو اکثر نیچا دکھا کے چھوڑا
جس راہ سے میں بیٹھا تو غول راہ بن کر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

صنعاں سے راست رو کو رستہ بُھلا کے چھوڑا

فرہاد کوہکن کی لی تو نے جانِ شیریں

اور قیس عامری کو مجنوں بنا کے چھوڑا

(مولنا جامی)

مسوّدے کا کاغذ خستہ ہو گیا ہے اور یہ آمیزی خط میں لکھا گیا ہے۔ اور یہ باب پنجم کے اس جملے تک بیانیے کو لے جاتا ہے:

"...... کورگام کی طرف لے جاتے تھے۔ نمبردار صاحب کے تمام اہلِ خانہ"

ظاہر ہے کہ اس کے پہلے دو باب، باب پنجم کا کچھ حصّہ اور اس کے بعد کے نامعلوم حصّے ضائع ہوئے ہیں۔ بہرحال ہم اس کو یادگار کے طور پر اسی نامکمل صورت میں شائع کرتے ہیں اور چونکہ یہ طبع شدہ صورت میں نہیں تھا، لہٰذا اسے غیر مطبوعہ حصّے میں ہی شامل کر رہے ہیں۔

(ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام احمد ماجود

ناول۔عزیز

باب سوئم

جذبۂ عشق

اُلفت کا تب مزا ہے کہ وہ بھی ہوں بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

موسم گرما اور چار بجے کا وقت۔ مسافران راہرو دور منزلوں سے آکر منزل مقصود کو پہنچے ہوئے ہیں اور اپنی تھکاوٹ دُور کر رہے ہیں اور ٹھنڈے پانی اور شربت انار سے پژمردہ دلوں کو تروتازہ کرتے ہیں۔ دفتروں کے ملازم دن بھر کے تھکے ماندے اس وقت چھٹی پاکر سیر و تفریح کو ٹھنڈی سڑکوں پر چلتے ہیں اور قدم نہایت آہستہ چلاتے ہیں۔ یورپین شوقین مزاج جنٹلمین اپنی نازک بدن لیڈیوں کو ہمراہ لے کر باغوں اور راستوں پر نہایت نزاکت سے چلتے ہیں۔ مزدور اور کم مایہ لوگ اپنے اہل و عیال کے لئے ساگ ترکاری اور اشیائے خورد و نوش لے کر گھروں کو جاتے ہیں۔ بلند خیال اور نازک دماغ لوگ دن بھر کی شدت گرمی سے چونکہ بے ہوش ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس وقت چند ہی دل بہلانے کو سیر و سیاحت کو جاتے ہیں۔ ہم اس وقت اپنے معزز ناظرین کو اس سڑک کی سیر کرانا چاہتے ہیں جو کہ سری نگر سے قصبۂ ماگام کو جاتی ہے۔ اس سڑک کے دونوں کناروں پر بید کے درخت دورویہ نصب ہیں۔ گویا سبز پوش دو پلٹنیں کسی کی آمد پر باقاعدہ کھڑی ہیں۔ ان درختوں کا سایہ سڑک پر پڑا ہوا ہے اور درختوں کے پیچھے دو رو پانی چلتا ہے اور خاصہ دو آبشار ہیں۔ اس پانی کی صدا سے اور بھی دل کو فرحت پیدا ہوتی ہے۔ پرندے دن کو پہاڑی کشت زاروں سے سیر شکمی کر کے اس وقت ان درختوں پر ٹھنڈی کا حظ اُٹھانے کے لئے روز پانی پینے کے لئے جوق در جوق آتے ہیں۔ جب ان کے پژمردہ دلوں کو ٹھنڈی ہوا موثر آتی ہے تو نغمائے ایزدی کے گیت نہایت

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مؤثر لہجہ میں شروع کرتے ہیں۔ اس وقت یہ سڑک بہر صورت قابل دید ہے۔ برسوں کا غم منٹوں میں کافور ہوتا ہے۔ معزز ناظرین! یہاں سے ہمارے ناول کی ہیروئن پیاری جان کا مکانِ رہائش بالکل نزدیک ہے اور ہم عرصہ سے اس کی حالت سے بے خبر ہیں۔ چونکہ وہ جگہ بہ لحاظ آبشار و سبزہ زار ہوائے خوشگوار کے قابل دید ہے۔ پھر بستر پر پڑا گیا ہمارا مسٹر کمرہ سے باہر نکلا اور مستانہ وار صحنِ مکان میں آیا۔ یکدم بدن کے تمام کپڑے پھاڑ ڈالے اور دیا سلائی لگا کر سب کو جلا کر راکھ کر دیا۔ خاندان کے تمام خورد و کلاں اس حسرتناک واقعہ کو دیکھ رہے تھے مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ اس کے نزدیک جا کر اسکو اس فعل سے باز رکھتا۔ اس وقت اس کی تصویر غضبناک تھی آنکھوں سے آگ برستی تھی اور گلابی رخساروں پر سے آگ کے شعلے اُٹھتے تھے۔ گویا اس کا سارا بدن اس وقت ایک آتشی تصویر تھا۔ اول تو قدرت نے ابتدا سے ہی اس کے چہرہ میں رعب رکھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس وقت اس کے بدن میں تین آگ اکٹھے شعلہ زن تھی۔ اول آتش جوانی، دوم آتش عشق، سوم آتش غضب۔ بھلا ان تین آتشوں کا کون ذی عقل مقابلہ کر سکتا تھا۔ مختصر تمام اہلِ خانہ پر سکتے کا عالم طاری ہوا۔ دیکھتے حیران رہ گئے۔ ہمارے مسٹر نے کپڑے تو سب کے سب جلا ڈالے اور ایک لٹھے کی سفید چادر کو درمیان سے چاک دے کر کفنی کی صورت میں زیب تن کیا اور نیچے ایک لنگوٹا باندھا۔ سر برہنہ اور ننگے پاؤں شیر شیرازہ کی طرح صحرا کا راستہ لیا۔ بقول کسے ؎

بہار آئی گھروں سے وحشیوں کے قافلے نکلے
جو سر بجنے لگا آوازہ چاکِ گریباں کا

اگرچہ اس واقعہ جاں فرسا سے تمام خاندان کانپ اٹھا مگر تاہم ہمارے مسٹر کے والد مکرم نے ازروئے شفقت و حکمت عملی سے اس راز کو گھر کی چار دیواری سے باہر نہ جانے دیا۔ اس وقت ہمارے مسٹر کے والد مکرم تحصیل کی کچہری پر رونق افروز تھے۔ مسٹر کی اس

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

حرکت کی تو اُن کو اطلاع دی گئی مگر اصلیت سے ان کو ناواقف ہی رکھا۔ صرف حرارت دماغ اور نازنین طبیعت کی تاویل کر کے ماجرا ان کے گوش گزار کیا گیا۔ انہوں نے نوکروں کو حکم دیا کہ اس کو فوراً واپس لے لو۔ چونکہ مسٹر کی غضبناک حالت کا مشاہدہ تمام نوکر کر چکے تھے اور ان کا آتشی نوٹو زیر نظر تھا، اس لئے سبھوں نے ہاتھ جوڑ کر معذرت کی۔ آخر ازروئے شفقت پدری بہ نفس نفیس اسپ تکگاموں پر خود سوار ہوئے اور قیس زمان مسٹر عبدالعزیز کا تعاقب کرنے لگے۔ قصبہ ناگام کے جنوبی حصہ میں ایک پہاڑ اور کریوہ ہے۔ ہمارے مسٹر جو کہ قیس بیابان کے نقش قدم پر چلنے کو گھر سے نکلے تھے۔ نجد کی یادگار میں اسی پہاڑ پر پہلے چڑھ گئے اور ننگے پاؤں خار زار کریوہ کی صحرا نوردی کرنے لگے سبحان اللہ! یہ وہی مسٹر عبدالعزیز صاحبزادہ زماں ہے جسے اگر ایک میل سے زیادہ پیدل چلنا پڑتا تو پاؤں میں چھالے پڑ جاتے تھے اور ملازم رفیق طرح طرح کے ساز و سامان اور اسباب خورد و نوش لیکے ساتھ ہوتے تھے۔ ستیاناس ہو تیرا اے عشق! کون ہے جو تیری طمع سے ماندہ نہیں ہے۔ کس ملک پر تم نے قبضہ نہیں کیا؟ کس شاہی خاندان کو تم نے اپنے نشتروں سے بچایا؟ شاہزادگان زمان کو نگری کا محتاج بنایا۔ شالہ ماروں کو خار زار بنا دیا۔ غرض تیرے ظالمانہ برتاؤ سے ایک عالم کانپ اٹھا ہے۔

القصہ ہمارے ناول کے ہیرو مسٹر عبدالعزیز کے والد بزرگوار کریوہ کی صحرا نوردی کرتے کرتے تلاش فرزند میں بہت دور تک پہنچ گئے۔ آخر ایک مسطح اور بلند میدان میں اپنے عزیز کو پایا۔ اور نہایت پیار اور محبت سے گھر کی طرف لایا۔ راستہ میں ہر چند انہوں نے اس سے وجہ صحرا نوردی پوچھی۔ مگر جواب سے جواب۔ چونکہ خار زار میدانوں کے گشت سے ہمارے لاڈلے کے نازک ننگے پاؤں مجروح ہوئے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر اسکے والد بزرگوار نے زار زار رویا اور اس کو نرم الفاظ میں نصیحت کرنے لگے اور گھر میں لا کر پہلے اس کو کچھ کھلایا پلایا۔ پھر کپڑے بدلانے کے لئے دئے مگر اس نے کپڑے پہننے سے صاف انکار کیا۔ والد صاحب تو باہر اپنے کام پر چلے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

گئے۔ ہمارا ہیرو بدستور تصویر یاب لے کر اسی رات والے کمرے میں تنہا چلے گئے، اور کفنی پوشاک پر اپنے یار دلربا سے گفتگو کرنے لگے۔ ماشاءاللہ عشق میں کس قدر یا مر رہے کہ ایک نوجوان امیرزادہ بھی اس کی گرفت سے نہ بچ سکا۔

(باب چہارم)

کششِ عشق

کششے کہ عشق دارد نگذاردت بدینساں
بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

خطہ کشمیر جنت نظیر کا دارالخلافہ سرینگر ہے۔ یہ شہر ایک قدیمی اور تاریخی شہر ہے۔ عرصۂ دراز سے دربار کشمیر کا پایۂ تخت اسی شہر میں رہا ہے۔ شہر کے گرد اگرد شاہی باغات نہایت آب و تاب سے واقع ہیں جو کہ بہشت بریں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ شہر کے درمیان سے دریائے جہلم بہتا ہے اور اس کے دونوں کناروں پر آبادی ہے۔ شہر ہر طرح سے قابل دید ہے۔ اور اس کا جنوبی حصہ خصوصاً قابل دید ہے جس میں محلات شاہی اور ریلوے ریمن کوارٹر اور نیز تیشن کے بنگلے اور بازار واقع ہیں۔ اس حصہ کو امیرا کدل کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس وقت ہم اپنے ناظرین کو امیرا کدل کے اس حصہ کی سیر کرانا چاہتے ہیں جو کہ خاص امیرا کدل سے بطرف غرب واقع ہے۔ اس طرف کے کشمیری مکان اچھے خوبصورت ہیں۔ سامنے کے عالی شان مکان میں سے گانے بجانے کی آواز آتی ہے۔ ناظرین! چلئے ہم بھی ذرا گانے بجانے سے دل بہلائیں۔ غالباً عام جلسہ ہے۔ اوپر جانے کی کوئی ممانعت نہ ہو گی۔ مگر پہلے یہ دریافت ہونا چاہئے کہ گانا بجانا کس تقریب کا ہے۔ وہ دیکھو سامنے دو شخص آپس میں کچھ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

باتیں کر رہے ہیں۔ آگے چل کر سنیں گے۔ شاید کچھ پتہ لگ جائے۔

ایک شخص: کیوں بھائی، یہاں کیا ساز و سرود ہو رہا ہے؟

دوسرا شخص: اس گھر والے کی چھبیلی لڑکی تھی۔ اس کی ایک جگہ شادی کی گئی۔ آج رات کو یہاں برات آئے گی۔ اسی تقریب پر یہ ساز و سرود ہے۔

پہلا شخص: ٹھیک! ٹھیک!! اب میں سمجھ گیا۔ مگر.......

دوسرا شخص: مگر کیا، مگر تو مہینے کا نام ہے۔

پہلا شخص: کچھ نہیں۔

دوسرا شخص: نہیں یار کچھ تو ضرور ہے۔

پہلا شخص: یار کیا کہوں۔ لوگوں کی عیاری اور چالاکی پر مجھ کو حیرت آتی ہے۔ مگر یاد رکھنا کہ.......

دوسرا شخص: بھئی، مجھ کو سمجھ نہیں آتی کہ اس لفظ مگر میں کیا جادو ہے یہاں پہنچتے ہی تیری زبان رک جاتی ہے۔ یاد کیا رکھوں گا، کچھ تو فرماؤ۔ ناحق مجھ کو اضطراب میں ڈال دیا۔

پہلا شخص: اس لڑکی پر ایک عالی پایہ نوجوان جو کہ جاہ و جلال سے رستم روزگار بلکہ شیر شیرازہ ہے، عرصہ سے مفتوں ہے۔ مگر اس کے والدین نے عیاری سے دوسرے کے ساتھ اس کا نکاح باندھا۔ اگر اس آفت کے پرکالے کو اس واقعہ کی خبر لگی تو کوئی نہ کوئی ستم برپا کریگا اور یہاں پر کوئی نہ کوئی تماشہ ہوگا۔

دوسرا شخص: چل یار ہم بھی ذرا دیکھ لیویں کہ وہ کیسی حسن کی دیوی ہے جس کے لئے اس قدر فتنہ ہا برپا ہونے کا احتمال کیا جاتا ہے۔

یہ دونوں شخص اس گفتگو کے بعد مکان کے اوپر چلے گئے۔ ہم بھی اپنے ناظرین کو ساتھ لئے ہوئے دبے پاؤں اوپر جاتے ہیں۔ دیکھو در پردہ کیا ہے۔ اوپر کے بڑے کمرے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

میں چند عورتوں کے درمیان جو لڑکی بیٹھی ہوئی ہے، یہی دلہن ہے۔ اگرچہ اس کے کپڑے معمولی ہیں مگر اس سادگی میں واقعی حُسنِ خداداد بے نظیر ہے۔ آج تک میری نظر سے ایسی کوئی پری تمثال نہیں گزری ہے۔ چونکہ ہم غیر واقف ہیں اس لئے اس کے نزدیک جانا ناممکن ہے۔ ورنہ ہم اس مہ جبین کو اچھی طرح سے دیکھ لیتے۔ لیکن دور سے ہی از روئے قیافہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زہرہ جبین کو ضرور کوئی غم دامنگیر ہے۔ کیونکہ دل کی کیفیت جبین سے ضرور نمایاں ہوتی ہے۔ آج اس کی شادی ہے، اس کے رخساروں پر قدرے غازہ بشاشت کا چاہیئے تھا بخلاف اس کے گلابی گالوں پر زعفرانی چڑھی ہوئی ہے اور نہایت حسرت سے آہِ سرد نکالتی ہے اور کمرہ کے صحن والے طاق سے بار بار نیچے کی طرف دیکھتی ہے جس سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ کسی کے انتظار میں ہمہ تن چشم براہ منتظر ہے۔ اسی اثنا میں صحن خانہ سے ایک گداگر کی آواز آئی۔ دلہن نے آواز سنی۔ طاق سے نظر ماری گداگر کی طرف دیکھتے ہی نیچے اتر آئی۔ اگرچہ ساتھی عورتوں نے بھی اس کے ساتھ صحن میں اترنے کا ارادہ کیا مگر دلہن نے ان کو ممانعت کی اور خود اکیلی صحن کی ڈیوڑھی میں جا پہنچی جہاں کہ وہ گداگر تھا۔ دلہن نے نہایت آہستگی سے اس گداگر کے ساتھ چند باتیں کیں جن باتوں سے ہم مطلق بے خبر رہے۔ گداگر فی الفور رفوچکر ہوا۔ دلہن واپس آئی مگر اس کے رخسار اب ہشاش بشاش ہیں اور اس کے چہرہ سے شادمانی کے علامات ظاہر ہوتے ہیں۔ گویا ایک ہی منٹ میں اس کی طبیعت کی کایا پلٹ ہو گئی۔ تھوڑی دیر دلہن موقعہ پاکر پھر نیچے اتر آئی اور آنکھ بچا کر غرب کا راستہ لیا اور خرمیدان کے مشرقی کنارے پر پہنچی۔ یہاں پر دو، گداگر اور ایک دوسرا جنٹلمین اسلح پوش کمربستہ ایک صبا رفتار ادھم پر سوار تھا۔ ہم بھی اپنے ناظرین کو اس حیرت انگیز واقعہ کے تماشے کو ساتھ لئے اس دلہن کے پیچھے پیچھے آ گئے۔ نوجوان جنٹلمین گھوڑے پر پہلے ہی سوار تھا، دلہن بھی آگے پیچھے نظر کر کے بلا گفت و شنید اسی جنٹلمین کے پیچھے اسی گھوڑے پر سوار ہوئی اور بلا درنگ جنوبی سڑک پر گھوڑا دوڑایا، اور ایسی تیزی سے گھوڑا چلایا کہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

گرد کے بغیر کچھ نظر نہ آیا ۔ گداگر نہ معلوم کہ کس طرف کو چل نکلا ۔ معزز ناظرین ! کیا آپ سمجھ گئے کہ یہ بدر الجمال پرتما تمثال دلہن کون تھی اور گھوڑ سوار جنٹلمین جو کہ اس کو لے بھاگا کون تھا؟ سنیئے کہ یہ ماہ رُخسار دلہن ہمارے ناول کی ہیروئن پیاری جان ہے اور جنٹلمین سوار مسٹر عبدالعزیز ہیں ۔ جب پیاری کی والدہ پیاری کو قصبہ ناگام سے سری نگر لے آئی تو یہاں پہنچ کر اس نے اکثروں کے ذریعہ پیاری کو سمجھوایا اور نوع نوع اور گوناگوں طریقوں سے اس کی دلی خواہش کو تبدیل کرنا چاہا ۔ بھلا وہ کس طرح اس کو اس دم سے چھڑوا سکتی تھی جس نے اس کے دل و دماغ پر پورا قبضہ کر لیا تھا ۔ اُدھر تو پند و نصائح کا سلسلہ شروع تھا اِدھر مخفی طور ایک شخص سے اس کی شادی کا انتظام کیا ۔ گو دوسری کاروائی سے پیاری اچھی طرح واقف نہ تھی ۔ مگر اس کے والدین کی سرگوشیوں سے اس کو شک ضرور ہوا تھا کہ ضرور کچھ ہونے والا ہے ۔ کچھ تو پند و نصائح کے تیر باراں سے اور کچھ اس دوسری کاروائی سے اس کی طبیعت اُداس ہوئی ۔ اس پر غضب یہ ہے کہ پیاری کو اس کے والدین نے ایک ایسے مکان میں رکھا تھا جہاں کہ کسی کی رسائی نہ تھی ۔ اب سنیئے کہ ہمارے ناول کے ہیرو مسٹر عبدالعزیز کو جب پیاری کے سری نگر جانے کی خبر لگی تو اس کی جان خشک ہوگئی ۔ خورد و نوش فراموش ہوا خواب و آرام حرام ۔ فوراً اپنے رفیق ہمراز لسی فقیر کو بلا لیا اور دونوں روانہ سری نگر ہوئے ۔ وہاں پہنچ کر پیاری کو تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ لگا ۔ آخر لسی فقیر نے پوشاک گداگری اور بھیک مانگنے کا کشکول لے کر سری نگر میں خانہ بخانہ گداگری شروع کی اور مسٹر کو ایک کمین گاہ پہ بٹھا علے الصباح سے لسی فقیر بھیک مانگتے مانگتے شہر کے ایک حصہ کو ختم کر کے امیرا کدل کے اس مکان میں جہاں پیاری جان نے جب اپنے قدیمی قاصد کی شکل دیکھی تو اس کی جان میں جان آگئی ۔ فوراً صحن میں آئی اور اس سے یوں گفتگو کیا :

لسی فقیر : السلام علیکم

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پیاری: وعلیکم السلام۔ کیوں کس طرح آیا؟ مسٹر کہاں ہے اور اُس کا کیا حال ہے؟

لسی فقیر: تیری تلاش میں شہر کی خاک چھان کر یہاں پہنچا۔ مسٹر بخیریت ہے مگر تیرے ہجر نے بے ہوش کر دیا ہے۔ وہ بھی یہیں ہے اور تیری یاد میں بے قرار ہے۔

پیاری: بھئی کیا کروں۔ میں حقیر ہوں، میرا جگر اُس کے فراق میں مانند ماہی بے آب تڑپتا ہے مگر کس طرح اس قید سے آزادی پاؤں؟

لسی فقیر: مسٹر گھوڑے پر سوار ہے اور تم کو کہتا ہے کہ کسی حیلہ سے نکل آؤ، سوار ہو کر بھاگ جائیں گے۔

پیاری: وہ کہاں پر ہے۔ اُس کے فراق نے میرا جگر پاش پاش کر دیا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ آہ! کب اُس کا چہرہ نازنین دیکھوں۔

لسی فقیر: خرمیدان کے شرقی کنارے پر تیرا انتظار کرتا ہے کسی طریقہ سے نکل آؤ۔

پیاری: جاؤ تم بھی وہیں ٹھہرو۔ اگر خدا کو منظور ہو تو بیس منٹ کے اندر اندر وہاں پہنچوں گی۔ مگر گھوڑے کا رخ جانب جنوب رکھو۔

اس گفتگو کے بعد لسی فقیر چلا گیا اور پیاری تھوڑی دیر کے بعد نظر بچا کر نکل آئی۔ اُدھر مسٹر عبدالعزیز ہمہ تن چشم براہ منتظر تھا۔ فوراً پیاری کو اپنے گھوڑے کے پیچھے چڑھا کر قصبۂ ناگام کا راستہ لیا اور تیز رفتاری سے آدھ گھنٹہ کے اندر پیاری کے سمیت قصبۂ ناگام میں پہنچا۔ عاشق و معشوق منزل مقصود پر پہنچ کر ابھی تھکان ہی دور کر رہے تھے کہ پیاری کے والدین روتے پیٹتے سری نگر سے آ پہنچے اور ایک شور عظیم برپا ہوا۔ چونکہ یہاں پر ہمارے مسٹر کا جاہ و جلال مسلمہ تھا اس لئے پیاری کے وارثوں نے کوئی جبر کرنے کی جرأت نہ کی اور پیاری کی والدہ پیاری سے یوں ہمکلام ہوئی:

والدہ: کیوں پیاری! تو سری نگر سے کیوں بھاگ آئی ہے؟

پیاری: تو مجھ کو یہاں سے کسی اور وعدے پر لے گئی تھی۔ وہاں میں نے دیکھا کہ تیری

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

نیت میں خلل ہو رہا ہے۔ کہا کچھ اور کیا کچھ۔ اس لئے میں بھاگ آئی۔

والدہ: میری نیت میں کیا خلل ہوا اور میں نے کیا کیا؟

پیاری: تو نے صدہا آدمیوں کو میری دنبال کیا کہ مسٹر عبدالعزیز کی یاد دل سے بھلاؤ اور کسی جگہ تیری شادی کریں گے۔ اس تقریر سے میری طبیعت خراب ہوئی اور میں تنگ آئی حالانکہ تو نے یہاں پر میرے ساتھ اور ہی وعدہ کیا تھا۔

والدہ: نہیں نہیں۔ یہ تیرا غلط خیال ہے۔ دراصل تیری سری نگر پہنچنے سے پہلے ہی ہمارے تمام رشتہ داروں اور واقفوں نے تیری داستان سُن لی تھی۔ اور وہ اس بات سے سخت ناراض ہو رہے تھے کہ پیاری نے یہ کیا غضب کیا۔ اسلئے وہ تیرے درپے ہوا۔ ورنہ میں نے اُن کو کوئی تحریک نہ کی۔

پیاری: اچھا اب کیا ہوا، میں بہیں اچھی ہوں، جو مقدر میں ہوگا پیش آئے گا۔

اب پیاری کی والدہ سمجھ گئی کہ میری باتیں بالکل بے سود ہیں۔ اس لئے خاموش ہوئی اور کوئی جبری طریقہ بھی اختیار نہ کر سکی اور چونکہ وقت دیر تھا اس وجہ سے رات کو یہیں پڑی۔ مگر دمبدم غیظ و غضب کی آگ اس کے دل پر بھڑک اُٹھتی تھی مگر لاچاری سے ..... اس آگ کو بجھاتی تھی۔ پیاری جان کے سری نگر سے لانے اور اس کے تعاقب میں اس کے وارثان کے آنے کا قصہ ناگام میں مشہور ہوا۔ اور اس وقت مسٹر عبدالعزیز کے گھر میں بھی خبر پہنچی اور اس کے والد ماجد نے نہیں سُنا۔ جب مسٹر کی والدہ مکرمہ نے سُنا کہ پیاری جان کی والدہ رات کو یہیں ٹھہری ہے تو اس نے از روئے کمال دانائی اس کو اپنے پاس بلانا مناسب خیال کیا۔ کیوں کہ پیاری جان کی والدہ اس وقت دل شکستہ تھی۔ پر بذریعہ ایک خاص خادمہ کے پیاری جان کی والدہ کو بوقت شام اپنے پاس بُلالیا۔ اور وہ پیغام سنتے ہی آنکھوں کے بل ملی ظاہر نمک حلالی حاضر خدمت ہوئی۔ مزاج پرسی کے بعد مسٹر کی والدہ صاحبہ نے از کردہ سابقہ اس کا اعزاز کیا اور اچھی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

جگہ بٹھایا اور غیر معمولی خورد و نوش کی چیزیں اس کے لئے مہیا کیں۔ ان سب باتوں سے فراغت پا کر خلوت جگہ پر دونوں اس طرح سے ہمکلام ہوئیں:

مسٹر کی والدہ: کچھ عرصہ ہوا کہ میری بدقسمتی سے مسٹر عبدالعزیز نے پیاری جان کو دیکھا اور دیکھتے ہی اس پر پروانہ وار شیدا ہوا۔ جب اس کو پتہ لگا تو میں نے بہت طریقوں سے اس کو سمجھایا۔ مگر وہ ہرگز باز نہ آیا۔ اُس نے اسی ابتلا میں بہت دن کھانا نہیں کھایا اور شب کو آرام نہیں کیا بلکہ ایک دفعہ میرے زیادہ اصرار پر اس نے جامہ صبر و شکیبا اور پیرہن شرم و حیا کو یکدم چاک کر کے جوگیوں کے طریق پر صحرا کا راستہ لیا اور بمشکل ان کو دلاسہ دے کر گھر لائے۔ تجھکو معلوم ہی ہے کہ میں نے تھوڑے عرصہ سے کس دھوم دھام سے اس کی شادی کی۔ اب اگر اس واقعہ کی اُن کو خبر لگی تو میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ اور یہ بھی تیرے سے پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ لڑکا کس قدر پیارا ہے اور کس ناز و نعمت سے اس کی پرورش کی ہے۔ اگر اس کو اس خیال سے جبراً روک لوں تو ممکن ہے کہ وہ دنیائی کاروبار سے دستکش ہو کر کہیں مجنوں ہو جائے یا ترک وطن کرے کیونکہ عشق نے اس کے رگ و ریشہ میں گھر کر لیا ہے۔ اسلئے میں نہایت ادب سے التماس کرتی ہوں کہ تو پیاری جان کو میرے فرزند کے نکاح میں دیدو۔ مناسب طور اس لڑکی کی پرورش کروں گی۔

پیاری جان کی والدہ: آپ کا فرمانا بالکل درست ہے اور آپ میری مخدومہ ہیں اور میں ایک ادنیٰ خادمہ ہوں۔ میری بیٹی کا آپ کے گھر میں آنا درست نہیں ہے۔ آپ نہ سہی مگر دوسرے تو ضرور اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے رہیں گے اور چڑھاؤ پہناؤ میں بھی تفریق رہے گا۔ کس طرح میں اپنی لڑکی کو دیدوں، رشتہ اسی ابتلا میں ڈال دوں گی؟

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مسٹر کی والدہ: (صندوق سے نئے زیورات نکال کر) یہ لے لو' یہ زیورات تم کو دیتی ہوں اور بھی تیری منشا کے مطابق کپڑے وغیرہ زیورات بناؤں گی۔

پیاری کی والدہ: نہیں، مجھے ان زیورات کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ تیرے لڑکے کی شادی ہوئی ہے اور وہ اس بیوی کو چھوڑ نہیں سکتا۔ اس صورت میں میری لڑکی کو تکلیف کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بہتر ہے کہ آپ مجھے اس بات سے معافی دیویں۔

مسٹر کی والدہ: اول تو میرا لڑکا اس پہلی بیوی کو نکاح میں ہرگز نہیں رکھ سکتا۔ کیوں کہ اس کی طبیعت اس سے کشیدہ ہے۔ دوم اگر وہ ضرور اس کے نکاح میں ہی رہے گی تو بھی مجھے خدا نے اتنی طاقت دی ہے کہ میں ابتدا سے تیری لڑکی کو الگ رکھوں اور اس کو تمام سامان وغیرہ الگ دے دوں۔

پیاری جان کی والدہ: میری محترمہ! مختصر عرض ہے کہ مجھے اس کار خیر میں کوئی عذر نہ تھا مگر تیرے فرزند ارجمند نے میری غیرت و آبرو خاک میں ملادی اور میری معصوم لڑکی کے عفت و عصمت پر ایک سیاہ داغ لگایا جو کہ کسی طرح بھی دور نہ ہوگا۔ پیاری کے ساتھ قبل از نکاح خود بخود تعلق پیدا کیا اور اس کو میری حراست سے سری نگر سے بھگا لایا۔ اس داستان کا چرچا عام ہوگیا اور اس ناقص کارروائی نے میرا دل جلا دیا اور میرے کلیجہ کو پھاڑ ڈالا۔ اگرچہ میں غریب ہی ہوں مگر اپنی غیرت کو کہاں رکھ دوں۔ میری لڑکی کی بدنامی دور دور تک پہنچ گئی ہے۔ میں ہرگز اس کام پر راضی نہیں ہوں۔ تیرے فرزند نے اتنا غضب کیا کہ میری معصوم لڑکی کو ایسا بےحیا کیا کہ اس نے اس کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے۔ اگر وہ خود بخود اس کے ساتھ نکاح کرے تو بلا سے، مگر میں اس کام میں ہرگز شامل نہ ہوں گی (ہاتھ جوڑ کر) خدا کے واسطے تو مجھے اس بات سے معافی دیں، میں کبھی ایسا نہیں کروں گی۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

یہ باتیں سن کر ہائیرے مسٹر کی والدہ مکرمہ خاموش ہوئی اور پیاری کی والدہ رات کو وہیں ٹھہری اور علی الصباح روانہ سری نگر ہوئی۔ پیاری سے نہ تو رخصت لیا اور اس کے ساتھ کوئی بات چیت کی۔

باب پنجم

(ابتدائی عشق اور افشائے راز)

پاسبان شب رسید و دست شوقم را به بست
هیچ کس در عاشقی مانند ما رسوا نشد

دن کے بارہ بج گئے۔ سب لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہیں۔ حکامان مجاز کچہریوں میں حکومت کی کرسیوں پر بڑے تزک و احتشام سے جلوہ افروز ہیں اور لوگوں کے راست و دروغ کو جانچتے ہیں اور قضا و قدر کا قلم ہاتھ میں لے کر کسی مجرم کو قید کی سزا دے رہے ہیں اور کسی کی داد و فریاد غور سے سن رہے ہیں اور کسی کی سفارش سے کسی مجرم واجب سزا کو چھوڑ دیتے ہیں اور کسی مجرم کو کسی دوسرے جرم کی تہمت میں لا کر پابہ جولاں محبوس کرتے ہیں۔ سررشتہ داران حکم و احکامات کی تحریر میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اور چپراسیاں حضور کھڑا رہ کر بہ گوش ہوش حکم حاکم کو سن رہے ہیں اور اس کی تعمیل منٹوں میں کرتے ہیں۔ اہل کاران پولیس میں سے کوئی تو ملزم کی تلاش اور گرفتاری میں سرگرداں ہے اور کوئی کسی ملزم کو ہتھکڑی پا کر حاضر تھانہ کرتا ہے اور کوئی سب پا بند اپنی لالچ کے واسطے ملزم کو دکھاتا ہے طرح طرح کے عتابی حکم سناتا ہے اور دکھاتا ہے اس کو جرم واجب القتل سے رہائی کا وعدہ کرتا ہے اور افسر سٹیشن انتظار کرتا ہے کہ کہیں کوئی ذبحہ ہوا ہو وے تو میں پیٹ بھر کر گوشت کھاؤں۔ غرض اسی طرح سب سرکاری ملازمان اپنی اپنی حد تک اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ ہم اپنے ناظرین کو اس وقت

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

تحصیل ناگام کی عالی شان کچہری کی سیر کروانا چاہتے ہیں۔ دیکھئے صحن تحصیل میں کس قدر لوگ اکٹھے ہیں۔ گویا کہ چندر ما کا میلہ لگا ہوا ہے۔ اوہو! یہ تو سب مسلمان ہیں، ہندو وغیرہ کوئی نہیں ہے۔ یہ کون ہیں، شاید اہل مقدمات ہوں گے۔ افسوس ہے کہ اس کشمیر میں اکثر مسلمان ہی مقدمہ بازیوں میں شب و روز لگے رہتے ہیں۔ تحصیل کی کچہری ایک معمولی کچہری ہے اور یہاں یہ جم غفیر ہے۔ اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ آیا بڑی کچہریوں میں کیا حال ہوگا۔ شمالی سڑک سے پولیس کے دو سپاہی ایک نوجوان کو تحصیل کی طرف لے آتے ہیں۔ شاید کسی جرم کا ملزم۔ اس کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے تماشہ بینوں کی بڑی کثرت ہے۔ نوجوان کے چہرے سے آثار شجاعت پائے جاتے ہیں۔ غالباً کسی بناوٹی ڈھکوسلے میں گرفتار ہے۔ دیکھئے کس مردانگی سے قدم زمین پر رکھتا ہے۔ وضع قطع سے بظاہر شریف اور خاندانی معلوم ہوتا ہے اور اس کی جبین سے بزرگی اور آنے والے اقبال و جلال کا نور برستا ہے۔ ابھی ع تحصیلدار صاحب کے اجلاس میں پیش کیا گیا۔ تحصیلدار صاحب ملزم کی طرف عتاب آمیز نظر سے دیکھتے ہیں، اور اُس کو مخاطب کرکے یوں فرمانے لگے:

تحصیلدار صاحب: (تحکمانہ لہجے میں) کیوں عبدالعزیز! سُنا کہ تم بغیر حصول لائیسنس بندوق سے شکار کھیلتے ہو۔

مسٹر عبدالعزیز: نہیں جناب۔

تحصیلدار صاحب: نہیں جناب کے یہ معنی ہیں، میں نے معتبر ذرائع سے سُنا تمہارا دن بھر یہی کاروبار ہے بلکہ اکثر دفعہ پہاڑ کے دور سے فائر کی آواز میرے کانوں میں آئی۔

مسٹر عبدالعزیز: نہیں جناب۔ سال گذشتہ میں، میں نے باضابطہ لائیسنس حاصل کیا تھا اور میں شکار بھی کیا کرتا تھا۔ اس سال ابھی تک میں نے لائیسنس حاصل نہیں کیا اور نہ کبھی شکار کھیلتا ہوں۔ نہ معلوم کہ جناب کو کس نے جھوٹی رپورٹ دی ہے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

تحصیلدار صاحب: جھوٹی رپورٹ کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ہر روز اس پہاڑ سے کئی دفعہ روزانہ بندوق کی آواز سنتا ہوں۔

مسٹر عبدالعزیز: جناب اور کوئی شکاری ہوگا۔

تحصیلدار صاحب: اچھا یہاں اور کسی کے پاس بندوق ہے؟

مسٹر عبدالعزیز: نہیں جناب کسی کے پاس نہیں ہے۔

تحصیلدار صاحب: اچھا پھر کون شکاری ہے جو روز اس پہاڑ پر آکر چکوروں کا شکار کرتا ہے۔ اس سے صاف تمہاری غلط بیانی ظاہر ہوتی ہے۔

مسٹر عبدالعزیز: جناب گستاخی معاف! لائسنس والے شکاریوں کو شکار کے واسطے علاقے تقسیم کر کے نہیں دیئے جاتے۔ اگر کسی دوسرے علاقے کا کوئی شکاری اس پہاڑی پر شکار کھیلے گا تو کون سی چیز اس کو مانع ہے اور پھر اس میں میرا کیا قصور؟

تحصیلدار صاحب: (سپاہی کی طرف اشارہ کر کے) اچھا اس کی جامہ تلاشی لے لو۔

سپاہی نے جامہ تلاشی لی اور مسٹر کی جیبوں سے کسی قدر بارود اور چھرہ اور ایک دو گولیاں برآمد ہوئے جس پر تحصیلدار صاحب سخت طیش میں آگئے۔ نہایت غضبناک لہجہ میں حکم دیا کہ پہلے اس کو حوالات میں رکھو۔ یہ بہت ہی عیار اور چالاک ہے اور میں نے اس کی بہت سی شکایتیں سنی ہیں۔ اپنے والدین سے باغی ہے۔ طرح طرح کے فساد علاقے میں قائم کرتا ہے۔ یہ حکم سنتے ہی سپاہیوں نے مسٹر کے فاخرہ کپڑے اتار دیئے۔ حوالات کا ایک سیاہ کمبل اس کے نازک بدن کو پہنایا اور ایک پاؤں میں لکڑی کا گراں بار کندہ ڈال کر حوالات میں محبوس رکھا گیا اور ساتھ ہی مسٹر کے یار نسیم فقیہ کو بھی سپاہی پکڑ لائے اور بحکم تحصیلدار صاحب اس کو بھی بالطریق مندرجہ اپنے رفیق کی رفاقت میں رکھا۔ ناظرین حیران ہوں گے کہ ایک شریف اور ذی عزت رئیس تحصیلدار کے صاحبزادے کے ساتھ ایک معمولی بات پر کیوں ایسا ظلم کیا گیا اور سر اجلاس اس کی بے عزتی کی گئی۔ اور تحصیلدار صاحب نے انصاف کا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

خون کیا۔ نہیں صاحبان جب ہمارے ناول کے ہیرو مسٹر عبدالعزیز اور پیاری جان کے عشق و الفت کی داستان مشہور ہو گئی تو کچھ عرصہ کے بعد آخر اس کے والد صاحب نے بھی یہ قصہ بہ تفصیل سن لیا۔ اور اپنے اکلوتے بیٹے کی یہ حرکت ان کو بڑی ناگوار گزری اور انہوں نے دانشمندی سے ہا طریقوں سے اس کا تدارک کرنا چاہا۔ کبھی فہمیدہ اور عقلمند آدمیوں کے ذریعہ اس کو پند و نصائح کرائی۔ کبھی اس کے جلیسوں اور مصاحبوں کو کچھ طمع دے کر اور کچھ خوف دے کر اپنے جگر پارے کو اس کارروائی سے باز رکھنے کی تعلیم دی اور کبھی مشاطہ وقت اور مشیر ان باکمال کی خدمت میں اس غرض کے واسطے حاضر ہوا۔ اور کبھی خاص طور ارجمند کو پیغام بھیجا کہ وہ اس بری حرکت سے باز آئے۔ جو مانگے سو دوں گا بصورت دیگر اس کو خراب کروں گا وغیرہ وغیرہ۔ مگر سب تدابیر بے سود ہوا۔ ع "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"۔

ہمارے مسٹر کا والد بزرگوار چونکہ رئیس با ثروت تھا۔ اور حکامان عالی شان اس کی نہایت قدر کرتے تھے۔ رعایا کے دلوں میں بھی ان کی عزت جاگزیں تھی۔ علاوہ اس کے شرافت میں انہوں نے صدیوں سے وہ نام حاصل کیا تھا کہ کسی طرح بھی کسی قسم کی تہمت یا داغ ایک نقطہ کے برابر بھی ان کے خاندان پر نہ لگا تھا۔ پر انہوں نے ہرگز اپنے فرزند ارجمند کے بدولت سینکڑوں برس کی نیک نامی کو ایک کرٹ کے پانی سے بہانا پسند نہ کیا۔ حتیٰ کہ اس فکر سے ان کی طبیعت نہایت مشوش ہوئی اور یہ بار بار گوناگوں تدابیر سوچتے رہے اور رات دن اسی درد کے درمان ڈھونڈتے رہے۔ تحصیل ناگام میں اس وقت میرزا صدر الدین صاحب تحصیلدار تھے۔ یہ صاحب سرینگر کے میرزا خاندان کے ممبر تھے۔ اس خاندان کے اسلاف قدیم سے قلمدان سازی کا کام کرتے تھے۔ آخر گردش افلاک کے مد و جزر سے ایک خوبصورت قلمدان کے بدولت ان کے خاندان سے ایک نوجوان نے ملازمت اختیار کی۔ رفتہ رفتہ اس خاندان کے تمام ممبر ریاست کے اچھے اچھے عہدوں پر ممتاز ہوئے اور میرزا کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مگر قدرت نے میرزائی تاثیر اس

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

خاندان کے ساتھ برابر رکھی جس کی تفصیل اس ناول میں طول کلام کے بغیر اور کچھ لطف نہ دے گی۔ غرض میرزا صدرالدین صاحب ایک خوش طبع اور خلیق نوجوان تھے۔ رعایا و برایا سے ان کا سلوک بہت ہی اچھا تھا۔ خصوصاً ہمارے مسٹر عبدالعزیز کے والد ماجد سے ان کا بہت ہی گہرا تعلق تھا جس کی وجہ اول یہ ہے کہ وہ رئیس باثروت اور صاحب فہم و فراست تھے اور دوم تمام تحصیل میں خواجہ صاحب کی عزت مسلمہ تھی اور تحصیلدار صاحبان ہمیشہ اخذ سے آلودہ رہتے تھے۔ اگر خواجہ صاحب ذرا تحصیلدار صاحبان سے کشیدہ رہتے تو ان کا کام ہونا دشوار تھا۔ پر اس صورت میں خواجہ صاحب کا دوستانہ تحصیلدار صاحب ممدوح کے ساتھ بہت ہی اچھا تھا۔ جب خواجہ صاحب کا دل مبارک نور بصر کی یکطرفی سے متلون ہوا تو آخر ایک تحصیلدار صاحب کے پاس آکر شکایت کی اور علاج کے خواستگار ہوئے تحصیلدار صاحب نے مشورہ دیا کہ ان کو منظور ہے لائسنس کے بہانہ سے اس کو ایک دو دن حوالات میں رکھ دیں گے۔ امید ہے کہ وہ اس سختی سے گھبرا کر اس برے راستے سے لوٹ آئے۔ کیوں کہ گرم و سرد زمانہ سے تا ہنوز نا آشنا ہے۔ صرف ناز و نعمت سے ہی پلا ہوا ہے القصہ اس مشورہ کے بنا پر ہمارے مسٹر عبدالعزیز کو حوالات کی سیر کرنا پڑی۔ ورنہ لائسنس کے واسطے ان کو کون اس قدر تنگ کرتا۔ وہ تو ہمیشہ سے بلحاظ خاندانی بلا حصول لائسنس کھلے طور علی الاعلان شکار کیا کرتے تھے۔ چونکہ ہمارا ناز پروردہ صاحبزادہ بلند اقبال لاڈلا حوالات کی ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں اپنے رفیق کے ہمراہ سرد آہ کھینچتا ہے چلیے ناظرین ذرا اس کی خبر لے آئیں کہ کیسی گذرتی ہے۔ بُرا ہو تیرا اے عشق —!! تیرے کارنامے بھی عجیب و غریب ہیں۔ تیرے آگے عقل دور میں حیران۔ رحم و انصاف کا نام و نشان تیری ذات میں نہیں ہے۔ تیری نظر میں شاہ و گدا یکساں ہیں۔ نہ تجھے شاہزادوں کی عیش و نشاط و جاہ و حشم کے کھو جانے کا اندیشہ ہے اور نہ امیروں کے غریب ہونے کی پرواہ ہے۔ کوئی ناز و نعمت کا پروردہ تیرے تیر نگاہ سے تڑپ تڑپ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کے مر جائے تو بلا سے ۔ برسوں کے ناز و نعمت اور شیر و شکر کا پروردہ ہمارا مسٹر عبدالعزیز جیسے شام کے وقت خدا ماں اور ناز برداران کی ایک کافی جماعت تابع ہوتی تھی آج حوالات کے ایک کونے میں سر نیچے کر کے یادِ حبیب میں محو ہے اور خالی زمین پر اوس کمرے میں سو رہتا ہے حالانکہ اگر اس کا بستر ہ گاہے ناصاف ہوتا تھا تو رات بھر تارے گنتا تھا ۔ یا اگر لباس تن قدرے میلا ہوتا تو جینا محال تھا ۔ خیالِ دلدار کے سامنے لیکر یوں گویا ہے ع

قید خانے میں مری آ کے تو دیکھیں حالت
اب کہاں ہیں وہ میرے ناز اٹھانے والے

اسی طرح جب اس کی آہ و زاری حد سے گزر گئی تو آخر اس کا یارِ ہمراز ہم نوالہ و ہم پیالہ اور رفیقِ سفر لسی فقیر مسٹر کو یوں دم دلاسہ دینے لگا :

لسی فقیر: کیوں صاحب ! آپ اس قدر کیوں گھبرا گئے ۔ خدا ہر ایک بات میں آسان کرے گا ۔ صبر و شکیبا سے کام لینا چاہیئے ۔ اکثر مردوں پر بھی ایسے صدمے گذرتے ہیں ہمت کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے ۔ ہر ایک سختی کو خوشی سے برداشت کرنا چاہیئے کہ ۔

دل دیے تو اس مزاج کا پروردگار دے
جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گذار دے

مسٹر: بھائی ! میں اپنی طبیعت کو صبر کی تعلیم دے رہا تھا ۔ مگر اس کم بخت دل کو کہاں رکھوں ۔ یہ قابو میں نہیں آتا ۔

لسی فقیر: اول تو یہ بذاتِ خود غم خانہ ہے اس پر آپ خیالِ محبوب میں دم بدم محو رہتے ہیں تھوڑی دیر کے واسطے آپ اس خیال سے یکسو ہو جائیں تو امید ہے کہ بہت جلد آپ کی طبیعت بہل جائیگی ۔ اور فی الفور رنج و غم کافور ہو جائیں ۔

مسٹر: اچھا تم بھی اب مجھے پند و نصائح ہی کرنے لگے ۔ اس دلِ المحزن میں بھی ناصحوں نے میرا پیچھا نہ چھوڑا ۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

لسی فقیر: نہیں جی - میں نے کیا قصور کیا - میں چاہتا تھا کہ آپ کی طبیعت کسی طرح سنبھل جائے - مجھے آپ کی غمگینی نہایت ناگوار گزرتی ہے -

مسٹر: بھئی - اس غمکدے میں اگرچہ کوئی چیز میری اداسی طبیعت کو بہلانے والی ہے تو وہ یادِ محبوب ہی ہے - بھلا اسے کس طرح فراموش کروں -

لسی فقیر: اچھا اب آپ کوئی ایسی سبیل نکالیں جس سے ہم اس قفس سے آزادی پائیں -

مسٹر: کون سی سبیل نکالوں - میری تو عقل بامحت ہوئی ہے - ہوش و حواس قیاس و دوراندیشی جواب دے چکے ہیں - میرے خیال میں میرے لئے یہی مکان اچھا ہے -

لسی فقیر: اچھا پھر آپ کیوں تڑپتے اور روتے ہیں ؟

مسٹر: اس بیت الحزن میں میرے جیسے سودائی کا رہنا موزوں تھا مگر فراقِ دلدار دم نہیں لینے دیتا - جب پیاری کی پیاری صورت اور نرگسی آنکھیں، گلابی رو، سنبل مو، شیریں سخن، سیمیں ذقن، غنچہ دہن، نازک بدن، تن یاسمن، زلفِ شکن، مشکِ ختن، رشکِ چمن، لعلِ یمن، زہرہ دل کا نقشہ سامنے آتا ہے تو.... سانپ پھرتا ہے - ایک سیکنڈ ایک سال کے برابر گزرتا ہے ع

اس قید کا الٰہی دکھڑا کسے سناؤں
غم ہے کہ اب قفس میں، ہیں غم سے مر نہ جاؤں

لسی فقیر: اچھا جناب ! اب کوئی تدبیر سوچو کہ ہم کسی طرح سے اس دار المحن کی چار دیواری سے نکل جائیں -

مسٹر: اس وقت تو میں از خود رفتہ ہوں - اس لئے ع

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کوئی صورت نظر نہیں آتی

کوئی امید بر نہیں آتی

لسی فقیر: اچھا جناب پھر کیا کیا جاوے؟

ہٹر: سر دست تو میری سمجھ میں کوئی تدبیر نہیں آتی۔ چونکہ رات بہت باقی ہے اور وفورِ غم سے نیند آنی ناممکن ہے اس لئے تم ایک کوئی قصہ سناؤ جس سے غم غلط ہو جائے اور یہ مصیبت کی رات جلدی سے کٹ جائے۔ رہائی کی نسبت کل کوئی مشورہ کریں گے۔

چو فردا شود کارِ فردا شود

چند روز کی بات ہے کہ پرگنہ ترال تحصیل اونتی پورہ کے ایک گاؤں میں ایک سیدھا سادا ملا سکونت پذیر تھا۔ عمر اس کی چالیس سال سے تجاوز کر گئی تھی عہدِ شباب میں جو عورت اسے نصیب ہوئی تھی وہ لاولد فوت ہوئی تھی۔ اب تھوڑے عرصہ سے ملا صاحب نے علاقہ اسلام آباد کشمیر سے ایک عورت نکاح میں لائی تھی۔ یہ عورت نہایت حسین اور عمر سے ۱۶ سال کی تھی۔ اپنے آپ کو شب و روز سانہ و سامان سے آراستہ و پیراستہ رکھتی تھی۔ اس کا گلابی چہرہ اور مست آنکھیں اور خمدار کاکل اور لب ہائے خندان کو دیکھنے سے بوڑھے ملا کی طبیعت نہایت سنبھل گئی۔ عمر کی واپسی رفتار کے زمانہ میں اسے ایسے ملا ایک فریب نصیب ہوئی جسے وہ نعمت غیر مترقبہ خیال کرتا رہا۔ مگر ہنوز یہ شخص پھل نہ لایا تھا جس کی ملا صاحب کو آرزو تھی۔ گو ملا صاحب کی سبیل معاشرت ایک مسجد پر منحصر تھی جس کے خدمت گزار چند ایک سادہ لوح زمیندار تھے مگر ملا صاحب اس زاہد فریب زوجہ کے دیدار سے فیضیاب ہو کر صبح کو شام پر اور شام کو صبح پر پہنچاتے تھے۔ ملا صاحب جس قدر سادہ دل اور بے لوث اور سیدھے سادے تھے۔ اس کی ضد میں قدرت نے انہیں زوجہ عطا کی تھی۔ یعنی کہ وہ حد درجہ کی چالاک

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اور شیریں زبان اور نظر باز چلتا پرزہ تھی۔ مختصر ایک روز مولوی صاحب ایک زمیندار کے گھر دعوت کھانے کو گئے تھے کہ اُن کے صحن میں ایک گداگر نے آواز دی۔ اتفاقاً مولوی صاحب کی نظر اس گداگر پر پڑی جس سے مولوی صاحب یُوں ہمکلام ہوئے:

ملا صاحب: کیوں بھائی تمہارا گھر کدھر ہے؟

گداگر: جی میں علاقہ کوکرگام کا رہنے والا ہوں۔

ملا صاحب: تمہارا نام؟

گداگر: جی میرا نام دلدار شاہ۔

ملا صاحب: کیا گداگری تمہارا آبائی اور جدّی پیشہ ہے؟

دلدار شاہ: جی کیا عرض کروں، کچھ نہ پوچھو۔

ملا صاحب: کیوں تمہیں اصلیت بیان کرنے میں کیا نقصان ہے؟

دلدار شاہ: جی نقصان تو کچھ نہیں۔ مگر دو باتیں مانع ہیں۔ اوّل اپنا ماجرا کسی غیر آدمی سے بیان کرنا موزون نہیں ہے کیونکہ قول حکما ہے کہ "راز خود با ہر کسے اظہار کردن مشکل است۔" دوم اگر بالفرض عرض بھی کروں تو شاید آپ ایسے تکبر گدایانہ خیال نہ فرمائیں۔

ملا صاحب: (شوق سے) نہیں نہیں، تم ضرور اپنا قصہ مجھے بتاؤ۔ میں نہایت دلچسپی سے سنوں گا اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم راستباز ہو۔ اس لئے تمہارے قصے میں تکبر گدایانہ کی آمیزش نہ ہو گی۔

دلدار شاہ: اچھا سنیئے عرض کرتا ہوں۔ میرے والد صاحب کا نام پیر جلال الدین تھا۔ وہ ایک پیر خاندان کے اعلیٰ ممبر تھے۔ اور ان کے اور دو بھائی تھے جو کہ ابھی موجود ہیں۔ سب سے بڑا میرا ہی والد بزرگوار تھا۔ پنجاب و کشمیر میں مُرید بکثرت تھے۔ ان کی آمدنی پر خرچ و اخراجات خانگی ہوتے تھے مگر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

تعویذ نویسی کا کام میرے والد صاحب کے سر تھا اور مریدوں کے پاس بھی وہی جایا کرتے تھے۔ اُن کے چھوٹے برادران کاروبارِ خانگی انجام دیتے تھے۔ میرے والد صاحب کو میرے سوا کوئی اور اولاد نہ تھی۔ اس لئے وہ مجھے نہایت ناز و نعمت سے پالتے تھے۔ مگر افسوس ہے کہ والدہ کو میری پُر لطف زندگی نہ بھائی۔۔ ۵ سال کی ہی عمر میں مجھے والدہ سے دائمی مفارقت حاصل ہوئی۔ ابھی یہ زخم اچھا نہیں ہوا تھا کہ پورے تین سال کی عمر میں میرے والد صاحب مجھے اپنے بھائیوں کے حوالے کر کے عالمِ جاودانی کو جا سدھارے۔ اس وقت میرے والد صاحب بہت جائیداد چھوڑ کر انتقال کر گئے تھے۔ گھر بار مال و دولت سے بھرا پڑا تھا۔ اچھے اچھے گھوڑے موجود تھے اور بہت سے نوکر اور خادم گھر میں موجود تھے مگر ان میں سے کسی چیز نے میرا ساتھ نہ دیا۔ چاچا صاحبان نے نہ معلوم کس مصلحت پر سری نگر ایک رشتہ دار کے پاس بھیج دیا جس کے ساتھ ہمارے خاندان کا دور کا رشتہ تھا۔ ان صاحبان نے اوائل میں مجھ سے خانگی خدمت لی۔ آخر چھ سات سال کی عمر میں مجھے کارخانہ ابریشم سری نگر میں روزی کمانے کے لئے محلہ کے دوسرے اوباش لڑکوں کے ساتھ تعینات کیا جہاں میں نے چند سال غنچہ گردانی کا کام کیا۔ جو کچھ مجھے وہاں سے ملتا تھا' نہ میں اپنے ڈیرے والوں کی نذر کرتا تھا۔ لیکن مجھے ہرگز معلوم نہ تھا کہ میں کون ہوں' اور کہاں سے آیا ہوں' اور کیا کر رہا ہوں۔ اس اثنا میں گاہ گاہے میرے چاچا صاحبان سری نگر آتے تھے اور مجھ سے بالکل کم اُلفت کرتے تھے۔ میں بھی ان کی بے اتفاقی کی وجہ سے اس کی قرابت محسوس نہ کرتا تھا کچھ عرصہ کے بعد لوگوں کی زبانی مجھے اپنی اصلیت کی نسبت معلوم ہوا اور ایک روز میں نے محال ابریشم پر جانے کا ارادہ کر کے سیدھا اپنے گھر کا راستہ لیا۔ اور جب میں راستہ پہنچتے پہنچتے اپنے گھر پہنچ گیا تو میں نے کیا دیکھا کہ ہر دو چاچا صاحبان نے مجھ سے ناواقفی ظاہر کی۔ آخر میں نے اپنا حال عرض کیا' جس پر بڑے چاچا صاحب مجھ سے یوں گویا ہوئے:

چاچا صاحب: نہیں بھائی ہمارا برادر زادہ جو بلال الدین شاہ کے نام سے موسوم تھا کچھ پانچ سال سے بہ قضا فوت ہوا۔ میں نے خود اس کی تجہیز و تکفین کی رسم کیا کیونکہ اس

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کہتے ہو' کہاں ہمارے برادر زادہ مرحوم و معصوم' کہاں تو کہیں کا غنڈا اور مشٹنڈا۔

دلاور شاہ: نہیں چاچا صاحب۔ میں ہی دلاور شاہ ہوں۔ اور میں آپ کو اچھی طرح شناخت کرتا ہوں۔ افسوس ہے کہ آپ مجھے شناخت نہیں کرتے حالانکہ آپ نے کئی دفعہ سری نگر میں دیکھا ہے اور محال ابریشم کا مزدوری کرنے پر شاباش بھی کیا۔

چاچا صاحب: حرام زادہ کیا بے ہودہ باتیں بناتا ہے۔ کہاں محال ابریشم اور کہاں ہمارا خاندان۔ اگر تو ہمارا برادر زادہ ہوتا تو کیا ہم تم کو محال ابریشم کی مزدوری کرنے دیتے۔ یہاں تو ہمارے دیوان خانہ پر بیس آدمی مسافر روزانہ روٹی کھاتے ہیں کیا ہم تم سے مزدوری کراتے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو سرینگر کا کوئی بدمعاش پیشہ اور جعل ساز ہے۔ میں ابھی تم کو پولیس کے سپرد کروں گا۔ تو ہمارے خاندان کو بدنام کرتا ہے۔

دلاور شاہ: میں' جناب من' میں حرام زادہ نہیں ہوں بلکہ پیرزادہ ہوں۔ اور آپ کا برادر زادہ ہوں۔ شاید آپ مجھے شناخت نہیں کرتے ہیں۔ میں باشندگان دیہہ سے صداقت کرا سکتا ہوں۔

میری اس تقریر سے چاچا صاحب سخت خشمناک ہو گئے۔ انہوں نے آواز دیکر چند ایک آدمیوں کو بلوا کر خوب میری درگت بنائی اور نہایت بے رحمی سے مجھے گھر سے نکال دیا۔ میں احاطے سے باہر نکلا۔ لوگوں سے نمبردار دیہہ کا گھر دریافت کر کے سیدھا وہاں کا راستہ لیا۔ نمبردار صاحب ایک شائستہ آدمی تھے۔ میں نے آبدیدہ ہو کر اپنی درد بھری داستان ان کے گوش گزار کر دی۔ میرے بیان سے نمبردار صاحب نہایت متاثر ہوئے اور ایک ہم نشین سے غصے کی حالت میں کہنے لگے:

نمبردار صاحب: جہاں تک میری عقل کام کرتی ہے میں اچھی طرح سے اس لڑکے کو شکل و شباہت اور ڈھیل ڈھال سے شناخت کر سکتا ہوں کہ واقعی یہ لڑکا پیر جلال الدین مرحوم کا لڑکا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے بلکہ یہی لڑکا ہے جس کا نام دلاور شاہ ہے اور جس کی نسبت چند سال ہوئے کہ یہاں پیر صاحبان نے مشہور کردیا کہ سری نگر میں وہ فوت ہوگیا ہے۔

ہم نشین: میں بھی اطمینان سے تصدیق کرتا ہوں کہ یہ لڑکا دلاور شاہ فرزند پیر جلال الدین مرحوم ہے اور وہی لڑکا ہے جس کو مرحوم کے بھائیوں نے اس مصلحت پر سری نگر بھیجا تھا کہ وہاں تعلیم دینی حاصل کرے۔

نمبردار صاحب: پھر کیا وجہ ہے کہ اس کے چچا صاحبان اس سے ناواقفی ظاہر کرتے ہیں؟

ہم نشین: انہوں نے اکثر دفعہ افسوس سے اپنے برادر زادہ کی وفات کا تذکرہ نہایت دردناک لہجہ میں کیا اور بتایا کہ جس روز اس کے مرنے کی خبر یہاں پہنچی تو ان کے خاندان میں سخت ماتم ہوا تھا۔ اب نہ معلوم کہ کیا معاملہ ہے؟

نمبردار صاحب: اگر وہ واقعی مر گیا تھا تو یہاں کہاں سے آیا؟

ہم نشین: شاید اُن کو غلط خبر کسی نے دی ہو اور یہی وجہ اس کے نہ شناخت کرنے کی ہوگی۔

نمبردار صاحب: (غصہ کے لہجہ میں) واہ رے بڈھے پیر صاحب تو وہ خبر سنتے ہی میرے اصرار سے تحقیقات کے لئے خود سری نگر گئے تھے۔ وہاں سے واپس آکر انہوں نے ایک لمبے قصے میں انہوں نے مجھے اپنے برادر زادہ کی وفات کا قصہ سنایا اور بتایا کہ اس کے بدن کے کپڑے بھی دکھائے جس پر ان کا تمام خاندان زار و قطار رو رہا تھا۔

ہم نشین: یہ تو عجیب معاملہ ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا۔

نمبردار صاحب: نہیں دراصل یہ معاملہ ہے کہ کشمیر کے پیر احکام مذہب کو جواب دے بیٹھے ہیں اور طمع کا بھوت ان کے سر پر سوار ہے۔ چونکہ پیر جلال الدین ایک امیر آدمی تھا اس کی اتنی بہت بڑی جائیداد تھی جس کے ہضم کرنے کے واسطے اس

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کے بھائیوں نے اس کے اس فرزند کی موت کی خبر مشتہر کر دی، ورنہ اور کوئی بات نہیں ہے۔

ہم نشین: بہتر ہے آپ پیر صاحبوں کو فہمائش کریں تاکہ اس غریب کی حق تلفی نہ ہو۔

نمبردار: (اپنے ایک نوکر سے مخاطب ہو کر) جاؤ پیر صاحب کو کہو کہ عرض کرتا ہے کہ یہاں تک تشریف لے آؤ۔

آدمی سنتے ہی پیر صاحب کے گھر چلا گیا، اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر کہنے لگا کہ پیر صاحب کی طبیعت ذرا علیل ہے، نمبردار صاحب خود یہاں تک تشریف لا دیں۔

نمبردار صاحب: (میری طرف مخاطب ہو کر) صاحبزادہ صاحب! آپ غریب خانہ پر تشریف رکھیں۔ میں اچھی طرح آپ کا انتظام کروں گا۔

اس کے بعد نمبردار صاحب تو وہاں تشریف لے گئے اور میں ان کے مکان میں رہا۔ تقریباً چار گھنٹہ کے بعد نمبردار صاحب تشریف لے آئے۔ اس دفعہ ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا جس کے سر پر سیاہ گول پگڑی تھی اور قد سے لمبا تھا اور عمر اس کی تقریباً اکاسی سال کی ہوگی۔ وضع قطع سے معلوم ہوا کہ یہ گاؤں کا چوکیدار ہے۔ اب ملازمانِ سرکار کے دیکھنے سے میری ہمت اور حوصلہ میں اور بھی اضافہ ہوا۔ اس چوکیدار نے آتے ہی ایک بیم ناک نگاہ سے میری طرف دیکھا اور نمبردار بھی ترچھی نگاہ سے اب کی دیکھتا تھا۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد چوکیدار نے ایک پُرخوف آواز میں مجھ سے میرے ماجرا کی کیفیت سنی۔ میں نے حرف بحرف بیان کر دیا جس پر نمبردار یوں گویا ہوا:۔

نمبردار: میں نے پہلے تم کو راست باز خیال کیا تھا۔ ورنہ میں تم کو ہرگز اوپر آنے کی اجازت نہ دیتا۔ مگر اب معلوم ہوا کہ تو سری نگر کا کوئی آوارہ گرد بدمعاش ہے۔ تم نے مجھ کو بڑا دھوکہ دیا اور پیرزادہ ہونا ظاہر کیا۔ مگر جب میں نے پیر صاحب سے حلفیہ دریافت کیا تو انہوں نے تمام قصہ سنا دیا اور بلکہ اپنے برادرزادہ مرحوم کے کپڑے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

بٹھا دکھائے جو کہ اس صاحبزادہ کے بدن سے ابھی ابھی نکالے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ تم واقعی بدمعاش ہو۔

زلاور شاہ: نہیں صاحب۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، اب بھی کرتا ہوں کہ میرے بیان پر ایک حرف بھی خلاف نہیں۔ میں ایک مصیبت زدہ روزگار ہوں اور نہایت ہی بدقسمت اور کور بخت۔ مگر آپ میری حالت پر رحم فرما دیں۔

نمبردار: بس اب میں تمہاری چرب زبانی نہیں سننا چاہتا۔ تم رحم کے خواستگار ہو۔ میرا تم پر یہی رحم ہے کہ تم جس راہ سے آئے تھے وہی راستہ اختیار کرو۔ ورنہ تمہاری خیر نہیں۔

چوکیدار: (نمبردار سے مخاطب ہو کر) نہیں جی، اب اس کو چھوڑ سکوں یہ تو خلاف قانون ہے۔ مجھے حکم ہے کہ ایسے مشتبہ لوگوں کی رپورٹ ہونی چاہیئے۔ میں اس کو تھانہ پولیس میں پیش کروں گا۔ شاید کہیں کا ...... یا کوئی روپوش بدمعاش ہو۔

یہ کہہ کر چوکیدار و بہرہ نے مجھے ایک مضبوط رسے سے باندھ کر نہایت بے رحمی سے میرے منہ پر طمانچے مارے اور میں نے زار زار رویا۔ مگر افسوس ہے کہ اسے میری بے کسی اور بے بسی پر ذرا بھی رحم نہ آیا۔ حالانکہ میں اس سے بار بار رحم کی درخواست کرتا تھا۔ مگر اس سیاہ پوش، سیاہ دل کو ہرگز رحم نہ آیا اور اسی طرح مجھے دھکیلتے ہوئے تھانہ پولیس کو لگام کی طرف لے جانے لگا......

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

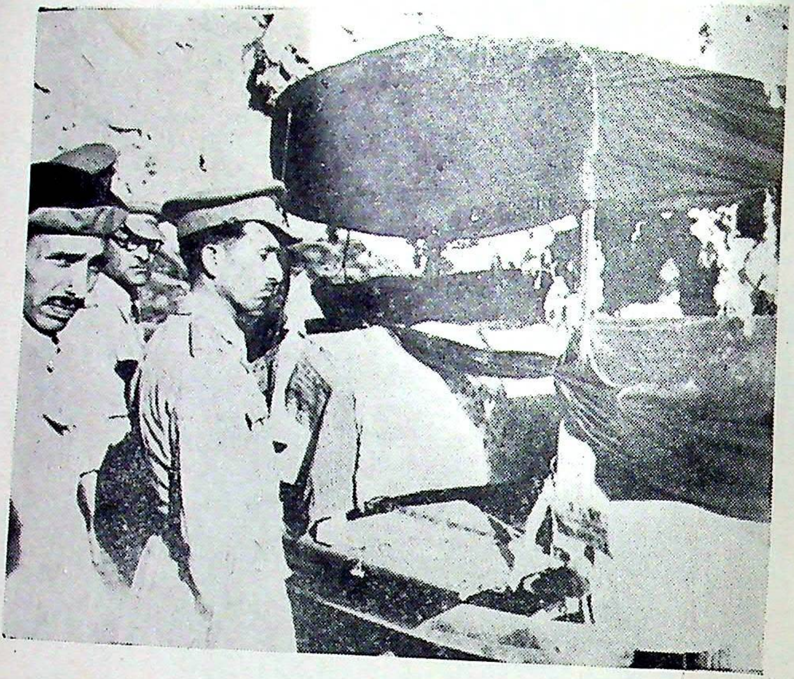

(۱۰) سوئے مدفن رواں .....

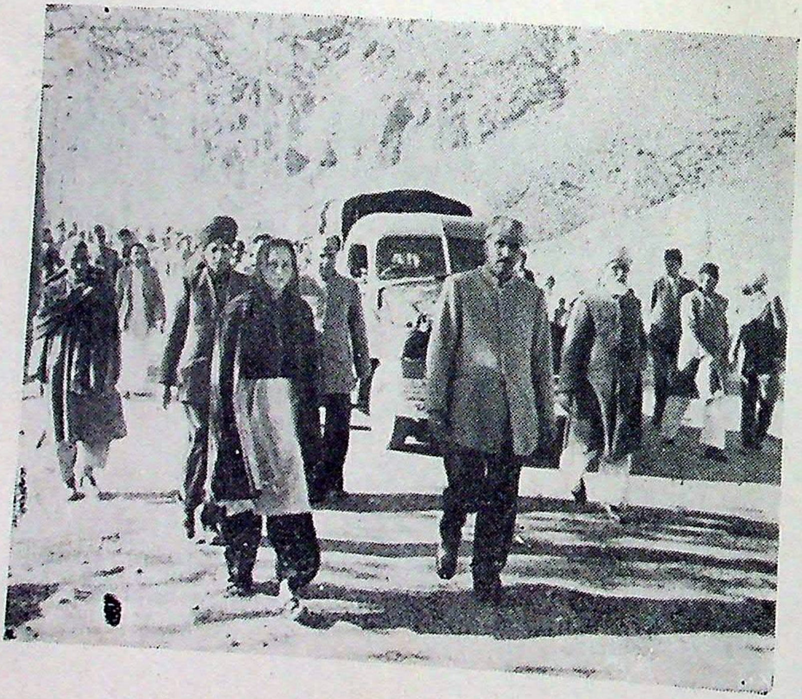

(۱۱) مہجور کے جنازے کا ایک منظر — بخشی غلام محمد، مولانا مسعودی اور فریدہ بیدی اگوائی کر رہے ہیں۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(۱۵) مہجورؔ کا شہری مکان (طلکی کدل۔ سری نگر)

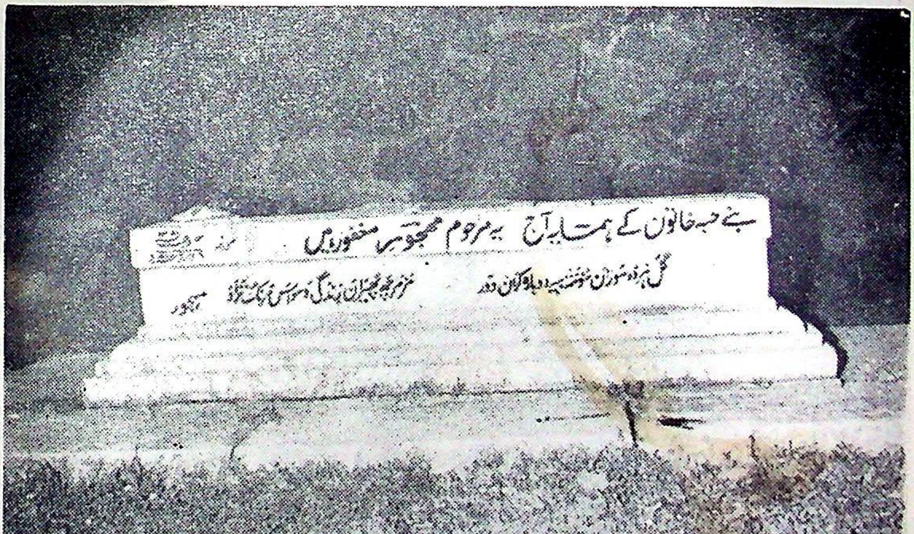

(۱۶) مزارِ مہجورؔ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام احمد مہجورؔ

حمد

کُنے مانِن خُداتس بندگی کر   نہ گُنزرادُن دوئیم کانہہ تس برابر
کمہ خوٗ دوان بندگی شرمندگی چھے   اَکے ژھانُرن تہٕ اَکی سیتی تھوٗنے
اَکِس مٔلکس پٮ۪ سلطان زہ شٮ۪ن کر   اَکِس مُشدہ نِبن مانزہ تہٕ ممبہ
اکے عاشق تہٕ دلبر کرُنہ مانے   نہ خاوند کرشٮ۪ن اَکی پٮ۪ٹھ زنانے
ژٕ نے تس سیتی تھاوکھ سازگاریٔ[۱]   دلی ستی پیٹھ کیا کھنٕتے تٔرنے یارٕی
نمان چھکھ ژٕ ور تٕ دورے دوان خدایا   دیان چھکھ پنُنہ تہٕ خدایا آخرتھ ہتہٕ
اَکِس دیہ ہیکھ نہ چھس نا بندہ چونے   خدایو نے تٔرنے تٕ دوتے جان میونے
بٕنیس دیہ ہیکھ بجلسے خود ستانی   نہ چھس چونے ہٮ۪س چھس تہ ہتھ رچھانی
مگر امہ سیتی کینٛہہ پنٕنی نہ حاصل   یہ پھیری سیٹھا غمگین گژھی دِل
تھوان دوان کانلِن پیٹھ تُسی کھاتہ   پھٕٹان مے کوٚلہ چھے پرٲنہ ہنزے کتھ

پٔرِتھ قرآن یی سے یوزنہ آو
نصیحت چھے کران مہجور کُن تھاو

۱؎ اس نسخے میں تقسیم کی گئی ہے اور یہ مصرع یوں بھی لکھا گیا ہے۔

ژٕ نے اکی سیتی تھو ٲبی سازگاری   (ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام احمد مہجورؔ

نعت

موٗمنو یاد کرِو درودِ حضوٗر
وقتہٕ وقتے پٔرِو درودِ حضوٗر

پانہٕ سوزان درود حق سبحان
پرٛکھ درٛد تس چھُہ سرورِ درودِ حضوٗر

سۄ یے نمازہٕ پیٹھ حق سبحاہ افضل
آسہِ ہیٛتھ تاج سر درودِ حضوٗر

بڑٕ عبادت یہے چھےٚ دروٗنیا
پرٛ پرٛ شام و سحر درودِ حضوٗر

دم بدم تس چھُہ جلوہ احمدؐ
آسہِ یٖس ورِ نظر درودِ حضوٗر

یۄدوگۄمت آسہِ موٗمنا لاچار
تس چھُہ لعل و گہر درودِ حضوٗر

لا علاج آسہِ دٲدی لدبیمار
تس چھُہ شیر و شکر درودِ حضوٗر

قبرِ دس چھُکھ پرٛ ھیوٗن گۄمت
یس ترٛٲیتھ چھےٚ زرِ تہٕ پرٛ درودِ حضوٗر

کرِ کیاہ تس تیاپتھ گرمی
یس کلس پیٹھ ٹسیر درودِ حضوٗر

یس تہٕ ضدار آسہِ گۄمت گیر
بس چھُہ مال و زر درودِ حضوٗر

اے مسلمان مہ بٔرِتہٕ کانٛہہ وسواس
چھےٚ ترٛٲیتھ پۄڈراہ بہ درودِ حضوٗر

چھُکھ پٔریے کس حبیبؔ غم کیاہ چھےٚ
بلے سرن ہتھ چھُہ سۄ درودِ حضوٗر

ف یہاں یہ بات واضح نہیں ہے کہ مہجور نے مقطع میں حبیب کیوں لکھا ہے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام احمد مہجورؔ

رحمۃ للعلمین

ازچھ اسہ دیدار باوان رحمۃ للعلمین
وعدٕ تگ مسہ اگراوان رحمۃ للعلمین

یُس نہ کینہہ آیا کُھی رحمۃ للعلمین تس نادِ مو
آدمس انسان بناوان رحمۃ للعلمین

بوزِ فرماوان چھ کیاہ دِوان عالمن شہپاتھ
قدرتک اسرار باوان رحمۃ للعلمین

سینہٕ تھاوُن صاف مُشراوُن کدورت تے حسد
کینہ تراوُن ہیچھناوان رحمۃ للعلمین

بدکرن والین کران رتہ صبر بخشان خطا
دُشمنن ممنون تھاوان رحمۃ للعلمین

عاجزن کمزور انسانن تلان اتھ ذرٕ کران
غمزدن دِل سینہ لاوان رحمۃ للعلمین

یو چھ اتھ کھیاوان تہ چاوان یاتہ موذن دِلدار
چھِرِ تھاوس کھین وانہ ناوان رحمۃ للعلمین

غم کھیوان لوکہ ہندِ کران خدمت یتیمن بیکسن
کاتِسہ کردِل رادہ راوان رحمۃ للعلمین

یوت دوچھنگ مظلوم کافر تہندہ کنہ کرتل تجب ھ
ظالمس نش بچہ راوان رحمۃ للعلمین

اتحادُک. ملتاکم سبق دِتوتھ نیا اسس
اتفگ مس کس چھو چاوان رحمۃ للعلمین

ازچھو تمہ سند زاپہ ذوہ تعظیمہ سان ہیچوِ آو
کاشرین ہو چھ یاد پاوان رحمۃ للعلمین

یہ نعت بھی کلیات مہجور میں شامل نہیں ہے لیکن روزنامہ خدمت کے ایک پرانے شمارے میں شائع ہو چکی ہے چونکہ یہ شمارہ دستیاب ہے اس لئے اسے بھی غیر مطبوعہ شعری حصے میں ہی شامل کیا جاتا ہے (ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مخمس نا تمام

کیاہ کیاہ وچھان چھس

ونے کیاہ تۄ وۄنے اکھ جہانا وچھان چھس — جہانس لۄ تۄ وۄنے تا سانا وچھان چھس

زمین اُس پتہ آتی مچمہ تنگ ییہ دیپوس — بدلانگ بعد پے زمانا وچھان چھس

ونے کیاہ تۄ وۄنے اکھ جہانا وچھان چھس

یہ تۄ باغوان یام باغسؔ[1] اندر ووت — دوپن گونڈ ہاون نہ دیتہ، تھاوِن گگلی ادت

چھہ سگہ وان پترن تہ مےلن وان ذیمہ دیت — نوے فیشنگ باغوانا وچھان چھس

ونے کیاہ تۄ وۄنے اکھ جہانا وچھان چھس

کرِ کھ[2] ٹکرے وایہ ہندوستانس — دودکاری شرابہ زرباقہ کیس سایہ یانس

خنا پوش گیے ڈوٹھ پیہ گلستانس — یہ ہندوستان[3] ذیکھ خانا وچھان چھس

ونے کیاہ تۄ وۄنے اکھ جہانا وچھان چھس

نمان کس چھہ از مندرن آستانن — پرزھان کس چھہ پیرن تہ تنجیم دانن

منگان فیض ساری چھہ از جیل خانن — سیٹھاہ تھویت آستانا وچھان چھس

ونے کیاہ تۄ وۄنے اکھ جہانا وچھان چھس

---

[1] اس نسخے میں "باغس" کے ساتھ ساتھ متبادل لفظ کے طور پر "چمن" بھی لکھا ہے۔

[2] اسی مصرعے "کرِ کھ" کے ساتھ ساتھ متبادل لفظ کے طور پر "سید" بھی لکھا ہے۔

[3] مسودے میں "یہ ہندوستان" کے ساتھ متبادل الفاظ کے طور پر "پتم ملک اکھ" بھی لکھا ہے۔ (ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

زوال آو پژ تھ رنگہ امن وامانس	پھیلی ہوس وزتھ ہر طرف مال وجانس[1]
یئے راتھی آہی پھری تمے کاروانس	پریشان پرٔ تھ کاروانا وچھان چھس
ونے کیاہ نو دمے اکھ جہانا وچھان چھس

ژھتس پاو ونی پرٔ ژھے پژا ہو کتھا اَر	وُژتھ یس اَکس نرٔسہ کھنیہ لو کہ ہنز رٔ
وُچھتھ وقت یار وتہ اکھ بیٹھ عمل کرٔ	سلامت پہ کانہہ ناتوانا وچھان چھس
ونے کیاہ نو دمے اکھ جہانا وچھان چھس

۱۹۴۷ء

---

[1] اس نسخے میں "پھیلی ہوس وزتھ" کی جگہ "پھیل ہوس مبتو" بھی لکھا ہے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام احمد مہجورؔ

منظوم اپیل

کاشرِ لوٗ اکرٕ ژوارٕ روزٕنک نلاش　　یٔژ غنیمت زان بجلی گاش
ایٔ گیٹہ کاسی اَشیک پیٚٹھ اگاش　　یٔژ غنیمت زان بجلی گاش
بجلی گرہ چھے پٔنٕنۍ جاںٔداد　　پانہٕ چھکھ مالک تی تھو یاد
پٔنٕنس ہینزس (مہ) کرٕ زیادٕہ ناش　　یٔژ غنیمت زان بجلی گاش
ژٕ رِٹھ پیٚش لاگہ سہ چھہ نادان　　رادٕہ راوان پٔنٕنۍ دیٚنۍ وایان
لُٹھ کرِ ژٕیتھ کار سہ چھہ بدمعاش　　یٔژ غنیمت زان بجلی گاش
گرس ہیٚلہ ژٕ درگژھ گرٕ ویران　　گر بارٕ ژٕ تھاون تتھ کُن دھیان
خانٕہ دارٕ وٕنہِ اکہ ٹلہٕ پرفاش　　یٔژ غنیمت زان بجلی گاش
اَنہٕ ما چھکھ کانہہ ہینز سرٕ وُگ میلان　　نقد پوٚنسہ خرچہ چھیتھ تہ دُر ژُگ میلان
سرٕ وُچھ لوان بجلی بنیہ برداش　　یٔژ غنیمت زان بجلی گاش
رٕتس چھکھ دن دنہ مے گاش پُچھان　　رٕتہٕ چھے نہ ہونٕک روزان دھیان
قرض دال کِتھ اِدٕ چھے شاباش　　یٔژ غنیمت زان بجلی گاش
سیٹھاہ دو دم دیہ وارٕ یاہ کال　　لکھ وٕنس نہٕ والہ گژھ کنگال
اتھ دو کانس گژھ ناناش　　یٔژ غنیمت زان بجلی گاش

○

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

وقتن کرِ ساوی نوٗرادار
دوٗہ کھوٚت کمزورو گژھو بیدار

راتھ گیہِ دوٗہ دآدیو ہمسن گوہار
دوٗہ کھوٚت کمزورو گژھو بیدار

ژٕم کران آٔشن رنگہٕ جاین منز
ژٕوزان پانہٕ تاپہٕ کراین منز
چھاۓ نیپے تختس چھہ اُمید دار
دوٗہ کھوٚت کمزورو گژھو بیدار

انسان رکھہٕ چیلیہ انسانس
فرق کیاہ روزِ تس تہٕ حیوانس
حیوان اکھ اکس پیٹھ خونخوار
دوٗہ کھوٚت کمزورو گژھو بیدار

ریشمی موزٕ چھِ ژھیٹ چھکھ سنان
ہیٚر تکیہ چھِ موٚٹ منگہ ناوان
ناتہٕ مین تنہِ ہینہِ واتہِ آزار
دوٗہ کھوٚت کمزورو گژھو بیدار

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام احمد مہجور

کمن کتھن تھاوکنہ دؤرو لولہ ژوررو وندیو جان
لول آم چونئے میشانہ ہیجؤرو
رژٹ سخنو چاہنو ویرو از کشمیر تا ایران
چون آلو گوو منظؤرو
لولہ ژوررو وندیو جان
ملکہ سخنک چھکہ بہودؤرو ماری متندی چھکہ تیرلایان
چھکہ[1] عالم کورتھن گیرو
لولہ ژؤررو وندیو جان
حورہ ژٹتھ درایہ زنجیرو سوزہ چاننک چھکہ ارمان
غوب چھکہ ماہ منیرو
لولہ ژؤررو وندیو جان
چانہ سوزن وول کمشیرو روزتہ ساتھ ابوز تہ افسان
ژھایہ روزن چھا دستؤرو
لولہ ژؤررو وندیو جان

---

[1] لفظ "چھکہ" سمجھ میں نہیں آیا اس لئے اسے بالکل اسی طرح سے نقل کیا گیا ہے جیسے مسودہ میں لکھا گیا ہے۔ (ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

دٔیت بیہ رٕ ینہ یم تٔے زیرو   رازٕ ینٛدر ازٕن سوز بوزان
غم کاسان چون تحریرو
لولہٕ ژٕ ؤرو وندیو جان

وٚاعاشق عشقن پٔرو   رات تٔے دوہ چھی ژھاران
گوکھ دِلس چون تأثیرو
لولہٕ ژٕ ؤرو وندیو جان

موٚکھ سینا چانہِ تقریرو   مس کٔجن تہ گومر جان
پردٕہ موتھاو نردی ژٕ ؤرو
لولہٕ ژٕ ؤرو وندیو جان

یارس گٔیہ چأنی زیرو   پیرو روٚٹ دے چون دامان
مِٹھ ژٕ رٕ ے اُسّے صبحک نورو
لولہٕ ژٕ ؤرو وندیو جان

ٕ رینا (رب منلے)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام احمد مہجور

وۄلو ہا پوشہ نُو لہٕ پوشہ لنجہ پیٹھ تازٕ لیکھر کر
گوٗلاب ہی پوشن مالہٕ سوٗنی پوشن ژٕہ اَنبر کر
تھرِن اَندی اَندی وۄہان چھکان بُلبُلاہ پرٲر کر بیوٗرِکن
کھسکھ ژٕ تہٕ تھود سۄتھاہ شہر یا زٕ سُنزٕ بیوٗ پادہ شہر کر
ژٕ اَنٕ تام گلشنس اَندر کران آکھ چاک دامانی
سترن تل رۆف کرِتھ کمہ چاک بیٛیہ یا لیے برابر کر
جہانک پوز اثر ہُمہ ستراوٕ لوٚتہ پاٚٹھ تھاوٕ جگرس منز
ژٕ بیٛیہ لٔش پید اگر ہوٚن لعل و جواہر دل سمندر کر
خیالاتو تہٕ وہمو جایہ چھیہ ژٕ مترٕ لس اندر
یوٚہے چھیہ سمت مشکل قلعہ زینن گوڈٕ یوٚہے سر کر
ژٕ ہے کرزٕ ناہ پوشنے یاجوج تہ ماجوج ہیوٚ دشمن
ژٕ محکم ہمتک دیوار بٔن کارِ سکندر کر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اَتھس کیتھ ٹونگ ہیتھ ووتھ پھیریتھ نیٖن سنگرٕن بالَن

ژٕ پائِرا بالہٕ پیٚٹھٕ مشِن سنگ مرمر لعل و گوہر کر

نہکھس کیتھ آلہٕ ہیتھ زِن چھک پہلوان زابلستانک

زمینس ژٕرٹھ جگہِ نیٚراٹِھن کینٛہو مادان تہٕ سنگر کر

بٔنِن آرام ترأوِتھ، واتہٕ ناوٕن نعمہِ مسکینن[۳]

تیٚمِس مشِر آسہِ نیٚرِتھ خوبی ژٕ نہ تمسے ناوٕلیٹھ رکر

نزاکت یادہ گی لازِم مگر آرام زیبا

گوٗلائِس نَش ہیٚچھان گژھہ وارٕ کنڈَن پیٹھ ژٕ بسترکر

ژٕ وات مجبور پائس پانٕ اتھ مشکا میابی چھے

اتھن مشر چھے سیٹھاہ طاقت کمتھ میانین ژٕ باورکر

---

۱ یہ نظم کسی کلیاتِ مہجور میں شامل نہیں ہے لیکن یہ رسالہ "گونگ پوش" جلد ۱۔ نمبر ۴ میں چھپ چکی ہے

چونکہ یہ رسالہ اب نایاب ہے۔ اس لئے یہ نظم بھی غیر مطبوعہ حصّے میں شامل کی گئی ہے۔ (ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

حصۂ مکاتیب

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

محمد امین (ابن مہجور) کے نام

ذیل میں ہم اس غیر مطبوعہ مکتوب کو شائع کر رہے ہیں جو مہجور نے اُس وقت نئی دہلی سے اپنے فرزند محمد امین ابن مہجور کے نام بھیجا۔ جب انہیں شیخ محمد عبداللہ وزیر اعظم جموں و کشمیر نے اپنے ہمراہ لیا تھا تاکہ وہ تاریخ کشمیر کے متعلق مواد فراہم کریں۔ اس خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ مہجور تاریخ سے متعلق معاملات میں اپنے فرزند پر کتنا انحصار کرتے تھے اور انہیں بیٹے کی صلاحیتوں پر اعتماد تھا۔ ہم یہ مکتوب محمد یوسف ٹینگ کے شکریے کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو اسی شمارے کا مضمون۔ "مہجور کا پُشت پناہ — ابن مہجور"۔ (ادارہ)

(۱)

نیو دہلی

۲۱، فروری ۱۹۵۱ء

۱۰، پھاگن ۲۰۰۷ یوم بدھوار

عزیز ارجمند سلمہ اللہ تعالےٰ

کل ایک منفصل خط ارسال کر چکا ہوں، آج ایک لسٹ ارسال ہے۔ یہ لسٹ ڈاکٹر پنڈت رادھا کشن پارمو کی مرتب کردہ ہے۔ اس نے ایک کتاب "خرام شاہ میر تو شاہ جہاں" انگریزی میں لکھی ہے۔ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ شیخ صاحب کا خیال ہے کہ اس کو سرکاری طور پر شائع کر دیں گے اور اردو ترجمہ بھی ہوگا۔ یہ لسٹ اُسی کتاب سے لی گئی ہے۔ چونکہ یہ کتاب صرف مسلم عہد حکومت کے لئے ہے۔ تاہم مصنف کی محنت قابل داد ہے۔ اب یہاں مشورہ ہوا کہ اس لسٹ میں سے جو کتاب ہماری نظر سے نہیں گذری ہے۔ اس کی نقل یا اصل حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ لہذا آپ فوراً بواپسی ڈاک مطلع کر دیویں کہ اس میں سے کس کس کتاب کی ہمیں ضرورت ہے۔ اصلی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

لسٹ آپ اپنے پاس رکھیں۔ جو جو کتاب آپ کو مطلوب ہو اُن کی فہرست ایک ہی دن میں مرتب کر کے بذریعہ رجسٹری میرے پاس بھیج دیویں۔ بالکل کوئی غفلت یا درنگی نہ کریں۔ اور اگر انڈکس تاریخِ کشمیر آپ نے تیار کر لیا ہوگا تو وہ بھی ساتھ ہی بھیج دیویں۔ تاریخ کشمیر سے[1] متعلق آپ نے جس قدر مواد جمع کیا ہے اُس سے میں لاعلم ہوں۔ خصوصاً انگریزی ریکارڈ کی مجھ کو کچھ علمیت نہیں۔ اس لئے یہ لسٹ آپ کے پاس بھیج دی گئی۔ ڈاکٹر بامزو نے 'بہارستان شاہی'[2] لنڈن سے منگوایا تھا۔ اس کی نامکمل نقل بھی اس کے پاس موجود ہے۔ اُس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اوراق آپ کو دکھا دوں گا۔ شیخ صاحب کل بروز روانہ جموں ہو گئے۔ میں نے یہاں ہی ٹھہرنا ہے۔ اب آپ کے جواب کا انتظار ہے۔ جواب آنے پر ان کتابوں کی تلاش شروع ہو گی۔ اس لئے جس قدر جلد ممکن ہوگا لسٹ بھیج دیویں۔

علی محمد[3] صاحب نے ابھی تک روپے نہیں بھیجے۔ اگر اس کو فی الواقع رسٹ واچ کی ضرورت ہے تو روپے جلدی بھیج دیویں۔ چونکہ عبدالرحیم نورباغ نے بھی کہا تھا کہ مجھ کو چند ایک چیزوں کی ضرورت ہے۔ اگر اب بھی اس کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو اس کو کہہ دیویں کہ وہ بھی کم از کم ڈیڑھ سو روپے بذریعہ تار منی آرڈر بھیج دیوے۔ کیوں کہ بذریعہ ڈاکخانہ دیر سے روپے ملتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اُس وقت میرے پاس وقت کی گنجائش نہ ہو۔ کیوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کی لسٹ پہونچ جانے پر مجھے دہلی سے باہر بھی جانا پڑے۔ اگر اس کو کسی چیز کی خاص ضرورت نہ ہوگی تو اس کو کہہ دیویں کہ وہ میرے لئے ایک سو روپے بذریعہ تار منی آرڈر بھیج دیوے۔ منشی کام کے مفصل حالات تحریر کریں۔ جناب علی محمد صاحب، پنڈت اوشکر ناتھ صاحب، عبدالرحیم صاحب نورباغ، سلمان کو میری تسلیمات پہونچائیں۔

مہجور کاشمیری
معرفت ڈپٹی کمشنر صاحب ریاست جموں و کشمیر
۵۔ پرتھوی راج روڈ۔ نیو دہلی

---

[1] یہ کتاب "کشمیر میں مسلمانوں کا عہدِ حکومت" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ [2] سترھویں صدی میں لکھا ہوا یہ مسودہ بھی ڈاکٹر اکبر حیدری کی ترتیب سے شائع ہو چکا ہے۔ [3] مراد مہجور کے پبلشر علی محمد اینڈ سنز بک سیلر سے ہے جو سری نگر میں اپنا توسیع شدہ کاروبار چلانے میں مصروف ہے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ٹنکی کدل۔ سرینگر

۲۰، کاتک ۲۰۰۸ ب۔

عزیزم محمد امین سلمہ اللہ تعالےٰ!

میں آپ سے رخصت ہوکر پلوامہ سے جیپ کار پر شام کو سرینگر پہنچا۔ کھانا کاظمی صاحب کے گھر کھایا۔ ۹ بجے رات نیڈو ہوٹل ہال میں شامل مشاعرہ ہوا۔ مشاعرہ صرف اردو زبان میں ہوا۔ مشاعرہ کی صدارت راقم نے بہ تحریک مولوی سعید اور بہ تائید جناب شیخ صاحب قبول کی۔ مشاعرہ میں اکثریت ہندوستانی شعراء کی تھی۔ مشاعرہ کامیاب رہا۔ جوش ملیح آبادی کا کلام جوش و خروش سے سنا گیا۔ کشمیری شعراء میں سے مرزا کمال الدین صاحب کا گلِ زعفران بیحد پسند کیا گیا۔ یہاں سے فراغت حاصل کرکے ۱۲ بجے رات سرکاری موٹر پر ٹنکی کدل آیا۔ دوسرے دن چار بجے شیخ صاحب نے ایمپوریم میں شعراء کو ٹی پارٹی دی، راقم بھی شامل ہوا۔ وہاں سے کاظمی صاحب کے مکان پر مع لفر پھر شام کا کھانا کھایا اور نو بجے رات ایس پی کالج ہال کے مشاعرہ میں شامل ہوا۔ کاظمی صاحب کی صدارت میں اردو، فارسی اور کشمیری زبان میں مشاعرہ ہوا۔ راقم نے نیو کشیر (نیا کشمیر) کی نظم پیام نمبر ۳ سے سنائی۔ بہت پسند ہوئی۔ جناب بخشی صاحب اور شیخ صاحب نے ہال سر پر اٹھایا۔ ۹ اور ۱۰۔ نومبر ۵۱ء کو یوم حبہ خاتون کا جلسہ ہے۔ اس جلسہ کے بعد انشاء اللہ متریگام آونگا۔ حامل ہذا قفل کے متریگام میں رہ جانے سے لاعلم ہے۔ اس کو بے خبر ہی رکھیں۔ حامل ہذا احمد ڈار قیصر لولہ کے ہاتھ بکس ارسال ہے۔ چونکہ حامل ہذا کی ایک نقل انگریزی ٹائپ یعنی نقل فیصلہ رام چندر رازدان زیرِ نگرانی احمد ڈار وہاں متریگام میں رہ گئی ہے۔ تلاش کرکے ارسال کریں۔ رشید احمد کو شاید معلوم ہو۔ برادہ کی چارپائی پر تھا۔ ضرور تلاش اور جد و جہد سے دستیاب کرکے حامل ہذا کے حوالہ کریں۔ اسکی اپیل اسی نقل کے لئے رک گئی ہے۔ بکس کے ساتھ بنیر نفر کی ٹوپی ہے۔ اسکو جلدی واپس کریں۔ اگر ممکن ہو سکے تو عزیز وائین کو جلدی سرینگر بھیجدیویں۔ اور جن چیزوں کی ضرورت ہوگی، اسکے ہاتھ بھیجدونگا۔ میرا ارادہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہے کہ آج یا کل وٹرنری والوں کے ساتھ بیل کا فیصلہ کر لونگا۔ ان سے تین ماہ کا خرچ بھی وصول کرنا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اپنے آدمیوں کے ذریعہ بیل واپس لینگے۔ ۳۔ ایخ قبضہ جات کی تلاش جاری ہے اگر دستیاب ہوئے تو ارسال کرونگا۔ محمد شعبان آری کش آج یار کلان جائیگا۔ پرسوں آپ کے پاس معہ آرہ پہنچے گا۔ عبدالرحیم نور باغ ابھی تک نہیں ملا۔ آج نفر وہاں جائیگا۔ اگر ممکن ہوا تو اس کو کل یا پرسوں روانہ متری گام کرونگا۔ اس صورت میں اپنی والدہ وغیرہ کو روانہ سرینگر کر دیویں۔ عزیز شاہ صاحب سرینگر میں ہے۔ پرسوں بدھ وار کو روانہ گھر ہوگا۔ عزیز شاہ بانو کے لیے مضطرب ہے۔

باقی خیریت۔

مہجور کاشمیری

پدم ناتھ گنجو کے نام

ڈاکٹر پدم ناتھ گنجو کو یہ شرف حاصل رہا ہے کہ وہ مہجور اور عبدالاحد آزاد دونوں کے ذاتی معالج تھے۔ وہ ایک خوش ذوق بزرگ ہیں۔ انہوں نے اشعار کا ایک انتخاب "مہری پسند" اور کلیات آزاد" ترتیب دی ہیں۔ ان کے نام مہجور کا ایک غیر مطبوعہ خط درج ذیل ہے۔ اسے ہم ٹینگ صاحب کے شکریہ کے ساتھ شایع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

اونتر ڈ ڈالہ بل

پرائیویٹ

۷، کتک ۹۵

میرے عزیز ہمخیال خوش رہو

تسلیمات!

مدت دراز کے بعد آپکا محبت نامہ ملا۔ یادآوری کا شکریہ! میں آپکے اس عنایت نامہ کو فال نیک تصور کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے تنازعہ پانی کے سلجھانے پر مامور فرمایا۔ آپ مجھ سے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مدارت کے روٹھے ہوئے تھے۔ اس لحاظ سے تو میں متنازعہ آتش پر تعینات ہونے کے قابل تھا۔ مگر آپ نے رحم دلی سے ایسا نہیں کیا۔ شکریہ! تعمیل حکم میں ذرا بھی پہلو تہی نہ ہوگی۔ حتی الوسع معاملہ کو نبھا دینگے۔ آپ مطمئن رہیں۔

آپ یقین رکھیں اور باور کریں کہ مہجور ہر وقت اپنے نہاں خانۂ دل میں آپکو دیکھتا ہے۔ اسمیں مبالغہ نہیں۔ خوشامد نہیں۔ غرض نہیں اور بسا اوقات اس کی وجہ اپنے دل سے پوچھتا ہوں۔ مگر جواب سے ہر وقت جواب ہی ملتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ میں آپ سے ذاتی طور پر مہجور رہتا ہوں۔ کیا کیا جاوے۔ ذریعۂ معاش (ملازمت) زنجیر پا بنا ہوا ہے۔ بسا اوقات دل چاہتا ہے ان زنجیروں کو توڑ ڈالوں۔ مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں اس ردِ عمل سے میرا جذبۂ خودداری فنا نہ ہو جائے۔ اور پھر اسکا اثر میرے خیالات و جذبات پر نہ پڑے۔ دیکھئے ع

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

تاریخ اقوام کشمیر پہنچ گیا۔ شکریہ! اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن تیار ہو رہا ہے۔ اگر آپ اپنے خاندانی اور ذاتی حالات اور اپنا فوٹو دینا چاہتے ہیں تو مطلع فرماویں۔ یا آزاد صاحب کو اپنے ارادہ سے آگاہی بخشیں۔

آپ کا

مہجور

انڈین لٹریچرس کانفرنس کے دعوت نامہ کے جواب میں

پیارے دوست!

انڈین لٹریچرس کانفرنس میں دعوت کے لیے شکریہ۔ سچ مچ ایسی کانفرنس کی بے حد ضرورت ہے اور اس کے لئے آپ کی کوششیں ملک اور قوم کے مبارکباد کی مستحق ہیں۔ ہمیں خوشی ہوتی اگر اس میں شامل ہونے کا فخر ہمیں حاصل ہوتا۔ مگر یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے۔ جس سے شاید آپ کو بھی انکار

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

نہ ہوگا۔ ہندوستانی ادیب کی قسمت میں ہی افلاس اور تنگ دستی لکھی ہے۔ اور تو اور اس بارے میں خود پریم چند کی زندگی درسِ عبرت ہے۔ ہم راقمان میں سے ایک کشمیری ایسی پسماندہ زبان کا شاعر ہے اور دوسرا اردو زبان کا ادیب۔ ہمیں یہ کہتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ ہماری بہت محدود آمدن اس سفر خرچ کو برداشت نہیں کر سکتی اور بادل ناخواستہ ہم درد بھرے دل سے آپ کی دوستانہ دعوت کو قبول کرنے میں تامل کرتے ہیں۔ بدقسمتی تو دیکھیے کہ ایک معمولی رقم نہ ہونے سے ہم زندگی کا ایک سنہری موقعہ ہاتھ سے کھو رہے ہیں۔ جس موقعہ سے مستفید ہونے کے لئے ہم ہزاروں روپے خرچ کرنے پر تیار تھے۔ کیا آپ کی کانفرنس کے سامنے ہندوستانی ادبا کی تنگدستی مدِ نظر نہیں تھی؟ اگر تھی تو اسکا حل اس نے کیا سوچا ہے؟ یا اس کانفرنس کے بلانے والوں نے ہندوستان میں بھی برنارڈ شا، اور پرل بک ایسے ادبا کی توقع رکھی تھی۔ جو دولت میں کھیلتے ہیں اور اکثر اوقات سونے کے چمچے منہ میں لیکر پیدا ہوتے ہیں۔ ہم آپ کی کانفرنس کی کامیابی کے دعاگو ہیں، اور امید کرتے ہیں کہ اس مشکل کا بھی آپ کوئی مؤثر حل تلاش کرینگے۔

آپ کا مخلص

مہجور کاشمیری

دیہاتی کشمیری معرفت پوسٹ ماسٹر پلوامہ کشمیر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

بنام مہجورؔ : اسد اللہ کاظمی

(۱)

جموں توی

۱۵ مارچ ۱۹۵۱ء

لیجیے صاحب - ہم اس زمانہ میں آپ کے کشمیر بھی ہو آئے - ۸ مارچ کو گیا اور ۱۳ کو واپس ہوا۔ میرا قدم کچھ ایسا ثابت ہوا کہ میرے پہنچتے ہی برف باری شروع ہوئی اور ۱۱ - کیا بلکہ ۱۲ مارچ تک برابر جاری رہی - میں نے جموں کا رخ کیا - ادھر برف باری بند - ابن مہجور سے ملاقات نہ ہو سکی اسکا افسوس رہا - ویسے میں نے ان کو کتابوں کی اس فہرست کیلئے لکھوا دیا تھا جسکا تذکرہ آپ نے اپنے خط میں کیا تھا امید ہے کہ یہ اطلاع انہوں نے آپ کو بھجوا دی ہوگی۔

آپ کی سیاحت کا تھوڑا سا حال تو شیخ صاحب کی زبانی معلوم ہو گیا تھا - تو یوں کہئیے کہ آپ ہندوستان کے چوٹی کے اہل اللہ کے مزاروں کی زیارت کر آئے - خدا کرے اس زیارت کے تاثرات کشمیر کے شاعرِ اعظم کی تخلیق کے لئے مہمیز کا کام کریں۔

مجیب صاحب کا بھی خط ملا - انہوں نے کام شروع کر دیا ہے - ان کے قلم سے امید تو ہے شایانِ شان چیز نکلے گی - معلوم نہیں کہ آپ کی ان سے ملاقات ہوئی یا نہیں - اگر ایک بار پھر آپ جامعہ ہو آتے تو کم از کم اتنا معلوم ہو جاتا کہ ڈرامہ کس منزل پر ہے۔

آپ کب تک واپس آئینگے - آپ تو بہت دن دہلی میں رہ لئے - اب ادھر کا رخ کیجئے آنکھیں ترس گئیں - آپ کے کپڑے حفاظت سے ہیں - اطمینان رکھیئے۔

خان بہادر صاحب آداب کہتے ہیں۔

نیازمند

اسد اللہ کاظمی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(۲)

جموں توی

۱۱ اپریل ۱۹۵۱ء

یا حضرتِ مہجور! آپ پر خدا کی سلامتی ہو!

چلتے وقت آپ کہہ گئے تھے کہ جاتے ہی ٹیلی فون کے ذریعہ اپنی خیریت سے پہونچ جانے کی اطلاع دینگے۔ آپ کو گئے ہوئے آج پورے تین دن ہوئے ہیں۔ خیریت کا آج تک منتظر ہوں۔ آپ کے یہاں سے روانہ ہونے کے بعد قبلہ شیخ صاحب سے معلوم ہوا کہ جموں ہوائی اڈے پر پہنچ کر آپ کو معلوم ہوا کہ آپکا ٹکٹ ہی نہیں خریدا گیا۔ گھر آکر پوری کیفیت عبدالخالق سے معلوم ہوئی۔ آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ راعنا صاحب سے بیطے ہوا تھا کہ آپ جانے سے پہلے ان کے یہاں سے ٹکٹ لیں گے اور وہ اپنا ایک آدمی آپ کے ساتھ کرینگے۔ لیکن حضور آپ شاید سرینگر جانے کے لئے اتنے بیتاب تھے کہ یہاں سے فوراً اڈے روانہ ہوگئے۔ یہ سب کیفیت راعنا صاحب سے معلوم ہوئی آپ کو جو تکلیف ہوئی اسکا افسوس ہوا۔

ہملوگ ہر روز شام کو مہجور صاحب کا ذکر کر کے اس خلاء کو پورا کرنا چاہتے ہیں جو آپ یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ کھانے کے وقت آپ بہت ہی یاد آتے ہیں۔ خیر انشاء اللہ ایک ماہ کے اندر ہی ملاقات ہوگی۔ مجیب صاحب کے خط کا مضمون میں نے آپ کو بھی سنا دیا تھا۔ امید ہے کہ آپ اپنی پہلی فرصت میں اس کے متعلق [illegible] شروع کردیں گے اور وہاں جاکر مقامی کمیٹی یوم حبہ خاتون بنا لینگے۔ میں نورالدین کو لکھ رہا ہوں کہ وہ قوالوں کی تلاش میں آپکی مدد کریں اور جیب کی جب آپ کو ضرورت ہو اسکا بندوبست کریں۔ خالصاحب کو بھی خط لکھ [illegible]۔ حبہ خاتون کی قبر کی مرمت کرائیں۔ جن غزلوں کے لئے مجیب صاحب نے لکھا ہے اسکا خیال [illegible] رہے۔ دو حافظ کی ہیں ۔

اے نسیم سحر آرام گہہ یار [illegible]

صبا بہ لطف بگو آں غزال رعنا را

اور ایک حضرت امیر خسروؒ کی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم

میں بہت بے چینی سے آپ کے خط کا انتظار کرونگا۔ خان بہادر اور بچے سلام کہتے ہیں۔ پرسانِ حال کو سلامِ مسنون!

خیر طلب

اسد اللہ کاظمی

○

(ریاست کی ثقافتی اور کشمیری زبان و ادب کی تاریخ میں مہجور کے حق میں حکومتِ جموں و کشمیر کی جانب سے تاحیات سو روپے وظیفۂ حسنِ خدمت (PENSION) کی منظوری ایک اہم واقعہ ہے۔ کاظمی صاحب مہجور کو اس ضمن میں سرکاری احکامات کی پیشگی اطلاع دیتے ہیں۔ (ادارہ)

(۳)

جموں توی

۲۶ ردسمبر ۵۱ء

یا حضرت مہجور! السلام علیکم!

شرمندہ ہوں کہ آج تک آپ کو خط نہ لکھ سکا۔ داستان طولانی ہے۔ مختصراً عرض کرونگا۔ ۵ دسمبر کو یہاں پہنچا۔ ۸ ردسمبر کو جناب شیخ صاحب قبلہ کے ساتھ دس دن کے دورہ پر پونچھ چلا گیا۔ وہاں سے ۱۹ دسمبر کو بیمار ہو کر لوٹا۔ دو تین دن تک صاحبِ فراش رہا۔ اب فضل خداوندی سے اچھا ہوں اور پہلی فرصت میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ آج جناب شیخ صاحب اور ان کی حکومت نے ادب نوازی کی جو مثال پیش کی ہے وہ ذرا مشکل [illegible] کہیں اور ملیگی۔ الحمدللہ! آج کابینہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کشمیری زبان کے شاعرِ اعظم کو مبلغ [illegible] ماہوار کی پنشن تاحین حیات دیجائے خدا اس حکومت کے وزیر اعظم کو عمرِ نوح بخشے اور [illegible] درجات میں اضافہ کرے۔ آمین ثمہ آمین! کشمیری زبان اور اسکی شاعری کو آج ایک [illegible] رتبہ ملا ہے۔ اس پر کشمیر اس کی زبان اور اس کے تمدن سے محبت کرنے والے جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ احکامات انشاءاللہ جلدی صادر ہونگے۔ میری طرف سے اور خان بہادر کی طرف سے جناب ابنِ مہجور صاحب اور انکی والدہ ماجدہ صاحبہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کی خدمت میں مبارکباد پیش کر دیجئے۔ ہم لوگ سب دست بدعا ہیں کہ آپ اس پنشن سے برسوں فایدہ اٹھائیں۔

اب ادھر کب آئیے گا۔ مجھے اس سال جناب صراف صاحب کا مکان ملا ہے۔ یہ کافی کشادہ ہے اس میں باغ بھی ہے۔ آپکو پسند آئیگا۔ خدا کرے کہ اب آپ کی صحت بالکل اچھی ہو۔ عارف صاحب[1] پرسوں آئے ہیں، ان سے یہ سن کر مسرت ہوئی کہ اب بفضلہ آپ بالکل اچھے ہیں۔ کیا پرہیز اب تک جاری ہے۔ یہاں سب آپکو آداب کہتے ہیں۔ ابنِ مہجور صاحب کو میرا سلام پہنچا دیجئے۔

نیاز مند: اسد اللہ کاظمی

○

(کاظمی صاحب کا ایک اور خط جو مہجور کے نام ان کے واصل بحق ہونے سے صرف چالیس دن پہلے کا ہے اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ اس میں بھی وہ مجیب صاحب سے ڈرامہ حبہ خاتون تیار کرنے کے لئے بیحد مضطرب ہیں۔ ان کی صحت کے بارے میں ان کی تشویش انکے خطوط سے عیاں ہے — ادارہ)

(۴)

جموں توی!

۲۶ر فروری ۵۲ء

صاحب! یہ کیا انداز ہے۔ آخر قربِ بعد سے جو آپ نے چپ سادھی تو کل تک نہیں یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ آخر مہجور صاحب کو کیا ہوا ہے۔ خدا خوش رکھے قبلہ شیخ صاحب کو کل ان سے آپ کی خیر و عافیت معلوم ہو کر ذرا اطمینان ہوا۔ لیکن یا حضرت مہجور ہم لوگوں سے ایسا کون سا قصور سرزد ہوا کہ آپ نے اتنی تکلیف بھی گوارا نہ فرمائی کہ دو سطر کا خط بھیج کر ہم لوگوں کو یہی بتا دیتے کہ آپ خیریت سے ہیں۔ آپ کے اخلاقِ کریمانہ سے ہمیں یہ توقع نہ تھی۔ شاید ہم ہی لوگوں سے کوئی قصور ہوا ہے جو آپ نے ایسا برتاؤ روا رکھا۔

---

[1] مرزا غلام حسن بیگ عارف صاحب

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

امید ہے کہ مجیب صاحب سے آپ کی ملاقات ہو گئ

انتظام شروع کر دیا ہوگا۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے یوم جن

اگر ڈرامہ تیار نہ ہو سکا تو سارا مزہ کرکرا ہو جائیگا۔

غلام محی الدین صوفی

سرینگر۔ شنبہ۔ ۱۱۔ نومبر

جناب مہتہ

السلام

مزاج شریف

کئی ایک مسایل ابھی بھی حل

تھا لیکن ہم دونوں کو قلعہ کا کوئی نشا

محمد کوٹ کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔

میں اسکا بھی پتہ ندارد جیت یاران

پڑھا تھا لیکن آپ بتا نہ سکے کہ کہاں سے

تھا۔ سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ

خیال ہے محمد کوٹ بھی اسی بہانہ

لکھنا ہے۔ اس لئے شاید اد

رو گنڈ لغت کا پتہ چلا؟

شہاب الدین بتایا تھا مگ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

غلام احمد مہجور

تاریخ تعمیر زیارت حضرت سلطان العارفین

شوقہ سال سُلطانہ سُندا اریوس بوزم پُرِ ژخبر
گو مکمل روضۂ محبوب العالم سر بسر
ڈیڈہ نِل وا آتتھ پرژھوم تاریخ آلو تورہ گوم
لولہ سال مُتزراو یِمہ پاک اَتھہ اندر دیدار کر

ھ ۱۳۶۸

شوقہ سال سُلطانہ سُندلا اریوس بوزم خوش خبر
گو درِ دربار محبوبی مکمل سر بسر
ڈیڈہ نِل وا آتِھ پرژھوم تاریخ آلو تورہ گو
لولہ پڑہ سال مُتزراو برپاک اَتھہ اندر دیدار کر

ھ ۱۳۶۸

---

† اس قطع تاریخ کا آخری مصرع ایک اور جگہ یوں لکھا ہے۔

لولہ پڑہ سال اَتھہ اندر مُتزراؤ بر دیدار کر

۱۳۶۹ (ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

"مومنوں کو آسماں دیتا ہے اخبارِ ہلال"

بامِ گردوں پر نظر آتے ہیں آثارِ ہلال
عید کا پیغام لاتا ہے سدا کارِ ہلال

ہے دلیلِ کامیابی جہد و سعی روز و شب
ہم کو یہ زریں سبق دیتی ہے رفتارِ ہلال

بدرِ کامل بن کے چمکے گا ستارہ قوم کا
مومنوں کو آسمان دیتا ہے اخبارِ ہلال

گوہرِ مقصد ملیگا، دور ہوگا رنج و غم
جب کھلیں گے قوم پر سربستہ اسرارِ ہلال

انہدامِ قلعۂ ظلم و جہالت کیلئے
فتح و نصرت کے لئے اٹھتی ہے یہ تلوارِ ہلال

۱۹۴۳ء اخبارِ ہلال کے واسطے۔ حسبِ فرمودہ حکیم مولی محمد صاحب

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

قصہ دو حسینوں کا

مہجور کا حسنِ بیاں محمود کا حسنِ ادا
مل کر ان حسنین نے بپا کیا ایک کربلا

"کہا جاتا ہے کہ یہ شعر حکیم حبیب اللہ صاحب مرحوم سپرنٹنڈنٹ پولیس کا طبع زاد ہے اور مرحوم نے یہ اس موقع پر کہا تھا جب کہ سرینگر کے مشہور گویے محمود شہری مرحوم نے حضرت مہجور کی کوئی مشہور غزل سرینگر میں کسی جگہ گائی تھی۔ سننے والوں کا ہجوم بہت زیادہ تھا اور کسی بات پہ ہنگامہ ہوگیا تھا جس وجہ سے پولیس کو مداخلت کرنی پڑی تھی۔ غالباً یہ ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے۔"

———— ابن مہجور ۲۰-۱۱-۵۴

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مہجور کا سنت رام کون تھا؟

ایک دلچسپ تاریخی تحقیق

کلچرل اکادمی کے ترجمان "اکادمی" میں مہجور کے کلام کو مقبول بنانے والے اخباری ہاکر سنت رام کے بارے میں مندرجہ ذیل نوٹ شائع ہوا تھا۔ اس پر کشمیر کے مشہور اور معتبر اخبار روزنامہ "ہمدرد" (۱۹۳۵ء — ۱۹۴۸ء) کے مدیر اور ممتاز دانشور سورگیہ پنڈت پریم ناتھ بزاز نے ہمیں ایک خط لکھا تھا جس میں معاملے کے کچھ پہلوؤں پر نئی روشنی ڈالی گئی تھی۔ ان دونوں تحریرات کو ہم یہاں پر درج کر رہے ہیں۔

(ادارہ)

مہجور کو مقبول بنانے کا راز

ڈوگرہ گلوکار کا دریافت

سرینگر۔ کشمیری زبان کے سب سے مقبول شاعر حضرت مہجور کو اپنے کلام کے ساتھ متعارف کرنے والا ایک شریف اور محنتی ڈوگرہ گلوکار تھا۔ یہ انکشاف ڈائریکٹر ایجوکیشن محترمہ ساجدہ ضمیر احمد نے کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ سنت رام کشمیر شہر کی کیشپ بندھو کے اخبار "دیش" کے ہاکر کی حیثیت سے آیا تھا لیکن بعد میں اُس نے ۱۹۲۵ء سے مہجور کی کتابیں بیچنا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

شروع کر دیں۔ بسنت رام ایک نہایت اچھے گلے کا مالک تھا اور اس نے مہجور کے گیت "باغ نشاط کے گلو" کو گا گا کر سارے کشمیر میں مشہور کر دیا۔ وہ ان گیتوں کو جموں کے مشہور لوک ساز اکتارے پر گاتا پھرتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ کشمیری زبان اور لہجے پر قدرت رکھتا تھا اور کشمیری عورتیں اس سے وَنہ وُن اور رَوف کی طرزیں سیکھتی تھیں۔ بسنت رام شہر کے علاوہ اننت ناگ، شوپیان، کلگام، پلوامہ، ترال، سوپور، بارہمولہ وغیرہ میں بھی مہجور کی کتابیں بیچتا تھا۔ یہ سلسلہ ۱۹۷۰ء تک لگ بھگ جاری رہا اور ان علاقوں میں اب بھی لوگ اس کو یاد کرتے ہیں۔ مہجور صاحب کے پبلشر حاجی علی محمد نے کہا ہے کہ ان کے اندازے کے مطابق بسنت رام نے مہجور صاحب کے کوئی پچاس ہزار سے زائد کتابچے فروخت کئے۔ ٹھاکر رگھوناتھ سنگھ سیکرٹری لیجسلیٹو اسمبلی نے کہا کہ وہ بسنت رام سے ذاتی طور پر واقف تھے اور وہ ہر دلعزیز تھا۔ انہوں نے کہا کہ کچھ عرصہ پہلے جموں میں جموں و کشمیر کی تہذیبی یگانگت کا یہ نمائندہ سورگباش ہو چکا ہے۔

(اکادمی ۱۹۸۴ء)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

گاشہ اگمو

8-F حوض خاص انکلیو

نئی دہلی - 16

محترم ٹینگ صاحب!

تسلیم۔ آپ کا خبرنامہ اکادمی برابر مل رہا ہے۔ اس کی افادیت کا اور کیا ثبوت دیا جا سکتا ہے کہ میں اس کی ہر سطر کو پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تازہ پرچے میں آپ نے دو باتوں کے متعلق لکھا ہے جن پر میں کچھ روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ یہ درست نہیں کہ شاعر مہجور کو کشمیری عوام کے ساتھ متعارف کرانے والا گلوکار سنت رام ڈوگرہ تھا بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ پیدائش سے کشمیری پنڈت تھا جو بچپن میں ہی یتیم ہو جانے کی وجہ سے جموں بھاگ گیا تھا۔ وہاں مزدوری کر کے اُس نے اپنی معاشی حالت بہتر بنا دی تھی۔ جواں ہونے پر اُس نے شادی کرنا چاہی لیکن پنڈت فرقے میں اس کو لڑکی ملنی ممکن نہ تھی۔ اس لئے اُس نے ایک اچھوت کنیا سے شادی کر لی۔ اس کے بعد کشمیری پنڈتوں نے اس کو اپنی برادری سے الگ کر دیا۔ اس نے بھی یہ لاحاصل خواہش دل سے نکال دی کہ اس کو کشمیری پنڈت کہا جائے۔ وہ مکمل طور پر اچھوتوں میں مدغم ہو گیا۔ بدقسمتی سے دو بچے پیدا کرنے کے بعد اس کی بیوی مر گئی لیکن اُس نے دوسری شادی کرنے سے احتراز کیا۔ جب ۱۹۲۵ء میں ہمدرد کو اجراء کرنے کا فیصلہ ہوا میں نے جموں سے مسٹر ایس۔ ایس نشاط کو بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر بھرتی کر لیا۔ اس کے علاوہ ایک کاتب اور ایک جلد ساز کو بھی وہیں سے لایا۔ سنت رام کی بہ دوست خواہش تھی کہ وہ وطن مالوف واپس چلا جائے اور وہ میرے پاس آیا۔ اس نے مسند کو درد کہانی سنا کر مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کو بھی اپنے ساتھ کشمیر لے جاؤں۔ میں کوئی پکا وعدہ نہ کر سکا۔ لیکن اس کو اتنا کہہ دیا کہ اگر وہ کشمیر آئے گا تو میں اس کو روزی کمانے کے لئے جتنی مجھ سے ہو سکے مدد دوں گا۔ وہ آ ہی گیا اور میں نے اسے ہاکر بنا دیا۔ باقی جو کچھ آپ نے سنت رام کے بارے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

میں لکھا ہے درست ہے۔ لیکن وہ مرنے تک اپنے آپ کو کشمیری پنڈت ہی ظاہر کرتا رہا لیکن جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے کہ اس کی نشست، برخاست اور برادری ہمیشہ اچھوتوں کے ساتھ رہی کیوں کہ اس کو پورا یقین تھا کہ کشمیری پنڈت اس کو کبھی بھی نہیں اپنائیں گے۔

آپ کا

پریم ناتھ بزاز

(اکادمی ۔ ۱۹۷۸ء)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مہجور — خاندانی سلسلہ (ج ب)

میر محمد (۱۱۴۵ھ / ۱۷۳۲ء میں سوپور سے سرینگر آئے اور یہاں خانقاہ معلی کے نزدیک سکونت پذیر ہوئے۔ وفات ۱۷۵۰ء کے قریب)

احمد

رسول

عبداللہ (وفات تقریباً ۱۸۵۰ء)

محی الدین (سرینگر سے نوبگ منتقل ہو گئے۔ وفات تقریباً ۱۸۸۵ء)

- احمد شاہ
- محمد شاہ (وفات بعد از عبداللہ)
- عبداللہ (ولادت ۱۸۸۵ء وفات ۱۹۱۰ء متری گام میں سکونت اختیار کی)
  - غلام احمد مہجور (ولادت ۱۱ اگست ۱۸۸۷ء، وفات ۹ اپریل ۱۹۵۲ء)
    - محمد امین (ولادت ۱۹۱۱ء، وفات فروری ۱۹۸۰ء)
      - رشید
      - باری
      - ابدال
      - خالد
      - دختر ہا
  - مبارک (وفات ۱۹۰۰ء)
- گلہ شاہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مہجور۔ خاندانی سلسلہ (نسب)

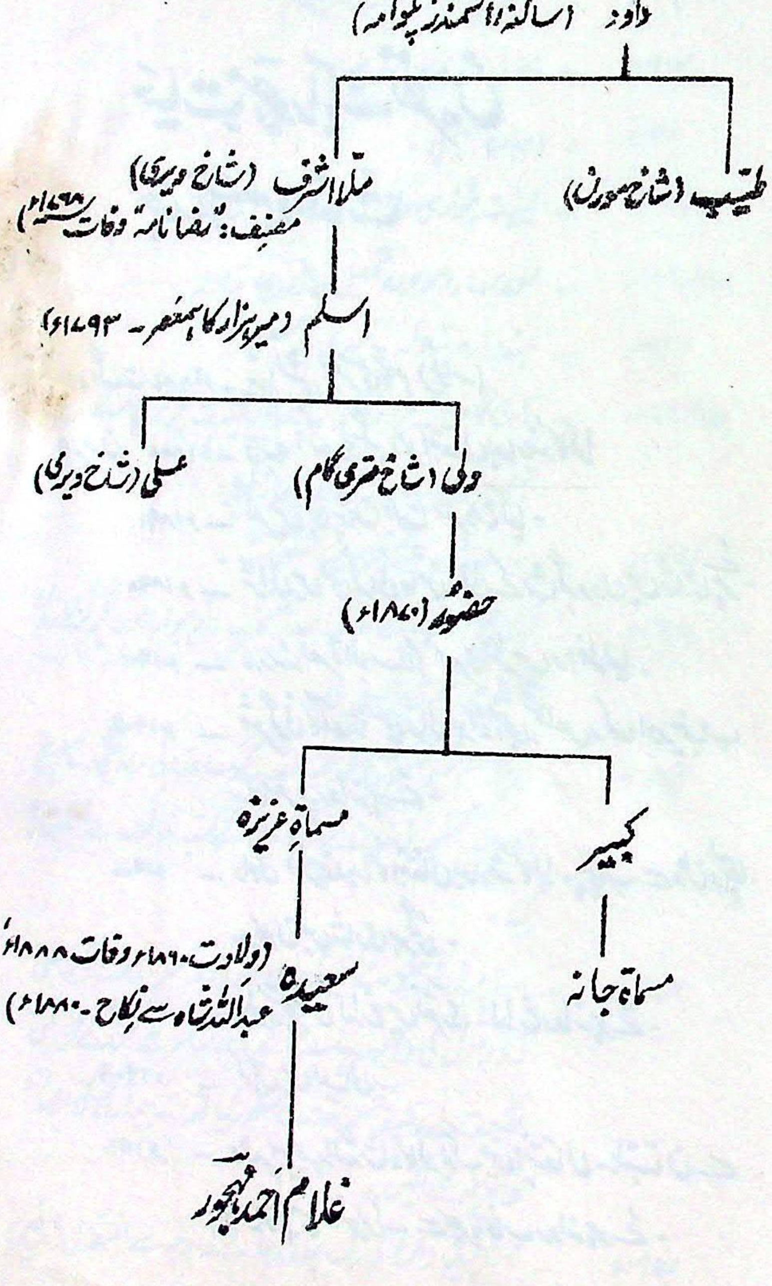

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

حیاتِ مہجور ایک نظر میں

چند اہم واقعات

۱۱ اگست ۱۸۸۷ء — پیدائش متری گام (پلوامہ)

۱۱ جون ۱۸۸۸ء — والدہ (سعیدہ بیگم) کا انتقال بعارضہ کالرا

۱۸۹۱ء — گھر میں ہی پڑھنا لکھنا شروع کیا۔

۱۸۹۸ء — قوال میں علی گرائی عاشق قوال کے شاگردوں میں شامل ہوئے۔

۱۹۰۱ء — مدرسہ نصرۃ الاسلام سری نگر میں داخلہ لیا۔

۱۹۰۵ء — شعر گوئی کا آغاز اسی سال ہوا۔ مہجور تخلص رکھا اور پنجاب کے سفر پہ روانہ ہوئے۔

۱۹۰۶ء — دادی ([illegible]) کا انتقال بعارضہ کالرا۔ پنجاب سے وطن واپس آگیا۔ بابہ کلاش میں شادی ہوگئی۔

۱۹۰۸ء — بطور پٹواری لداخ میں تقرری۔ لداخ روانہ ہوگئے۔

۱۹۰۹ء — کرگل میں تعیناتی۔

۱۹۱۰ء — والد میر عبداللہ شاہ کا نوبوگ میں انتقال۔ بلتستان سے وطن واپسی۔ نوبوگ سے پھر پنجاب روانہ ہوئے۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

۱۹۱۱ء — پنجاب سے وطن واپسی ۔ پیدائشِ فرزند (محمد امین ۔ اکلوتی اولاد)

۱۹۱۳ء — بحیثیت پٹواری معطلی ۔

۱۹۱۴ء — معطلی بدستور ۔ سکونت مترگام

۱۹۱۴ء — بحالی ۔ مترگام سے ہجرت ۔

۱۹۱۸ء — دوبارہ معطلی ۔

۱۹۲۰/۲۱ء — بحیثیت پٹواری حاجن (سوناواری) تبادلہ

۱۹۲۷/۲۸ء — سوہ سار (موجودہ تحصیل چاڈورہ) تبادلہ

۱۹۲۹ء — ہندوارہ تبادلہ ۔ تیسری بار معطلی ۔

۱۹۳۱/۴۵ء — آری گام (تحصیل بڈگام) تبادلہ اور بحیثیت پٹواری سکونت ۔ تخلیقی سرگرمیوں کا سب سے اچھا زمانہ ۔

۱۹۴۵ء — ریٹائرمنٹ ۔ مترگام میں سکونت ۔

۱۹۴۷ء — قومی کلچرل محاذ کے نائب صدر منتخب ۔ ادیبوں اور دیگر فنکاروں کی تنظیم میں گہری دلچسپی لی ۔

۱۹۵۱ء — وزیر اعظم شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کے ساتھ دہلی روانگی ۔ تاریخ ادبیات کشمیر کی تدوین کے لئے دہلی کے کتب خانوں سے استفادہ کیا ۔

۱۹۵۲ء — ۸ اپریل کو حکومت کشمیر کی طرف سے وظیفہ حسن خدمت کی پہلی قسط وصول کی (مہجور ریاست کے پہلے شاعر تھے جن کے حق میں حکومت نے وظیفہ حسن خدمت منظور کیا تھا) ۔ بیماری کی علامات ظاہر ہونے لگیں ۔

۱۹۵۲ء — ۹ اپریل دماغ کی رگ پھٹ جانے کی وجہ سے انتقال ۔ تدفین

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

آبائی گاؤں متری گام (پلوامہ) میں ہوئی۔

۱۱ اپریل ۱۹۵۲ء کو نائب وزیر اعظم بخشی غلام محمد متری گام گئے اور اُن کی تجویز پر مہجور (مرحوم) کا جسدِ خاکی سری نگر لایا گیا۔ زیارت حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ خانقاہِ معلی سے مہجور کا آخری سفر شروع ہوا اور اتھواجن میں مزارِ حبہ خاتون[1] میں پورے سرکاری اعزاز کے ساتھ سپردِ خاک کیا گیا۔ اس موقعہ پر نائب وزیر اعظم کے علاوہ نیشنل کانفرنس کے زعماء اعلیٰ سرکاری افسر اور ادیب و دانشور بھی موجود تھے۔

---

[1] مہجور صاحب کا خیال تھا کہ حبہ خاتون کا مزار اتھواجن میں واقع ہے۔ لیکن ۱۹ جنوری ۷۸ء کو جموں و کشمیر کے وزیر اعلیٰ جناب شیخ محمد عبداللہ کی قیادت میں کلچرل اکیڈمی کا ایک وفد بسوک (بہار) گیا تھا جہاں کشمیر کے آخری مقامی تاجدار سلطان یوسف شاہ چک کو خراجِ عقیدت ادا کیا گیا اور ان کے مزار پر شیخ صاحب نے ایک یادگاری لوح نصب کی جس پر انگریزی اور اردو زبانوں میں یوسف شاہ چک کی زندگی کے حالات کندہ ہیں۔ تقریب کے دوران سیکرٹری اکیڈمی جناب محمد یوسف ٹینگ کو مقامی لوگوں سے کچھ اہم باتوں کا پتہ چلا اور مزید تحقیقات پر انہیں معلوم ہوا کہ یوسف شاہ چک کی اولاد ایک نزدیکی قصبہ اسلام پور میں آباد ہے۔ ایک معمر برہمن نے یہ حیرت انگیز انکشاف کیا کہ یوسف شاہ چک کی قبر کے نزدیک والی چھوٹی سی قبر کشمیر کے شاہ کی بیوی حبہ بی بی کی ہے۔ اس حیرت انگیز تاریخی انکشاف سے حبہ خاتون کی موت اور آخری آرام گاہ سے متعلق تمام تصورات تبدیل ہو گئے ہیں۔ کلچرل اکیڈمی کے وفد میں ٹینگ صاحب کے علاوہ موتی لال کیمو اور غلام رسول گدھ بھی شامل تھے۔ تینوں اصحاب کے دستخط سے "KASHMIR CULTURAL RAINBOW 1977-78 VIEWS & REVIEWS" نامی کتابچے میں اس تقریب اور اس انکشاف کے بارے میں "TOMB OF HABBA KHATOON" کے عنوان سے ایک نوٹ بھی درج ہے جو کہ مرحوم محمد امین (ابن مہجور) نے بھی پڑھا ہے۔ نوٹ کے آخر میں ابن مہجور نے لکھا ہے: "This note was seen by me also"

(ادارہ)

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

منظوٗم ترجمہ

— اِنتخاب: کلامِ مہجوٗر، پیامِ مہجوٗر، سلامِ مہجوٗر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کلامِ مہجور

ونتہ ہے ؤسی بے وفائی شیوے دلدار چھا
نازنین مہہ جبینن قتل و غارتھ کارہ چھا
بستہ لوین نستہ خنجر بستہ گوو زر خستہ جان
تیغ بازس رزم سازس ترکتازس عار چھا
دلبرن لب شکرن مہ پیکرن غارت گرن
دوریہ لوین خوردہ تیر اتھ زونہ تس وار چھا
اے کماں گمہ تیر جگر لوشتھ زہ تیرے دوینہ
تیر آتش بازہ زہر بار بسمل افگار چھا
چھس ادیزان تا بدامان زہر آبان قہر سان
زلف سنبل مرگہ بلبل بار چھا گلزار چھا
سینہ سوزن عاشقن دل شہلن یامتہ چھِن
یم دوپہ سان یا شبستان دارہ بے بیمار چھا

اے سکھی کیا بے وفائی شیوۂ دلدار ہے
قتل و غارت مہ جبینوں کا ہمیشہ کار ہے
خنجر بینی نے آخر کر دیا قصہ تمام !
تیغ بازی ترکتازی میں اسے کیا عار ہے
ہائے دلبر ہو کے بھی غارت گری چھپتی نہیں
زخم کھا کر دور جو تڑپی اسی کا وار ہے
اے کماں گر ٹھیک دل کے پاس آ کر جا لگا !
تیر آتش بار زہر بار بسمل افگار ہے
کس قدر گھٹنوں تک ہیں قہر سامان زہر ناک
زلفِ سنبل مرگِ بلبل بار یا گلزار ہے
عاشقوں کے سینہ سوزاں طراوت پا گئے
یہ دوپہ ستانی یا سہ ایستان وارثے بیمار ہے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

زٕہل کرٕتھ ژوٗل شوبہِ یانٕہ ژٕل اُڈِ پیٚو کہِ محمل	ہونہ ہوئیہ اگا وہ پریوں کے محمل جس کے مقام
بنڈٕلہ چھیا تسلی بل چھیا باغہ شالامار چھیا	تیل بل ڈل جھیل یا وہ باغ شالامار ہے
چھیس دِن راتھ بِدٕ روٗدُم دِلٕ ژوٗل سر حیل	کھو گیا دلبر مرا جب سے وہ کس سر میں ہے
پیرنگ چھا یا ژنگ چھا یا پیرنگ چھا کُہار چھا	پیرنگ ہے یا ژنگ ہے یا پیرنگ یا کوہسار ہے
راگ بیتہ پرٕتھ غزل یا وقتہ بس اُلِہ کرانٕ	یہ گجر دم چھپ کے وہ آئے گو چھپ یا گس و نما
تُہند چھا محمود چھا یا مجیدٕ خوش گفتار چھا	راہزن محمود یا مجید خوش گفتار ہے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کلامِ مہجور

تمنا چانہِ دیدارُک مے چھم ژھیر زلے بو مبرو
پھِجس یامتھ بجس نُ ژھینے پُجس چانے سٕلے بو مبرو
یہ قد چون زن چھہ پوشے گُل پھُلے برستہ چھس بالکل
وچھتھ سنبل تہ رنگین گُل یہ دِل ما تھٕسلے بو مبرو
وچھتھ دُودٕس منز مستوٕرے دلک ستر پیٹھ چھ ھم زور
تہ سیٹھ لوییت تیر زن چھ یہ چھکھ نورا پھہرٕ سٕلے لو مبرو
کھٹھ رٕدُکھ مدن زنانے بدن چھے رو تم نامے
وُدن چھس چانہ امارے یہ دِل کرشہلے بو مبرو
تہ یہ کس سِتی گیی سازش دِیم چھیا پیا کُنگا بہ ھشی
زنیانے رشکہ پانس ستی رٕ ڈ ٹا کھ کمہ مسو لے بو مبرو
یہ مند حال دِل باوے گچھ گُمبہ تو سیہ پتھرا زے
پنُن زو تیش کتی تھاوِے مٕے پانس تشرہ لے لو مبرو

ارماں تیری دید کا مجھ نرگس کو ملے بھنورے ہے
کھلتے ہی تکتی ہوں تیرا دھیان تو کھائے بھنورے ہے
بوٹا جیسا قد یہ تیرا سر تا پا ہے پھول ہی پھول
یہ سنبل اور یہ رنگین گُل کیا دل بھرے بھنورے ہے
دور سے مجھ مستور کو دیکھا پیار چھپا بیٹھی تھی
زخم سے شراب کیسے؟ تیرا تیر جو آئے بھنورے ہے
میری ٹھنڈک میرے بالم رکھ بہانہ ڈالا مجھ کو
نیر بہا دل تیری چاہ میں تو کب آئے بھنورے ہے
مجھ چھپا ہے دوجا کوئی جس کے ساتھ یہ سازش کی
مجھ سے چھین کے پاس ہی اپنے کون بٹھائے بھنورے ہے
آؤ تو دل کا حال سناؤں کیا تیری تشنہ کھیاؤں میں
جان کو وار دوں شاید یہ امید بر آئے بھنورے ہے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

یہ پٔریس یارٕ کمۍ چیوٚ دکھ ژٕ غارن ستی ملیہٕ نوٗوٕ کھ

کرٕ ہتہ تعویز ژٕ مرِدۍ دکھ کمیو آرٕ ہ ولے یوٗ مبرد

ژٕ یارن ستی ژعوٚہ باران بہٕ تنہا خوابن دِل ہاران

دیتھس کوٚت نیرٕ جھس تھران وہ ما ژٕ ھاندھ ٹھ روکلے نوٚ مرٕد

کراس ہیو حُسنس گتھ وزنان یار کس ہیتو اکھ کتھ

یہ دل دلیوانہ گوژ یہ ہیتھ بسن ستی نوٚر لے لوٗ مبرو

پریت پرائی کس نے پلائی، اپنوں سے بیگانے ہو

کیا کوئی اَور دِل عنتر پڑھ کے گھات لگائے بھنورے سے

دن گھبراؤں رات کو ڈھونڈوں تنہائی میں خوں رو دوں

تو بہ تو تو غیروں ہی میں جی بہلائے بھنورے سے

حُسن کا مزہ ہے تجھ پر پتنگا لوں لوٹے ہے آخر میں

اور ان سے کیا کام ہے تجھی پہ جی آجائے بھنورے سے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کلامِ مہجور

آیہ تَن چھُے میون زُو تے جان — میں ہوں جی جان سے قربان
مارِ مَتہٕ وارِ وُتہٕ لاگ میون پان — راہ لگا اے میری جان!
سو کُہہ موکُہہ وٕلنج چھیم راوان — ڈوب رہا ہے دل ہر آن
مارِ مَتہٕ وارِ وُتہٕ لاگ میون پان — راہ لگا اے میری جان!
کالِگ نار تے صُبحک نور — شام شفق ہے نورِ سحر
شائِچ گٕژھ نیبہہ ذراوَک نور — آگ ہو جیسے خاکستر
وُچھِتھ وُچھِتھ پوشہٕ ٹوٗری گییہ پریشان — کلیاں دیکھ کے ہیں پریشان
مارِ مَتہٕ وارِ وُتہٕ لاگ میون پان — راہ لگا اے میری جان!
تھوٗر زیر اتھرِ بیٹھ اوس میون اول — مسکن تھا اونچی ٹہنی
راتھ کیشت انہٕ گٹہٕ نیبہٕ ترٹہٕ زول — برقِ شب سے آگ لگی
وُچھیہ باغٕ وانو نہ لاہ جہان — مالی لاگے ہے انجان
مارِ مَتہٕ وارِ وُتہٕ لاگ میون پان — راہ لگا اے میری جان

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

دِلہٕ نار پانَس گوٚدنَم ہیرِ بوٚن	آتشِ اُلفت سر تا پا
اَمہٕ نارٕ سٕر تل سینَس سوٚن	لگنے سے پیتل پاسا
وٕلبہٕ کتیاز آسَم وٕلسرادان	سکھیاں کہتی ہیں نادان
ماہرٕ مَتہٕ وارٕ وٕتہٕ لاگ میون پان	راہ لگا اے میری جان
یَس نٕہٕ آسہٕ پننے من بیدار	من جس کا نا ہو بیدار
تَس کُنتھ چھُہ ہیوٗے یوٚد تہٕ ہار	یکساں اس کو پوش اور ہار
بے ہوش مَنش چھ پوش چھاوان	بے خودی کی ہے گم پہچان
ماہرٕ مَتہٕ وارٕ وٕتہٕ لاگ میون پان	راہ لگا اے میری جان
بُلبُلن وٕنُس گُلس حُسن چھُہ پور	بلبل گل سے کہے تھا۔جان!
کیاہ وَنے زیو چھُنہ تی چھُہ قصور	ہے حسن کامل پر بے زبان
بے زبان زِندہ چھُنہ پیتہٕ روزان	بے زبان مرتے ہیں بے گمان
ماہرٕ مَتہٕ وارٕ وٕتہٕ لاگ میون پان	راہ لگا اے میری جان
ہیچھو تہٕ بن سوٚنتُک واو	بادِ بہاری بن مہجبر
روشہٕ روشہٕ باغس کُن قدم ترٕ او	گلشن گلشن گھوم مزدر
تہٕ تہٕ گشہٕ شہند رہٕ مُٹھ دٕزناوان	جاگیں تا سب پھول سمان
ماہرٕ مَتہٕ وارٕ وٕتہٕ لاگ میون پان	راہ لگا اے میری جان

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کلامِ مہجور

ساقیا آباد روزِن تا ابد میخانہ چون
آفتابکی پاٹھی پرزلن دم بدم پیمانہ چون
تیلہِ لبکھ نزدیک پوشن جاے گلزارس اندر
تیہٕ گژھ بیلیہ پوشہ تھرتل رٹ کنڈ لوٗ آشانہ چون
چانہِ ہمہِ محراب مسجد روٗے چون رشکِ صنم
دون اچھن تل جلوہ گر چھم کعبہ تے بتخانہ چون
شاہ زھایے ناو گرایے پوشہ وتھرایہ پھر
پان زندے زالنک ووت پوشہ پرس پروانہ چون
یم نہ لوٗ دِبا ہم رلن اد کوہ ڈلن سنگر المن
دردہ بتھ یم بیا گی آکو سازتے س مانہ چون
پوشہ لنجہ بیٹھ اول اوسم تریٹھ لوگ کور رفا
خانہ میٔون برباد گو آباد آسن خانہ چون

تا ابد آباد ساقی تیرا میخانہ رہے
صورتِ خورشیدِ تاباں تیرا پیمانہ رہے
جب ترا دامن ہوا کانٹوں سے پہلے تار تار
جب ہوا ممکن کہ شاخِ گل پہ کاشانہ رہے
پالیا محراب ابرو سے صنم چہرے کا راز
چشم کعبہ کے مقابل تیرا بت خانہ رہے
جنبشِ بادِ خزاں سے پھول جھڑ جاتے ہیں ہائے
جل بجھے وہ آگ میں جو تیرا پروانہ رہے
پھر یہ ممکن ہے زمانے کو تہ و بالا کریں
سازِ میرے سوز سے جو تیرا ہم شانہ رہے
برقِ الفت سے ہوا گر خاک میرا آشیاں
غم نہیں۔ آباد لیکن تیرا کاشانہ رہے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

جنگہٕ منز مرُنگ ژیو ہالوس اندر ہرَدم مرن
جنگہٕ کھو تہٕ زیادٕ ژر زوگ ییوٚ عاشقن یارٕ نیٚ چیرن
ژآر چھیہٕ ہیتھن تہٕ پر دین ینہٕ بندٕ ران کافرن
لولہٕ والین سارنے کُرِتھ وندتھ چھُ دسترخوان چیرن

تازہ غزلاہ آو ہیتھ مہجور کمن ینہٕ آرِتھ ژٕ لبزٕ
تن کتھہٕ ژآ ولہٕ لیوزناو ان گاٹلین دلیوانہٕ چیرن

رزم گاہ شوق ہے کچھ اور پیار سے جنگ اور
ہر گھڑی مرتا ہے جس سے تیرا یارانہ رہے
پیار میں شیخ و برہمن، غیر، اپنے، ایک ہیں
وقف دسترخواں یہ تیرا اور میخانہ رہے
سب نے مانا جب سُنی مہجور کی تازہ غزل
شہ نشیں بزم خرد کا تیرا دیوانہ رہے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پیامِ مہجور

بُلبُل وَنان چھہ پوشن　　　بلبل نے یوں پکارا
گلشن وطن چھُہ سونُے　　　گلشن وطن ہمارا
سونُے وطن چھُہ گلشن　　　ہے کتنا پیارا پیارا
گلشن وطن چھُہ سونُے　　　گلشن وطن ہمارا

سنبل وَنان بنفشس　　　سنبل کہے۔ بنفشہ!
رُوزتھ پَتہ رَچھایہ چھُکھ کس　　　چھپتا پھرے ہے کیا کیا
وَن ترأو باغ کُن وس　　　جنگل کو چھوڑ ادھر آ
گلشن وطن چھُہ سونُے　　　گلشن وطن ہمارا

أندی أندی سفید سنگر　　　دیوارِ سنگِ مرمر
دیوار سنگِ مرمر　　　ہر سو ہے جس کے اندر
منز باگ سبز گوہر　　　لگتا ہے سبز گوہر
گلشن وطن چھُہ سونُے　　　گلشن وطن ہمارا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ناگن کہ لن تہ آرن   چشمے ہوں یا کہ دریا
ہوین تہ آب شارن   یا آبشار گویا
دِژِیت سوز نوبہارن   سب اس کا ہے کرشمہ
گلشن وطن چھُ سونُے   گلشن وطن ہمارا

منز جنگلن یہ اَچھ پوشن   اچھ پوش ہے یہ صحرا
تنہا بہتھ چھُ خاموشن   خاموش اور تنہا
درشن یہ وان توان ہوشن   ہے کیسا ہوش فرسا
گلشن وطن چھُ سونُے   گلشن وطن ہمارا

لجمژ پھُلے چھُ پوشن   ہر سُو ہیں کیا شگوفے
باغن ونن تہ گوشن   میداں ہوں یا کہ ٹیلے
بلبل وچھتھ توشن   بلبل یہ کیوں نہ چہکے
گلشن وطن چھُ سونُے   گلشن وطن ہمارا

وچھ یار ونژندن کل   اشجار چیڑ چندن کے
ہیمالہ ہُندِ شہ منزل   ہی مال کے پینگھوڑے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ڈلیشہ پھولی ڈلک گل   دیکھو تو دل کھل اٹھے
گلشن وطن چھ سونے   گلشن وطن ہمارا

سوکھ ناگ تو سہ ماوان   سوکھ ناگ تو سہ میدان
تتہ وچھ منسے پانہ بگوان   رہتے وہاں ہے بھگوان
بگتن چھ جلوہ ہاوان   بھگتوں میں جلوہ سامان
گلشن وطن چھ سونے   گلشن وطن ہمارا

گلمرگہ آلہ پتھرے   گلمرگ سے ادھر چل
نیلہ ناگ گوگجہ پتھرے   نیل ناگ کی ہے چہل پہل
مخمل بہار ودہ تھرے   فرش بہار مخمل
گلشن وطن چھ سونے   گلشن وطن ہمارا

وچھ لولاگ تہ ماوان   لولاب کو سحر دے
سرسبز کوہ بیابان   ہریالیوں سے بھر دے
مووتن چھ زندہ بسپدان   مردوں کو زندہ کر دے
گلشن وطن چھ سونے   گلشن وطن ہمارا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

سینتہ وانہ چھل زِتن مَن   رسندھ آب سے نہاؤ
مانس بلس دِ اَدِ تن   پھر مانس بل میں آؤ
ہر موکہ رُسہ پانہ وُچھ مَن   ہر سو اسی کو پاؤ
گلشن وطن چھُ سونئے   گلشن وطن ہمارا

بُلبل کران گُلن گتھ   نرگس ہو یا کوئی گل
بوم بر پیٹھ زلن پتھ   بھنورا ہو یا کہ بُلبل
کاشر چھ مست سُس چھیتھ   مستی ہیں سب ہی بالکل
گلشن وطن چھ سونئے   گلشن وطن ہمارا

گیپہ کارِ سہ نشین وچھ   گپکار شہ نشیں دیکھ
اندِ واندِ رسہ گل زیش چھ   ہر سمت گل زمیں دیکھ
اِشہ بر وچھیتھ نگین وچھ   اِشہ بر ہو یا نگیں دیکھ
گلشن وطن چھُ سونئے   گلشن وطن ہمارا

کر ساں ڈل پُرتھ پُرتھ   اے دوست سیر ڈل کر
درہ غر یاسے گُل چھچان گُرتھ   نظارہ کنول کر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پمپوشن دِل رِچھان گرِژھ   جانا مگر سنبھل کر
گلشن وطن چھُ سونُے   گلشن وطن ہمارا

اَہسہ وَنی زمیں چھِ پانپر   یا پنپور کیا حسیں ہے
گرِژھ وچھہ زکونگہ وڈور   کیسر کی سرزمیں ہے
تَتہ دِل کُلی ژلی شر   تسکین کا امیں ہے
گلشن وطن چھُ سونُے   گلشن وطن ہمارا

گرِژھ اَہربل ژلی شر   ہو اہربل کی حسرت
وُچھ قُدرتک رُہ منظر   تو جا کے دیکھ قدرت
آبس بنان چھِ گوہر   پانی گہر کی صورت
گلشن وطن چھُ سونُے   گلشن وطن ہمارا

مہجور دیس سونُے   مہجور دیس اپنا
باغاہ چھُ نندہ بونُے   ہے دلکشی میں یکتا
اَتھ لول گو ژھ بَرونُے   قربان اس پہ ہو جا
گلشن وطن چھُ سونُے   گلشن وطن ہمارا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پیام مہجور

وٕلِو ہا باغوانو نوبہارک شان پیدا کر
پھولِن گُل گَتھ کرِن بُلبُل تِتھی سامان پیدا کر
چمن وٲران رٕوان شبنم ژٕٹِتھ جامہ پریشاں گُل
گُلَن تے بُلبُلن اَندر دوبارہ جان پیدا کر

حیاتِ نو کا ذرّے ذرّے میں ارمان پیدا کر
ہر اک شے کھِلکھلا اُٹھے وہی سامان پیدا کر
چمن ویران ہے شبنم رو رہی ہے گُل پریشاں ہیں
گُلوں اور بُلبُلوں میں باغباں پھر جان پیدا کر

مۂ تھو گاٹہِ ارس اندر سوے گلشن کرِ تسوے خرابی چھے
یِلوان سنبل چھپے دٕرِلے گُلِ خنداں پیدا کر
محبت بینہ وٕطنک یور آسُن شُوبہِ انسانس
ژٕ بیی مان منزلس واتکھ بیٚتھے ایمان پیدا کر

ببولوں کا گُلوں کے درمیاں ہونا خرابی ہے
ضرورت ہے کہ ہر سُو سنبل و ریحان پیدا کر
ہر اک انساں کو اپنے وطن کی چاہیئے اُلفت
کہ زادِ راہ ہے منزل کی یہ ایمان پیدا کر

کری کس بُلبلا آزاد پنجرس منز ژٕ نالاں چھک
ژٕ پننہ نے دستہِ پننہِ مشکلن آسان پیدا کر
حکومت، مال تہٕ دولت، ناز و نعمت بینہ شہنشاہی
یہ سوٗرُے چھے ژٕ پننے لَشہ پانس ژٕ اچی تران پیدا کر

قفس کی تیلیوں کو توڑنے آتا نہیں کوئی
تو اے بُلبُل خود آزادی کا اب سامان پیدا کر
حکومت مال و دولت ناز و نعمت اور شہنشاہی
یہ سب کچھ پاس ہے تیرے فقط پہچان پیدا کر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

چھہ باغس جانور لولان مگر آواز چھکھ ہیون بیون
یہ ہیر سس آنوس یارب اثر یکساں پیدا کر
اگر وز ناون بستی گلن ہنز ترا و زیر و بم
بنیل کر دا و کر گسگرایہ کر طوفان پیدا کر

بہت ہیں طائراں نغمہ پیرا باغ میں لیکن
اثر ان کی فغاں میں اے خدا یکساں پیدا کر
تمہارے زیر و بم سے مُردہ بستی جاگ سکتی ہے
کہ اک بن زلزلہ بن اک نیا طوفان پیدا کر

دُبارِ عالمس منز کاشرین ہُند ناو گژھ روشن
ژٕ للتادِت تہٕ تازی بٹ مبارک خان پیدا کر
بہودر شیر دل گنز راونٕ بیہ یہ کابلی، ترکی
ژٕ رحمان میر ہیوہ کانشراہ دویم کپتان پیدا کر

تمام عالم میں پھر کشمیریوں کا نام ہو روشن
وہ للتادت، وہ تازی بٹ مبارک خان پیدا کر
بہادر شیر دل تسلیم کر لیں، کابلی، ترکی
تو رحمان میر جیسا دوسرا کپتان پیدا کر

یکن فرمانِ شاہی از تہٕ بیہ چانین اشارن پیٹھ
ژٕ یتھ پنہٕ نس زمانس منز دویم زیہ بھان پیدا کر
بیین ملکن اندر اد گاڑہٕ جارک سکہ بہہ ناوک
ژٕ یتھ ملکس اندر نندٕ رام ہیوہ دیوان پیدا کر

چلیں فرمان شاہی آج بھی تیرے اشاروں پر
دوبارہ اس زمانے میں تو زینہ بھان پیدا کر
تمہاری آگہی کا سکہ تا اور رہا یہ ہو قائم
پھر اپنے ملک میں نند رام سا دیوان پیدا کر

کرن سر خم ژٕ سے کُن اہلِ ادب ایران و شیراز کی
غنی ہیوہ شاکھ کانہہ جادو بیان انسان پیدا کر
زمینس شاعری ہند بس کریتھ ہمجور رنگل پیدا
وولِ اکھ رنگین باغس بلبل نالاں پیدا کر

کریں سر خم ترے آگے وہ شیرازی وہ ایرانی
غنی سا دوسرا جادو بیاں انسان پیدا کر
زمین شعر میں تو نے کھلائے پھول ہیں کیا کیا
تو اے ہمجور اب اک بلبل نالاں پیدا کر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پیامِ مہجور

ثیاے ترآو وملے کتھاو وِ یانہ وائی
جھگڑے آپس کے بھول جاؤ تم

پوٚزہ محبت باگرآوِ و پانہٕ وآئی
سچی اُلفت کے خم لنڈھاؤ تم

صاف تھاوِ و سینہٕ مُشراوِ و فساد
کینہٕ بُغض و فساد کو چھوڑ دو

کینہٕ ترآوِ و زادی باوِ و پانہٕ وآئی
دِل کو آئینہ کر دِکھاؤ تم

وقت مُشکل ہمتو سمتو کرِو
کام ہمت سے مشکلوں میں لو

اکھ اکس اتھ شہلاوِ و پانہٕ وآئی
ہاتھ آپس ہی میں بٹاؤ تم

ذات بِسراتھ کاشرِ ہنز چھو گنی
کاشمیری نژاد ہیں سب ایک

تواہ مخواہ زور بر عہ پاوِ و پانہٕ وآئی
اپنی اِس ریت کو نبھاؤ تم

دعہ دچھ مُسلم ہیونہ دچھ شکر صاف صاف
دودھ مسلم ہے گھی شکر ہندو

زون دتہٕ بیہ شکر رلاوِ و پانہٕ وآئی
ان کو آپس میں گھل ملاؤ تم

ہیت ی رٹن تم کھور واین اہلِ دین
خواہ کچھ بھی تمہارا مذہب ہو

ناو یمہٕ مُلکچ چلاوِ و پانہٕ وآئی
ناؤ اِس ملک کی چلاؤ تم

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کوٚر بُٹس ہیتھ زُو خدا قُدِ گوجوارِی
گوجواری قدوس کی مانند

اُز تمے کیتھ یاد پاوِو یانہ ؤ آنی
جان پنڈت پہ وار جاؤ تم

ژِ چھہ سِرج کاکُن مسلمان گَبر گژِ نژ
سرج پنڈت کی یاد آجائے

دِل تہندے پانژی مُسلہِ ناوِو یانہ ؤ آنی
بیٹا مسلم کو یوں بناؤ تم

سانہِ وطنک کُس چھہِ دُشمن کُس چھہ دوست
دوست دشمن ہے اس وطن کا کون

جہل تراوِتھ گُشنر اوِو یانہ ؤ آنی
باتیں آپس میں یہ سمجھاؤ تم

غارنوِ قصان کرِتہ تہندِس عزتس
اپنا عزت کرو تو عزت ہے

یتھ نہ تہی عزت ہراوِو یانہ ؤ آنی
آس غیروں سے کیوں لگاؤ تم

گھر تُہنژِس غار نشیِ پیا کُت خُدا
گھر کی باتیں ہیں گھر میں طے ہوں گی

نیائے وطنکی اُتھ راوِو یانہ ؤ آنی
غیر کو بیچ میں نہ لاؤ تم

اکھ اکس پیٹھ ییتھ نہ زا نہہ کانہہ چھو بدی
دوسروں کی برائی عیب ہے عیب

یتھ نہ ساز نہہ راوِ راوِو یانہ ؤ آنی
عیب ہرگز نہ دل میں لاؤ تم

یوٗد تھِکو اکِہ واکس تہِ پہ پوشتو نہ کانہہ
مل کے رہنے میں زور رہتا ہے

ترِھِن گھر تہ پیٹھ پوشہِ ناوِو یانہ ؤ آنی
اپنی طاقت کو کیوں گنواؤ تم

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پانہٕ وٲنۍ پیٚیہِ اکھ اَکِس دُشمن بنُو
فتنہٕ پیٚنہٕ زانہہ نیٚرنہٕ دِیو پانہٕ وٲنۍ

کُس زبان چھُہ باگرٲوِو گُلہٕ تہٕ پوش
بُلبُلو گُلزار چھےٚ ٲوِو پانہٕ وٲنۍ

بٲے رِشتہٕ باکس شوٗتیا تھاوُن مَلال
گنٛڈ زِیتھ ہمدردی مزراوِو پانہٕ وٲنۍ

ہیٚچھِو ناٲلو بوکھ رِتھ پکُن نادان بٲے
اکھ اَکِس ہمت بڑٲوِو پانہٕ وٲنۍ

یم غریب آسن تِمن اتھ روٗٹ کٔرِو
بٲے بٲے چھِو زِندہ رٲوِو پانہٕ وٲنۍ

مِلہٕ ترُک ذیٛت یہ مہجورن سبق
یاد تھٲوِو لۅکٕ ناوِو پانہٕ وٲنۍ

دیکھنا دشمنی نہ پیدا ہو
بات اتنی نہ بڑھاؤ تم

بانٹ لینا نہ اپنے گُل بوٹے
بلبلو مل کے چہچہاؤ تم

بھائی ہو کر ملال بھائی کا
دل سے اپنے یہ کد بھلاؤ تم

راستے لو راست بازی کا
اپنی ہمت کو خود بڑھاؤ تم

جو بھی مفلس ہو اُس کے کام آؤ
بھائی بھائی ہو یہ دکھاؤ تم

مل کے مہجور نے کہا رہنا
دوست اوروں کو بھی سناؤ تم

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پیامِ مہجور

لے عارٕ کمٕ سندٕ بارٕ تھوٚو ٹھنگ آرہ وٕلن مشر
ہی ہتھر بندی پاٹھی جاے رٹھم آرہ بلن مشر
پابند چمن گل چھُ توٚے کنڈی چھ تمس لارگم
آزاد بلبل باتہ کران لوشہ ڈلن مشر
اکھ عالہ ہیتیا اجاہلن مشر روز کیتہ پاٹھی خوش
کیاہ شیشہ آوٕیل وادہ روزِیا آرہ بلن مشر
پنہ بٕہن چھاریان غمار تے بیگانہ چھاوان باغ
مَن خوش چھُ کھادان تن چھُ ماوان سیندرلن مشر
منے تہ پادٕ کریاے واریاہ یوسف تہ دلہ رام
کیشہ اند مزارن روٚدی کینہہ شرلہ دارٕ بلن مشر
یُس پان گالتھ لاگنے کرِ شے چھُ پوزٕ ان تن
تس کیا چھُ تفرق ہرِ دِ یُس بھگی رتہ بہ کھلن مشر

ستم گر رشک میں کھویا کہاں جا کے پکاروں میں
وہ جوہر کی طرح چھپتا پھرے ہے سنگزاروں میں
ہے پابندِ چمن گل اس لئے ٹکڑوں میں کانٹے ہیں
پھرے آزاد بلبل کی طرح وہ کیا بہاروں میں
دل بیدار کیا ان عقل کے اندھوں میں خوش رہتا
عجب ہے آبگینہ اور ہو وہ سنگ پاروں میں
گلوں سے جھیل سے چشموں سے کھیلیں غیر حیرت ہے
چمن والوں کو حسرت سیر کی ہے تو نہ بہاروں میں
کیے تھے میں نے یوسف اور دلآرام بھی پیدا
چتا میں جل بجھے آخر کئی ڈوبے مزاروں میں
جو کھلیانوں میں دانے چننے نکلے کیا کہیں اس کو
وہی دہقاں ہے جو سہتا ہے سب لو کو بہاروں میں

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اِنسان حیوان ترٛیشہِ کنہٕ اِنسان شُدٕرے خون
انسانیتھ کنہٕ روزِ نا اِنسان کُلن منز
عیانٕگی تالہِ بوزتھ مُبتلو ووٗن پوشہٕ نوٗلن کن
یہ چھُ تان سیٖنا سازٕ وایان گوٕ بُلن منٛز
مہجورہٕ سنٛز کتھ بوز لسیکھ مُعرفتک پیے
پوٗزگیان یا عرفان چھُنہٕ گوٗرٕ لن تہٕ مُلن منز

زمیں پر آدمی نے آدمی کا خون چوسا ہے
میں شرف آدمیت ڈھونڈلوں کیا اب ستاروں میں؟
مرے نالے سُنے بلبل نے اور طوطی سے بولا یہ
جگانے تان سینہ آیا ہے مُردوں کو مزاروں میں
سُنو مہجور کو تم معرفت کا راز پاؤ گے
نہیں وہ پنڈتوں مُلاؤں جیسے خامکاروں میں

○

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پیامِ مہجور

جانانہٕ عالی شانہٕ مہربان بنکھنا
گُلرو یہ سنبل مو یہ گُلِ خندان بنکھنا

مہرباں ہو مری جانِ جاں تو عالی شان ہو جائے
وہ گل رو اور سنبل مو گلِ خندان ہو جائے

چھے کیا ژٕ ہے کمی خطاہ خالس پان گویا ُس
ژٕ تہٕ کنا مہ نیو یا یوسفِ کنعان بنکھنا

کسی صورت کسی محبوب سے کچھ کم نہیں تو پھر
تعجب کیا جو تو رشکِ مہِ کنعان ہو جائے

یُتھ لار ییتھ کوہ بانہ باٹھی ییتہ ساتھ گزراوکھ
گرہ پیٹھ سینہ بازارن کیا تیتھے مہمان بنکھنا

گزر جاتی ہے رستے ادھر سے دل کی تمنا ہے
جو دو پھر ہو مرے گھر میں تو وہ مہمان ہو جائے

ہیم پاک صورت ہدرو ناوتھ لُکہ کٕر پزاوتھ
چھک شیر قالین شیر نیشان بنکھنا

تری تصویر سے مرعوب ہو سکتا نہیں کوئی
جو سچ مچ شیر بن جاؤ بپا طوفان ہو جائے

تھیٚر ناتہ اَسِتھ کیا زٕ بنکھ خواہ مخواہ کاشُر
ترکی بخاری کابلی افغان بنکھنا

ترا کشمیری ہونے میں نہ جانے عار ہے کیا
کہ تو ترکی بخاری کابلی افغان ہو جائے

تھوور شتہ تۄ تھ کیتہ بناوتھ دیار خرچاوتھ
سید قریشی مولوی یا خان بنکھنا

جو خدمت آدمی کی کر نہیں سکتا تو کیا حاصل
کوئی سید قریشی مولوی یا خان ہو جائے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

زٕمانس اندر چھی پانہٕ بٔری بٔری فتنہٕ فساد کھڑ
بلٔے تہٕ ییتہٕ نش ژھٹہٕ بانٛتھ ٹھان بنکھنا

دُشمن گٔیہٕ وتھ تشو رٕیاوتھ زورٕ سیر کھاوتھ
وقتک پہلوان تہٕ رستم دوران بنکھنا

مہجور سوزٕ ءِ کینژھہ تہٕ بنکھہ پنہٕ کوشش سیتہٕ کٔرتھ
یم چیز ترٲوتھ یاک طرف انسان بنکھنا

زمانہ ہر قدم پر سینکڑوں فتنے جگاتا ہے
مبارک عافیت کا تو اگر ساماں ہو جائے

ترے زم خم سے طے ہو سکتے ہیں یہ ہفتخواں اے دل
جو یہ ثابت کرے تو رستم دوراں ہو جائے

یہاں مہجور ہر اک چیز مل جاتی ہے کوشش سے
یہ کیا کچھ کم ہے پیارے تو اگر انساں ہو جائے

○

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

پیامِ مہجور

توتہٕ وُے شور چھُو نہ کُنہِ باغہٕ کُنہِ جانادرن اندر
توتہٕ وُے سور چھُو تلمت پوشہٕ تُوتو پنجرن اندر
سیٹھا گیوِ یکہٕ تھکِ تھکِ کاروان چھُنہٕ منزلس واتان
خدایی قسمتچ پھیر یا چھ خامی رہبرن اندر
بہارس تلہٕ گرتھ ہِمِژ دُرایہِ ہِمِژ نیور سومرگو بتھ
فضا چھُنہٕ صاف تمہٕ گیس گیس کرزال پیٹہٕ نیبن پیرن اندر
رٹھیس منز زندگی ہشدی زیادٕ ہِو یوتہٕ سے مٕنے گزرٲوِم
چھُم باقی قوت پر... ہٕ مٕنہِ پرن اندر
... پانہٕ منز چھُنہٕ لیکھتن پیٹھ چھُس تھزر والا
پتُن روزی چھ تہ ہاران پانہٕ بالن سنگرن اندر
نہ ازی کینہٕ عاشقن اندر تمنا سرفروشی ہند
نہ شانِ دلبری قائم چھُ ازی کینہٕ دلبرن اندر

چمن کے طائروں کا نغمہ کیا اب پنجروں میں ہے
ادھر طوطی کا ہنگامہ بھی اب کے پنجروں میں ہے
مسلسل قافلہ چلتا رہا — منزل نہ مل پائی
یہ بدبختی ہے یا خامی ہی خامی رہبروں میں ہے
بہار آئی شگفتہ کلیاں باہر نہ جا پائیں !
ابھی تک بھنبھناہٹ ہو رہی الّو کے گھروں میں ہے
قفس میں زندگی اکثر گزاری ہے اگر ہم نے
مگر پرواز کی قوت ابھی باقی پروں میں ہے
نظر بستی پہ کیا ڈالے، بلندی ہے مقام اس کا
کہ شاہیں رزق اپنا ڈھونڈتا ہی کنکروں میں ہے
نہ اب کے عاشقوں میں ہے تمنا سرفروشی کی
نہ شانِ دلبری ہی دیکھنے کو دلبروں میں ہے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

وُسِتھ لیون ہیمن گَرِتھ اَن یِم آبٕ وۅچھ یِم چھِ کَیہہ لیوان
یہ شور و شرِ یہ بٕڑ مستی وچھک کرٕ آگرن اندر

بڈین ہندین گرن اندر چھُہ جانک شٕرتہٕ مالگ ذرٕ
چھُہ ہمت تہٕ دلیری مُفلسن ہندین گرن اندر

چھُہ اکثر پاکیٖ سیرتھ مدٕر روزان شعایہ لوین نشہِ
نہٕ سے لوٚب گَژھ چھُہ رٕٹھٕ رچھائے یِم پوشہ سران اندر

ہیکان چھُنہٕ رٕوف کرِتھ وۅدستادٕ میانین سینہٕ کھجن چاکن
گژھ کمزوریا پیدا چھے شاید رفگرن اندر

مشیدن خانقاہن منز چھُہ نقلی پوش کیا شوبان
چھُہ اصلی پوش چمنکی جلوہ ہاوان مندرن اندر

نہٕ تھو مجبور قائم شانِ خودآری زمانس منز
یُہے جوہر چھُہ اَز نایاب سانین شاعرن اندر

ہے پانی جتنا نیچے آتا اتنا شور کرتا ہے!
وہ اس کا منبع کب اس کی طرح شور و شر میں ہے

ہے ہم جان و زرِ سرمایہ دلیروں کے یہاں ہمدم
جوانمردی اگر ہے مفلسوں ہی کے گھروں میں ہے

یہ ہے میں پاک طینت عام لوگوں سے نہاں اکثر
کنول کی زندگانی پانیوں کے اندروں میں ہے

رفو اب چاک ہائے سینہ کا ہوتا نہیں ہے شاید
کوئی کمزوری پیدا ہو چکی اب رفوگروں میں ہے

ہیں خالی نقش ان کے مسجدوں اور خانقاہوں میں
حقیقی پھولوں کی رونق سراسر مندروں میں ہے

تو رکھ مجبور قائم شانِ خودداری زمانے میں
یہی جوہر ہے جو نایاب اپنے شاعروں میں ہے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

سلامِ مہجور

سونتھ آو صُبحک واو لوٚگُش جلوہ ہاوان آو
سُلہ تراوٕن باغس منٛدرِ ہینٛنۍ تُرٕ ماران آو
خاموش کھوتہ بیٛٹھ پوٚشہ تھر معصوم چیٛنک اوس
رٔپہ پاٹھی تمس جیبہ پھِران اُسہ ماران آو
گُل آسی گرٕ متھ و رٕزِ واوُن ہرتھ پریشان
اکہ اکہ یمن راوٕری متھین سوٚمبراوان آو
اُسی خوان والان اکھ اکِس ہم جنس جانہ وار
لولک تہ وٕرٕ دک ساز وایاں فتنہ ساوان آو
پھوٚل باغ عالم تازہ بہار آیہ جہانس
پیغام بقا آدمیس واتہ ناوان آو
ییلہ وقتہ وزتھ وگنٛڈی کٔلس بیٛٹھ سایہ بہارن
ادلوٚگُش غنچہ بُلبُلن دِل تنبہ لاوان آو!

بادِ سحر بہار کی جلوہ دکھانے آگئی
سہمے ہوؤں کو باغ میں نیند سے وہ جگا گئی
وہ چمن زاد چپ جو تھا، گود میں شاخِ گل کے چپ
اس کو سہلانے آگئی اس کو ہنسانے آگئی
جو رنجزاں نے کر دیئے پھول تھے جتنے منتشر
گمشدہ ان تمام کو پھر اکٹھا کرنے آگئی
اہلِ چمن میں باہمی رنجشیں جو پل رہی تھیں
سازِ خلوص و درد سے فتنے سبھی سُلا گئی
تازہ بہار آگئی، باغِ جہاں کھِل اٹھا
دائمی زیست کا پیام آدمی کو سنا گئی
سایہ فگن بہار جب ہو گئی شاخسار پر
پھول بنی تو بلبلوں کا وہ یوں دل لبھا گئی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ییٚلہٕ نو بہارن جلوہٕ ییٚن ہیو چمن پھول
باغس اندر کرکانہٕ اُکس مُشراوان آو

ابراوس بالس تھاہٕ زمین ترٲیش منگان آس
کھوٚت ابرِ رحمت آسمانس باران تراوان آو

یعنی سُہ شہنشاہِ زمیں سرورِ کونین
وحدت آیتک زندگی ہند راز باوان آو

ساقی بنتھ آو فخرِ عرب شاہدِ لولاک
مُس پانہٕ تیٚار کٔرِتھ اکہٕ باگراوان آو

میخانہٕ تہٕ پیمانہٕ کُنے شیشہٕ کُنے روٗد
شاہن تہٕ گداین کُنے مُس چاوناوان آو

ییٚلہٕ اوس گومت آدمن کے عہدِ فراموش
بیٚیہٕ آدمین آدمیت یادہٕ پاوان آو

ییٚمی زٕ ون مقصد کیاہ چھُ ییمہٕ باغکہٕ تہٕ بہارُک
تٔمی پانٕہ سُہ اکھ زندگی ہند باغ چھاوان آو

سُے سون یاور ناو چھُ یَس شافعِ محشر
ہجرٕ رعہ ہے ناوتھ یار بھاوان آو

جلوہ دکھانے آ گئی جب بھی چمن میں پھر بہار
سب کو گلے لگا لیا، کیا کسی کو بھلا گئی؟

تیز تھی دھوپ ہر طرف سو بسو العطش العطش
رحمت ابر بن کے وہ پانی بہت بہا گئی

سرورِ دو جہاں کا روپ دھار کے آ گئی بہار
وحدت زندگی کا راز کو بہ کو سنا گئی

فخرِ عرب وہ شاہد و ساقیِ بزم دوسرا
بن کے چلی تو پیار کی ایک ہی مے پلا گئی

میکدہ ایک جام ایک شیشہ و انصرام ایک
شاہ و گدا کے واسطے ایک ہی مے پلا گئی

وعدۂ روزِ اولیں بھول گئے تھے لوگ سب
پھر اسی وعدے کو انہیں یاد دلانے آ گئی

جس نے بھی غور و فکر سے باغ و بہار کو پڑھا
اس کو چمن کی سیر کا راز طرب سنا گئی

شافعِ حشر بن گئی مونس و یاور و رفیق
ہجر میں اس طرح سے وہ درد کا بن دوا ہو گئی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar..Digitized by eGangotri

سلام مجبور

کوترو واتکھ تہ میلیہ یہ روضۂ خیر الانام
پاس للہ ادبہ سان کر پیش میون عرضِ سلام
دَم سنبھالتھ پتہ نہ لولک رسم پالتھ صبح دم
مدعہ ریٛوا احوالِ دِل میون کر بیان پالاُے یلم
اُمتکۍ غمخوار بڈ سرکار دلک آوار چھُسم
عالمکۍ سردار بخشن ہار غم کاسن تمام
آرزو چھُم چانہ دیدارک یہ دِل چھُم بے قرار
بُلبلا زن انتظارس نو بہارس صبح و شام
نۍ فدا کر بہ تن جان مگر توت واتہ کر
دۍ دِیہ زن بے تاب کوٹھ نس ہولہ تیٛ چھُم لولہ آم
لار ہلپے ژھار ماحت گاہ تہ تُتی یاد ھا
داتہ کوت بے زر تہ بے پر لولہ شر زانہ کمہ منہ دوام

اے کبوتر! جب بھی پہنچے روضۂ خیر الانام
بہر للہ پھر ادب سے پیش ہو میرا سلام
کچھ سنبھل کر رسمِ الفت کے مطابق صبح دم
حالِ دل میٹھی زبان سے کہنا بھلا یا لائے پیام
آپ ہیں غمخوارِ امت، کیا بڑی سرکار ہے
شاہِ عالم دور کر دے رنج و غم میرے تمام
آرزو ہے دید کی اور دل مرا ہے بے قرار
منتظر ہے پھول کی خاطر یہ بلبل صبح و شام
کب ترے کوچے میں پہنچوں تو نہ اب جانوں میں
میں تپِ فرقت میں جلتا رہتا آیا ہوں مدام
جسم میں دم توڑتا اور منتظر رہتا رہیں
بے زری اور نارسائی میں ہوں با حسرت تمام

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

وات داس کر نظر اَبہ کُنۍ تہٕ وچھ سون حال زار
کُفرٕ آو بہ جوش اسلامس ہوان از انتقام
اسہ پیٹھ ییہ سایہ ژرا وکھ رحمتک ہا وکھ ظہور
کاسہ گژھ ظُلمچ جہانس چون اکھ ادنیٰ غلام
اکھ تمنا ہیتھ دلس منز آشہ سان مجبور آو
رحمچ بس اکھ نظر اَے یاورِ ہر خاص و عام

پہنچیے گا داد کو بے داد ہے بیداد ہے
لے رہا ہے کفر اب اسلامیوں سے انتقام
سایۂ رحمت پڑے جو آپ کے احسان کا
ظلمت ہستی مٹا دے آپ کا ادنیٰ غلام
اک تمنا لے کے آیا ہے یہاں مجبور آج
ہے امید نظرِ رحمت یاورِ ہر خاص و عام

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اکاڈمی کی سرگرمیاں

۱۰ر جولائی کو اکیڈیمی کے صدر دفتر واقع لال منڈی پر ریاست کے ہندی ادیبوں کی
ایک بیٹھک ہوئی جس میں ہندی کے مقامی ادیبوں اور شاعروں نے شرکت کی اور ہندی ادب
کے تازہ ترین رجحانات پر بحث و تمحیص ہوئی۔ اس محفل کی صدارت ریاست کی وزیر سیاحت شریمتی
کھیم لتا وکھلو نے کی جو کہ خود بھی ہندی کی ایک ممتاز ادیب ہیں۔ اپنی صدارتی تقریر میں شریمتی
وکھلو نے ہندی زبان و ادب کے تئیں اکیڈیمی کی خدمات کی سراہنا کی اور اس سلسلے میں
بالخصوص اکیڈیمی کے جریدہ "شیرازہ" (ہندی) کے رول کی چرچا کی۔ انہوں نے کہا یہ جریدہ
ریاستی ہندی ادیبوں اور باہر کے ہندی ادیبوں اور قارئین کے درمیان ایک مضبوط رابطے
اور پل کا کام انجام دے رہا ہے۔ "شیرازہ" (ہندی) کے ایڈیٹر شری رمیش مہتہ اس محفل میں
شرکت کرنے کے لئے جموں سے سری نگر آئے تھے۔

۲۵ر جولائی کو اکیڈیمی کے صدر دفتر میں ایک طرحی مشاعرے کا اہتمام کیا گیا
جس میں مقامی شعراء کے علاوہ وادی کے دور دراز علاقوں سے تعلق رکھنے والے نوجوان
اردو شعراء نے شرکت کی اور حاضرین کو اپنے کلام سے محظوظ کیا۔ اس محفل شعر کی صدارت نوجوان
اردو شاعر محمد تورج پوریا نے کی۔

اس سے قبل جولائی کے آخری ہفتے میں نوجوان کشمیری شعراء نے ایک محفل شعر میں اپنا

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

مائم شو۔۔۔ایک منظر

گاندربل میں ادیبوں کے کیمپ کے دوران لی گئی ایک یادگار تصویر

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

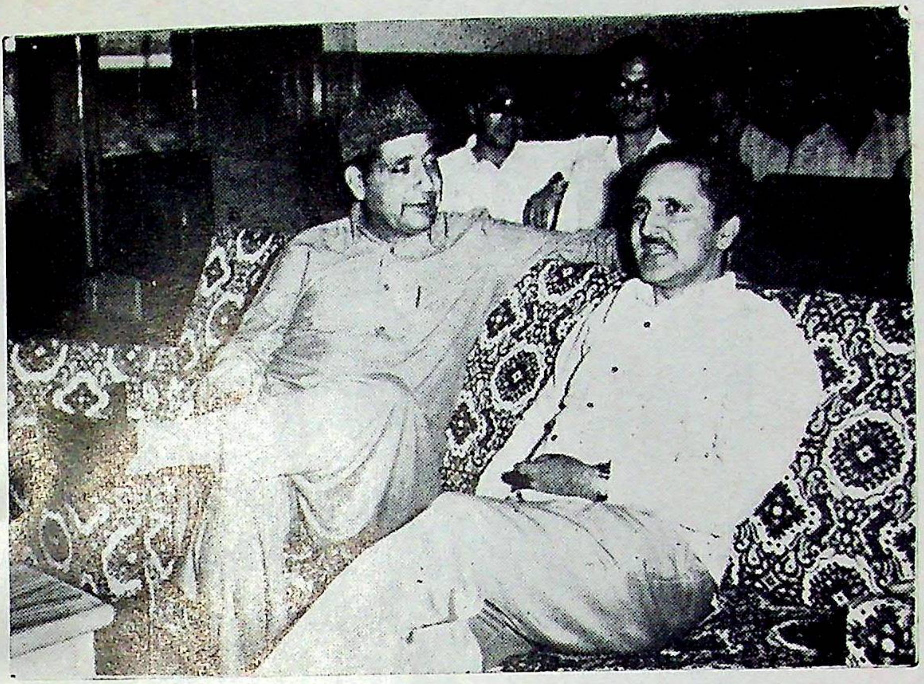

اوپر: کل ہند اردو مشاعرے کے موقعہ پر وزیر تعلیم جناب علی محمد نائیک سیکرٹری اکادمی جناب ٹینگ صاحب کے ساتھ۔

نیچے: مشاعرے کی صدارت وزیر تعلیم جناب نائیک صاحب نے کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب مظہر امام نے انجام دیئے۔ ان کے پہلو میں ایڈیٹر شیرازہ محمد احمد اندرابی ہیں۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کلام پیش کیا۔ اس کے علاوہ ایک کشمیری محفلِ افسانہ بھی منعقد کی گئی جس میں وادی کے مختلف علاقوں سے مدعو کیے گئے نوجوان کشمیری افسانہ نگاروں نے اپنی تخلیقات پیش کیں۔

ستمبر کے دوسرے ہفتے میں اکیڈیمی نے ایک اور محفلِ افسانہ کا اہتمام کیا جس میں وادی کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے نوجوان اردو افسانہ نگاروں نے اپنے افسانے پڑھ کر سنائے۔ حاضرین نے ان پر تنقیدی انداز میں اپنے تاثرات بیان کئے۔ ستمبر کے آخری ہفتے میں ایک محفلِ مقالات کا اہتمام کیا گیا جس میں نوجوان نسل سے تعلق رکھنے والے مقالہ نگاروں نے اردو میں اپنے مقالات پڑھ کر سنائے۔ ان پر بھی خوب بحث و تمحیص ہوئی۔ اکیڈیمی ہر سال اردو اور کشمیری زبانوں میں نوجوان ادیبوں اور شاعروں کی محفلیں منعقد کرتی ہے اور یہ ان کوششوں کا ایک حصہ ہیں، جو اکادمی نوجوان نسل سے تعلق رکھنے والے قلم کاروں کی حوصلہ افزائی کے لئے پچھلے کئی سال سے کرتی چلی آئی ہے۔

○

۱۲ اگست کو اکیڈیمی کی طرف سے کشمیر کے نامور صوفی شاعر (مرحوم) احد زرگر کا یومِ وصال منایا گیا۔ اس موقعہ پر مقررین نے اس عظیم صوفی شاعر کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اس کے علاوہ مقبول گلوکار علی محمد شیخ اور ان کے ساتھیوں نے کلامِ احد زرگر پیش کر کے لوگوں کو محظوظ کیا۔

○

۱۳ اگست کو اکیڈیمی کی طرف سے بھگت تھیٹر، اکنگام، کشمیر نے اس سال کا اپنا ڈرامہ "اچھہ منز کنڈ" ٹیگور ہال میں مدعو ناظرین کے سامنے پیش کیا۔ ریاست کے مشہور ڈرامہ نویس جناب علی محمد لون اور جناب پیران کشور نے ججوں کے فرائض انجام دئے۔

اگست کے تیسرے ہفتے میں اکیڈیمی کے زیرِ اہتمام اسی تھیٹر سے وابستہ فنکاروں نے شانگس، اڈلچھ اور گوپال پورہ کلاں (اننت ناگ) میں، مدعو ناظرین کے سامنے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اپنے ڈرامے پیش کئے جنہیں لوگوں نے بڑے ہی شوق سے دیکھا اور محظوظ ہوئے۔

○

جشن آزادی کی تقریبات کے سلسلے میں اکیڈیمی نے ۱۶ اگست کو کالج آف ایجوکیشن کے آڈیٹوریم میں ایک کل ہند اردو مشاعرے کا اہتمام کیا۔ مشاعرے کی صدارت ریاست کے وزیر تعلیم عالی جناب علی محمد نائیک نے کی۔ مشاعرے میں پروفیسر آل احمد سرور، جناب پورن سنگھ ہنر، جناب وقار خلیل کے علاوہ جناب میر غلام رسول نازکی، جناب مظہر امام، جناب قیصر قلندر، ڈاکٹر حامدی کاشمیری، جناب عابد مناوری، جناب حکیم منظور، جناب پرتپال سنگھ بیتاب، جناب سیفی سوپوری، جناب محمد یٰسین، جناب رفیق راز، جناب بشارت سلیم اور محترمہ رخسانہ جبین نے شرکت کی اور سامعین کو اپنے کلام سے نوازا۔

اس مشاعرے میں شرکت کے لئے اکادمی نے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے شعراء کو دعوت نامے بھیجے تھے۔ ان میں سے کئی ایک نے شرکت کرنے کا وعدہ بھی کیا لیکن آخر پر وہ مشاعرے میں شریک نہیں ہوئے۔ ان میں جناب پریم کمار نظر، جناب حمید الماس، جناب منصور سبزواری اور جناب عرفان صدیقی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ جناب بشیر بدر، جناب عمیق حنفی، جناب امیر قزلباش، جناب جگن ناتھ آزاد اور جناب کنور مہندر سنگھ بیدی سحر نے اپنی شرکت یا عدم شرکت کے سلسلے میں آخر تک ہمیں کوئی اطلاع نہیں دی۔ جناب سکل التساہی کچھ مصروفیات کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔

○

۲۱ اگست کو بابا رلیشی لوک تھیٹر کے فن کاروں نے اکیڈیمی کی طرف سے لال پورہ ٹنگمرگ میں ایک رنگا رنگ ثقافتی پروگرام پیش کیا جسے ہزاروں لوگوں نے دیکھا اور محظوظ ہوئے۔

○

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

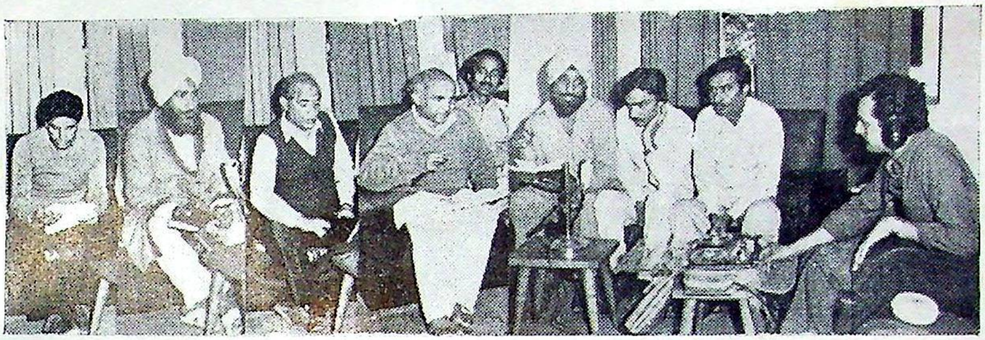

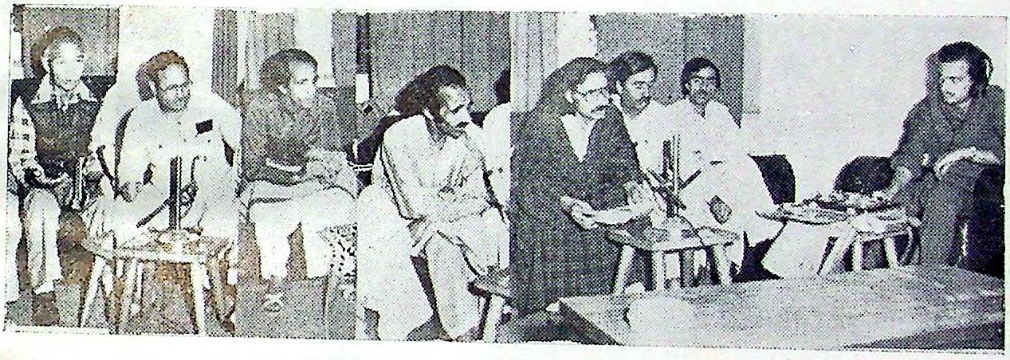

(۵) کشمیری ادیب غلام نبی گوہر، امین کامل اور ہردے کول بھارتی ریڈیو کشمیر کے لئے کیمپ سے متعلق اپنے تاثرات ریکارڈ کرا رہے ہیں۔ ساتھ میں رفیق راز اور اوتار کرشن رہبر بھی بیٹھے ہیں۔

(۶) پنجابی ادیب، گلشن، خالد حسین اور لداخی ادیب تاشی ربگیاس۔

(۷) ہندی ادیب سبھاش بھاردواج اور موہن نراش۔ ڈوگری ادیب مدن موہن شرما اور اردو کے شاعر پرتپال سنگھ بے تاب۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

۲۵ راگست کو پہلگن (پٹن) میں گلمرگ فوک تھیٹر اور اُرینہال فوک تھیٹر سے وابستہ فن کاروں نے کئی لوک ڈرامے پیش کئے جنہیں ہزاروں لوگوں نے دیکھا اور ان کے فن کی سراہنا کی ۔

○

یکم ستمبر کو گلشن تھیٹر بٹہ پورہ اور کوثر تھیٹر تکیہ امام صاحب کے فن کاروں نے بوٹہ مزن (ڈپلوامہ) میں کئی لوک ناٹک پیش کئے ۔ ان تھیٹروں سے وابستہ فن کاروں نے موسیقی سے بھی ناظرین کا دل بہلایا اور داد و تحسین حاصل کی ۔ اسی روز سری نگر میں یوم احمد ر ۹ کے سلسلے میں اکیڈیمی نے ایک محفل موسیقی کا اہتمام کیا جس میں وادی کے سر کردہ لوک موسیقار شیخ غلام احمد بٹواری نے بھی شرکت کی اور ہزاروں شائقین سے داد حاصل کی ۔

○

اس سال بھی اکیڈیمی کی طرف سے ٹیگور ہال میں موقعہ پر ہی بچوں کی مصوری کے مقابلے کا اہتمام کیا گیا جس میں وادی بھر کے تعلیمی اداروں سے تعلق رکھنے والے تقریباً پندرہ سو طلباء و طالبات نے شرکت کی ۔ یاد رہے کہ اس مقابلے میں ۶ سال سے لے کر ۱۴ سال تک کی عمر کے طلباء و طالبات شریک ہوتے ہیں ۔ اس موقعہ پر سیکرٹری اکیڈیمی جناب محمد یوسف ٹینگ نے بچوں میں مٹھائی تقسیم کی ۔ ججوں کی سفارش پر مختلف Age Groups کے طلباء و طالبات کو انعامات دینے کا اعلان کیا گیا ۔

○

اس سال ۱۳ ستمبر سے ۲۰ ستمبر تک اکیڈیمی کے زیر اہتمام گاندربل میں کُل ریاستی ادیبوں کا ایک آٹھ روزہ کیمپ منعقد کیا گیا جس میں اردو، کشمیری، ڈوگری، ہندی، پنجابی اور لداخی زبانوں کے گیارہ ادیبوں نے شرکت کی ۔ ان ادیبوں میں جناب امین کامل، جناب غلام نبی گوہر، جناب ہردے کول بھارتی (کشمیری) جناب حکیم منظور، جناب پرتپال سنگھ بیتاب،

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(اردو)، جناب سبھاش بھارددواج، جناب موہن نرائن (ہندی)، جناب مدن موہن شرما (ڈوگری)، جناب گربچن سنگھ گلشن، جناب خالد حسین (پنجابی) اور جناب تاشی ربگیاس (لداخی) شامل ہیں۔ یہ بتا دینا مناسب ہوگا کہ اردو کے مشہور افسانہ نگار جناب نور شاہ اور ڈوگری کی مشہور شاعرہ محترمہ پدما سچدیو اور ڈاکٹر وید کماری گھئی کو بھی اس کیمپ میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی لیکن ان کی طرف سے کیمپ کے آخری دن تک بھی کیمپ میں شرکت یا عدم شرکت کے بارے میں دفتر کو کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ اکادمی کی طرف سے مہمان ادیبوں کی دیکھ بھال کے فرائض محمد احمد اندرابی، ایڈیٹر "شیرازہ" (اردو) کو سونپے گئے تھے۔

یہ ریاستی ادیبوں اور خود اکیڈیمی کے لئے بھی ایک نیا تجربہ تھا چناروں کی پُرسکون فضاؤں میں کیمپ میں شریک ادیبوں کو ہفتہ بھر باہمی تبادلۂ خیال اور ایک دوسرے کو بہت قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا بھی موقعہ ملا۔ اس آٹھ روزہ کیمپ میں کشمیری، اردو، ہندی، ڈوگری اور لداخی کی درجنوں غزلیں اور نظمیں، کشمیری، ڈوگری اور پنجابی کی نثر بھر کہانیاں اور پنجابی اور کشمیری ناولوں کے چند باب بھی سنائے گئے جن پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا اور تخلیق کاروں کو مفید اور تکنیکی لحاظ سے اچھے مشورے دئے گئے۔

اس دوران مہمان ادیبوں سے تبادلۂ خیال کرنے کے لئے کچھ ممتاز ادیب سیکریٹری اکادمی جناب ٹینگ صاحب کے ہمراہ گاندربل تشریف لائے جن میں جناب علی محمد لون، جناب غلام رسول سنتوش، جناب غلام نبی فراق، جناب غلام نبی خیال، جناب چمن لال چمن، جناب رسول پومپر اور جناب بشیر اختر کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ ریاست کے کچھ پنجابی ادیب بھی گاندربل تشریف لائے کیوں کہ ریاست کی پنجابی سبھا نے اس سیزن کی اپنی ایک غیر معمولی نشست کا اہتمام دوران کیمپ گاندربل میں ہی کیا۔ اس نشست میں نہ صرف یہ کہ انہوں نے کیمپ میں شریک ادیبوں سے تبادلۂ خیال کیا بلکہ اُن کی تخلیقات سُنیں اور انہیں اپنی تخلیقات سنائیں۔ اس نشست میں بھی خوب بحث و تمحیص

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

ہوئی اور یہ خوشگوار ماحول میں ختم ہوئی۔

شرکائے کیمپ سے اس کیمپ کے بارے میں ان کے خیالات جاننے کے لئے ریڈیو کشمیر کی طرف سے جناب اوتار کرشن رہبر اور جناب رفیق رازؔ کی سربراہی میں ایک ٹیم گاندربل آئی۔ مہمان ادیبوں نے کیمپ کے بارے میں اپنے خیالات ریکارڈ کرائے جو کہ بعد میں نشر بھی کئے گئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے تاثرات رقم بھی کئے جس کا خلاصہ یوں ہے:

"اس کیمپ میں شریک ہونا ہمارے لئے ایک غیر معمولی تجربہ ثابت ہوا۔ ادیبوں کے Commune میں رہنے کا تجربہ حاصل ہوا اور مختلف زبانوں کے ادیبوں سے مل بیٹھنے کا، ایک دوسرے کو سمجھنے کا اور تخلیقی عمل کے سفر اور ان فکری رجحانات کا کچھ کچھ اندازہ ہوا جو آخر کار کسی فن پارے کو جنم دیتے ہیں۔ ایک دوسرے کی تخلیقات سنیں۔ مختلف زبانوں سے ناواقفیت کے باوجود تخلیقات میں تجربات یکساں محسوس ہوئے۔ کیمپ میں ایسے تجربات حاصل ہوئے جن سے فکر اور سوچ کی نہج پر خوشگوار اثر پڑا۔"

مہمان ادیبوں نے اس کیمپ کا اہتمام کرنے کے لئے اکیڈیمی کو مبارک باد دی۔ اور آئندہ زیادہ مدت کے لئے ایسے کیمپ منعقد کرنے کی امید ظاہر کی۔ اکیڈیمی کے حسن انتظام کے لئے منتظمین کا شکریہ ادا کیا گیا۔

O

۱۴۔ ستمبر کو اکیڈیمی کی طرف سے ٹیگور ہال میں ایک مائم شو (MIME SHOW) کا اہتمام کیا گیا جسے بیحد پسند کیا گیا۔ اس موقعہ پر دوسرے لوگوں کے علاوہ لیجسلیٹو اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر جناب غلام الدین ملک بھی موجود تھے۔ اشاراتی اداکاری کو سمجھنا ایک مشکل کام ہے۔ اس زبان کو سمجھنا اور اس کا جواب دینا اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ دیکھنے والا اس

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کا لیفورمشاہدہ نہ کرے کیوں کہ یہاں تو حرکات اور عمل سے ہی سب کچھ بیان ہوتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسے عالمی سطح پر قبول عام حاصل ہے۔ خاموش اداکاری اگرچہ آواز سے عاری ہوتی ہے لیکن اس کا پیغام بالکل صاف اور واضح ہے۔

ہندوستان میں اشاراتی تھیٹر نے اس کے ڈائریکٹر شری نرنجن گوسوامی کی رہنمائی میں ملک گیر سطح پر شہرت پائی ہے۔ وہ ڈرامے میں رابندر بھارتی کے پوسٹ گریجویٹ ہیں اور انہوں نے اس فن کو نئی زندگی بخشی ہے۔ حکومت ہند نے نمایاں خدمات کے صلے میں انہیں وظیفے کے علاوہ فیلوشپ سے بھی نوازا۔ تاکہ وہ اس میں اعلیٰ تربیت حاصل کر سکیں۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے اعزازی پروفیسر کی حیثیت سے شری گوسوامی نے ملک کی مختلف دانش گاہوں میں ورک شاپ اور سیمنار منعقد کئے۔ نیشنل یوتھ فورم نے ۱۹۸۰ء میں انہیں بہترین اداکاری کے انعام سے نوازا۔

اشاراتی تھیٹر کی طرف سے اشاراتی ڈرامے بھی پیش کئے جاتے ہیں جن کو ملک گیر پیمانے پر پسند کیا جاتا ہے۔

○

۱۶ ستمبر سے ۲۰ ستمبر تک کی نمائش گاہ (سری نگر) کے تھیٹر ہال میں اکیڈیمی کے زیر اہتمام کشمیر بھگت تھیٹر اکن گام سے وابستہ فنکاروں نے لوک موسیقی کے کئی پروگرام پیش کئے۔ ان کے علاوہ ان پروگراموں میں وادی کے کئی اور نامور موسیقاروں نے بھی حصہ لیا اور اپنی آواز کا جادو جگایا۔

○

اکادمی کی سلور جوبلی تقریبات کے سلسلے میں ٹیگور ہال میں فنون لطیفہ سے متعلق ۱۹ اور ۲۰ ستمبر کو ایک دو روزہ سیمنار کا اہتمام کیا گیا جس کا افتتاح اکادمی کے صدر وزیر اعلیٰ خواجہ غلام محمد شاہ نے ۱۹ ستمبر کو صبح ۱۱ بجے کیا۔ انہوں نے افتتاحی تقریر میں فرمایا کہ ہماری ریاست

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

قدیم زمانہ سے درخشاں تہذیب و تمدن اور علم و ادب کا مرکز رہی ہے۔ تمدن اور آرٹ کے میدان میں یہاں ایسی شخصیتیں پیدا ہوئی ہیں جنہوں نے ہماری زندگی پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ غنی کشمیری، اری زبال، للہ عارفہ، شیخ نور الدین اور حبہ خاتون سے لے کر مہجور، آزاد اور بے شمار بڑے اشخاص نے ہماری خوابیدہ زندگی میں ایک نئی جان ڈالی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بابائے قوم جناب شیخ محمد عبداللہ کی کوششوں کی وجہ سے کلچرل اکیڈیمی کی سرگرمیاں بڑھی ہیں اور اس ادارے نے ہمارے تمدن کو مالا مال بنانے میں بہت حد تک اپنا حصہ ادا کیا ہے۔ اگرچہ اکادمی کی کارکردگی تسلی بخش رہی ہے لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ ادیبوں اور فنکاروں سے کئی مواقع پر بات چیت کر چکے ہیں اور ان کے مسائل سے باخبر ہیں۔

اس سے قبل سیکریٹری اکادمی جناب ٹینگ صاحب نے مہمان خصوصی اور دیگر مندوبین کا استقبال کیا اور گذشتہ ۲۵ سال کے دوران فنون لطیفہ کے سلسلے میں اکادمی کی سرگرمیوں کا جائزہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس سے قبل ہم جموں میں زبانوں سے متعلق دو روزہ سیمنار میں ادیبوں اور دانشوروں کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر چکے ہیں اور آج یہاں فنون لطیفہ سے وابستہ فنکاروں کے سامنے خود کو پیش کر رہے ہیں کہ وہ اکادمی کی گذشتہ ۲۵ سالہ کارکردگی کا بے لاگ اور پر خلوص جائزہ لیں اور آئندہ اس کے سفر کی صحیح سمت متعین کرنے میں ہماری رہنمائی کریں۔ کیونکہ کام جاری ہے اور بقول غالب ؎ آرائش جمال سے فارغ نہیں ہنوز پیش نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

آخر پر انہوں نے صاحب صدر اور سبھی مہمانوں کا اس بات کے لئے شکریہ ادا کیا کہ وہ اس تقریب میں شریک ہوئے۔

کافی بریک کے بعد ۱۹ تاریخ کو مندرجہ ذیل مقالات پڑھے گئے:-

(۱) کلچرل اکیڈیمی کے ۲۵ سال اور فنون لطیفہ میں پیش رفت

مقالہ نگار: پروفیسر رتن کھجوریہ

(۲) کلچرل اکیڈیمی اور فن مصوری۔ مقالہ نگار: سیجود سیلانی

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

(۳) کلچرل اکیڈیمی اور رقص مقالہ نگار: پران کشور

(۴) جموں میں سنگیت اور کلچرل اکیڈیمی مقالہ نگار: نرمل ونود

(۵) کلچرل اکیڈیمی اور موسیقی مقالہ نگار: محمد سبحان بھگت

۲۰ ستمبر کو مندرجہ ذیل مقالات پڑھے گئے:۔

(۱) جموں میں تھیٹر اور کلچرل اکیڈیمی مقالہ نگار: پروفیسر مدن موہن شرما

(۲) کشمیر میں تھیٹر اور کلچرل اکیڈیمی مقالہ نگار: علی محمد لون

دونوں ہی دن مقالات پر خوب بحث و تمحیص ہوئی اور کئی گراں قدر مشورے دیے گئے۔

۲۰ تاریخ کو ایک عصرانے کا اہتمام کیا گیا جس میں سیمنار میں شریک مہمانوں کے علاوہ وادی کے سرکردہ ادیبوں، شاعروں، مصوروں، اداکاروں اور دانشوروں نے شرکت کی۔ وزیر تعلیم جناب علی محمد نائیک بھی عصرانے میں شریک ہوئے۔

عصرانے کے بعد شام ساڑھے بجے ایک محفل رقص کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں کم کم دھر نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ یہ بتا دینا مناسب ہوگا کہ کم کم کا تعلق کشمیر سے ہی ہے۔ اگرچہ گو وہ کشمیر میں نہیں رہتیں لیکن اب بھی کچھ کچھ کشمیری بول لیتی ہیں، جس کا مظاہرہ انہوں نے اس موقعہ پر بھی کیا۔

○

آج کل نہ صرف کلچرل اکیڈیمی بلکہ دوردرشن اور سری نگر کا میڈیکل کالج بھی اپنی سلور جوبلی منا رہا ہے۔ میڈیکل کالج کے جشن سیمین کے سلسلے میں ۲۵ ستمبر کو اکیڈیمی کی طرف سے کالج آڈیٹوریم میں ایک محفلِ موسیقی کا اہتمام کیا گیا جس میں وادی کے سرکردہ گلوکاروں اور موسیقاروں نے حصہ لیا۔ ساز و آواز کا یہ پروگرام رات گئے تک جاری رہا اور اسے بے حد پسند کیا گیا۔

○

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اس سال یکم اکتوبر سے ۵ اکتوبر ۸۴ء تک ضلع کپواڑہ میں اکیڈیمی کی طرف سے ایک ڈرامہ فیسٹول کا اہتمام کیا گیا جس میں ضلع کے پانچ شوقیہ کلبوں نے شرکت کی اور ہزاروں شائقین کو اپنے فن سے محظوظ کیا۔

جشن تمثیل میں شرکت کرنے والے کلبوں اور ان کی طرف سے کھیلے گئے ڈراموں کی تفصیل یوں ہے:

۱۔ نونہال ڈرامیٹک کلب — "زیر لُت / وزہ رموج"

۲۔ دلشاد تھیٹر — "سکول ماسٹر"

۳۔ صنوبر ڈرامیٹک کلب — "غریب سُند کھاندر"

۴۔ گوجری فردوس ڈرامیٹک کلب — "نشان"

۵۔ یُوتھ جنرل کلب — "اَرمان"

یہ بات نامناسب ہوگا کہ ان ڈراموں کو پرکھنے کے لئے کمیٔ ماہرین موجود تھے جن کی سفارشات پر مندرجہ ذیل ڈراموں کو انعامات دئے گئے:

"سکول ماسٹر" — دلشاد تھیٹر، ہندواڑہ۔ پہلا انعام - ایک ہزار روپلے

"زیرہ لُت" — نونہال ڈرامیٹک کلب۔ گلگام، دوسرا انعام۔ سات سو روپلے

اس کے علاوہ مختلف تھیٹروں سے وابستہ اداکاروں کو مختلف ڈراموں میں بہترین اداکاری کے لئے انعامات دئے گئے۔ ان میں محمد اکبر بٹ، محمد سرور بٹ، گلاب الدین طاہر کے نام شامل ہیں۔ اسی طرح میک اپ، لباس اور موسیقی کے لئے بھی مختلف تھیٹروں کو انعامات سے نوازا گیا۔ ان میں گوجری فردوس ڈرامیٹک کلب، صنوبر کلب اور دلشاد تھیٹر شامل ہیں۔

ان انعامات کے علاوہ محمد اکبر لون، عبدالغنی ڈار، عبدالاحد اشقر اور غلام حسن بٹ کو توصیفی اسناد دی گئیں۔

یاد رہے کہ اکادمی ضلع سطح کے ڈرامہ فیسٹول میں حصہ لینے والے ہر کلب کو ڈرامہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کی تیاری اور پیشکش کے لئے پانچ سو روپے ادا کرتی ہے۔

○

کلچرل اکیڈمی کی طرف سے ہماچل پردیش کے وزیر اعلیٰ شری ویر بھدر سنگھ کی دعوت پر کلو میں دسہرہ تقریبات میں شرکت کے لئے ایک تمدنی وفد ۵، اکتوبر کو جموں سے کلو کے لئے روانہ ہوا تھا۔ دسہرہ تقریبات میں اس تمدنی وفد کے پروگرام بے حد پسند کیے گئے۔ اس وفد میں جموں خطہ کے ستّرہ (مرد و زنانہ) فنکار شامل تھے۔

○

۱۹، اور ۲۰، اکتوبر کو اکادمی کی طرف سے ٹیگور ہال سری نگر میں صوبہ جموں کے دو ڈرامہ کلبوں رکھشا لیہ کلچرل ایسوسی ایشن اور نٹرنگ نے دو ڈرامے "آخری سوال" اور "چیونا" مدعو ناظرین کے سامنے پیش کیے جنہیں بیحد پسند کیا گیا۔ ان دونوں ڈراموں کو صوبہ جموں میں منعقد ڈرامہ فیسٹول میں انعام مل چکا ہے اور اب انہیں صوبہ کشمیر میں پیش کیا گیا۔ اسی طرح صوبہ کشمیر میں پہلا انعام حاصل کرنے والے ڈرامے صوبہ جموں میں دوبارہ پیش کیے جاتے ہیں جس کے لئے پیش کاروں کو پروڈکشن کاسٹ بھی ادا کی جاتی ہے۔

○

۲۴، اکتوبر کو شام پانچ بجے ٹیگور ہال میں کلچرل اکیڈمی کے زیر اہتمام منعقدہ ۲۵ ویں کل ریاستی مصوری کی نمائش کا افتتاح ریاست کے مشہور و معروف مصور جناب ٹی۔ این۔ کول نے کیا۔ اس موقعہ پر انہوں نے ان مصوروں، مجسمہ سازوں میں انعامات اور توصیفی اسناد بھی تقسیم کیں جن کی تصاویر اور مجسمے انعام کے لئے چنے گئے تھے۔ یہ بتا دینا مناسب ہوگا کہ اس بار تصاویر اور مجسموں کو جانچنے کے لئے ریاست کے ایک اور سرکردہ مصور جناب غلام رسول سنتوش کی خدمات بطور جج حاصل کی گئی تھیں۔

جناب کول صاحب نے ان نوعمر مصوروں میں بھی انعامات تقسیم کیے جنکے فن پاروں

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کو بچوں کے تصویروں کے مقابلے میں اس سال انعامات کے لئے چنا گیا تھا۔ انعامات پانے والے مصوروں اور مجسمہ سازوں کے اسمائے گرامی ہیں:

اکیڈیمی ایوارڈ

۱۔ شری راجیشور ٹھاکر		ایک ہزار روپے
۲۔ مس پنچشیل کول		ایک ہزار روپے
۳۔ مس نسرین شاہزادی		ایک ہزار روپے
۴۔ شری برج موہن شرما		ایک ہزار روپے
۱۔ شری شفیع چمن	طلباء	تین سو روپے
۲۔ مس پرنسی بٹ	طلباء	تین سو روپے
۳۔ شری اشوک کمار کول		تین سو روپے

کیمن ایوارڈ: شری گیان چند دھمن — پانچ سو روپے

براؤوے ایوارڈ:

۱۔ شری کندن کمار	پانچ سو روپے
۲۔ شری شبیر مرزا	پانچ سو روپے

○

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

غزل

بوُل شے کتھ نم لوسن چھاٹنی
سوزِ دِل بوزی دُری داگنی یے

لٹہ آکہ روے ہاوُ کتہ مہر بانی
سوزِ دِل بوزی دُری داگنی یے

سنہ پیشن تالہ زُرز کیا چھ شوبانی
دُورَن پکُر زگ آگنی یے

زُلفن زھاپہ یمِن دُور تاہانی
سَنتہ زیشی گتہ مارانی یے

ہُو بہ تیلہ کرُتھ وُزن پرزنراوانی
سوزِ دِل بوز دُری داگنی یے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri